اسلام میں حلال و حرام

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

تالیف
علامہ یوسف القرضاوی

تحقیق و تخریج
علامہ ناصر الدین البانی

مکتبہ اسلامیہ

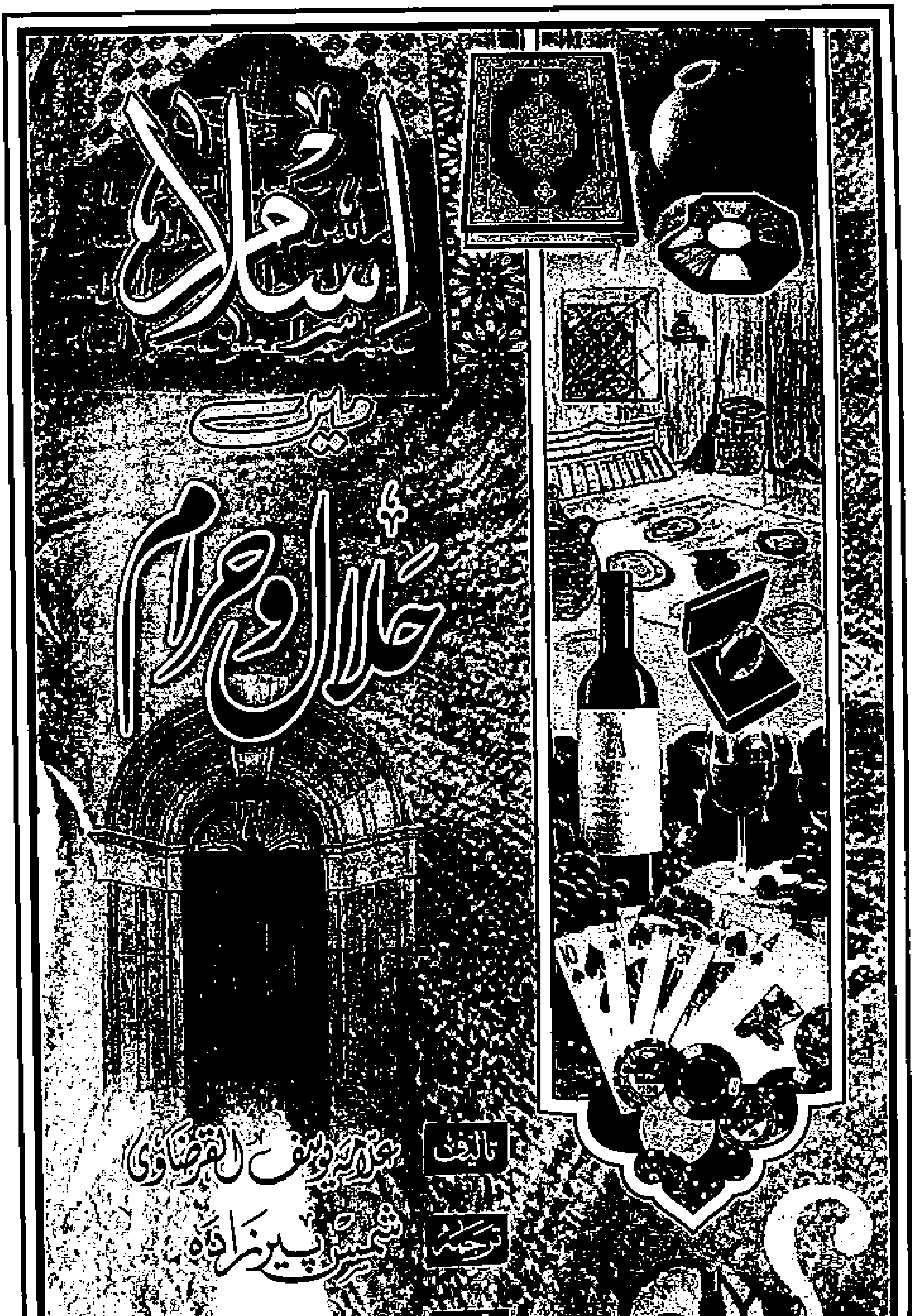

Marfat.com
Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب ---------- اسلام میں حلال و حرام
تالیف ---------- علامہ یوسف القرضاوی
ترجمہ ---------- شمس پیرزادہ
تخریج ---------- علامہ ناصر الدین البانی
تعلیق ---------- شیخ صالح بن فوزان
ناشر ---------- محمد سرور عاصم
قیمت ----------

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 042-37244973 فیکس: 042-37232369
بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد۔ پاکستان فون: 041-2631204, 2034256
E-mail:maktabaislamiapk@gmail.com

Marfat.com
Marfat.com

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
پیش لفظ	11
باب اول	13
تعریف	15
حلال ومباح	16
تمام اشیاء اصلاً مباح ہیں	17
تحلیل وتحریم اللہ ہی کا حق ہے	23
حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینا شرک کے قبیل سے ہے	27
حرام چیزیں مضرت رساں ہیں	31
حلال، حرام سے بے نیاز کر دیتا ہے	33
جو چیز حرام کا باعث بنے وہ بھی حرام ہے	35
حرام کے لیے حیلے کرنا بھی حرام ہے	35
نیک نیتی حرام کو حلال نہیں کرتی	37
حرام میں مبتلا ہو جانے کے اندیشے سے مشتبہات سے بچنا	41
حرام سب کے لیے حرام ہے	42
ضرورتیں محظورات کو مباح کر دیتی ہیں	44
باب دوم	46
حلال وحرام مسلمان کی انفرادی زندگی میں	46
ماکولات ومشروبات	47

مضامین	صفحہ نمبر
برہمنوں کے نزدیک جانوروں کو ذبح کرنے اور کھانے کا مسئلہ	47
حرام جانور یہود ونصاریٰ کے نزدیک	48
جاہلیت میں عربوں کے نزدیک	49
اسلام نے پاک چیزوں کو جائز قرار دیا	49
مردار کی تحریم اور اس کی مصلحتیں	51
بہائے ہوئے خون کی حرمت	52
سور کا گوشت	53
غیر اللہ کے لیے نامزد کردہ جانور	53
مردار کی قسمیں	54
مردار کی ان قسموں کو حرام کرنے کی مصلحتیں	55
استھان کا ذبیحہ	55
مچھلی اور ٹڈی مردار کے حکم سے مستثنیٰ ہیں	56
مردار کی کھال، ہڈی اور بال سے فائدہ اٹھانا	58
مجبوری کی حالت مستثنیٰ ہے	60
علاج کی مجبوری	61
فرد کی مجبوری اس صورت میں باقی	

Marfat.com
Marfat.com

مضامین	صفحہ نمبر
نہیں رہتی جبکہ معاشرہ میں اس کی ضرورت کو پورا کرنے کا سامان موجود ہو	62
ذبح کرنے کا شرعی طریقہ	64
بحری جانور سب حلال ہیں	64
حرام برّی جانور	64
مانوس جانوروں کی اباحت کے لیے ذبح کرنے کی شرط	66
شرعی طریقہ پر ذبح کرنے کے شرائط	66
ذبح کرنے کے اس طریقہ کی حکمت و مصلحت	70
ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینے کی مصلحت	71
اہلِ کتاب کا ذبیحہ	72
جو کنیساؤں اور تہواروں کے لیے ذبح کیا جائے	73
الیکٹرک شاک کا ذبیحہ اور بند ڈبوں کے گوشت کا حکم	74
مجوسیوں وغیرہ کا ذبیحہ	77
قاعدہ۔ جو چیز نظروں سے غائب ہے اس کی تفتیش میں نہیں پڑنا چاہیے	78
شکار	79
وہ شرائط جو شکار کرنے والے سے متعلق ہیں	79

مضامین	صفحہ نمبر
جس کا شکار کیا جائے اس سے متعلق شرائط	81
شکار کے ذرائع	81
شکار کرنے کے لیے زخمی کرنے والا ہتھیار اور بندوق کے شکار کا حکم	82
کتوں کے ذریعہ شکار کرنا	84
تیر چلانے کے بعد اگر شکار مردہ حالت میں مل جائے	86
شراب	88
خمر	88
نشہ آور چیز خمر (شراب) ہے	90
نشہ آور چیز حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر	91
شراب کی تجارت	92
مسلمان شراب کا ہدیہ نہیں دے سکتا	93
شراب کی مجلسوں کا بائیکاٹ	94
شراب دوا نہیں بیماری ہے	95
مخدرات (عقل کو بے حس کرنے والی چیزیں)	97
جو چیز بھی ضرر رساں ہو اس کا کھانا پینا حرام ہے	99
لباس اور زینت	101
نظافت اور جمال والا دین	103

Marfat.com
Marfat.com

مضامین	صفحہ نمبر
سونا اور خالص ریشم مردوں پر حرام ہے	105
مردوں پر ریشم کو حرام کرنے کی مصلحت	109
عورتوں کے لیے مباح ہونے کی مصلحت	110
مسلمان خاتون کا لباس	111
عورت اور مرد کا ایک دوسرے کی مشابہت کرنا	112
شہرت اور تکبر کا لباس	114
زینت میں غلو کے لیے خلق اللہ میں تغیر	116
گودنا، دانتوں کو نوکدار بنانا اور خوبصورتی کے لیے آپریشن کرانا	116
بھنویں باریک کرنا	118
بال جوڑنا	119
خضاب لگانا	122
داڑھی بڑھانا	124
گھر	129
تعیش اور بُت پرستی کے مظاہر	130
سونے چاندی کے برتن	132
اسلام میں مجسّموں کی حرمت	135
مجسّموں کو حرام قرار دینے کی مصلحت	136
اسلام میں شخصیتوں کی یادگار کا طریقہ	138
بچوں کے کھلونے جائز ہیں	141
ناقص اور مسخ شدہ مجسّمے	143
غیر مجسّم تصویریں	144
تصویر کی بے وقعتی اسے جائز کر دیتی ہے	158
فوٹو گرافی کی تصویریں	159
تصویر کا مقصد	161
تصویر اور مصوّر سے متعلق احکام کا خلاصہ	164
بلاضرورت کتے پالنا	166
شکار اور حفاظت کے لیے کتوں کا جواز	167
کتا پالنا علمِ جدید کی رو سے	169
کسب اور پیشہ	172
جو شخص کام کی قدرت رکھتا ہو اس کا بیٹھے رہنا حرام ہے	172
سوال کرنا کب جائز ہے	174
کام کرنا باعثِ عزّت ہے	176
زراعت کے ذریعہ روزی کمانا	176
حرام کاشتکاری	180
صنعت و حرفت	180
ممنوع کام اور پیشے	185
قحبہ گری	185
رقص اور جنسی فنون	186
مجسّموں اور صلیب وغیرہ کی صنعت	187
نشہ آور اور مخدّرِ عقل اشیاء کی صنعت	188
تجارت کے ذریعہ کمانا	189

Marfat.com
Marfat.com

مضامین	صفحہ نمبر
تجارت کے بارے میں کنیسہ کا موقف	194
حرام تجارت	194
ملازمت	197
حرام ملازمتیں	200
مسائلِ کسب کے سلسلے میں عام اصول	202
باب سوم	204
شادی بیاہ اور خاندانی زندگی میں حلال وحرام	204
فطری خواہشات کا دائرہ عمل	205
جنسی داعیہ کے تعلق سے انسان کا موقف	205
زنا کے قریب نہ پھٹکو	206
اجنبی عورت کے ساتھ خلوت حرام ہے	207
جنسِ مقابل کو بنظرِ شہوت دیکھنا	210
سِتر پر نظر ڈالنے کی حُرمت	212
مرد یا عورت کو دیکھنے کے جواز کے حدود	214
عورت کے لیے اظہارِ زینت کس حد تک جائز اور کس حد تک ناجائز ہے	216
عورتوں کا ستر	222
عام حماموں میں عورت کا داخل ہونا	225
تبرج کی حرمت	228
تبرج کا اطلاق کس صورت میں نہیں ہوگا؟	230
عورت، شوہر کے مہمانوں کی خدمت کرسکتی ہے	236
خلافِ فطرت فعل کبائر میں سے ہے	237
استمناء (ہاتھ سے منی خارج کرنا) کا حکم	238
شادی بیاہ	241
اسلام میں رہبانیت نہیں ہے	241
جس عورت کو نکاح کا پیغام دینا ہو اس پر نظر ڈالنا	245
پیغام دینے کی حرام صورتیں	248
کنواری لڑکی سے نکاح کی اجازت لی جائے اور جبر نہ کیا جائے	250
جن عورتوں سے نکاح حرام ہے	251
ان رشتوں کو حرام قرار دینے کی مصلحتیں	253
رضاعت کی بنا پر حرام رشتے	254
مصاہرت سے رشتوں کی حرمت	255
دو بہنوں کو جمع کرنا	256
شادی شدہ عورتیں	257
مشرک عورتیں	259

Marfat.com
Marfat.com

مضامین	صفحہ نمبر
کتابیہ سے نکاح	260
مسلمان عورت کا غیر مسلم سے نکاح	262
زانی عورتیں	264
نکاحِ متعہ	266
تعدّدِ ازدواج	269
تعدّدِ ازدواج کے جواز کے لیے عدل کی شرط	270
تعدد ازدواج کے جواز کی مصلحت	272
زوجین کے باہمی تعلقات	274
دُبر سے اجتناب	276
زن وشوئی کے رازوں کی حفاظت	278
خاندانی منصوبہ بندی	280
خاندانی منصوبہ بندی کے جواز کی صورتیں	282
اسقاطِ حمل	286
زوجین کے معاشرتی حقوق	288
میاں بیوی کو ایک دوسرے کے مقابلے میں صبر کرنا چاہیے	290
نافرمانی اور نزاع کی صورت میں	291
صرف ایسی صورت میں طلاق جائز ہوجاتی ہے	295
اسلام سے قبل طلاق کا طریقہ	296
یہودی مذہب میں طلاق	296
مسیحی مذہب میں طلاق	297
طلاق کے مسئلے میں مسیحی مذہب کا اختلاف	298
طلاق کے معاملہ میں مسیحیت کی ان پابندیوں کا نتیجہ	299
طلاق کے معاملہ میں مسیحیت کا منفرد رویہ	299
مسیحیت وقتی علاج تھا، نہ کہ شریعتِ عامّہ	300
طلاق کے سلسلہ میں اسلام کی قیود	301
حالتِ حیض میں طلاق دینا حرام ہے	302
طلاق کی قسم کھانا حرام ہے	304
مطلقہ کو اپنے شوہر کے گھر میں عدّت گزارنا چاہیے	305
ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ طلاق	306
معروف طریقہ پر روکے رکھنا یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا	307
مطلقہ کو اپنی مرضی سے دوسرا نکاح کرنے سے روکا نہ جائے	308
عورت کا حق جبکہ شوہر اسے پسند نہ ہو	309
بیوی کو ستانا	311
بیوی کو چھوڑنے کی قسم کھانا حرام ہے	312
والدین اور اولاد کے باہمی تعلقات	314

Marfat.com
Marfat.com

مضامین	صفحہ نمبر
تحفظِ نسب	314
اپنے بیٹے کے نسب کا انکار کرنا جائز نہیں	314
تبنیت (لے پالک بنانا) اسلام میں حرام ہے	316
عملی شہادت کے ذریعہ تبنیت کا ابطال	318
تبنیت بمعنی تربیت	319
حمل ٹھہرانے کا مصنوعی طریقہ	320
باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے کو منسوب کرنا موجبِ لعنت ہے	321
اولاد کو قتل نہ کرو	322
بخشش کے معاملہ میں مساویانہ سلوک	324
میراث کے معاملہ میں قانونِ الٰہی کی پابندی	326
والدین کے ساتھ بدسلوکی گناہِ کبیرہ ہے	328
والدین کو گالیاں دینا کبائر میں سے ہے	331
والدین کی اجازت کے بغیر جہاد کے لیے جانا جائز نہیں جبکہ جہاد فرض عین نہ ہو	331
مشرک والدین	333
باب چہارم	335
اعتقاد و تقلید	336
سُنَنِ الٰہی کا احترام	336
اوہام وخرافات کے خلاف جنگ	337
کاہنوں کی تصدیق کرنا کفر ہے	338
پانسوں کے ذریعہ قسمت معلوم کرنا	339
جادو	340
تعویذ باندھنا	343
بدشگونی	347
جاہلیت کی تقلید کے خلاف جہاد	349
اسلام میں عصبیت نہیں	349
رنگ ونسب کی کوئی اہمیت نہیں	352
نوحہ کرنا	354
معاملات	357
حرام چیزوں کی بیع حرام ہے	357
دھوکہ کی بیع ممنوع ہے	358
قیمتوں سے کھیلنا	360
ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے	361
بازار کی آزادی میں مصنوعی مداخلت	363
دلالی جائز ہے	365
نفع اندوزی اور دھوکہ دہی حرام ہے	366
جس نے ہمارے ساتھ دھوکہ دہی کی وہ ہم میں سے نہیں ہے	366
بہ کثرت قسمیں کھانا	368
ناپ تول میں کمی کرنا	368

Marfat.com
Marfat.com

مضامین	صفحہ نمبر
چوری کا مال خریدنا چور کے ساتھ مشارکت ہے	370
سُود کی حرمت	371
حُرمتِ سُود کی مصلحت	372
سُود دینے والا اور لکھنے والا	374
نبی ﷺ قرض سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے	375
زیادہ قیمت پر اُدھار بیع	378
بیع سلم	378
محنت اور سرمایہ کا تعاون	379
سرمایہ لگانے والوں کا اشتراک	381
بیمہ کمپنیاں	383
کیا بیمہ کمپنیاں امداد باہمی کے ادارے ہیں	384
اصلاحات	386
اسلام کا انشورنس سسٹم	386
زراعتی زمین سے فائدہ اٹھانا	387
زمین سے فائدہ حاصل کرنے کے طریقے	388
دوسرا طریقہ	388
مزارعت (بٹائی)	389
فاسد مزارعت	390
زمین کو نقد کرایہ پر دینا	392
قیاس متقاضی ہے کہ زمین کو نقدی کے عوض کرایہ پر دینے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے	394
جانوروں کے پالنے میں شرکت	397
کھیل اور تفریح	400
ہر وقت یکساں کیفیت نہیں رہتی	400
رسول انسان تھے	401
دل اُکتا جاتے ہیں	402
جائز کھیل کی قسمیں	404
دوڑ میں مقابلہ	404
کُشتی لڑنا	405
تیر اندازی	405
نیزہ چلانا	407
گھڑ سواری	407
شکار کرنا	409
چَوسر کا کھیل	410
شطرنج کا کھیل	411
گانا اور موسیقی	412
جُوا شراب کا ساتھی ہے	421
لاٹری، ایک قسم کا جوا ہے	423
سینما بینی	424
اجتماعی روابط	426
کسی مسلمان سے ترکِ تعلق جائز نہیں	427
باہم صلح صفائی	431
دوسروں کا مذاق نہ اُڑایا جائے	433

Marfat.com
Marfat.com

مضامین	صفحہ نمبر
طعن و تشنیع کرنا	434
بُرے لقب سے پکارنا	435
بدگمانی	435
تجسس	436
غیبت	439
غیبت کے سلسلہ میں رُخصت کے حدود	441
چغل خوری	443
عزت کی حرمت	445
خون کی حرمت	448
قاتل اور مقتول دونوں آگ میں ہوں گے	450
معاہد اور ذمی کے خون کی حرمت	452
خون کی حرمت کب زائل ہوتی ہے	453
خودکشی	455
مال کی حرمت	457
رشوت حرام ہے	458
حُکام کے آگے ہدیے پیش کرنا	460
رفعِ ظلم کے لیے رشوت	462
اپنے مال میں اسراف کرنا حرام ہے	463
غیر مسلمین سے تعلقات	467
اہلِ کتاب کے ساتھ خصوصی رعایت	468
ذمی	470
غیر مسلمین سے موالات کے تعلقات اور اس کا مطلب	472
اسلام کی رحمتِ عامہ جانور کو بھی شامل ہے	478

Marfat.com
Marfat.com

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَسَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ. اَمَّا بَعْد

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اسلام کی نعمت سے مالا مال کیا اور خصوصی مہربانی سے نبی آخر الزمان محمد ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا۔ دین اسلام کی تعلیمات انتہائی سادہ آسان اور فطرت کے عین مطابق ہیں۔ اسلام نہ ہی تو اپنے پیروکاروں پر اس قدر سختی کا قائل ہے کہ ان کے لیے ہر چیز کو حرام قرار دے کر انہیں دنیاوی نعمتوں سے کنارہ کش ہونے کی ترغیب دے جیسا کہ بعض صوفیا کا رجحان ہے اور نہ ہی ایسی آزادی کا علمبردار ہے کہ وہ ان کو تمام حدود وقیود سے عاری کر دے کہ وہ جیسے چاہیں زندگی گزاریں۔ اسلام مادر پدر آزاد معاشرہ پسند نہیں کرتا اور نہ اس سنہری دین میں ''جنگل کا قانون'' روا ہے بلکہ حلال وحرام، جائز ناجائز اور صحیح غلط کی پہچان کے لیے کچھ قواعد وضوابط مقرر ہیں جو قرآن وحدیث کے دلائل سے بآسانی اخذ کیے جاسکتے ہیں بشرطیکہ کتاب وسنت کو معیار بنا کر کوشش کرنے والے علمائے ربانی میسر ہوں تاکہ تعصب سے پاک اور ذاتی لالچ سے بالاتر رہنمائی میسر آسکے۔

اس وقت "الحلال والحرام فی الاسلام" نامی کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے جسے فاضل مؤلف علامہ یوسف القرضاوی ﷾ نے تحریر فرمایا ہے۔ موصوف دنیائے عرب کے ممتاز مصنف اور عالم اسلام کے مشہور اور قدآور عالم دین ہیں۔ آپ نے کئی علمی اور تحقیقی کتب تالیف کی ہیں۔ اس کتاب میں بھی انہوں نے بڑی عمدگی کے ساتھ نہایت مدلل انداز سے حلت وحرمت کے باب میں سیر حاصل بحث کی ہے اور ساتھ ہی ساتھ شرعی احکام کی حکمتوں کو بڑے احسن انداز سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کتاب حیات انسانی سے متعلق ایسے تمام مسائل پر مشتمل ہے جن سے لوگوں کو اکثر وبیشتر واسطہ رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے۔ (آمین)

Marfat.com
Marfat.com

فاضل مؤلف کی بعض آراء سے وقت کے معروف علماو محققین نے اختلاف کیا ہے اور پوری شرح وبسط سے علامہ قرضاوی صاحب کے موقف کی تردید کی ہے جس کے پیش نظر مکتبہ اسلامیہ نے اس کتاب کو قارئین کے لیے مزید فائدہ مند بنانے کی غرض سے مندرجہ ذیل امور کا اہتمام کیا ہے۔

① عربی سے اردو ترجمہ معروف عالم دین جناب شمس الدین پیرزادہ کا ہے جو ہندوستان کے شہر بمبئی میں مقیم ہیں۔ یادرہے کہ ترجمہ کتاب کے مؤلف کی باقاعدہ اجازت کے بعد کیا گیا جس کے لیے ہندوستان کے معروف عالم دین جناب مختار احمد ندوی حفظہ اللہ نے خصوصی کاوش فرمائی۔

② اس کتاب کی تخریج وتحقیق امام العصر معروف محدث علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ نے کی جوان کی کتاب ''غاية المرام فی تخريج الاحاديث الحلال والحرام'' سے نقل کی گئی ہے۔ اس میں مزید اضافہ جناب عدیل الرحمٰن صاحب نے کیا تاکہ حوالہ جات دیکھنے میں مزید آسانی پیدا ہو سکے۔ جب کہ حدیث پر حکم فقط علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہی ہے۔

اس کتاب پر تعلیق کا کام فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان حفظہ اللہ نے کیا جوان کی کتاب ''اعلام بنقد كتاب الحلال والحرام'' سے نقل کیا گیا ہے جو کہ سعودی عرب کے معروف عالم دین ہیں اور وہاں کی علما کمیٹی کے سرکردہ رکن ہیں۔ اس تعلیق کو اردو قالب میں ڈھالنے کا فریضہ راقم الحروف نے سرانجام دیا ہے۔

بعض مقام پر مترجم کا تحریر کردہ حاشیہ بھی نقل کیا گیا ہے جو انہوں نے فاضل مؤلف القرضاوی حفظہ اللہ کی بعض عبارات کے متعلق لکھا ہے۔

چند ایک مقامات پر مؤلف کی بات کی وضاحت کے لیے تشریحاتی نوٹ موجود ہیں جو راقم الحروف نے تحریر کیے ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو ہر مسلمان مرد وعورت کے لیے مشعل راہ بنائے اور ہر خاص وعام کو اس کتاب کے علمی نکات سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور یہ دعا بھی ہے کہ اس کتاب کے مؤلف، مترجم، محقق، معاونین ناشر اور ہر

Marfat.com
Marfat.com

اس آدمی کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے جو کسی طرح سے بھی اس کی تیاری میں شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ خصوصاً علامہ البانی رحمہ اللہ اور شیخ صالح فوزان حفظہ اللہ کی نیکیوں میں بھی اضافہ فرمائے، جنہوں نے مؤلف کی کمزوریوں کی نشاندہی اور ان پر مناسب حاشیہ جات لکھے۔

قارئین سے اپیل ہے کہ اگر اس کتاب میں کوئی خامی، غلطی یا ایسی بات نوٹ کریں جو سلف صالحین کے موقف سے ٹکراتی ہو تو ہمیں ضرور اطلاع فرمائیں۔ ادارہ کے منتظمین ہر اچھی تجویز کا خیر مقدم کریں گے اور غلطی کے ازالہ کی بھرپور کوشش کریں گے۔ (انشاءاللہ)

جزاکم اللہ خیراً

محمد اختر صدیق

❋❋❋

Marfat.com
Marfat.com

باب اول

- تعریف
- تمام اشیاء اصلاً مباح ہیں
- تحلیل و تحریم اللہ ہی کا حق ہے
- حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینا شرک کے قبیل سے ہے
- حرام چیزیں باعث مضرت ہیں
- حلال، حرام سے بے نیاز کر دیتا ہے
- جو چیز حرام کا باعث بنے وہ بھی حرام ہے
- حرام کے لیے حیلے کرنا بھی حرام ہے
- نیک نیتی حرام کو حلال نہیں کرتی
- حرام میں مبتلا ہو جانے کے اندیشے سے مشتبہات سے بچنا
- حرام سب کے لیے حرام ہے
- ضرورتیں محظورات کو مباح کر دیتی ہیں

Marfat.com
Marfat.com

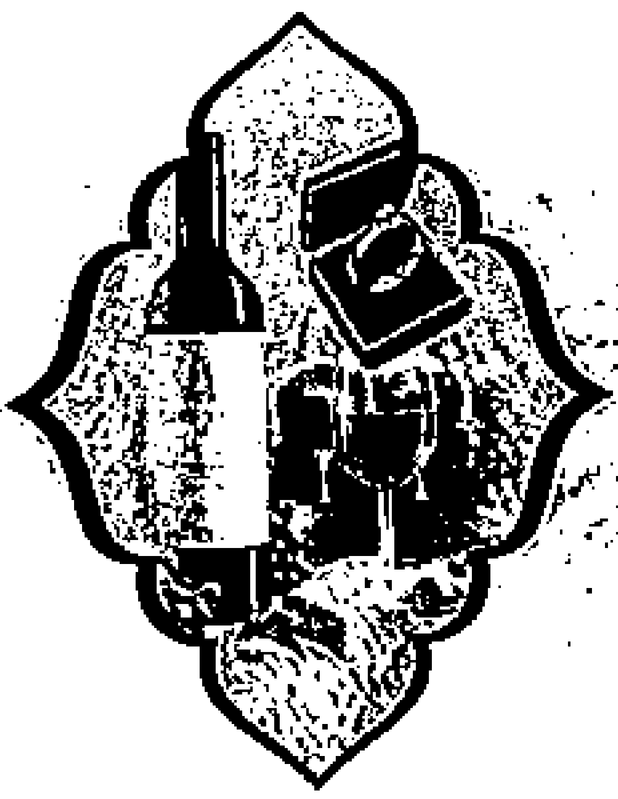

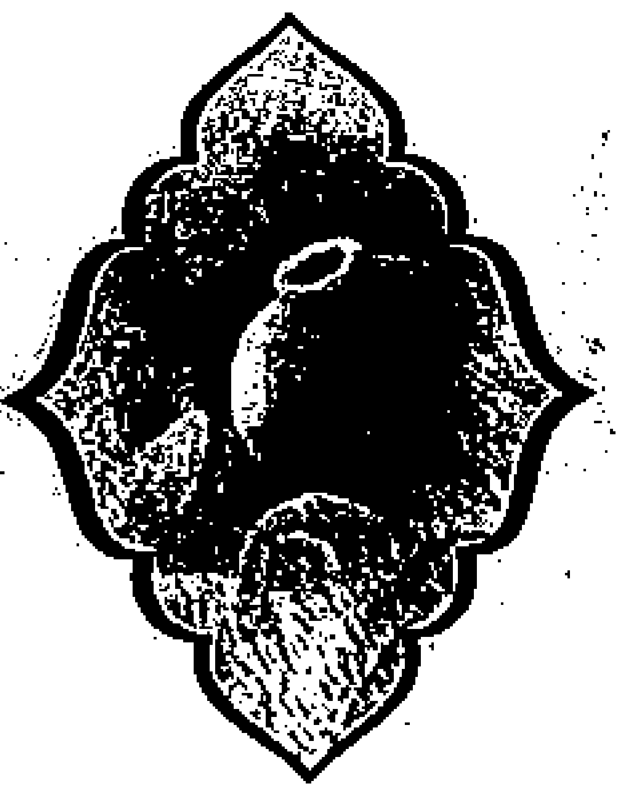

تعریف

حلال

مباح، غیر ممنوع جس کے کرنے کی شارع نے اجازت دی ہو۔

حرام

وہ جس کی شارع نے قطعی طور پر ممانعت کی ہو اور جس کی خلاف ورزی کرنے والا آخرت میں سزا کا مستحق ہو اور بعض صورتوں میں دنیا میں بھی اس کے لیے سزا ہو۔

مکروہ

وہ جس سے شارع نے روکا ہو لیکن سختی کے ساتھ اس کی ممانعت نہ کی ہو۔ یہ درجہ میں حرام سے کمتر ہے اور اس کا ارتکاب کرنے والا اس سزا کا مستحق نہیں ہوتا جس سزا کا مستحق حرام کا ارتکاب کرنے والا ہوتا ہے۔ البتہ اس کی مسلسل خلاف ورزی اور بے وقعتی کرنے پر حرام کی سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حلال ومباح

اہل جاہلیت جن بہت سی باتوں میں گمراہی کا شکار ہو گئے تھے ان میں سے ایک حلال وحرام کا معاملہ بھی تھا جس میں وہ اس طرح اُلجھ گئے کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر بیٹھے۔ مشرکین اور اہل کتاب دونوں کا طرزِ عمل یکساں تھا۔ یہ گمراہی دو انتہاؤں پر تھی ایک انتہا وہ جس پر ہندوستانی برہمنیت، مسیحی رہبانیت اور وہ مذہبیت تھی جس کے نزدیک جسم کو اذیت دینا روا تھا اور جس نے اچھے رزق اور زینت کی چیزوں کو حرام کر دیا تھا اور بعض راہبوں کے نزدیک تو پاؤں دھونا اور حمام میں داخل ہونا بھی باعثِ گناہ تھا۔

دوسری انتہا پر فارس کا مزدک مذہب تھا جس نے مکمل اباحیت کا نعرہ بلند کیا۔ اس مذہب میں ہر چیز جائز تھی، یہاں تک کہ عزت وحُرمت بھی جس کو انسان فطرۃً مقدس مانتا ہے۔

زمانہ جاہلیت میں عربوں نے حلت وحرمت کا بالکل غلط معیار قائم کر رکھا تھا۔ چنانچہ ان کے نزدیک شراب نوشی، سُود خوری، عورتوں سے بدسلوکی اور قتلِ اولاد جیسی چیزیں بالکل جائز تھیں۔ انہوں نے قتلِ اولاد جیسے فعل کو خوشنما بنانے کے لیے کچھ باتیں گھڑ لی تھیں جن کو وجہ جواز بنا کر پیش کرتے تھے۔ مثلاً فقر وفاقہ کا اندیشہ، لڑکی کی پیدائش کا باعثِ عار ہونا اور اپنے معبودوں کے تقرب کے لئے اولاد کو بھینٹ چڑھانا وغیرہ۔ عجیب بات یہ ہے کہ ایک طرف انہوں نے اپنے جگر گوشوں کو قتل کرنا یا زندہ درگور کرنا بالکل جائز کر لیا تھا اور دوسری طرف انہوں نے کھیت اور چوپائے جیسی بہت سی پاکیزہ چیزیں اپنے اوپر حرام کر لی تھیں اور طرفہ تماشا یہ کہ اس حلت وحرمت کو انہوں نے اللہ کی طرف منسوب کر کے دینی حیثیت دے دی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی ان افترا پردازیوں کو یکسر باطل قرار دیا:

﴿وَقَالُوا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ

Marfat.com
Marfat.com

عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيْهِم بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ○﴾ [1]

"وہ کہتے ہیں یہ چوپائے اور یہ کھیت ممنوع ہے، ان کو صرف وہی لوگ کھا سکتے ہیں جنہیں اپنے زعم کے مطابق ہم کھلانا چاہیں۔ اور کچھ چوپائے ایسے ہیں جن کی پیٹھیں حرام کردی گئی ہیں اور کچھ چوپایوں پر وہ اللہ کا نام نہیں لیتے اس پر افترا کرتے ہوئے۔ اللہ عنقریب انہیں اس افترا پردازی کا بدلہ دے گا۔"

اسلام آیا تو یہ گمراہی اور حلال وحرام کے معاملہ میں یہ بے راہ روی موجود تھی۔ اس نے اس کی اصلاح کی طرف توجہ کی اور پہلا قدم یہ اٹھایا کہ تشریع کے اصول مقرر کیے اور ان کو حِلّت وحُرمت کی اساس بنایا جس کے نتیجہ میں اعتدال وتوازن پیدا ہوا اور عدل کا صحیح معیار قائم ہوا، نیز اس کی بدولت اُمّتِ مسلمہ گمراہی اور انحراف کی راہ اختیار کرنے والے "دائیں اور بائیں" گروہوں کے درمیان اُمّتِ وسط (اعتدال پر قائم رہنے والی امت) قرار پائی جسے اللہ تعالیٰ نے خیرِ اُمّت کے لقب سے نوازا۔ [2]

1 تمام اشیاء اصلاً مباح ہیں۔

اسلام نے جو پہلا اصول مقرر کیا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ تمام چیزیں اصلاً حلال ومباح ہیں۔ حرام صرف وہ چیزیں ہیں جن کی حرمت کے بارے میں صحیح اور صریح نص وارد ہوئی ہے۔ لہٰذا اگر صحیح نص موجود نہ ہو۔ بلکہ ضعیف ہو یا حُرمت پر صریح طور سے دلالت نہ کرتی ہو تو اصل اِباحت برقرار رہے گی۔

علمائے اسلام اس بات کے قائل ہیں کہ تمام اشیاء اور منفعتیں اصلاً مباح اور جائز ہیں۔ اُن کا استدلال قرآن کی درج ذیل آیات سے ہے:

﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾ [3]

---

[1] ٦/الانعام:١٣٨۔ [2] [صحیح] مستدرک حاکم: ١/٣٥۔ سلسلة الاحاديث الصحيحة: رقم الحديث: ٤٩٠؛ المعجم الصغير للطبرانی، ١/٩٥، رقم الحديث: ٢٦٤، بلفظ "بعثت" [3] ٢/البقرة:٢٩۔

Marfat.com
Marfat.com

''وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کر دیں۔''

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ﴾ [1]

''اس نے تمہارے لیے آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں اپنی طرف سے مسخر کر دیں۔''

﴿اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً﴾ [2]

''تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں تمہارے لیے مسخر کی ہیں اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کا اتمام کیا ہے؟''

اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کو انسان کے لیے مسخر کر کے اس پر احسان فرمایا ہے، لہٰذا یہ کیونکر باور کیا جا سکتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کو حرام ٹھہرا کر ان کے استفادہ سے انہیں محروم کرے گا؟ واقعہ یہ ہے کہ اُس نے صرف چند چیزوں کو حرام کیا ہے اور وہ بھی کسی خاص سبب یا مصلحت کی بنا پر جس کا ذکر ہم بعد میں کریں گے۔ گویا اسلامی شریعت میں محرمات کا دائرہ بہت تنگ ہے۔ برعکس اس کے حلال کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حرمت کے احکام پر مشتمل نصوص جو صحیح بھی ہوں اور صریح بھی، بہت کم ہیں اور باقی تمام چیزیں جن کی حِلّت یا حُرمت کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی ہے، مباح الاصل ہیں اور ان کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی گرفت نہیں ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

((مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ فَهُوَ حَلَالٌ، وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ، وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ. فَاقْبَلُوْا مِنَ اللّٰهِ عَافِيَةً فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُنْ يُنْسِيءُ شَيْئًا. وَتَلَا ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾)) [3]

---

[1] ٤٥/الجاثية: ١٣۔ [2] ٣١/لقمان: ٢٠۔

[3] ١٩/مريم: ٦٤۔ [حسن] مستدرک حاکم ٢/٣٧٥؛ مجمع الزوائد ٧/٥٥، رقم الحديث: ١١١٦٠؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الضحايا، باب مالم يذكر تحريمه ١٠/١٢؛ كشف الاستار للهيثمي، كتاب العلم، باب اتباع القران، ١/٧٨، رقم الحديث: ١٢٣۔

Marfat.com
Marfat.com

''اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جس کو حلال ٹھہرایا، وہ حلال ہے اور جس کو حرام ٹھہرایا ہے، وہ حرام ہے۔ اور جن چیزوں کے بارے میں سکوت فرمایا ہے وہ معاف ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اس فیاضی کو قبول کرو، کیونکہ اللہ سے بھول چوک کا صدور نہیں ہوتا۔ پھر آپ ﷺ نے سورۂ مریم کی آیت (اللہ سے کبھی بھول سرزد نہیں ہوتی) تلاوت فرمائی۔''

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنِ السَّمَنِ وَالْجِبْنِ وَالْفِرَاءِ فَقَالَ: اَلْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِہٖ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِہٖ، وَمَا سَکَتَ عَنْہُ فَھُوَ مِمَّا عَفَالَکُمْ.)) [1]

''رسول اللہ ﷺ سے گھی، پنیر اور گورخر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال ٹھہرایا ہے، اور حرام وہ ہے جسے اس نے اپنی کتاب میں حرام ٹھہرایا ہے۔ رہیں وہ چیزیں جن سے سکوت اختیار فرمایا ہے تو وہ معاف ہیں۔''

اس سے واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے جزئیات کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا، بلکہ ایک ایسا قاعدہ بیان فرمایا کہ جس سے حلال وحرام میں بآسانی تمیز کی جا سکتی ہے۔ اس کے پیشِ نظر یہ جان لینا کافی ہے کہ اللہ نے کن چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے۔ جو چیزیں ان کے ماسوا ہیں وہ آپ ہی حلال وطیب قرار پاتی ہیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰہَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَیِّعُوْھَا وَ حَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْھَا، وَحَرَّمَ اَشْیَاءَ فَلَا تَنْتَھِکُوْھَا، وَسَکَتَ عَنْ اَشْیَاءَ رَحْمَۃً

---

[1] [ضعیف] جامع الترمذی، کتاب اللباس، باب ما جاء فی لبس الفراء، رقم الحدیث: ۱۷۲۶؛ سنن ابن ماجۃ، کتاب الأطعمۃ، باب أکل الجبن والسمن، رقم الحدیث: ۳۳۶۷؛ مستدرک حاکم، ۱۱۵/٤۔

[نوٹ: یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن مفہوم مذکورہ بالا ماقبل سے ادا ہوتا ہے]

Marfat.com
Marfat.com

بِكُمْ غَيْرَ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوا عَنْهَا.)) [1]

''اللہ نے فرائض کو لازم کیا ہے لہٰذا انہیں ضائع نہ کرو اور حدود مقرر کر دیے ہیں لہٰذا ان سے تجاوز نہ کرو۔ جن چیزوں کو اس نے حرام ٹھہرایا ہے ان کی بے حرمتی نہ کرو اور جن چیزوں کے بارے میں اس نے دانستہ سکوت اختیار فرمایا ہے تو یہ سکوت تمہارے لیے باعثِ رحمت ہے، لہٰذا ایسی چیزوں کے بارے میں بحث میں نہ پڑو۔''

یہاں یہ واضح کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مُباح الاصل ہونے کا دائرہ اشیاء و اعیان تک محدود نہیں ہے بلکہ اس میں وہ افعال و تصرّفات بھی شامل ہیں جو عبادات کے قبیل سے نہیں ہیں، اور جن کو اصطلاحاً عادات و معاملات کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ:

﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ﴾ [2]

''اس نے وہ چیزیں تفصیل سے بیان کر دی ہیں جو تم پر حرام ٹھہرائی ہیں۔''

اشیاء اور افعال دونوں کو شامل ہے۔ البتہ عبادات کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ ان دینی امور کا علم وحی کے ذریعہ ہی ممکن ہے اور ان ہی امور کے متعلق حدیث میں آیا ہے:

((مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ.)) [3]

''جو شخص ہمارے دین میں کوئی نئی بات نکالے جو اس سے متعلق نہیں ہے وہ قابلِ رد ہے۔''

---

[1] [ضعيف] السنن الكبرى للبيهقى، كتاب الضحايا ،باب مالم يذكر تحريمه ١٠/١٢؛ سنن الدارقطنى، كتاب الرضاع ٤/١٨٣؛ حلية الاولياء لابى نعيم الاصفهانى، ٩/١٧، رقم الحديث:١٢٨٩٧۔ [2] ٦/الانعام:١١٩۔

[3] صحيح البخارى، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح خير ، رقم الحديث:٢٦٩٧؛ صحيح مسلم، كتاب الأقضية باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الامور، رقم الحديث:١٧١٨؛ سنن ابى داؤد، كتاب السنة ، باب فى لزوم السنة، رقم الحديث:٢٦٠٦۔

Marfat.com
Marfat.com

اس کی وجہ یہ ہے کہ دین دو حقیقتوں پر مشتمل ہے۔ ایک یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے اور دوسرے یہ کہ اللہ کی عبادت اسی طریقہ پر کی جائے جو اللہ نے مشروع فرمایا ہے، لہٰذا جو شخص بھی اپنی جانب سے عبادت کا نیا طریقہ نکالے۔ خواہ وہ کوئی شخص ہو، وہ لازماً گمراہی اور ضلالت ہے' جسے رد کیا جانا چاہیے۔ حقیقتاً عبادت کے طور طریقے جو تقربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں' مقرر کرنے کا حق شارع اور صرف شارع کو پہنچتا ہے۔

البتہ عادات و معاملات کی نوعیت اس سے مختلف ہے۔ ان طور طریقوں کو شارع نے نہیں بلکہ لوگوں نے قائم کیا ہے جس کے مطابق وہ عملدرآمد کرتے رہتے ہیں۔ شریعت تو ان کی تصحیح و تہذیب اور ان میں اعتدال و توازن پیدا کرنے کا کام انجام دیتی رہی ہے۔ اور جن باتوں میں کوئی خرابی اور ضرر نہیں تھا ان کو اس نے برقرار رکھا:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> "اقوال و افعال میں بندوں کے تصرف کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم عبادات کی ہے جن سے دینی حالت درست ہوتی ہے اور دوسری قسم عادات کی ہے جن کی ضرورت دنیوی معاملات میں ہوتی ہے۔"

شریعت کے اصولوں کا مطالعہ کرنے سے یہ قاعدہ کلیہ ابھر کر سامنے آتا ہے کہ عبادات جن کو اللہ نے واجب یا مستحب ٹھہرایا ہے اُن کی یہ حیثیت شریعت ہی سے ثابت ہو سکتی ہے۔ رہیں عادات تو دنیا کے معاملات میں لوگ ضرورتاً ان کے عادی ہوتے ہیں اور وہ اصلاً غیر ممنوع ہیں، اس لیے جن چیزوں کو اللہ نے ممنوع قرار دیا ہے ان کے علاوہ کسی اور چیز کو ممنوع نہیں قرار دیا جا سکتا۔ امر و نہی کا معاملہ درحقیقت قانونِ الٰہی سے متعلق ہے اور عبادت کا معاملہ بھی سراسر اسی کے حکم پر موقوف ہے، لہٰذا جس بات کا حکم اس کی طرف سے نہیں ملا اُس کی ممانعت کا حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے؟

اسی لئے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہائے اہل حدیث رحمۃ اللہ علیہم اس بات کے قائل ہیں کہ عبادات اصلاً توقیفی (جن کا علم وحی کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے) ہیں، لہٰذا مشروع وہ ہے جسے اللہ نے مشروع کیا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہم پر صادق آئے گا کہ:

Marfat.com
Marfat.com

﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ. ﴾ ❶

''کیا اُن کے ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے دین کے وہ طریقے مقرر کیے ہیں جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی؟''

البتہ عادات کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ وہ اصلاً مباح ہیں، اس لیے اس قبیل کی صرف ان چیزوں سے روکنا چاہیے جن کو اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ بصورت دیگر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہم پر صادق آئے گا:

﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا. ﴾ ❷

''کہو! تم نے یہ بھی سوچا کہ اللہ نے جو رزق تمہارے لیے نازل فرمایا ہے، اس میں سے کسی کو تم نے حرام اور کسی کو حلال ٹھہرایا؟''

یہ نہایت ہی اہم اور مفید اصول ہے اور اس اصول کے پیشِ نظر ہم کہتے ہیں کہ بیع، ہبہ، اجارہ وغیرہ عادات کے قبیل سے ہیں جن کے لوگ روزمرہ کی زندگی میں ضرورت مند ہوتے ہیں مثلاً کھانا، پینا اور لباس۔ شریعت نے ان عادات کو آدابِ حسنہ سے سنوارا ہے۔ جن عادات میں خرابی تھی ان کو حرام ٹھہرایا اور جو ضرورت کے قبیل سے تھیں اُن کو لازم کر دیا اسی طرح جو عادات نامناسب تھیں اُن کو ناپسندیدہ ٹھہرایا اور جن باتوں میں مصلحت کا پہلو غالب تھا اُن کو مستحب قرار دیا۔

اس حقیقت کے پیشِ نظر لوگ اپنی مرضی کے مطابق لین دین اور اُجرت پر معاملہ کرنے کے لیے آزاد ہیں جب تک کہ شریعت سے کسی چیز کی حُرمت ثابت نہ ہو جائے۔ اس کی مثال خورد و نوش ہے کہ لوگ محرمات کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی مرضی کے مطابق کھا پی سکتے ہیں۔ اگرچہ بعض چیزیں استحباب اور بعض چیزیں کراہت کے درجہ میں ہوتی ہیں۔ لیکن جب تک شریعت پابندی عائد نہ کرے وہ اپنی اصل اطلاقی حالت پر باقی رہتی ہیں۔'' ❸

❶ ۴۲/الشوریٰ:۲۱۔ ❷ ۱۰/یونس:۵۹۔

❸ القواعد النورانية الفقهية۔ تاليف ابن تيميه، ص ۱۱۲، ۱۱۳۔

Marfat.com
Marfat.com

اس اصول کی تائید صحیح حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

﴿كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ فَلَوْ كَانَ شَيْءٌ يُنْهٰى عَنْهُ لَنَهٰى عَنْهُ الْقُرْآنُ.﴾ [1]

''ہم عزل کیا کرتے تھے درآنحالیکہ قرآن نازل ہو رہا ہوتا۔ اگر کوئی بات ایسی ہوتی جس کی ممانعت کی جانی چاہیے تھی تو قرآن اس سے منع کرتا۔''

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جس چیز کے بارے میں وحی نے سکوت اختیار کیا ہے وہ نہ حرام ہے اور نہ اس سے روکا گیا ہے۔ ایسی تمام چیزیں لوگوں کے لیے جائز ہیں جب تک کہ ممانعت پر دلالت کرنے والی کوئی نص سامنے نہ آ جائے۔ اس معاملہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا فہم ان کے کمالِ تفقہ کی علامت ہے۔

الغرض اس سے اسلام کے اس مہتم بالشان اصول کا تعین ہو جاتا ہے کہ عبادت وہی مشروع ہے جسے اللہ نے مشروع کیا ہے اور عادات سے متعلق کوئی چیز اللہ کی تحریم کے بغیر حرام نہیں ہوتی۔

2 تحلیل و تحریم اللہ ہی کا حق ہے۔

اسلام نے دوسرا اصول یہ مقرر کیا کہ اقتدار جو تحلیل و تحریم کے اختیارات کا اصل سرچشمہ ہے، مخلوق کا نہیں بلکہ صرف خالق کا حق ہے۔ عالم ہوں یا درویش، بادشاہ ہوں یا حکمران کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ بندگانِ خدا پر کسی چیز کو حرام ٹھہرائے۔ جو شخص بھی اس کی جسارت کرے گا وہ حد سے تجاوز کرنے اور اللہ کے تشریعی حقوق میں زیادتی کا مرتکب ہوگا۔ اس کی اتباع کرنا اور اپنے عمل سے اس پر اظہارِ رضامندی کرنا شرک کے مترادف ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب العزل، رقم الحديث: ٥٢٠٧-٥٢٠٩؛ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب حكم العزل، رقم الحديث: ١٤٤٠؛ سنن ابن ماجة، كتاب النكاح، باب العزل، رقم الحديث: ١٩٢٧۔

Marfat.com
Marfat.com

﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ﴾ ❶

''کیا ان کے ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کے وہ طریقے مقرر کیے ہیں جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی؟''

یہود و نصاریٰ نے تحلیل و تحریم کے اختیارات اَحبار و رُہبان کو دے رکھے تھے جس کی قرآن نے سخت نکیر فرمائی:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۝﴾ ❷

''انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے احبار و رُہبان کو اپنا رب بنا لیا اور مسیح بن مریم (علیہما السلام) کو بھی، حالانکہ انہیں ایک معبود کے سوا کسی کی عبادت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ وہ جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہ اُن کی ان مشرکانہ باتوں سے پاک ہے۔''

حدیث میں ہے:

((وَقَدْ جَاءَ عَدِیُّ بْنُ حَاتِمٍ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ. وَكَانَ دَانَ بِالنَّصْرَانِيَةِ قَبْلَ الْاِسْلَامِ. فَلَمَّا سَمِعَ النَّبِیَّ يَقْرَأُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ. قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّهُمْ لَمْ يَعْبُدُوْهُمْ، فَقَالَ: بَلٰى! اِنَّهُمْ حَرَّمُوْا عَلَيْهِمُ الْحَلَالَ وَاَحَلُّوْا لَهُمُ الْحَرَامَ فَاتَّبَعُوْهُمْ، فَذٰلِكَ عِبَادَتُهُمْ اِيَّاهُمْ.)) ❸

''عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ جنہوں نے اسلام سے پہلے نصرانیت قبول کر لی تھی،

---

❶ ٤٢/الشوریٰ: ٢١۔ ❷ ٩/التوبہ: ٣١۔

❸ [حسن] جامع ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة التوبة، رقم الحدیث: ٣٠٩٥؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب آداب القاضی، باب ما یقضی به القاضی ١١٦/١٠؛ جامع بیان العلم و فضله لابن عبدالبر، باب فساد التقلید و نفیه والفرق بین التقلید والاتباع، ١٠٩/٢؛ المعجم الکبیر للطبرانی ٩٢/١٧، رقم الحدیث: ٢١٨۔

Marfat.com
Marfat.com

جب نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا، تو عرض کیا: یا رسول اللہ! ان لوگوں نے احبار و رُہبان کی عبادت تو نہیں کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ انہوں نے ان پر حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرایا تھا اور ان لوگوں نے اُن کی اتباع کی۔ احبار ورہبان کی عبادت کا یہی مطلب ہے۔''

دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

((اَمَا اَنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَعْبُدُونَهُمْ وَلٰكِنَّهُمْ كَانُوا اِذَا اَحَلُّوا لَهُمْ شَيْئًا اِسْتَحَلُّوهُ وَاِذَا حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوهُ.))

''یہ لوگ احبار ورہبان کی پرستش نہیں کرتے تھے، بلکہ اُن کے حلال کیے ہوئے کو حلال اور اُن کے حرام کیے ہوئے کو حرام کر لیتے تھے۔''

نصاریٰ اس زعمِ باطل میں مبتلا رہے کہ مسیح علیہ السلام نے آسمان پر جاتے ہوئے اپنے شاگردوں کو یہ اختیار تفویض فرمایا تھا کہ وہ جس طرح چاہیں حلال وحرام ٹھہرائیں۔ چنانچہ انجیل متی میں ہے:

''میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ جو کچھ تم زمین پر باندھو گے وہ آسمان پر بندھے گا اور جو کچھ تم زمین پر کھولو گے وہ آسمان پر کھلے گا۔'' [1]

اسی طرح قرآن نے تحلیل وتحریم کے معاملہ میں مشرکین کے طرزِ عمل کو بھی غلط قرار دیا:

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ﴾ [2]

''کہو تم نے یہ بھی سوچا کہ اللہ نے جو رزق تمہارے لیے نازل فرمایا ہے اس میں سے تم نے کسی کو حرام اور کسی کو حلال ٹھہرا لیا؟ کہو اللہ نے تمہیں اس کی

---

[1] متی ۱۸:۱۸۔ [2] ۱۰/ یونس: ۵۹۔

Marfat.com
Marfat.com

اجازت دی تھی یا تم اللہ پر افترا کر رہے ہو؟“

نیز فرمایا:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ﴾ [1]

”یہ جو تمہاری زبانیں اللہ پر افترا کرتے ہوئے جھوٹے احکام لگایا کرتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام، تو ایسی باتیں نہ کرو۔ جو لوگ اللہ پر افترا کرتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہ پائیں گے۔“

ان روشن آیات اور واضح احادیث سے فقہائے اسلام رحمۃ اللہ علیہم نے حتمی طور پر جان لیا کہ حلت وحرمت کا اختیار اللہ وحدہٗ ہی کو ہے اور وہ اپنی کتاب یا رسول کی زبانی لوگوں کو حلال وحرام سے آگاہ کرتا ہے۔ اور فقہا رحمۃ اللہ علیہم کا کام اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ وہ اس حلت وحرمت کو بیان کریں۔ شریعت سازی ان کا کام نہیں۔ یہ فقہا رحمۃ اللہ علیہم اجتہاد وامامت کی صلاحیت رکھنے کے باوجود فتویٰ دینے سے احتراز کرتے تھے اور یہ کام دوسروں کے سپرد کرتے تھے، اس اندیشہ سے کہ غلطی سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہ کر بیٹھیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب الام“ میں قاضی ابویوسف سے روایت نقل کی ہے، فرماتے ہیں:

”میں نے بہت سے اہل علم مشائخ کو دیکھا کہ وہ فتویٰ دینا پسند نہیں کرتے اور کسی چیز کو حلال یا حرام کہنے کے بجائے کتاب اللہ میں جو کچھ ہے اسے بلا تفسیر بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ابن سائب رحمۃ اللہ علیہ جو ممتاز تابعی ہیں، کہتے ہیں کہ اس بات سے بچو کہ تمہارا حال اُس شخص کا سا ہو جائے جو کہتا ہے کہ اللہ نے فلاں چیز حلال کی ہے یا اُسے پسند ہے، لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ نہ میں نے اس کو حلال کیا تھا اور نہ مجھے پسند تھی۔ اسی

[1] ١٦/النحل: ١١٦۔

Marfat.com
Marfat.com

طرح تمہارا حال اس شخص کا سا بھی نہ ہو جائے جو کہتا ہے کہ فلاں چیز اللہ نے حرام کر دی ہے لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹا ہے۔ میں نے اسے حرام کیا تھا اور نہ اس سے روکا تھا۔ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے جو کہ کوفہ کے ممتاز فقہائے تابعین میں سے ہیں، منقول ہے کہ جب ان کے اصحاب فتویٰ دیتے تو ''یہ مکروہ ہے یا اس میں کوئی حرج نہیں'' کے الفاظ استعمال کرتے، کیونکہ کسی چیز پر حلت وحرمت کا حکم لگانے سے زیادہ غیر ذمہ دارانہ بات اور کیا ہو سکتی ہے؟''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ سلف صالحین حرام کا اطلاق اسی چیز پر کرتے تھے جس کی حرمت قطعی طور پر ثابت ہوتی۔ اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سوالوں کے جواب میں فرماتے:

''میں اسے مکروہ خیال کرتا ہوں یا اچھا نہیں سمجھتا یا یہ پسندیدہ نہیں ہے۔''

یہی بات امام مالک، امام ابوحنیفہ اور دیگر تمام ائمہ رحمۃ اللہ علیہم سے منقول ہے۔

3 حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینا شرک کے قبیل سے ہے:

اسلام نے اُن لوگوں کی مذمت کی ہے جو تحلیل وتحریم کے مختار بن جاتے ہیں۔ خاص طور سے اُس نے حلال کو حرام کرنے والوں پر شدید گرفت کی ہے، کیونکہ اس کے نتیجہ میں انسان بلاوجہ تنگی اور ضیق میں مبتلا ہو جاتا ہے اور تعمق پسندانہ مذہبیت کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمق وتشدد کے رجحان کو سختی سے دبایا اور اس قسم کا رویہ اختیار کرنے والوں کی سخت مذمت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلَا هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ، اَلَا هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ، اَلَا هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ.)) [1]

---

[1] [صحیح] سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، رقم الحدیث: ٤٦٠٨؛ صحیح مسلم، کتاب العلم، باب هلك المتنطعون، رقم الحدیث: ٢٦٧٠؛ مسند احمد بن حنبل، ١/٣٨٦، رقم الحدیث: ٣٦٥٥۔

Marfat.com
Marfat.com

''آگاہ ہو جاؤ! کہ دین میں تعمّق وتشدد پیدا کرنے والے ہلاک ہو گئے، آگاہ ہو جاؤ کہ دین میں تعمّق وتشدد پیدا کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ دین میں تعمّق وتشدد پیدا کرنے والے ہلاک ہو گئے۔''

اور رسالتِ محمدی ﷺ کی خصوصیت یہ بیان فرمائی کہ:

((بُعِثْتُ بِالْحَنِيفِيَّةِ السَّمْحَةِ.)) [1]

''میں ایسے دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جو حنیف بھی ہے اور فراخ بھی۔''

چنانچہ یہ دین، عقیدہ وتوحید کے معاملہ میں حنیف اور شریعت واعمال کے معاملہ فراخ ہے۔ شرک اور حلال کو حرام کرنے کا فعل اس کی بالکل ضد ہے۔ ایک حدیث میں نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

((إِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا أَحْلَلْتُ لَهُمْ، وَأَمَرَتْهُمْ أَنْ يُشْرِكُوا بِي مَالَمْ أُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا.)) [2]

''میں نے اپنے بندوں کو دینِ حنیف پر پیدا کیا لیکن شیطانوں نے انہیں بہکایا اور اُن پر اُن چیزوں کو حرام کر دیا جن کو میں نے حلال کیا تھا، اور انہیں حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ اُن کو شریک ٹھہرائیں جن کے شریک خدا ہونے کی میں نے ہرگز سند نازل نہیں کی۔''

اس سے واضح ہے کہ حلال کو حرام کرنا شرک کے قبیل سے ہے۔ اسی لیے قرآن نے

---

[1] [ضعیف] یہ روایت مسند احمد کے حوالہ سے صحیح لغیرہ ہے باختلاف الفاظ؛ مسند احمد بن حنبل' ۱/۲۳۶، رقم الحدیث:۲۱۰۷۔ ۶/۱۱۶، رقم الحدیث: ۲۴۸۵۵؛ الادب المفرد للبخاری، رقم الحدیث:۲۸۷؛ المعجم الکبیر للطبرانی، ۸/۲۱۶، رقم ۷۸۶۸؛ سلسلة الاحادیث الصحیحة للالبانی، رقم الحدیث:۸۸۱۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الجنة و نعیمها، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنة واهل النار، رقم الحدیث:۲۸۶۵؛ مسند احمد بن حنبل، ۴/۱۶۲، رقم الحدیث:۱۷۴۸۴؛ المعجم الکبیر للطبرانی ۱۷/۳۶۲، رقم الحدیث: ۹۹۵۔

Marfat.com
Marfat.com

مشرکینِ عرب کے شرک، بت پرستی اور کھیتی اور چوپایوں جیسی پاکیزہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لینے پر سخت نکیر کی۔ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام ان ہی کے حرام کردہ چوپائے تھے۔ چنانچہ جب اونٹنی پانچ بچے جن لیتی اور آخری بچہ نر ہوتا تو یہ مشرکین اس اونٹنی کے کان کاٹ ڈالتے اور اس پر سواری کو ممنوع قرار دے کر اسے اپنے معبودوں کے لیے چھوڑ دیتے۔ پھر اس کو ذبح کرنا اور اس پر بار برداری کرنا سب حرام ہو جاتا۔ اس کو پانی کے گھاٹ یا چراگاہ سے ہٹایا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ اس کا نام انہوں نے بحیرہ یعنی کان کٹی ہوئی اونٹنی رکھا تھا۔ اسی طرح سائبہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کو کوئی شخص اپنے سفر سے واپس آ جانے یا مرض سے شفایاب ہو جانے پر اپنے معبودوں کے نام چھوڑ دیتا۔ بکری اگر مادہ جنتی تو اُس کو اپنا حق سمجھتے اور اگر نر جنتی تو وہ ان کے معبودوں کا حق ہوتا۔ اور اگر نر و مادہ دونوں جنتی تو نر کو اپنے معبودوں کے لیے ذبح کرنے کے بجائے اسے آزاد چھوڑ دیتے اور اس کا نام وصیلہ رکھتے۔ اسی طرح اس اونٹ کو جس کے بچہ کا بچہ بار برداری کے قابل ہو جاتا تو اس بوڑھے اونٹ پر سواری اور بار برداری کو ممنوع قرار دیتے اور اس کا نام حام رکھتے۔

قرآن نے اس تحریم کو منکر قرار دیا اور اس قسم کی گمراہیوں میں اپنے آباء کی تقلید کے لیے کوئی گنجائش نہیں رکھی۔ فرمایا:

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ٥ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ط اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ٥﴾ [1]

"اللہ نے نہ بحیرہ مقرر کیا ہے، نہ سائبہ، نہ وصیلہ اور نہ حام یہ کافر اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ جب انہیں دعوت دی جاتی ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے اتاری ہے اور اُس

---

[1] ٥/المائدہ:١٠٣،١٠٤۔

Marfat.com
Marfat.com

کے رسول کی طرف تو کہتے ہیں کہ ہمارے لیے وہ طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا یہ اس صورت میں بھی اپنے باپ دادا کی تقلید کریں گے جبکہ ان کے باپ دادا نہ کچھ جانتے رہے ہوں اور نہ ہدایت پر رہے ہوں؟''

سورۂ اعراف میں اصل حرام چیزوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ﴾ [1]

''کہو، اللہ کی اُس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں اور رزق کی پاکیزہ چیزوں کو کس نے حرام ٹھہرایا ہے؟''

﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ [2]

''کہو، میرے رب نے تو جن چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے وہ یہ ہیں: بے حیائی کے کام، خواہ کھلے ہوں یا چھپے، گناہ، ناحق زیادتی اور یہ کہ اللہ کا کسی کو شریک ٹھہراؤ جس کی سند اللہ نے نہیں نازل کی۔ نیز یہ کہ اللہ کی طرف منسوب کر کے کوئی ایسی بات کہو جس کا تمہیں علم نہیں۔''

تحلیل و تحریم کی یہ بحث مکی سورتوں میں آئی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کی نظر میں یہ مسئلہ فروعات و جزئیات کا نہیں بلکہ اصول و کلیات کا ہے۔

مدینہ میں کچھ مسلمان ایسے تھے جن کے اندر شدت پسندی اور طیبات کو اپنے نفس پر حرام کرنے کا رجحان پیدا ہو گیا تھا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے محکم آیات نازل فرما کر ان کو حدود اللہ اور صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی ہدایت فرمائی:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ

---

[1] ۷/الاعراف: ۳۲۔ [2] ۷/الاعراف: ۳۳۔

Marfat.com
Marfat.com

وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ وَ کُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝﴾ [1]

"اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں ان کو حرام نہ ٹھہراؤ اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ یقین جانو اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ جو حلال وطیّب رزق اللہ نے تم کو بخشا ہے اسے کھاؤ اور اُس اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو"

4 حرام چیزیں مضرت رساں ہیں:

اللہ تعالیٰ انسانوں کا خالق ہے اور ان پر اُس کے بے شمار احسانات ہیں، اس لیے یہ اُسی کا حق ہے کہ وہ جس چیز کو چاہے انسان کے لیے حلال اور جس چیز کو چاہے حرام ٹھہرائے اس پر اعتراض کرنے یا اس کی نافرمانی کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ اُس کی ربوبیت کا حق اور اُس کی بندگی کا صریح تقاضا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام وحلال معقول وجوہ ہی کی بنا پر ٹھہرایا ہے اور انسان کا حقیقی مفاد اسی سے وابستہ ہے۔ اللہ نے پاکیزہ چیزوں ہی کو حلال اور ناپاک چیزوں ہی کو حرام ٹھہرایا ہے۔

البتہ یہودیوں پر اللہ تعالیٰ نے بعض اچھی چیزیں بھی حرام کردی تھیں جو ان کی سرکشی کی وجہ سے سزا کے طور پر تھیں، لیکن جب اس نے اپنے آخری نبی ﷺ کو دائمی دین کے ساتھ مبعوث فرمایا تو اُس کی رحمت اس بات کی متقاضی ہوئی کہ اس بوجھ کو ہلکا کردیا جائے۔ گناہوں کے کفارہ کے لیے بھی اسلام نے طیّبات کو حرام نہیں کیا بلکہ کفارہ کی ادائیگی کی دوسری شکلیں متعین کردیں۔ چنانچہ خالص توبہ گناہوں کو اس طرح صاف کرتی ہے جس طرح پانی گندگی کو صاف کرتا ہے۔ اسی طرح نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں اور صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھاتا ہے جس طرح پانی آگ بجھاتا ہے۔ علاوہ ازیں مصائب و آلام میں گناہ اس طرح جھڑنے لگتے ہیں جس طرح موسم خزاں میں پتے جھڑتے ہیں۔

[1] ٥/المآئدہ:٨٧، ٨٨۔

Marfat.com
Marfat.com

اسی لیے اسلام کی یہ حقیقت معروف ہوگئی کہ اس نے جن چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے وہ خرابی و مضرت کا باعث ہیں۔

چنانچہ جو چیز خالص مضرت کی تھی اس کو حرام کر دیا اور جو خالص منفعت کی تھی اس کو حلال کر دیا۔ اسی طرح جس کی مضرت، منفعت سے زیادہ تھی اس کو حرام اور جس کی منفعت زیادہ تھی اس کو حلال قرار دیا۔ اس کی صراحت قرآن نے شراب اور جوئے کے معاملہ میں کی ہے۔

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ط قُلْ فِيهِمَآ اِثْمٌ كَبِيرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ز وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ط﴾ [1]

"وہ تم سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں: کہو! ان دونوں چیزوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں، لیکن ان کا گناہ ان کے فائدے سے بڑھ کر ہے۔"

ایک مسلمان کے لیے ضروری نہیں کہ وہ ان خباثتوں اور مضرتوں کو جان لے جن کی وجہ سے اسلام نے کسی چیز کو حرام ٹھہرایا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ دوسروں کے مقابلہ میں اس کا علم کم ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی خباثت ابھی ظاہر نہ ہوئی ہو اور کسی دوسرے زمانہ میں ظاہر ہو جائے۔ مومن کا کام تو ہمیشہ سمع وطاعت ہے۔

خنزیر (سُور) ہی کی مثال لیجیے۔ اللہ نے اس کا گوشت حرام کیا، لیکن اس وقت اس کی عِلّت مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں آئی سوائے اس کے کہ یہ نجس جانور ہے، لیکن زمانہ کی ترقی نے یہ انکشاف کیا کہ اس میں مہلک جراثیم اور کیڑے ہوتے ہیں۔ اگر یہ انکشاف نہ ہوا ہوتا یا آئندہ مزید انکشافات ہو جائیں تب بھی ایک مسلمان اپنے اس عقیدہ پر قائم رہے گا کہ سُور کا گوشت حرام ہے۔

دوسری مثال نبی ﷺ کی اس حدیث سے واضح ہے:

---

[1] ۲/البقرۃ:۲۱۹۔

Marfat.com
Marfat.com

((اِتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَ: اَلْبَرَازَ فِي الْمَوَارِدِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ وَالظِّلِّ.)) [1]

''تین باتوں سے بچو جو موجبِ لعنت ہیں: پانی پینے کی جگہوں، وسطِ راہ اور سایہ دار جگہ میں پاخانہ کرنا۔''

اس حدیث کا مطلب قرونِ اولیٰ میں صرف اس حد تک سمجھا گیا کہ یہ بُری باتیں ہیں جو عقلِ سلیم اور شائستگی کے خلاف ہیں، لیکن علمی انکشافات کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ یہ چیزیں عام صحت کے لیے سخت مضر ہیں، کیونکہ ان سے خطرناک قسم کے متعدی امراض پھیلتے ہیں۔ اس طرح علم کی روشنی جتنی پھیلے گی اور انکشافات کا دائرہ جتنا وسیع ہوگا اسلام کی وہ مصلحتیں بھی واضح ہوتی چلی جائیں گی جو اس کے حلال وحرام میں بلکہ پورے تشریعی نظام میں پوشیدہ ہیں اور مصلحتیں کیسے نہیں ہوں گی جب کہ یہ شریعت اس ہستی کی طرف سے ہے، جو علیم وحکیم ہونے کے ساتھ اپنے بندوں پر مہربان بھی ہے:

﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۝﴾ [2]

''اللہ بگاڑ پیدا کرنے والے کو بھی جانتا ہے اور بھلائی کرنے والے کو بھی۔ اگر اللہ چاہتا تو تم کو مشقت میں ڈال دیتا۔ یقیناً اللہ غالب بھی اور حکمت والا بھی ہے۔''

5 حلال حرام سے بے نیاز کر دیتا ہے:

اسلام کمال درجہ کی خوبیوں کا دین ہے اور اس نے لوگوں کے لیے بڑی آسانیاں

---

[1] [حسن لشواهده] سنن ابی داؤد، كتاب الطهارة، باب المواضع التي نهى عن البول فيها، رقم الحديث: ٢٦؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الطهارة، باب النهي عن التخلي في طريق الناس، ١/٩٧؛ سنن ابن ماجة، كتاب الطهارة و سننها، باب النهي عن الخلاء على قارعة الطريق، رقم الحديث٣٢٨؛ مستدرک حاكم، كتاب الطهارة، باب اتقوا الملاعن الثلاث، ١/١٦٧۔

[2] ٢/البقرة: ٢٢٠۔

Marfat.com
Marfat.com

پیدا کر دی ہیں۔ اس نے جس چیز کو ہم پر حرام ٹھہرایا ہے اس کا نعم البدل ضرور عطا کیا ہے۔ ایسا نعم البدل جس سے لوگوں کی ضرورتیں بھی پوری ہوں اور وہ حرام سے بے نیاز بھی ہو جائیں۔ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر بڑی عمدہ روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں:

اسلام نے پانسوں کے ذریعہ قسمت معلوم کرنے کو حرام ٹھہرایا اور اس کے بدل کے طور پر دعائے استخارہ عطا فرمائی۔ سود کو حرام کیا تو اس کے عوض نفع بخش تجارت کو جائز کیا۔ جوئے کو حرام کر دیا اور اس کی بجائے اس مال کا کھانا جائز کر دیا جو گھوڑے، اونٹ اور تیروں کے اُن مقابلوں کے ذریعہ حاصل ہو جو شرعاً مفید خیال کیے گئے ہیں۔ ریشم مردوں پر حرام کیا لیکن اس کے عوض اُون، کتان اور روئی کے انواع واقسام کے لباس فاخرہ سے نوازا۔ زنا اور لواطت کو حرام ٹھہرایا اور ان کی بجائے نکاح کو حلال ٹھہرایا۔

منشیات کو حرام کیا لیکن اس کے نعم البدل کے طور پر لذیذ مشروبات عطا کیے جو روح اور بدن دونوں کے لیے مفید ہیں۔ کھانے کی چیزوں میں جہاں ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیا وہاں پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیا۔"

اگر ہم اسلام کے جملہ احکام کا تتبع کریں تو یہ حقیقت پوری طرح روشن ہو گی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اگر ایک جانب سے تنگی پیدا کی ہے تو دوسری جانب سے وسعت کا دروازہ بھی کھول دیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مشقت اور سختی میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا بلکہ اُن کے لیے آسانی پیدا کرنا اور اُن کو خیر، ہدایت اور رحمت سے نوازنا چاہتا ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ○ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ قف وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ○ يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ ج وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ○﴾ [1]

---

[1] ٤/النساء: ٢٦، ٢٨۔

Marfat.com
Marfat.com

"اللہ چاہتا ہے کہ تم پر اپنے احکام واضح کر دے اور تمہیں ان لوگوں کے طریقوں کی ہدایت بخشے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں اور اپنی رحمت کے ساتھ تمہاری طرف متوجہ ہو۔ اور اللہ علیم و حکیم ہے۔ اللہ تو تم پر رحمت کے ساتھ توجہ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن جو لوگ خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہِ راست سے بھٹک کر دور نکل جاؤ، اللہ تم پر سے بوجھ کو ہلکا کرنا چاہتا ہے، کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔"

6 جو چیز حرام کا باعث بنے وہ بھی حرام ہے۔

اسلام کا اصول یہ ہے کہ جو چیز حرام کا باعث بنے وہ بھی حرام ہے۔ اس طرح اسلام نے حرام کے ذرائع کا بھی سدِ باب کیا ہے۔ مثال کے طور پر اسلام نے زنا کو حرام کیا تو اس کے مقدمات و محرکات کو بھی حرام کر دیا۔ مثلاً تبرّجِ جاہلیہ، (جاہلانہ بناؤ سنگھار) گناہ آمیز خلوت، بے جا اختلاط، برہنہ تصاویر، عریاں لٹریچر اور فحش گانے وغیرہ۔ اسی بنا پر فقہا نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ "جو چیز حرام کا باعث بنے وہ بھی حرام ہے۔"

یہ قاعدہ اسلام کے اس اصول کے عین مطابق ہے کہ گنہگار صرف وہ شخص نہیں ہے جو حرام کا مرتکب ہوا ہے، بلکہ اس گناہ میں وہ تمام لوگ شریک ہیں جو اس کام میں کسی نہ کسی حیثیت سے معاون رہے ہیں۔ خواہ تعاون کی نوعیت مادی رہی ہو یا لٹریری۔ حرام کے معاملہ میں جس قدر وہ تعاون کرتے رہے ہیں اسی قدر ان کا گناہ میں حصہ ہے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے نہ صرف شراب پینے والے پر لعنت فرمائی ہے، بلکہ نچوڑنے والے، اٹھا کر لے جانے والے اور جس کے لیے اٹھا کر لے جائی جائے ان سب پر نیز اس کی قیمت کھا جانے والے پر بھی لعنت فرمائی ہے۔ اسی طرح سود کھانے والے، کھلانے والے اس کی دستاویز لکھنے والے اور گواہ بننے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔ لہٰذا جو چیز حرام میں معاونت کا باعث بنے وہ بھی حرام ہے اور جو شخص حرام میں معاونت کرے گا وہ گناہ میں شریک ہوگا۔

7 حرام کے لیے حیلے کرنا بھی حرام ہے۔

اسلام نے جہاں ان ظاہری وسائل کو حرام کیا جو محرمات کا باعث ہوں وہاں اس نے

Marfat.com
Marfat.com

اُن خفیہ ذرائع اور شیطانی حیلوں کو بھی حرام قرار دیا جن کے پسِ پردہ حرام کو حلال کیا جا سکتا ہے۔ یہودیوں نے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے کے لیے جو حیلہ بازیاں کی تھیں اُن کی اسلام نے سخت مذمت کی۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَرْتَكِبُوْا مَا ارْتَكَبَ الْيَهُوْدُ وَتَسْتَحِلُّوْا مَحَارِمَ اللّٰهِ بِأَدْنَى الْحِيَلِ.)) [1]

''یہودیوں نے جس کا ارتکاب کیا اُس کا تم ارتکاب نہ کرو کہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو ادنیٰ حیلوں کے ذریعہ حلال کرنے لگو۔''

یہودیوں پر اللہ نے سبت (ہفتہ) کے دن شکار کرنا حرام کر دیا تھا، لیکن انہوں نے حیلہ کر کے حرام کو حلال کر لیا۔ چنانچہ وہ جمعہ کے دن خندقیں کھودتے تا کہ سبت (سنیچر) کے دن مچھلیاں اس میں آ کر جمع ہو جائیں اور اتوار کے دن وہ اس کو پکڑ سکیں۔ ان حیلہ بازوں کے نزدیک ایسا کرنا جائز تھا، لیکن فقہائے اسلام کے نزدیک حرام ہے، کیونکہ یہ بات حکمِ الٰہی کے خلاف ہے جس کا منشا ہی یہ تھا کہ وہ شکار سے رک جائیں۔ خواہ شکار براہِ راست ہو یا بالواسطہ۔

کسی حرام چیز کا نام یا اس کی صورت بدل دینا جبکہ اس کی اصل حقیقت اپنی جگہ برقرار ہو، ناجائز قسم کا حیلہ ہی ہے۔ محض نام یا صورت کی تبدیلی کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ اگر لوگ نئی نئی صورتیں ایجاد کرنے لگیں اور سود جیسی ناپاک چیز کے لیے حیلہ بازی پر اُتر آئیں یا شراب کا کوئی خوبصورت نام رکھ کر پینا جائز کر لیں تو ایسی صورت میں اُن کی حرمت اور گناہ میں کوئی فرق واقع نہ ہوگا۔ حدیث میں یہ پیشگی انتباہ موجود ہے کہ:

((لَيَسْتَحِلَّنَّ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا)) [2]

''میری امت کا ایک گروہ شراب کا نام بدل کر اس کو حلال کر لے گا۔''

---

[1] [ضعيف] إغاثة اللهفان لابن القيم، ١/٢٢ه؛ إرواء الغليل للألباني، ٥/٣٧٥؛ إبطال الحيل لابن بطة ص:٤٢؛ تفسير ابن كثير، ١/٢٦١؛ سورة البقرة: ٦٦؛ سورة الأعراف: ١٦٣- [اسناده حسن]

[2] [صحيح] مسند احمد بن حنبل، ٥/١١٨، رقم الحديث: ٢٢٧٠٩؛ سنن ابن ماجة كتاب الأشربة، باب الخمر يسمونها بغير اسمها، رقم الحديث: ٣٣٨٥؛ مستدرك حاكم كتاب الأشربة، باب إن أعظم الكبائر شرب الخمر ٤/١٤٧؛ سنن النسائي، كتاب الأشربة، باب منزلة الخمر، رقم الحديث: ٥٦٦١-

Marfat.com
Marfat.com

((يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَسْتَحِلُّونَ الرِّبَا بِاسْمِ الْبَيْعِ.)) [1]

''ایک زمانہ آئے گا جب لوگ سُود کو بیع کے نام سے حلال کریں گے۔''

یہ زمانہ کی نیرنگیاں ہیں کہ لوگوں نے اخلاق سوز رقص کا نام ''فن'' رکھ دیا ہے اور شراب کو ''مشروباتِ روحیہ'' اور سود کو ''فائدہ'' کے نام سے موسوم کر بیٹھے ہیں۔

8 نیک نیتی حرام کو حلال نہیں کرتی۔

یہ بات صحیح ہے کہ اسلام نے شرعی معاملات میں نیک ارادہ اور نیک نیتی کا اعتبار کیا ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَ إِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى.)) [2]

''اعمال میں اعتبار نیت کا ہے اور ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔''

نیک نیتی کی بنا پر مباح اور عادات کے قبیل کے کام طاعت و تقرب کے کام بن جاتے ہیں۔ مثلاً جو شخص اس نیت سے کھانا کھاتا ہے کہ بقائے حیات اور تقویتِ بدن کے اس ذریعہ سے وہ اپنے رب کے عائد کردہ فرائض اور اپنی ملی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے قابل ہو جائے گا تو اُس کا کھانا اور پینا سب عبادت و تقرب ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنی بیوی سے اولاد کے لیے یا پاکدامنی کی خاطر مباشرت کرتا ہے تو اس کا یہ فعل بھی عبادت ہی ہے جس پر وہ اجر کا مستحق ہے۔ نبی ﷺ کی حدیث ہے:

((وَفِي بِضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، قَالُوا: أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ يَا

---

[1] [ضعيف] إغاثة اللهفان لابن القيم، ١/٥١٩؛ غريب الحديث للخطابي، (ق٤٢/١)۔

[2] صحيح البخاري، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي، رقم الحديث:١؛ صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب قوله إنما الاعمال بالنيات، رقم الحديث:١٩٠٧؛ سنن ابي داؤد، كتاب الطلاق، باب في ما عنى به الطلاق والنيات، رقم الحديث:٢٢٠١؛ جامع ترمذی، كتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فيمن يقاتل رياء وللدنيا، رقم الحديث:١٦٤٧؛ إرواء الغليل للألباني، ١/٥٩، رقم الحديث:٢٢۔

Marfat.com
Marfat.com

رَسُوْلَ اللّٰہِ وَیَکُوْنُ لَہٗ فِیْھَا اَجْرٌ؟ قَالَ: اَلَیْسَ اِنْ وَضَعَھَا فِیْ حَرَامٍ کَانَ عَلَیْہِ وِزْرٌ؟ فَکَذٰلِکَ اِذَا وَضَعَھَا فِیْ حَلَالٍ کَانَ لَہٗ اَجْرٌ.)) [1]

''تم میں سے کسی کا اپنی بیوی سے مباشرت کرنا بھی صدقہ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کوئی شخص اپنی شہوت پوری کرے گا اور اُسے اجر بھی ملے گا؟ فرمایا: اگر وہ حرام مباشرت کا مرتکب ہوتا تو کیا وہ گنہگار نہ ہوتا؟ اسی طرح وہ جائز مباشرت کرنے پر اجر کا مستحق ہے۔''

نیز حدیث میں آیا ہے:

((وَ مَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا حَلَالًا تَعَفُّفًا عَنِ الْمَسْأَلَۃِ وَ سَعْیًا عَلٰی عِیَالِہٖ وَ تَعَطُّفًا عَلٰی جَارِہٖ لَقِیَ اللّٰہَ وَ وَجْھُہٗ کَالْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ)) [2]

''جو شخص دنیا کی جائز چیزوں کا طلب گار ہوا اپنی خودداری کو باقی رکھنے، اپنے اہل وعیال کا نفقہ ادا کرنے اور اپنے پڑوسی پر مہربان ہونے کی غرض سے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔''

اس طرح ہر جائز کام جو مومن انجام دیتا ہے حُسنِ نیت کی بنا پر عبادت بن جاتا ہے۔ برعکس اس کے حرام حرام ہی رہتا ہے خواہ اس کا ارتکاب کتنی ہی نیک نیتی کے ساتھ کیوں نہ کیا جائے اور کتنا ہی اعلیٰ مقصد کیوں نہ پیشِ نظر ہو۔ اسلام کو یہ بات ہرگز پسند نہیں کہ ایک اعلیٰ مقصد کے حصول کا ذریعہ حرام کو بنایا جائے۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف، رقم الحدیث'١٠٠٦؛ سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی إماطۃ الأذی عن الطریق، رقم الحدیث'٥٢٤٣؛ مسند احمد بن حنبل، ١٦٧/٥، رقم: ٢١٤٨؛ کتاب الأدب المفرد للبخاری، باب ان کل معرف صدقۃ ١٢٠/١، رقم الحدیث:٢٢٧۔ [2] [ضعیف] حلیۃ الأولیاء لابی نعیم الاصفھالی '٢١٥/٨؛ شعب الایمان للبیھقی، ٢٩٨/٧، رقم:١٠٣٧٥؛ مصنف ابن ابی شیبہ'١٦/٧، رقم الباب ٢٩٩، رقم الحدیث:٢٢١٨٦۔

Marfat.com
Marfat.com

اسلام میں مقصد کا اعلیٰ ہونا اور اس کے حصول کے ذرائع کا پاکیزہ ہونا دونوں ہی مطلوب ہیں۔ اسلامی شریعت اس قاعدہ کو ہرگز تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے کہ ''مقصد ہر قسم کے ذریعہ کو جائز کر دیتا ہے۔'' اور نہ اس کے نزدیک یہ اصول ہی قابل قبول ہے کہ ''صحیح مقصد کے حصول کے لیے بہ کثرت غلط طریقے اختیار کرنا پڑتے ہیں۔'' برخلاف اس کے اسلام یہ ضروری قرار دیتا ہے کہ صحیح مقصد کے لیے صحیح طریقے ہی اختیار کیے جائیں۔

لہٰذا اگر کوئی شخص اس غرض سے سود، رشوت، حرام کھیل، جوا اور دیگر محظورات کے ذریعہ روپیہ کماتا ہے کہ وہ مسجد تعمیر کرے گا یا رفاہی خدمت انجام دے گا تو مقصد کی یہ پاکیزگی حرمت کو رفع نہیں کرتی، کیونکہ اسلام میں مقاصد اور نیتیں حرام پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔ نبی ﷺ نے ہمیں اسی کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا، إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ (1) وَقَالَ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ (2) ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ "يَا رَبِّ يَا رَبِّ" وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ؟ (3)

''اللہ پاک ہے اور پاک چیزوں کو ہی قبول فرماتا ہے۔ اہل ایمان کو اُس نے اس بات کا حکم دیا ہے جس کا حکم اس نے اپنے رسولوں کو دیا۔ چنانچہ قرآن میں فرمایا: ''اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ تم جو کچھ

---

(1) ۲۳/المؤمنون: ۵۱۔ (2) ۲/البقرة: ۱۷۲۔

(3) [حسن] صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب، رقم الحدیث: ۱۰۱۵؛ جامع ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب من سورة البقرة، رقم الحدیث: ۲۹۸۹؛ مسند احمد بن حنبل، ۳۲۸/۲، رقم الحدیث: ۸۳۴۸؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب صلاة الاستسقاء، باب الخروج من المظالم والتقرب إلی اللّٰه، ۳۴۶/۳۔

Marfat.com
Marfat.com

کرتے ہو اس کا مجھے اچھی طرح علم ہے۔" نیز فرمایا: "اے ایمان والو! جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں عطا کی ہیں انہیں کھاؤ۔" پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص طویل سفر طے کرتا ہے۔ اس کا حال یہ ہے کہ بال پریشان ہیں، پاؤں غبار آلود ہیں اور اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کرتا ہے۔ "اے رب، اے رب!" لیکن اس کا کھانا حرام، پینا حرام، پوشش حرام اور حرام کھا کر ہی وہ پلا ہے، تو ایسے شخص کی دعا کیونکر قبول ہوگی؟"

اور فرمایا:

((مَنْ جَمَعَ مَالًا مِنْ حَرَامٍ ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ لَمْ يَكُنْ لَهُ فِيهِ أَجْرٌ، وَكَانَ إِصْرُهُ عَلَيْهِ.)) [1]

"جس نے حرام مال جمع کیا اور پھر اسے صدقہ کیا تو اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے بلکہ اس پر (حرام کمائی کے) گناہ کا بار ہے۔"

نیز فرمایا:

((لَا يَكْسِبُ عَبْدٌ مَالًا حَرَامًا فَيَتَصَدَّقُ بِهِ فَيُقْبَلُ مِنْهُ وَلَا يُنْفِقُ مِنْهُ فَيُبَارَكَ لَهُ فِيهِ، وَلَا يَتْرُكُهُ خَلْفَ ظَهْرِهِ إِلَّا كَانَ زَادَهُ إِلَى النَّارِ، أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يَمْحُو السَّيِّئَ بِالسَّيِّئِ، وَلٰكِنْ يَمْحُو السَّيِّئَ بِالْحَسَنِ، إِنَّ الْخَبِيثَ لَا يَمْحُوا لْخَبِيثَ.)) [2]

"جو بندہ حرام مال کما کر صدقہ کرتا ہے وہ قبول نہیں ہوتا۔ اس میں سے جو

---

[1] [ضعیف] صحیح ابن حبان ۱۱/۸، رقم الحدیث: ۳۲۱۶؛ مستدرک حاکم کتاب الزکاۃ، باب من تصدق من مال حرام: ۱/۳۹۰، السنن الکبری للبیهقی، کتاب الزکاۃ، باب الدلیل علی ان من أدی فرض اللّٰه فی الزکاۃ ۴/۸۴؛ (نوٹ: امام البانی رحمہ اللہ نے اس کے ضعیف کہنے سے رجوع کرلیا ہے بحوالہ تراجع العلامۃ الالبانی لابوالحسن محمد حسن، ص ۱۶۰)۔

[2] [ضعیف] مسند احمد بن حنبل ۱/۳۸۷، رقم الحدیث: ۳۶۷۲؛ شرح السنۃ للبغوی ۸/۱۱، رقم الحدیث: ۲۰۳۰؛ مجمع الزوائد للهیثمی ۱۰/۲۹۳، رقم الحدیث: ۱۷۶۹۷؛ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصبهانی، ۴/۱۶۶۔

Marfat.com
Marfat.com

کچھ وہ خرچ کرتا ہے اس میں برکت بھی نہیں ہوتی اور جو اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے وہ جہنم کے لیے زادِراہ بن جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بدی کو بدی سے نہیں مٹاتا، بلکہ بدی کو نیکی سے مٹاتا ہے۔ گندگی گندگی کو نہیں مٹاتی۔''

9 حرام میں مبتلا ہو جانے کے اندیشہ سے مشتبہات سے بچنا۔

اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت ہے کہ اس نے حلال و حرام کا معاملہ لوگوں پر مبہم نہیں رکھا بلکہ حلال کو واضح کر دیا اور حرام کی تفصیل بیان کر دی۔

﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ﴾ [1]

''اس نے وہ چیزیں تفصیل سے بیان کر دی ہیں جو تم پر حرام کر دی ہیں۔''

لہٰذا جو چیز واضح طور پر حلال ہے اس کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جو چیز واضح طور پر حرام ہے اس کو غیر اضطراری حالت میں اختیار کرنے کی رخصت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ایک دائرہ واضح حلال اور واضح حرام کے درمیان مشتبہات کا بھی ہے۔ ایسے امور میں لوگ التباس محسوس کرنے لگتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ کبھی تو دلائل ہی غیر واضح ہوتے ہیں اور کبھی نص کو پیش آمدہ واقعہ پر منطبق کرنا سخت الجھن کا باعث بن جاتا ہے۔ اس قسم کے مشتبہ امور سے بچنے کا نام اسلام میں تورّع ہے۔ یہ تورّع سدِّ ذریعہ کا کام دیتا ہے اور انسان کی صحیح ڈھنگ پر تربیت کرتا ہے، ورنہ اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ آدمی مشتبہات میں پڑ کر حرام کا ارتکاب نہ کر بیٹھے۔ یہ اصول نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد پر مبنی ہے:

((اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَ ذٰلِكَ أُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ، لَا يَدْرِيْ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ أَمِنَ الْحَلَالِ هِيَ أَمِ الْحَرَامِ، فَمَنْ تَرَكَهَا اِسْتِبْرَاءً لِدِيْنِهِ وَعِرْضِهِ فَقَدْ سَلِمَ، وَمَنْ وَاقَعَ شَيْئًا مِنْهَا يُوْشِكُ اَنْ يُوَاقِعَ الْحَرَامَ كَمَا اَنَّ مَنْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى

---

[1] ٦/الانعام: ١١٩۔

Marfat.com
Marfat.com

اَوْشَکَ اَنْ یُّوَاقِعَهٗ. اَلَا وَاِنَّ لِکُلِّ مَلِکٍ حِمًی اَلَا وَاِنَّ حِمَی اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ.)) 1

''حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگوں کو نہیں معلوم کہ آیا یہ حلال ہیں یا حرام۔ تو جو شخص اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچانے کے لیے ان سے احتراز کرے گا وہ سلامتی میں رہے گا، لیکن جو شخص ان میں سے کسی چیز میں مبتلا ہوگا تو اس کا حرام میں مبتلا ہونا بعید نہیں جس طرح کوئی شخص اپنے جانور ممنوعہ چراگاہ کے اردگرد چراتا ہے تو ان کے اندر داخل ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ سنو! ہر بادشاہ کی ایک ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے، اور سنو! اللہ کی ممنوعہ چراگاہ اُس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔''

10 حرام سب کے لیے حرام ہے۔

اسلامی شریعت میں حرام کا حکم عام ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ کوئی چیز عجمی کے لیے تو حرام ہو اور عربی کے لیے حلال، کالے کے لیے ممنوع ہو اور گورے کے لیے مباح، اور نہ ہی کسی چیز کا جواز یا رخصت کسی مخصوص طبقہ یا گروہ کے لیے ہے کہ کاہن، احبار، بادشاہ یا شرفا نام کا فائدہ اٹھا کر اپنی نفس پرستی کا سامان کرتے رہیں۔ اصل میں مسلمان کی بھی کوئی خصوصیت نہیں ہے کہ ایک چیز مسلمان کے لیے حلال ہو اور دوسروں کے لیے حرام۔ نہیں، بلکہ جس طرح اللہ تمام انسانوں کا رب ہے اسی طرح اس کی شریعت بھی سب کی رہنما ہے، لہٰذا اس نے اپنی شریعت میں جس چیز کو حلال قرار دیا ہے وہ تمام انسانوں کے لیے حلال ہے اور جس

---

1 صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینه، رقم الحدیث:۵۲؛ صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب أخذ الحلال و ترك الشبهات، رقم الحدیث:۱۵۹۹؛ سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی اجتناب الشبهات، رقم الحدیث:۳۳۲۹؛ سنن ابن ماجة، کتاب الفتن، باب الوقوف عند الشبهات، رقم الحدیث:۳۹۸٤؛ جامع ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی ترك الشبهات، رقم الحدیث:۱۲۰۵۔

Marfat.com
Marfat.com

کو حرام قرار دیا ہے وہ قیامت تک سب کے لیے حرام ہے۔ مثال کے طور پر چوری کرنا حرام ہے، خواہ مسلمان چوری کرے یا غیر مسلم، اور خواہ چرائی ہوئی چیز مسلمان کی ہو یا غیر مسلم کی۔ اسی طرح چور کے لیے سزا لازمی ہے خواہ اس کا نسب کچھ ہو اور اس کی وابستگی کسی سے بھی ہو۔ یہ وہ اصول ہے جس پر خود نبی ﷺ نے عمل درآمد فرمایا اور اس کا اعلان ان الفاظ میں کیا:

((وَأَيْمُ اللّٰهِ لَوْ سَرَقَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ لَقَطَعْتُ يَدَهَا.)) [1]

"اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد چوری کرتیں تو میں ان کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔"

عہدِ رسالت میں چوری کا ایک واقعہ پیش آیا جس میں ایک یہودی اور ایک مسلمان پر شبہ ہوا۔ مسلمان کے رشتہ دار بعض قرائن کی بنا پر یہودی پر الزام رکھنے لگے، حالانکہ درحقیقت مسلمان نے چوری کی تھی۔ اس موقع پر وحیِ الٰہی نے بے لاگ انصاف سے کام لیتے ہوئے یہودی کو بری قرار دیا۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوا:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ۝ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ۚ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ۝ۚ﴾ [2]

"یہ کتاب ہم نے حق کے ساتھ تمہاری طرف اُتاری ہے تاکہ تم لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے تمہیں دکھایا ہے، تم خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنو اور اللہ سے استغفار کرو، یقیناً اللہ

[1] صحيح البخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب نمبر ٥٤، رقم الحديث: ٣٤٧٥؛ صحيح مسلم، كتاب الحدود، باب قطع السارق الشريف وغيره، رقم الحديث: ١٦٨٨؛ سنن ابی داؤد، كتاب الحدود، باب فی الحديشفع فيه، رقم الحديث: ٤٣٧٣؛ جامع ترمذی، كتاب الحدود، باب ماجاء فی كراهية أن يشفع فی الحدود رقم الحديث: ١٤٣٠؛ إرواء الغليل للألبانی، ٧/٣٥١، رقم الحديث: ٢٣١٩۔ [2] ٤/النساء: ١٠٥، ١٠٦۔

Marfat.com
Marfat.com

غفور رحیم ہے۔ اور اُن لوگوں کی وکالت نہ کرو جو اپنے نفس سے خیانت کرتے ہیں۔ اللہ کو ایسے لوگ پسند نہیں جو خیانت کار اور معصیت کوش ہوں۔"

یہودی جنہوں نے اپنی کتابوں میں تحریف کی اس خیال میں مبتلا تھے کہ سُود ایک یہودی پر صرف اس صورت میں حرام ہے جبکہ وہ اپنے یہودی بھائی کو قرض دے۔ کسی غیر یہودی کو سُود پر قرض دینے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ "سفر تثنية الاشتراع" میں ہے:

"کسی اجنبی کو سود پر قرض دے، لیکن اپنے بھائی کو سود پر قرض نہ دے۔" 1

قرآن نے بھی ان کے بارے میں کہا ہے کہ وہ دوسری ملت والوں کے ساتھ خیانت کرنے میں کوئی حرج یا گناہ محسوس نہیں کرتے:

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًاؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۝﴾ 2

"اور ان میں ایسے بھی ہیں کہ اگر تم ایک دینار بھی اُن کی امانت میں دو تو وہ اس کو ادا نہیں کریں گے جب تک کہ تم ان کے سر پر سوار نہ ہو جاؤ۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اُمیوں (غیر یہودیوں) کے معاملہ میں ہم پر کوئی الزام نہیں ہے، اور یہ بات وہ جانتے بوجھتے اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے۔"

بے شک انہوں نے اللہ پر جھوٹ ہی باندھا تھا، کیونکہ حقیقتاً اللہ کی شریعت قوموں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتی۔ اللہ نے خیانت کو تو تمام انبیا علیہم السلام کی زبانی حرام قرار دیا ہے۔

11 ضرورتیں محظورات کو مباح کر دیتی ہیں

اسلام نے حرام کے معاملہ میں سخت احکام دیے ہیں، لیکن اس نے انسانی زندگی کی ضرورتوں کی طرف سے بے اعتنائی نہیں برتی ہے اور انسانی کمزوری کا بھی اس نے پورا لحاظ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس نے اِس بات کو جائز کر دیا ہے کہ ایک مسلمان شدید ضرورت

---

1 [۲۰:۲۳] 2 ۳/آل عمران:۷۵۔

Marfat.com
Marfat.com

کے پیش آ جانے پر اپنی جان بچانے کے لیے بقدرِ ضرورت حرام چیز کھا لے۔ اللہ تعالیٰ نے مردار، خون اور سور کے گوشت کی حرمت کا حکم دینے کے بعد فرمایا ہے:

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.﴾ 1

''تو جو شخص مجبور ہو جائے اور وہ اس کا خواہش مند اور حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔''

یہ حکم دیگر چار سورتوں میں بھی آیا ہے جس کا مفہوم ایک ہی ہے۔ یہ اور اس طرح کی دوسری آیتوں کے پیشِ نظر فقہائے اسلام نے یہ اہم اصول اخذ کیا ہے کہ ''ضرورتیں محظورات کو جائز کر دیتی ہیں۔'' لیکن خیال رہے کہ ان آیات نے مضطر (لاچار) کے لیے ﴿غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ﴾ کی قید لگائی ہے جس کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ حالتِ مجبوری میں حرام سے فائدہ اٹھانے والا حرام شے کی لذت کا طالب نہ ہو اور نہ ہی فائدہ اٹھانے کے معاملہ میں حدِّ ضرورت سے تجاوز کرنے والا ہو۔ اس شرط سے فقہا نے ایک اور اصول اخذ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ''ضرورت اپنا دائرہ خود متعین کرتی ہے۔''

انسان کو اگرچہ کہ مجبوری کے آگے جھکنا پڑتا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اپنے کو پوری طرح مجبوری کے حوالہ کر دے اور اپنے نفس کی زمام اس کے ہاتھ میں دے بیٹھے، اسے لازماً اصل حلال سے وابستہ رہنا چاہیے اور اسی کی تلاش میں رہنا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو چیز دفعِ ضرورت کے لیے وقتی طور پر حلال ہو گئی تھی اسے سہل خیال کیا جانے لگے اور اس سے لذت حاصل کی جانے لگے۔

اسلام نے ضرورت کے موقعوں پر محظورات کو مباح کر کے اپنی عام اسپرٹ (روح) اور قواعدِ کلیہ کے مطابق بڑی آسانی پیدا کر دی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ 2

''اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا۔''

---

1 ۲/البقرۃ:۱۷۳۔ 2 ۲/البقرۃ:۱۸۵۔

Marfat.com
Marfat.com

باب دوم
حلال وحرام

مسلمان کی انفرادی زندگی میں

ماکولات و مشروبات

لباس اور زینت

گھر

کسب اور پیشہ

Marfat.com
Marfat.com

مأکولات ومشروبات

خورد ونوش اور خاص طور سے حیوانی غذاؤں کے بارے میں اقوام وملل کا یہ اختلاف قدیم زمانہ سے چلا آرہا ہے کہ کیا چیزیں جائز ہیں اور کیا چیزیں ناجائز۔

جہاں تک نباتاتی غذاؤں اور مشروبات کا تعلق ہے، اختلافات کا دائرہ وسیع نہیں ہے اور اسلام نے تو شراب کو حرام ٹھہرایا ہے خواہ وہ انگور سے بنائی گئی ہو یا کھجور یا جو یا کسی بھی اور چیز سے۔ اسی طرح اُس نے اُن چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے جو عقل میں فتور یا بے حسی کی کیفیت پیدا کرتی ہوں، نیز وہ چیزیں جو مضرِ صحت ہوں۔

رہیں حیوانی غذائیں تو اس معاملہ میں قوموں اور ملتوں کے درمیان شدید اختلاف رہا ہے۔

برہمنوں کے نزدیک جانور کو ذبح کرنے اور کھانے کا مسئلہ:

برہمنوں جیسے اہلِ مذاہب اور بعض اہلِ تفلسف نے جانور کا ذبح کرنا اور اس کا کھانا اپنے اوپر حرام کرلیا ہے۔ ان کا گزارہ سبزی خوری پر ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک جانور کو ذبح کرنا بڑا سنگدلانہ کام ہے۔

لیکن جب ہم کائنات پر غور کرتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ان حیوانات کی تخلیق بجائے خود مقصود نہیں ہے، کیونکہ ان کو عقل وارادہ کی قوت عطا نہیں ہوئی ہے اور ان کی طبعی ساخت ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انسان کی خدمت کے لیے مسخر کردیے گئے ہیں۔ انسان جس طرح ان کی تسخیر سے فائدہ اٹھاتا ہے اسی طرح اگر ذبح کرکے ان کے گوشت سے فائدہ اٹھاتا ہے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ ہم اس سنتِ الٰہی کو بھی جانتے ہیں کہ ادنیٰ نوع کی مخلوق کو اعلیٰ نوع کی مخلوق کے لیے قربان ہونا پڑتا ہے۔ چنانچہ سبز نباتات حیوان کے چارہ کے لیے کاٹ ڈالی جاتی ہیں۔ اسی طرح جانور کو انسان کی غذا کے لیے ذبح کیا جاتا ہے، بلکہ انسانی فرد کو بھی اجتماعی مصالح کی خاطر لڑنا اور مرنا پڑتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

پھر انسان اگر جانور کو ذبح کرنے سے رُک بھی جائے تو اسے موت یا ہلاکت سے بچایا نہیں جاسکتا۔ ایسی صورت میں یا تو دوسرے جانور اسے چیر پھاڑ کر کھا جائیں گے یا وہ اپنی موت مر جائے گا۔ اور یہ صورت بعض مرتبہ جانور کے لیے اس کے گلے پر چھری چلائے جانے سے زیادہ تکلیف دِہ ہوتی ہے۔

حرام جانور یہود ونصاریٰ کے نزدیک

کتاب رکھنے والے مذاہب میں سے یہود پر اللہ نے خشکی وتری کے بہت سے جانور حرام کر دیے تھے جس کی تفصیل توریت کی ''سفر لاویین'' کی گیارھویں فصل میں بیان ہوئی ہے۔

یہود پر اللہ کی حرام کردہ چیزوں میں سے بعض کا ذکر قرآن نے کیا ہے اور ان کی تحریم کا سبب ان کے ظلم ومعصیت کو قرار دیا ہے:

﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ڮ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝﴾ [1]

''اور جو یہودی ہوئے اُن پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کیے تھے اور گائے اور بکری کی چربی بھی بجز اس کے جو اُن کی پیٹھ یا اُن کی آنتوں سے لگی ہوئی ہو یا کسی ہڈی سے لگی رہ جائے۔ یہ ہم نے اُن کو اُن کی سرکشی کی سزا دی تھی اور ہم بالکل سچے ہیں۔''

یہ ہے یہود کا معاملہ۔ اور نصاریٰ ان کے تابع ہی ہیں، چنانچہ انجیل کا بیان ہے کہ مسیح علیہ السلام ناموس (شریعت) کو ختم کرنے کے لیے نہیں آئے تھے، بلکہ اس کو مکمل کرنے کے لیے آئے تھے، لیکن نصاریٰ نے خود ناموس کو ختم کیا اور تورات کی حرام کردہ چیزوں میں سے جن کو انجیل نے منسوخ نہیں کیا تھا ان کو وہ خود جائز قرار دے بیٹھے۔ اسی طرح خورد ونوش

---

[1] ٦/الانعام:١٤٦۔

Marfat.com
Marfat.com

کے معاملہ میں انہوں نے مقدس پولس کے احکام کی پیروی اختیار کی اور صرف اُس جانور کو حرام قرار دیا جو بتوں کے لیے ذبح کر دیا گیا ہو۔ پولس نے یہ دلیل پیش کی تھی کہ ''پاک لوگوں کے لیے ہر چیز پاک ہے اور جو چیز منہ کے اندر جاتی ہے وہ نجس نہیں کرتی، بلکہ جو کچھ منہ سے نکلتا ہے وہ نجس کر دیتا ہے۔''

اس دلیل سے انہوں نے سور کا گوشت بھی جائز کر لیا حالانکہ تورات میں صریح حکم موجود ہے جس سے آج تک ان پر یہ چیز حرام چلی آ رہی ہے۔

جاہلیّت میں عربوں کے نزدیک

رہے عرب تو انہوں نے زمانۂ جاہلیت میں بعض جانوروں کو نجس سمجھ کر اور بعض کو بر بنائے وہم بتوں کے تقرب کے لیے حرام قرار دیا تھا۔ مثلاً بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام جن کی وضاحت اس سے پہلے کی جا چکی ہے، اور اس کے مقابلہ میں انہوں نے مردار اور بہتا ہوا خون جیسی بہت سی ناپاک چیزیں جائز کر لی تھیں۔

اسلام نے پاک چیزوں کو جائز قرار دیا

اسلام جب آیا تو لوگ حیوانی غذا کے معاملہ میں اس قسم کی افراط و تفریط میں مبتلا تھے۔ لہٰذا اسلام نے تمام انسانوں سے خطاب کر کے کہا:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۝﴾ [1]

''لوگو! زمین کی چیزوں میں سے جو حلال اور پاک ہیں اُن کو کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔''

گویا اسلام نے دعوتِ عام دی کہ لوگ آئیں اور اس وسیع دسترخوان (زمین) سے پاک چیزیں نوش کریں اور شیطان کی راہوں پر نہ چل پڑیں۔ بالفاظِ دیگر اللہ نے جس کو حلال ٹھہرایا ہے اس کو حرام ٹھہرا کر گمراہی کے گڑھے میں نہ جا گریں۔ اس کے بعد مومنوں

[1] ۲/البقرۃ:۱۶۸۔

Marfat.com
Marfat.com

سے خصوصی خطاب کر کے فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُلُوۡا مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ وَاشۡكُرُوۡا لِلّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ اِيَّاهُ تَعۡبُدُوۡنَ○ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِيۡرِ وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيۡرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضۡطُرَّ غَيۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَيۡهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ○﴾ [1]

''اے ایمان والو! جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں ان کو کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی بندگی کرنے والے ہو۔ اس نے تو بس تم پر مُردار، خون اور سُور کا گوشت اور غیرُ اللہ کے نام کا ذبیحہ حرام کر دیا ہے البتہ جو شخص مجبور ہو جائے اور اس کا نہ خواہش مند ہو اور نہ حدِ ضرورت سے تجاوز کرنے والا تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ یقیناً اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

اس خصوصی خطاب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو حکم دیا کہ وہ پاک چیزیں کھائیں اور اپنے محسن کے شکر گزار بن کر اس کی نعمتوں کا حق ادا کریں۔ اس کے بعد بیان فرمایا کہ آیت میں جن چار اصناف کا ذکر کیا گیا ہے ان کے علاوہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿قُلۡ لَّاۤ اَجِدُ فِىۡ مَاۤ اُوۡحِىَ اِلَىَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطۡعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنۡ يَّكُوۡنَ مَيۡتَةً اَوۡ دَمًا مَّسۡفُوۡحًا اَوۡ لَحۡمَ خِنۡزِيۡرٍ فَاِنَّهٗ رِجۡسٌ اَوۡ فِسۡقًا اُهِلَّ لِغَيۡرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضۡطُرَّ غَيۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ○﴾ [2]

''کہو، جو وحی میرے پاس آئی ہے اُس میں تو میں کوئی ایسی چیز کسی کھانے والے پر حرام نہیں پاتا بجز اُس کے کہ وہ مُردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا سُور کا گوشت ہو کہ یہ ناپاک ہے، یا فسق ہو کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ پھر جو شخص مجبوری کی حالت میں کچھ کھا لے بغیر اس کے کہ وہ اس کا خواہش

---

[1] ٢/البقرة:١٧٢،١٧٣۔ [2] ٦/الانعام:١٤٥۔

Marfat.com
Marfat.com

مند ہو، یا حدِ ضرورت سے تجاوز کرنے والا ہو تو یقیناً تمہارا رب بخشنے والا اور مہربان ہے۔"

سورۂ مائدہ میں ان کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ قف وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ [1]

"تم پر حرام کیا گیا مُردار، خون، سُور کا گوشت، وہ جانور جسے غیر اللہ کے لیے نامزد کیا گیا ہو، وہ جو گلا گھٹ کر مرا ہو، جو چوٹ کھا کر مرا ہو، جو اوپر سے گر کر مرا ہو، جو سینگ لگ کر مرا ہو، جسے کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو بجز اس کے جسے تم نے ذبح کر لیا ہو اور وہ جو کسی استھان پر ذبح کیا گیا ہو۔"

اس آیت میں دس محرمات بیان کیے گئے ہیں اور اس سے پہلے والی آیت میں صرف چار محرمات۔ دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر ہے۔ کیونکہ مُنْخَنِقَةٌ، مَوْقُوذَةٌ، مُتَرَدِّيَةٌ، نَطِيحَةٌ اور درندوں کا پھاڑ کھایا ہوا جانور یہ سب مُردار ہی کے حکم میں ہیں اور اُسی کی یہ تفصیل ہے۔ استھانوں پر ذبح کیا ہوا جانور بھی غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانور کے حکم میں شامل ہے۔ اس طرح محرمات اجمالاً چار ہیں اور تفصیلاً دس۔

مُردار کی تحریم اور اس کی مصلحتیں

① قرآن کی آیات میں جہاں حرام کھانوں کا بیان ہوا ہے وہاں سب سے پہلے مُردار کا ذکر کیا گیا ہے، یعنی وہ حیوان یا پرندہ جو طبعی موت مرا ہو۔ اس کی موت ذبح یا شکار کے ذریعہ واقع نہ ہوئی ہو۔

عصرِ حاضر کا ذہن سوال کرتا ہے کہ مُردار کو حرام قرار دینے اور کھانے کے کام میں

---

[1] ۵/المائدۃ:۳۔

Marfat.com
Marfat.com

لانے کے بجائے رائیگاں جانے دینے میں کیا مصلحت پوشیدہ ہے؟ جواب میں ہم عرض کریں گے کہ مُردار کی تحریم گُوناگُوں مصلحتوں پر مبنی ہے:

(ا) طبعِ سلیم مُردار سے نفرت کرتی ہے۔ عام طور سے اہلِ دانش مُردار کھانا باعثِ احتقار سمجھتے ہیں اور اسے انسان کے شایانِ شان خیال نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام کتابی مذاہب مُردار کو حرام قرار دیتے ہیں اور ذبح شدہ جانور ہی کو کھانا پسند کرتے ہیں، گو کہ ذبح کرنے کا طریقہ مختلف ہے۔

(ب) اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں کہ آدمی کوئی ایسی چیز کھائے جس کے حصول کا اُس نے قصد و ارادہ نہ کیا ہو۔ مردار کا معاملہ ایسا ہی ہے، البتہ جس جانور کو ذبح کیا جاتا ہے یا جس کا شکار کر لیا جاتا ہے اس میں انسان کے قصد اور اس کی سعی و عمل کا دخل ضرور ہوتا ہے۔

(ج) جو جانور اپنی موت مرا ہو اس کے بارے میں یہ احتمال ہے کہ اس کی موت دائم المریض ہونے یا کسی حادثہ کا شکار ہونے یا زہریلی نباتات کھانے سے واقع ہوئی ہو۔ ایسی صورت میں ضرر کا اندیشہ ہے اور یہ اندیشہ اس صورت میں بھی ہوتا ہے جب کہ شدّتِ ضعف یا طبیعت کی خرابی کی وجہ سے وہ مر گیا ہو۔

(د) اللہ تعالیٰ نے مُردار کو حرام قرار دے کر چرند و پرند کے لیے اپنی رحمت سے غذا مہیا کر دی ہے، کیونکہ وہ بھی ہماری طرح ایک اُمّت ہیں۔

(ہ) ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ انسان اپنے مملوکہ جانوروں کو مرض کا شکار ہونے یا کمزور ہو کر تلف ہو جانے کے لیے نہ چھوڑ دے، بلکہ یا تو علاج کے لیے جلدی کرے یا آرام پہنچانے (ذبح کرنے) میں جلدی کرے۔

بہائے ہوئے خون کی حُرمت

② محرمات میں سے دوسری چیز ''دَمِ مسفوح'' ہے یعنی بہنے والا خون۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ تلی کا کیا حکم؟ فرمایا: ''کھا سکتے ہو۔'' لوگوں نے کہا: ''وہ تو خون ہے۔'' فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے بہنے والے خون کو حرام کیا ہے۔'' اس کی وجہ اس کا نجس ہونا

Marfat.com
Marfat.com

ہے۔ انسان کی پاکیزہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے اور اس میں مُردار کی طرح مضرتوں کا بھی احتمال ہے۔

اہلِ جاہلیت کا طریقہ یہ تھا کہ اگر کسی شخص کو بھوک محسوس ہوتی تو ہڈی یا کوئی تیز چیز اونٹ وغیرہ کے جسم میں جھونک دیتا اور جو خون نکل پڑتا اس کو وہ پی لیتا۔ اس سے جانور کو بڑی تکلیف ہوتی اور وہ کمزور ہو جاتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بہائے ہوئے خون کو حرام قرار دیا۔

سُور کا گوشت

③ تیسری چیز سُور کا گوشت ہے جو طبع سلیم کے نزدیک نجس ہے اور اس سے اسے نفرت ہے، کیونکہ خنزیر کی مرغوب غذا انجاست اور کُوڑا کرکٹ ہے۔ طبِّ جدید کی رُو سے اس کا کھانا ہر خطہ میں اور خاص طور پر گرم ممالک میں سخت مُضر ہے، اور سائنسی تجربات نے ثابت کیا ہے کہ سُور کا گوشت کھانے سے خاص قسم کے کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں جو بڑے مہلک ہوتے ہیں، اور معلوم نہیں آئندہ مزید کیا کیا اَسرار منکشف ہوں گے!

محققین یہ بھی کہتے ہیں کہ سُور کا گوشت ہمیشہ کھاتے رہنے سے غیرت کم ہو جاتی ہے۔

غیر اللہ کے لیے نامزد کردہ جانور

④ محرمات میں سے چوتھی چیز وہ جانور ہے جو غیر اللہ کے لیے نامزد کر دیا گیا ہو، یعنی جو بُتوں وغیرہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ بُت پرست اپنے ذبیحہ پر لات، عُزّیٰ وغیرہ بُتوں کے نام لیا کرتے تھے۔ یہ غیر اللہ کے لیے تعبّد و تقرب تھا۔ اس کی تحریم کا سبب دینی ہے اس سے مقصود توحید کا تحفظ، عقائد کی تطہیر اور شرک و بت پرستی کے مظاہر کی مخالفت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کی، اس کے لیے زمین کی ساری چیزیں مسخّر کر دیں اور جانور کو بھی اس کے تابع کر دیا۔ نیز انسان کے فائدے کے لیے اس کی جان لینا بھی جائز کر دیا بشرطیکہ ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا جائے۔ گویا اللہ کا نام لینا اس بات کا اظہار کرنا ہے کہ ایک جاندار مخلوق کو ذبح کرنے کا کام وہ اللہ ہی کی اجازت سے کر رہا ہے۔ لیکن اگر وہ

Marfat.com
Marfat.com

ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیتا ہے تو اس اجازت کو عملاً باطل کر دیتا ہے، اس لیے وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس ذبیحہ کے استفادہ سے اسے محروم کر دیا جائے۔

مُردار کی قسمیں:

اِجمالاً یہ چار چیزیں جن کا بیان اوپر گزر چکا، حرام ہیں۔ ان کی تفصیل سورۂ مائدہ کی آیت میں بیان ہوئی جس کی رُو سے محرمات دس ہیں:

⑤ مُنْخَنِقَه یعنی وہ جو گلا گھٹ جانے سے مر گیا ہو۔

⑥ مَوْقُوْذَة یعنی وہ جو لاٹھی وغیرہ کی مار کھانے سے مر گیا ہو۔

⑦ مُتَرَدِّيَه یعنی جو اوپر سے گر کر مر گیا۔ مثلاً جو کنوئیں میں گر کر مر جائے۔

⑧ نَطِيْحَه یعنی وہ جو کسی جانور کے سینگ مارنے کی وجہ سے مر گیا ہو۔

⑨ وہ جسے درندے نے پھاڑ کھایا ہو۔ یعنی کسی درندے نے جانور کو پھاڑ کر اس کا کوئی جز کھایا ہو اور اس کی وجہ سے وہ مر گیا ہو۔

اِن پانچ اقسام کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ﴾ یعنی ان میں سے کسی جانور کو تم نے زندہ پا کر ذبح کر دیا ہو تو وہ حُرمت سے مستثنیٰ ہے۔ ایسی صورت میں ذبح کرنے کے لیے رمق بھر زندگی کا ہونا کافی ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"اگر تم موقوذہ، متردیہ اور نطیحہ کو ذبح کرتے وقت اس حال میں پاؤ کہ وہ ہاتھ پاؤں ہلا رہا ہے تو اسے کھاؤ۔"

اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

"اہلِ جاہلیت ان جانوروں کو ذبح کیے بغیر کھاتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسلام میں ان کو حرام ٹھہرایا۔ البتہ ان میں سے جس کو ذبح کر لیا گیا ہو اس کو حُرمت سے مستثنیٰ قرار دیا۔ لہٰذا جو جانور اس حال میں پایا جائے کہ اس کے پاؤں، یا دُم یا آنکھیں حرکت کر رہی ہوں اور اسے ذبح کر لیا جائے تو وہ حلال ہے۔"

Marfat.com
Marfat.com

البتہ بعض فقہا کے نزدیک اس میں قرار پذیر زندگی کا ہونا ضروری ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ خون بہنے لگے اور ہاتھ پاؤں سخت حرکت کرنے لگیں۔

مُردار کی اِن قسموں کو حرام کرنے کی مصلحتیں

مُردار کی اِن قسموں کی حُرمت میں وہی مصلحتیں ہیں جن کا ذکر ہم اس سے پہلے مُردار کی حُرمت کے سلسلہ میں کر چکے ہیں اور خاص طور سے مقصود یہ ہے کہ انسان کے اندر جانوروں پر مہربان ہونے اور اُن کی محافظت کا احساس پیدا ہو۔ ایسا نہ ہو کہ لوگ جانوروں کو بے پرواہی کے ساتھ چھوڑ دیں کہ کوئی گلا گھٹ کر مر جائے اور کوئی اونچائی سے گر کر۔ اور نہ انھیں لڑنے کے لیے چھوڑ دیں کہ سینگ مار کر ایک دوسرے کو ہلاک کریں۔ جانور کو اتنا مارنا بھی جائز نہیں ہے کہ وہ مر جائے جس طرح بعض سنگدل چرواہے مارتے ہیں۔ اسی طرح جانوروں کو جو لڑایا جاتا ہے، مثلاً دو بیلوں کو سینگ مارنے کے لیے اُکسایا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ ہلاک ہو جاتے ہیں تو یہ صورت بھی جائز نہیں ہے۔

رہی درندے کے پھاڑ کھائے ہوئے جانور کی حُرمت تو اس معاملہ میں انسان کی بزرگی ملحوظ رہی ہے اور اسے درندے کے پس خوردہ سے پاک رکھا گیا ہے۔ اہلِ جاہلیت درندوں کے پھاڑ کھائے ہوئے اونٹ، گائے وغیرہ کو کھا لیا کرتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا پس خوردہ مؤمنوں پر حرام کر دیا۔

استھان کا ذبیحہ

⑩ اِن محرمات میں سے دسویں چیز نُصب یعنی استھان کا ذبیحہ ہے۔ استھان وہ بُت یا پتھر جو طاغوت کے نشان کے طور پر قائم کر دیا گیا ہو، یعنی جس سے غیر اللہ کی پرستش مقصود ہو۔ خانۂ کعبہ کے اطراف میں استھان بنائے گئے تھے اور اہلِ جاہلیت اپنے معبودوں اور بُتوں کے تقرب کے لیے ان پر جانور ذبح کرتے تھے۔ یہ "استھان کا ذبیحہ" "غیر اللہ کا ذبیحہ" کے قبیل ہی کی چیز ہے، کیونکہ دونوں ہی میں طاغوت کی تعظیم پائی جاتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ "غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا جانور" کے اِطلاق کے لیے ضروری نہیں کہ ذبح کرتے

Marfat.com
Marfat.com

وقت بُت سامنے موجود ہو بلکہ بُت کے نام پر ذبح کرنا کافی ہے، لیکن استھان کا ذبیحہ استھان ہی پر کیا جاتا ہے، خواہ غیر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔ گویا پہلی صورت میں مقام متعین نہیں ہوتا، لیکن دوسری صورت میں مقام متعین ہوتا ہے۔

خانۂ کعبہ کے اطراف میں استھان موجود تھے اور کرنے والا یہ گمان کر سکتا تھا کہ ان استھانوں پر ذبح کرنے سے بیت اللہ کی تعظیم ہوگی، اس لیے قرآن نے اس توہم کا ازالہ کر دیا اور اس فعل کو صراحت کے ساتھ حرام قرار دیا ورنہ ''غیر اللہ کے ذبیحہ'' کے مفہوم میں ''استھان کا ذبیحہ'' شامل ہی ہے۔

مچھلی اور ٹڈّی مُردار کے حکم سے مستثنیٰ ہے

اسلامی شریعت نے مچھلی جیسے آبی جانوروں کو حرام کردہ مُردار سے مستثنیٰ کر دیا ہے، چنانچہ جب نبی ﷺ سے سمندر کے پانی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((هُوَ الطَّهُوْرُ مَاءُهُ وَالْحِلُّ مَيْتَتُهُ.)) [1]

''سمندر کا پانی طہور (پاک) ہے اور اس کا مُردار حلال ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ.﴾ [2]

''تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''سمندر کے شکار کا مطلب یہ ہے کہ جو سمندر سے شکار کے ذریعہ حاصل کیا

---

[1] [صحيح] سنن ابی داؤد ، کتاب الطهارة، باب الوضوء، بماء البحر، رقم الحديث:٨٣؛ جامع ترمذی، کتاب الطهارة، باب ماجاء فی ماء البحر ، رقم الحديث:٦٩؛ سنن النسائی، کتاب الطهارة، باب فی ماء البحر ، رقم الحديث:٥٩؛ سنن ابن ماجة، کتاب الطهارة، باب الوضوء، بماء البحر، رقم الحديث:٣٨٦؛ مسند احمد بن حنبل، ٢٣٧/٢، رقم الحديث:٧٢٣٣؛ إرواء الغليل للألبانی، ٤٢/١، رقم الحديث:٩۔ [2] ٥/المائدة:٩٦۔

Marfat.com
Marfat.com

جائے اور سمندر کے کھانے سے مراد یہ ہے کہ جس کو سمندر خود پھینک دے۔"

اسی کے مثل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ:

"سمندر کے کھانے سے مراد سمندر کا مردار ہے۔"

صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِیَّةً مِنْ اَصْحَابِهٖ فَوَجَدُوْا حُوْتًا كَبِیْرًا قَدْ جَزَرَ عَنْهُ الْبَحْرُ. اَیْ مَیِّتًا. فَاَكَلُوْا مِنْهُ بِضْعَةَ وَعِشْرِیْنَ یَوْمًا، ثُمَّ قَدِمُوْا اِلَی الْمَدِیْنَةِ، فَاَخْبَرُوْا الرَّسُوْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: كُلُوْا رِزْقًا اَخْرَجَهُ اللّٰهُ لَكُمْ، اَطْعِمُوْنَا اِنْ كَانَ مَعَكُمْ، فَاَتَاهُ بَعْضُهُمْ بِشَیْءٍ فَاَكَلَهُ.)) [1]

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک دستہ کسی مہم پر روانہ کیا اُن کے ہاتھ ایک بڑی مچھلی لگی جسے سمندر نے پھینک دیا تھا۔ یعنی وہ مُردار تھی۔ اسے وہ بیس سے زیادہ دنوں تک کھاتے رہے، پھر جب مدینہ لوٹے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے مطلع کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے تمہارے لیے جو رزق نکالا ہے اسے کھاؤ۔ اگر اس مچھلی میں سے تمہارے پاس کچھ موجود ہے تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ بعض حضرات نے اس مچھلی کے کچھ اجزا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا۔"

سمندر کے مردار ہی کی طرح ٹڈیوں کا حکم ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردہ ٹڈیاں کھانے کی اجازت دی ہے، کیونکہ ان کو ذبح کرنا ممکن ہی نہیں۔ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ سیف البحر، رقم الحدیث: ٤٣٦٢؛ صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب اباحۃ میتات البحر، رقم الحدیث: ١٩٣٥؛ شرح السنۃ للبغوی ٢٤٧/١١، رقم الحدیث: ٢٨٠٤؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ٢٥١/٩؛ مسند احمد بن حنبل: ٣٠٦/٣، رقم: ١٤٢٨٦۔

Marfat.com
Marfat.com

((غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ نَأْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ.)) [1]

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شریک رہے اور آپ ﷺ کے ساتھ ٹڈیاں کھاتے رہے۔''

مردار کی کھال، ہڈی اور بال سے فائدہ اٹھانا

مُردار کے حرام ہونے کا مطلب اس کا کھانا حرام ہے۔ اُس کی کھال، سینگ، ہڈی یا بال سے فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ مطلوب ہے، کیونکہ ایک قابلِ استفادہ چیز کو ضائع کرنا جائز نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

((تُصُدِّقَ عَلٰى مَوْلَاةٍ لِمَيْمُوْنَةَ. أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، بِشَاةٍ فَمَاتَتْ. فَمَرَّ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: هَلَّا اَخَذْتُمْ اِهَابَهَا جِلْدَهَا. فَدَبَغْتُمُوْهُ فَانْتَفَعْتُمْ بِهٖ؟ فَقَالُوْا: اِنَّهَا مَيْتَةٌ: فَقَالَ: اِنَّمَا حُرِّمَ أَكْلُهَا.)) [2]

''اُمّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کو صدقہ میں بکری ملی جو مر گئی۔ رسول اللہ ﷺ کا گزر اُس طرف سے ہوا تو فرمایا: اس کی کھال تم نے نہیں لی کہ اُس کو دباغت کر کے اپنے کام میں لاتے؟ لوگوں نے کہا: وہ مردار ہے۔ فرمایا: مُردار کا بس کھانا ہی تو حرام کر دیا گیا۔''

نبی ﷺ نے مردار کی کھال کو پاک کرنے کا طریقہ بتلا دیا ہے، یعنی دباغت کرنا۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الذبائح والصید، باب أكل الجراد، رقم الحدیث: ٥٤٩٥؛ صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب إباحة الجراد، رقم الحدیث: ١٩٥٢؛ جامع ترمذی، کتاب الأطعمة، باب ماجاء فی أكل الجراد، رقم الحدیث: ١٨٢٢؛ سنن ابی داؤد، کتاب الأطعمة، باب فی أكل الجراد، رقم الحدیث: ٣٨١٢۔ [2] صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب الصدقة علی موالی أزواج النبی، رقم الحدیث: ١٤٩٠؛ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب طهارة جلود المیتة بالدباغ، رقم الحدیث: ٣٦٣؛ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی أهب المیتة، رقم الحدیث: ٤١٢٠؛ مسند احمد بن حنبل، ٢٦٢/١، رقم الحدیث: ٢٣٦٩۔

Marfat.com
Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا:

((دِبَاغُ الْاَدِيْمِ ذَكَاتُهٗ.)) ❶

''کھال کو دباغت کے ذریعہ پاک کرنا جانور کو ذبح کرنے کے مترادف ہے۔''

ایک اور روایت میں ہے:

((دِبَاغُهٗ يَذْهَبُ بِخُبْثِهٖ.)) ❷

''دباغت، نجاست کو زائل کرتی ہے۔''

اور صحیح مسلم وغیرہ میں نبی ﷺ سے مروی ہے:

((اَيُّمَا اِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ.)) ❸

''جس کھال کی بھی دباغت کی گئی وہ پاک ہوگئی۔''

یہ حکم عام ہے جس کا اطلاق تمام کھالوں پر ہوتا ہے، خواہ وہ کتے کی ہو یا خنزیر کی۔ یہ اہلِ ظاہر کا قول ہے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی منقول ہے اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اسے ترجیح دیتے ہیں۔

ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''ہماری ایک بکری مرگئی تو ہم نے اس کی کھال کی دباغت کی، اس کے بعد ہم برابر اس میں نبیذ (کھجور کا شربت) بناتے رہے یہاں تک کہ وہ پرانا

---

❶ [صحیح] مسند احمد بن حنبل ٣/٤٧٦، رقم الحديث:١٥٩٠٨؛ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی أهب الميتة، رقم الحديث:٤١٢٥؛ مستدرک حاکم ٤/١٤١؛ صحیح ابن حبان ١٠/٣٨١، رقم:٤٥٢٢۔

❷ [ضعيف بهذا اللفظ] السنن الكبرىٰ للبيهقي، ١/١٧؛ مستدرک حاکم، ١/١٦١۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الحيض، باب طهارة جلود الميتة بالدباغ، رقم الحديث: ٣٦٦؛ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی أهب المتية، رقم الحديث:٤١٢٣؛ جامع ترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی لبس القراء رقم الحديث ١٧٢٨؛ سنن ابن ماجه کتاب اللباس، باب لبس جلود الميتة إذا دُبغت، رقم الحديث:٣٦٠٩؛ سنن النسائی، کتاب الفرع والعتيرة، باب جلود الميتة، رقم الحديث:٤٢٤٦۔

Marfat.com
Marfat.com

مشکیزہ بن گئی۔" [1]

مجبوری کی حالت مستثنیٰ ہے:

یہ تمام محرمات اختیاری حالت سے تعلق رکھتے ہیں۔ حالتِ مجبوری کے احکام اس سے مختلف ہیں جس کا ذکر اس سے پہلے ہم کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ.﴾ [2]

"اس نے وہ چیزیں تفصیل سے بیان کر دی ہیں جو تم پر حرام کر دی ہیں اس استثنا کے ساتھ جس کے لیے تم مجبور ہو جاؤ۔"

اسی طرح مُردار اور خون کی حُرمت بیان کرنے کے بعد فرمایا:

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ٥﴾ [3]

"تو جو شخص مجبور ہو جائے اور وہ خواہش مند اور حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"

جس مجبوری پر سب کا اتفاق ہے وہ کھانے کی ایسی مجبوری ہے کہ بھوک کاٹ رہی ہو بعض فقہا نے اس کی تحدید اس طرح کی ہے کہ مجبوری کی حالت میں ایک شب و روز گزر جائے اور سوائے حرام غذا کے کوئی چیز کھانے کے لیے نہ ملے۔ ایسی صورت میں مجبور شخص حرام غذا اس حد تک کھا سکتا ہے کہ مجبوری ختم ہو جائے اور ہلاکت سے وہ بچ جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کی حد یہ ہے کہ پیٹ بھر کھا لے اور ضرورت کے بقدر سفر کے

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الایمان والنذور، باب إذا حلف ان لایشرب نبیذا رقم الحدیث: ٦٦٨٦؛ السنن الکبریٰ للبیھقی، ١/١٧؛ مسند احمد بن حنبل، ٦/٤٢٩، رقم الحدیث: ٢٧٤١٨؛ کتاب السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الفرع والعتیرة، باب جلود المیتة ٣/ ٨٣، رقم الحدیث: ٤٥٦٦۔

[2] ٦/الانعام: ١١٩۔ [3] ٢/البقرة: ١٧٣۔

Marfat.com
Marfat.com

لیے ساتھ لے لے یہاں تک کہ کوئی جائز کھانے کے لیے مل جائے۔ دیگر فقہا کا قول یہ ہے کہ حرام میں سے سدِ رمق سے زیادہ نہ کھائے اور غالباً اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ﴾ سے یہی مترشح ہوتا ہے۔

بھوک کی مجبوری کا حقیقۃً مجبوری ہونا قرآن کی نص سے واضح ہے۔

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ [1]

"پس جو شخص بھوک سے مجبور ہو کر بغیر گناہ کی طرف مائل ہوئے کوئی حرام چیز کھا لے تو بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"

علاج کی مجبوری

رہی علاج کی مجبوری یعنی شفا حاصل کرنے کے لیے کسی حرام چیز کا کھانا ناگزیر ہو جائے تو فقہا کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ نے اس مجبوری کا اعتبار نہیں کیا ہے ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ لَمْ یَجْعَلْ شِفَاءَ کُمْ فِیْمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ.)) [2]

"اللہ نے اپنی حرام کردہ چیزوں میں تمہارے لیے شفا نہیں رکھی ہے۔"

لیکن دوسرے گروہ نے علاج کی مجبوری کا لحاظ کیا ہے اور علاج کو غذا کی طرح ضروری قرار دیا ہے، کیونکہ دونوں ہی چیزیں زندگی کے لیے ضروری ہیں۔ اس گروہ کا استدلال یہ ہے:

"نبی ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو خارش کی

---

[1] ۲/البقرۃ:۱۷۳۔

[2] [صحیح موقوفًا] مستدرک حاکم، ٤/۲۱۸؛ مجمع الزوائد للهیثمی، کتاب الطب: ٥/٨٦؛ صحیح ابن حبان، ٤/۲۳۳، رقم الحدیث: ۱۳۹۱؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۱۰/٥۔

Marfat.com
Marfat.com

وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی تھی حالانکہ ریشم پہننا ممنوع ہے اور اس پر وعید آئی ہے۔'' [1]

غالباً یہ قول اسلام کی اسپرٹ سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔ اسلام نے تمام تشریعی امور میں انسانی زندگی کی محافظت کا پورا پورا لحاظ کیا ہے۔ لیکن جو دوا حرام چیز سے بنائی گئی ہو اس کو استعمال کرنے کی اجازت چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے:

۱۔ اس کو استعمال نہ کرنے کی صورت میں صحت کو واقعی خطرہ لاحق ہو۔

۲۔ کوئی ایسی جائز دوا نہ مل سکے جو اس دوا کا بدل ہو یا جو اس سے بے نیاز کر دے۔

۳۔ یہ دوا کسی مسلمان طبیب نے تجویز کی ہو جو دینی لحاظ سے بھی قابلِ اعتماد ہو اور اپنی معلومات اور تجربہ کے لحاظ سے بھی۔

ہم اس پر اپنی معلومات اور قابل اعتماد ڈاکٹروں کے بیانات کی روشنی میں اس بات کا اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ ان محرمات میں سے کسی چیز کو علاج کے لیے استعمال کرنا ناگزیر ہو ایسی کوئی طبی ضرورت واقعی موجود نہیں ہے۔ پھر بھی اصولی طور پر ایسی ضرورت کو ہم احتیاطاً تسلیم کر لیتے ہیں، کیونکہ ممکن ہے کوئی مسلمان کسی ایسی جگہ پر ہو جہاں اسے محرمات کے سوا کوئی دوسری چیز نہ مل سکے۔

فرد کی مجبوری اس صورت میں باقی نہیں رہتی جبکہ معاشرہ میں اسکی ضرورت کو پورا کرنے کا سامان موجود ہو۔

آدمی کے پاس اگر ذاتی طور سے خورد ونوش کی اشیاء موجود نہیں ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہر طرح مجبور ہو گیا ہے، جبکہ معاشرہ کے دیگر افراد کے پاس خواہ وہ مسلم ہوں یا

---

[1] [صحیح] مسند احمد بن حنبل، ۱۲۷/۳۔ رقم الحدیث:۱۲۲۸۸؛ سنن ابی داؤد کتاب اللباس، باب فی لبس الحریر لِعُذر، رقم الحدیث:٤٠٥٦؛ صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب ما یر خص للرجال من الحریر للحکة، رقم الحدیث:٥٨٣٩؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب اباحة، لبس الحریر للرجل، رقم الحدیث:٢٠٧٦۔

Marfat.com
Marfat.com

ذمّی کھانے پینے کی چیزیں فاضل مقدار میں موجود ہوں۔ایسی صورت میں اس مجبور شخص کی ضرورت ان فاضل چیزوں سے پوری کی جاسکتی ہے اور اسے حرام چیزیں کھانے سے بچایا جاسکتا ہے۔اسلامی معاشرہ کی تکمیل درحقیقت ایک دوسرے سے مل کر ہوتی ہے اور وہ باہم ایک دوسرے کے کفیل ہوتے ہیں۔گویا اسلامی معاشرہ کے افراد جسدِ واحد کے اجزا ہیں یا یوں کہیے کہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں جس کے اجزا ایک دوسرے کو مستحکم کرتے ہیں۔

اجتماعی کفالت کے بارے میں امام ابنِ حزم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ گراں قدر رائے فقہائے اسلام کے لیے مشعلِ راہ ہے:

> ”ایک مسلمان کے لیے حالتِ اضطرار میں مردار یا سُور کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے جبکہ اس کے مسلم یا ذمّی ساتھی کے پاس خورد ونوش کی فاضل اشیاء موجود ہوں، کیونکہ جس کے پاس کھانے کی فاضل چیزیں موجود ہوں اس پر بھوکے کو کھانا کھلانا فرض ہے۔ایسی صورت میں یہ مُضطر (لاچار) شخص مردار یا خنزیر کا گوشت کھانے کے لیے مجبور نہیں ہے۔اس کو اپنے ساتھی سے کھانے پینے کی فاضل چیزیں حاصل کرنے کا حق پہنچتا ہے۔اس غرض کے لیے اگر اسے لڑنا پڑے اور اس میں وہ مارا جائے تو قاتل کے ذمہ قصاص ہوگا اور اگر مجبور اُروکنے والے شخص کو قتل کرنا پڑا تو اس مقتول پر اللہ کی لعنت ہے، کیونکہ اس مقتول نے ایک مجبور شخص کو اپنا حق حاصل کرنے سے روکا۔بنابریں اس کا شمار باغی گروہ میں ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ نے قتال کا حکم دیا ہے۔
>
> ﴿فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ [1]
>
> ”پھر اگر اُن میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو۔یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔“

---

[1] ٤٩/الحجرات:٩۔

Marfat.com
Marfat.com

دراصل اپنے بھائی کو روکنے والا شخص باغی ہے۔ اسی بنا پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعینِ زکوٰۃ سے جہاد کیا تھا۔'' 1

ذبح کرنے کا شرعی طریقہ

بحری جانور سب حلال ہیں

اپنے مَسکن و مُستقر کے لحاظ سے جانوروں کی دو قسمیں ہیں: بحری اور بری۔

بحری جانور جو پانی کے اندر رہتے ہیں اور پانی ہی میں زندہ رہ سکتے ہیں سب حلال ہیں۔ جس حالت میں بھی پائے جائیں۔ خواہ وہ پانی سے زندہ نکالے گئے ہوں یا مردہ، سطحِ آب پر تیرتے ہوئے پائے جائیں یا اس کے بغیر، مچھلی ہو یا سمندری کتا، سمندری خنزیر ہو یا کوئی اور جانور، یکساں طور پر جائز ہیں اور اس سلسلہ میں اس بات کا بھی اعتبار نہیں کہ ان کو پکڑنے والا مسلمان ہے یا غیر مسلم۔ سمندر اور دریا کے تمام جانوروں کو مباح کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر بڑی وسعت فرمائی ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا﴾ 2

''اسی نے دریا کو مسخر کیا تاکہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ۔''

نیز فرمایا:

﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ.﴾ 3

''تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا۔ یہ تمہارے فائدے کے لیے ہے اور قافلہ والوں کے لیے (زادِ راہ) بھی۔''

حرام بَرّی جانور

جہاں تک بَرّی جانوروں کا تعلق ہے قرآن نے صراحت کے ساتھ مگر اجمالاً چار چیزوں کو اور تفصیل کے ساتھ دس چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے جن کا بیان اس سے پہلے گزر چکا۔

---

1 المحلی لابن حزم، ج ٦، ص ١٥٩۔ 2 ١٦/النحل: ١٤۔ 3 ٥/المائدہ: ٩٦۔

Marfat.com
Marfat.com

لیکن قرآن کریم نے رسول ﷺ کی یہ شان بھی بیان فرمائی ہے:

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ.﴾ ❶

''یہ رسول ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال ٹھہراتا ہے اور خبیث چیزیں حرام کرتا ہے۔''

خبیث وہ چیزیں ہیں جن کو بحیثیتِ مجموعی لوگ عام ذوق کے لحاظ سے گندہ خیال کرتے ہیں، قطع نظر اس کے کہ کچھ افراد ان کو پسند کرتے ہوں۔

اس قبیل کی ایک چیز پالتو گدھے کا گوشت ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

((نَهٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ يَوْمَ خَيْبَرَ))

''نبی ﷺ نے خیبر کے دن پالتو گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔'' ❷

اور اسی سے متعلق صحیحین کی یہ حدیث ہے:

((نَهٰى عَنْ اَكْلِ كُلِّ ذِيْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَكُلِّ ذِيْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ.)) ❸

''نبی ﷺ نے کچلی والے درندوں اور پنجہ سے کھانے والے پرندوں کو کھانے کی ممانعت فرمائی ہے۔''

---

❶ ۷/الاعراف:۱۵۷۔

❷ صحیح البخاری، کتاب الذبائح والصید، باب لحوم الحمر الانسیة، رقم الحدیث:۵۵۲٤؛ صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب فی أکل لحوم الخیل، رقم الحدیث:۱۹٤۱؛ سنن ابی داؤد، کتاب الأطعمة باب فی أکل لحوم الخیل، رقم الحدیث: ۳۷۸۸؛ مسند احمد بن حنبل ۳/۳۵٦، رقم الحدیث:۱٤۸٤۰؛ إرواء الغلیل للالبانی، ۸/۱۳۷، رقم الحدیث:۲٤۸٤۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب تحریم أکل کل ذی ناب من السباع، رقم الحدیث:۱۹۳٤؛ صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب اکل کل ذی ناب من السباع رقم الحدیث:۵۵۳۰؛ بدون لفظ "وکل ذی مخلب من الطیر"؛ سنن ابی داؤد، کتاب الأطعمة، باب ماجاء فی أکل السباع، رقم الحدیث:۳۸۰۳؛ صحیح ابن حبان، ۱۲/۸۵، رقم الحدیث:۵۲۸۰؛ مسند احمد بن حنبل، ۱/۲٤٤، رقم الحدیث:۲۱۹۲۔

Marfat.com
Marfat.com

سباع (درندہ) سے مراد زبردستی پھاڑ کھانے والا جانور ہے، جیسے شیر، چیتا، بھیڑیا وغیرہ اور پنجہ والے پرندوں سے مراد وہ پرندے ہیں جو ناخن سے شکار کرتے ہوں، جیسے گدھ، باز، شکرہ، چیل وغیرہ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مسلک یہ ہے کہ قرآن میں جو چار چیزیں مذکور ہیں ان کے علاوہ کوئی چیز حرام نہیں ہے۔ غالباً ان کے نزدیک درندوں وغیرہ کی ممانعت والی احادیث سے کراہت کا حکم نکلتا ہے نہ کہ حرمت کا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُن تک یہ حدیثیں نہ پہنچی ہوں۔ بہرحال ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے میں سورۂ انعام کی آیت ﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ﴾ کے پیشِ نظر پالتو گدھے کا گوشت حلال ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کے مسلک کی طرف ہے۔

مانوس جانوروں کی اباحت کے لیے ذبح کرنے کی شرط

خشکی کے جن جانوروں کا کھانا جائز ہے اُن کی دو قسمیں ہیں:

ایک قسم تو اُن جانوروں کی ہے جو انسان کے قابو میں ہیں، مثلاً اونٹ، گائے، بکری جیسے چوپائے اور وہ پرندے جو پالے جاتے ہیں۔

دوسری قسم اُن جانوروں کی ہے جو انسان کے قابو میں نہ ہوں۔

پہلی قسم کے جانوروں کے جواز کے لیے اسلام نے یہ شرط عائد کی ہے کہ انہیں شرعی طریقہ پر ذبح کر دیا جائے۔

شرعی طریقہ پر ذبح کرنے کے شرائط

ذبح کرنے کے شرعی طریقہ کی تکمیل کے شرائط درج ذیل ہیں:

① جانور کو کسی تیز آلہ سے ذبح کیا جائے جس سے خون نکل پڑے اور رگیں کٹ جائیں، خواہ وہ آلہ پتھر کا ہو یا لکڑی کا۔ حضرت عدی بن حاتم الطائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((قُلْتُ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّا نَصِيْدُ الصَّيْدَ فَلَا نَجِدُ سِكِّيْنًا اِلَّا الظِّرَارَ وَشِقَّةَ الْعَصَا، فَقَالَ اَمِرِ الدَّمَ بِمَا شِئْتَ، وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ

Marfat.com
Marfat.com

عَلَیْہِ.)) [1]

''میں نے کہا: یارسول اللہ! ہم شکار کرتے ہیں لیکن ہمارے پاس چھری نہیں ہوتی سوائے دھار والے پتھر اور بانس کے ٹکڑے کے۔ فرمایا: جس چیز سے چاہو خون بہاؤ اور اس پر اللہ کا نام لو۔''

② حلق پر چھری چلائی جائے یا لَبَّہ (گلے کے نچلے حصہ) میں چھرا گھونپ دیا جائے۔ جس کے نتیجہ میں اس کی موت واقع ہو۔

اور ذبح کرنے کا اکمل طریقہ یہ ہے کہ حلق، کھانے کی نالی اور گلے کے اندر کی دو بڑی رگیں کاٹ دی جائیں۔

بعض فقہا نے مزید شرائط عائد کی ہیں، لیکن ہم نے ان کو چھوڑ دیا ہے، کیونکہ ان شرائط پر کوئی صریح نص وارد نہیں ہوئی ہے اور ذبح کرنا ایک ایسا فعل ہے جو فطری طور پر معروف ہے اور لوگ عادۃً اس کو جانتے ہیں۔ لہٰذا تعمّق و تشدّد کی ضرورت نہیں ہے۔ مثلاً یہ سوال کہ یہ چیزیں پوری طرح کٹ جانی چاہئیں یا ان کے اکثر حصہ کا کٹ جانا کافی ہے؟ اور کیا یہ بھی شرط ہے کہ ذبح کرنے کا کام مکمل ہو جانے سے پہلے ہاتھ نہ اٹھایا جائے؟ وغیرہ

حلق پر چھری چلانے کی شرط اس صورت میں ساقط ہو جاتی ہے جبکہ ذبح کرنے کا موقع نہ ہو، مثلاً جانور کنویں میں سر کے بل گر گیا ہو اور اس کا حلق ہاتھ نہ آئے یا وہ بھڑ جائے ایسی صورت میں اس کے ساتھ شکار کا معاملہ کیا جائے گا۔ لہٰذا کسی بھی تیز چیز سے اس کے کسی حصہ کو زخمی کر دینا کافی ہوگا۔ صحیحین میں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ سَفَرٍ فَنَدَّ بَعِيْرٌ مِنْ إِبِلِ الْقَوْمِ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ خَيْلٌ فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

---

[1] مسند احمد بن حنبل، ۲۵۶/۴، رقم الحدیث: ۱۸۲۵۰؛ مسند احمد بن حنبل، ۴۶۳/۳، رقم الحدیث: ۱۵۸۰۶ یہ معناً حدیث صحیح ہے؛ سنن ابن ماجۃ، کتاب الذبائح، باب مایذکی به، رقم الحدیث: ۳۱۷۷؛ سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب الذبیحة بالمروة، رقم الحدیث: ۲۸۲۴، مستدرک حاکم، کتاب الذبائح، ۲۴۰/۴۔

Marfat.com
Marfat.com

اِنَّ لِهٰذِهِ الْبَهَائِمِ اَوَابِدَ كَاَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا فَعَلَ مِنْهَا هٰذَا فَافْعَلُوْا بِهٖ هٰكَذَا.)) [1]

''ہم ایک سفر میں نبی ﷺ کے ہمراہ تھے کہ ایک اونٹ قابو سے باہر ہو گیا۔ لوگوں کے ساتھ گھوڑے نہیں تھے (کہ آگے جا کر پکڑ لیں) ایک شخص نے تیر چلا کر اونٹ کو روک لیا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان چوپایوں کی خصلت وحشی جانوروں کی ہوتی ہے لہٰذا جب کوئی چوپایہ ایسی حرکت کرے تو تم بھی اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرو۔''

③ اس پر غیر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے، کیونکہ اہلِ جاہلیت اپنے معبودوں اور بتوں کے تقرب کے لیے جانوروں کو ذبح کرتے تھے جس کی صورت یہ ہوتی کہ ذبح کرتے وقت ان کا نام لیتے یا استھانوں پر ذبح کرتے۔ قرآن نے ان تمام صورتوں کو حرام قرار دیا، جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

④ ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا جائے، جیسا کہ نصوص سے ظاہر ہے۔ قرآن میں ہے:

﴿فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ۝﴾ [2]

''اگر تم اللہ کی آیات پر ایمان رکھتے ہو تو جس ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اس کو کھاؤ۔''

اور فرمایا:

﴿وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ط﴾ [3]

''جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کو نہ کھاؤ کہ یہ فسق ہے۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الذبائح والصید، باب إذا ندّ بعیر لقوم فرماہ، رقم الحدیث:٥٥٤٤؛ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب جواز الذبح، بکل ما أنهر الدم، رقم الحدیث:١٩٦٨؛ جامع ترمذی، کتاب الصید، باب ماجاء فی البعیر والبقر، والغنم إذا ندّ، رقم الحدیث:١٤٩٢۔

[2] ٦/الانعام:١١٨۔ [3] ٦/الانعام: ١٢١۔

Marfat.com
Marfat.com

((مَا أَنْهَرَ الدَّمُ وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلُوْا.)) [1]

''جس جانور کا خون بہایا گیا ہو اور اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے کھاؤ۔''

اس شرط کی تائید اُن احادیث سے ہوتی ہے جن میں شکار کے لیے تیر چلاتے وقت یا سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑتے وقت اللہ کا نام لینے کی ہدایت کی گئی ہے۔ بعض علما کی رائے میں اللہ کا نام لینا ضروری ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ذبح کے وقت ہی نام لیا جائے بلکہ کھاتے وقت نام لینا بھی کافی ہے، کیونکہ جو شخص کھاتے وقت اللہ کا نام لیتا ہے اس پر یہ بات منطبق نہیں ہوتی کہ وہ ایسی چیز کھا رہا ہے جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

((أَنَّ قَوْمًا حَدِيْثِي عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ قَالُوْا لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ قَوْمًا يَأْتُوْنَنَا بِاللُّحْمَانِ لَا نَدْرِيْ أَذَكَرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا أَمْ لَمْ يَذْكُرُوْا؟ أَنَأْكُلُ مِنْهَا أَمْ لَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اُذْكُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ وَكُلُوْا.)) [2]

''کچھ لوگوں نے جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے نبی ﷺ سے پوچھا کہ لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں۔ نہیں معلوم کہ انہوں نے اس پر اللہ کا نام لیا تھا یا نہیں۔ ایسی صورت میں ہم اسے کھائیں یا نہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا نام لو اور کھاؤ۔''

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الذبائح والصيد، باب إذا ندبعير لقوم فرماه، رقم الحديث:٥٥٤٣؛ جامع ترمذي، كتاب الصيد، باب ماجاء في البعير والبقر والغنم إذاند، رقم الحديث: ١٤٩١؛ سنن ابن ماجة، كتاب الذبائح، باب مايذكى به، رقم الحديث:٣١٧٦؛ سنن ابي داؤد، كتاب الضحايا، باب الذبيحة بالمروة، رقم الحديث: ٢٨٢١۔

[2] صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب السوال باسماء الله تعالىٰ، رقم الحديث:٧٣٩٨؛ سنن ابي داؤد، كتاب الضحايا، باب ماجاء في أكل اللحم، رقم الحديث:٢٨٢٩۔

Marfat.com
Marfat.com

ذبح کرنے کے اِس طریقہ کی حکمت و مصلحت

اس طریقۂ ذبح میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ جانور کی جان ایسے طریقہ سے نکال لی جائے کہ اسے کم سے کم تکلیف ہو۔ اسی لیے آلہ کے تیز ہونے اور حلق کو ذبح کرنے کی شرط عائد کی گئی ہے۔ ساتھ ہی دانت اور ناخن سے ذبح کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان چیزوں سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے اور گلا گھٹنے کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ نبی ﷺ نے چھری کو تیز کرنے اور ذبیحہ کو آرام پہنچانے کی ہدایت فرمائی ہے۔

((إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ.)) [1]

''اللہ نے ہر ایک کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی ہدایت فرمائی ہے، لہٰذا جب تم قتل کرو تو اچھے طریقہ سے قتل کرو☆ اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقہ سے ذبح کرو۔ چھری کو تیز کرو اور ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بکری کو لٹایا اور پھر چھری تیز کرنے لگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((أَتُرِيدُ أَنْ تُمِيتَهَا مَوْتَاتٍ؟ هَلَّا أَحْدَدْتَ شَفْرَتَكَ قَبْلَ أَنْ تُضْجِعَهَا؟)) [2]

''اس بکری کو تم کتنی مرتبہ مارنا چاہتے ہو؟ اسے لٹا دینے سے پہلے چھری

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الصيد والذبائح، باب الأمر بإحسان الذبح والقتل، رقم الحديث: ١٩٥٥؛ سنن ابى داؤد، كتاب الضحايا، باب فى النهى أن تصبر البهائم، رقم الحديث: ٢٨١٤؛ سنن ابن ماجة، كتاب الذبائح، باب إذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، رقم الحديث: ٣١٧٠۔

[2] [صحيح] مستدرک حاكم، كتاب الأضاحى ٢٣١/٤؛ مجمع الزوائد للهيثمى، ٣٣/٤، رقم الحديث: ٦٠٣٣؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة للالبانى، رقم: ٢٤؛ المعجم الكبير للطبرانى، ٢٦٣/١١، رقم الحديث: ١١٩١٦۔

☆ یہاں قتل سے مراد اسلامی عدالت کے فیصلہ کے پیشِ نظر قصاصاً قتل ہے۔ محمد اختر صدیق

Marfat.com
Marfat.com

کیوں نہ تیز کر لی؟''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بکری کو ذبح کرنے کے لیے اپنے پاؤں سے گھسیٹتے ہوئے لے جا رہا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم پر افسوس! اسے اچھے طریقہ سے موت کی طرف لے چلو۔'' [1]

اس طرح اسلام نے جانوروں کے ساتھ نرمی برتنے اور ممکن حد تک اُن کو تکلیف سے بچانے کا سامان کیا ہے۔ اہلِ جاہلیت زندہ اونٹ کا کوہان اور دُنبہ کی چکتیاں کاٹ لیا کرتے تھے جس سے ان کو بڑی تکلیف ہوتی، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زندہ جانور کے اجزاء سے فائدہ اٹھانے کو حرام قرار دیا۔ فرمایا:

((مَا قُطِعَ مِنَ الْبَهِيمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهُوَ مَيْتَةٌ.)) [2]

''زندہ جانور کا جو جزء کاٹ لیا جائے وہ مردار کے حکم میں ہے۔''

ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینے کی مصلحت

اسلام نے ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا ضروری قرار دیا ہے۔ اس میں جو لطیف نکتہ پوشیدہ ہے اسے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔

بت پرست اور اہلِ جاہلیت ذبح کرتے وقت اپنے معبودوں کا نام لیا کرتے تھے اس کے بجائے اللہ کا نام لینے کا طریقہ رائج کر دیا گیا، کیونکہ جب ایک مشرک ذبح کرتے وقت اپنے بت کا نام لیتا ہے تو ایک مؤمن اپنے رب کا نام کیسے نہ لے؟

دوسری بات یہ ہے کہ جانور بھی انسان کی طرح اللہ کی جاندار مخلوق ہیں۔ انسان کو ان

---

[1] [ضعیف] سنن ابن ماجة ، کتاب الذبائح، باب اذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، رقم: ٣١٧٢؛ المعجم الكبير للطبراني ' ٢٢٣/١٢، رقم الحديث: ١٣١٤٤؛ شعب الايمان للبيهقى ٤٨٣/٧ ، رقم الحديث: ١١٠٧٤؛ السنن الكبرىٰ للبيهقى ٢٨٠/٩۔ [2] [حسن] مسند احمد بن حنبل ' ٢١٨/٥، رقم الحديث: ٢١٩٠٣؛ سنن ابى داؤد، كتاب الصيد ، باب إذا قطع من الصيد قطعة، رقم الحديث: ٢٨٥٨؛ جامع ترمذى ، كتاب الصيد ، باب ماجاء فى قطع من الحى فهو ميت ، رقم الحديث: ١٤٨٠؛ مستدرک حاكم، ٢٣٩/٤؛ سنن دارقطنى ٢٩٢/٤۔

Marfat.com
Marfat.com

کی جان اللہ کی اجازت ہی سے لینا چاہیے اور اللہ کا نام لینا اِذنِ الٰہی کا اعلان کرنے کے مترادف ہے۔ گویا انسان کہتا ہے، میں یہ کام ان کو کمزور پا کر یا ظلم وزیادتی کی بنا پر نہیں کر رہا ہوں، بلکہ اللہ کی اجازت سے اس کا نام لے کر ذبح کرتا ہوں اور اس کا نام لے کر شکار کرتا ہوں اور اس کا نام لے کر کھاتا ہوں۔

اہل کتاب کا ذبیحہ

اہلِ کتاب اصلاً توحید کے قائل ہیں، لیکن چونکہ ان کے اندر شرک داخل ہو گیا تھا اس لیے مسلمان یہ گمان کر سکتے تھے کہ ان کے ساتھ بھی بت پرستوں کی طرح کا معاملہ کیا جا سکتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کھانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ فرمایا:

﴿اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ.﴾ [1]

”آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا اُن کے لیے۔“

مختصراً اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آج کے دن تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔ لہٰذا نہ کوئی بحیرہ ہے، نہ سائبہ، نہ وصیلہ اور نہ حام۔ اور اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ کا کھانا تمہارے لیے اصلاً حلال ہے، اس کو ہرگز حرام نہیں کیا گیا۔ اسی طرح تمہارا کھانا بھی اُن کے لیے حلال ہے، لہٰذا تم اِن کے ذبیحہ یا شکار کا گوشت کھا سکتے ہو اور اپنے ذبیحہ اور شکار کا گوشت اُن کو کھلا سکتے ہو۔

اسلام نے کھانے کے معاملہ میں مشرکین عرب کے ساتھ سخت رویہ اختیار کیا، لیکن اہلِ کتاب کے ساتھ نرمی برتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ کتاب وحی، نبوتؐ اور فی الجملہ اصولِ دین کو مانتے ہیں۔ اس بنا پر وہ اہلِ ایمان سے قریب تر ہیں۔ ان کے کھانے میں شرکت، اُن کی عورتوں سے نکاح اور ان کے ساتھ حسنِ معاشرت کو مشروع قرار دے کر

---

[1] ٥/المائدہ: ٥۔

Marfat.com
Marfat.com

اُن کو یہ موقع فراہم کر دیا گیا ہے کہ وہ اسلام کو اس کے گھر میں علم وعمل اور اخلاق ومعاملات میں اپنی اصلی شکل میں دیکھ لیں تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ اسلام ایک ایسا دین ہے جو اعلیٰ حقائق، اکمل صورت اور پاکیزہ صحیفوں پر مشتمل ہے اور شرک وبدعت اور لغو باتوں سے بالکل پاک ہے۔

آیت کے الفاظ ﴿طَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ﴾ (اہلِ کتاب کا کھانا) عام ہیں جو اُن کے تمام کھانوں کو شامل ہیں۔ ان کا ذبیحہ، اناج وغیرہ سب چیزیں ہمارے لیے حلال ہیں جب تک کہ کوئی چیز فی نفسہٖ حرام نہ ہو، مثلاً مُردار، بہایا ہوا خون اور سور کا گوشت وغیرہ ان چیزوں کا کھانا بالاجماع جائز نہیں ہے، خواہ وہ اہلِ کتاب کا کھانا ہو یا کسی مسلمان کا۔

جو کنیساؤں اور تہواروں کے لیے ذبح کیا جائے

① کسی کتابی شخص کے بارے میں یہ بات سننے میں نہ آئی ہو کہ اُس نے ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام مثلاً مسیح یا عُزیر کا نام لیا تھا تو اس کا ذبیحہ کھانا حلال ہے۔ البتہ جب سننے میں آیا ہو کہ اُس نے غیر اللہ کا نام لیا تھا تو بعض فقہا اس ذبیحہ کو حرام کہتے ہیں، کیونکہ ﴿مَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ کے حکم میں شامل ہے۔ اور بعض فقہا کہتے ہیں کہ اللہ نے ان کا کھانا ہمارے لیے مباح ٹھہرایا ہے اور اسے معلوم ہے کہ یہ لوگ ذبح کرتے وقت کیا کہتے ہیں۔ [1]

---

[1] "مغنی" میں ہے کہ اگر کتابی اللہ کا نام لینا دانستہ طور پر ترک کر دے یا غیر اللہ کا نام لے تو اس کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہی منقول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، نخعی رحمۃ اللہ علیہ، حماد رحمۃ اللہ علیہ، اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اور اصحاب الرائے کا یہی قول ہے۔ اہلِ کتاب کا کھانا حلال ہونے سے متعلق آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان کا وہ ذبیحہ حلال ہے جس میں مقررہ شرائط کی تکمیل کی گئی ہو جس طرح کہ مسلمان کو کرنا پڑتی ہے۔ ہاں اگر یہ معلوم نہ ہو کہ ذبح کرنیوالے نے اللہ کا نام لیا تھا یا نہیں، غیر اللہ کا نام لیا تھا یا نہیں تو اس کا ذبیحہ کھانا جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مسلمان اور کتابی کا ذبیحہ جائز کر دیا ہے، درآنحالیکہ اسے معلوم ہے کہ ہم ہر ذبح کرنیوالے کے حال سے واقف نہیں ہو سکتے۔ [المغنی، ج ۸، ص ۵۷۱] [مترجم]

Marfat.com
Marfat.com

ابو درداء رضی اللہ عنہ سے کنیسہ کے لیے ذبح کیے ہوئے مینڈھے کے بارے میں جسے ''جرجس'' کہا جاتا تھا پوچھا گیا کہ کیا کنیسہ کے اس نذرانہ سے ہم کھا سکتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے سائل کو جواب دیا: ''یہ اہلِ کتاب ہیں۔ ان کا کھانا ہمارے لیے حلال ہے اور ہمارا کھانا اُن کے لیے حلال ہے۔ پھر اُن سے کہا: کھا سکتے ہو۔'' [1]

اسی طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اہلِ کتاب کے اس ذبیحہ کے بارے میں پوچھا گیا جس کا نذرانہ وہ اپنے تہوار کے موقع پر اور کنیساؤں کے لیے پیش کرتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میں اسے مکروہ خیال کرتا ہوں، حرام نہیں سمجھتا۔'' ان کا مکروہ خیال کرنا تورّع ہے اور حرام نہ سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک ﴿مَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ کا مفہوم اہلِ کتاب کی نسبت سے یہ ہے کہ جسے انہوں نے اپنے معبودوں کے تقرب کے لیے ذبح کیا ہو اور اسے وہ خود کھاتے نہ ہوں (بلکہ اس کا نذرانہ پیش کرتے ہوں) لیکن جسے ذبح کر کے خود کھاتے ہوں تو اُس کا شمار اُن کے کھانے میں ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

﴿وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ.﴾ [2]

''اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے۔''

الیکٹرک شاک کا ذبیحہ اور بند ڈبوں کے گوشت کا حکم

② دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کیا یہ ضروری ہے کہ اہلِ کتاب کے ذبح کرنے کا طریقہ ہمارے طریقہ کے مطابق ہو، یعنی حلق کو کسی تیز چیز سے کاٹ دیا جائے؟ اکثر علما اسے ضروری سمجھتے ہیں، لیکن مالکیہ کے ایک گروہ کا فتویٰ ہے کہ یہ ضروری نہیں۔ قاضی ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ سورۂ مائدہ کی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ اہلِ کتاب کا شکار اور کھانا ان پاک چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ نے جائز ٹھہرایا ہے۔ یہ مطلقاً حلال ہے اور اس کا ذکر

---

[1] [صحیح] تفسیر الطبری، سورة المائدہ: آیت نمبر ۵، ۴/۴۴۳، رقم الحدیث: ۱۱۲۵۸۔؛ تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، ۴۵/۴۰۹۔ [2] ۵/المائدہ: ۵۔

Marfat.com
Marfat.com

خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے تا کہ شکوک رفع ہوں اور غلط خیالات کا ازالہ ہو جائے۔ میرے سامنے یہ سوال پیش کیا گیا کہ نصرانی مرغی کی گردن مروڑ دیتے ہیں اور پھر اسے پکا لیتے ہیں۔ ایسی صورت میں کیا ہم اُن کے ساتھ کھا سکتے ہیں یا ان کا کھانا کھایا جاسکتا ہے؟ میں نے کہا: کھایا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ نصاریٰ اور اُن کے احبار ور ہبان کا کھانا ہے۔ اگر چہ ہمارے نزدیک ذبح کرنے کا یہ طریقہ درست نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا کھانا ہمارے لیے مطلقاً [1] جائز کر دیا ہے اور ہر وہ کھانا جس کو وہ اپنے دین میں جائز سمجھتے ہوں وہ ہمارے لیے حلال ہے سوائے ان کھانوں کے جن کے بارے میں اللہ نے انہیں جھوٹا قرار دیا ہے۔ ہمارے علما کا کہنا ہے کہ یہ اہلِ کتاب اپنی عورتیں ہماری زوجیت میں دے دیتے ہیں جن کے ساتھ مباشرت جائز ہے پھر ہم ان کا ذبیحہ کیوں نہ کھائیں؟ حِلّت وحُرمت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو کھانا مباشرت سے کم درجہ کی چیز ہے۔'' [2]

موصوف دوسری جگہ فرماتے ہیں:

---

[1] یہ بات کہ اہلِ کتاب کا ذبیحہ ہمارے لیے مطلقاً جائز ہے ایک شاذ قول ہے جو محتاجِ دلیل ہے۔ قرآن نے ان کے جس ذبیحہ کو جائز قرار دیا ہے وہ مشروع ذبیحہ ہے نہ کہ غیر مشروع۔ جس سیاق میں اہلِ کتاب کے ذبیحہ کو جائز قرار دیا گیا ہے اس سے یہ بات اچھی طرح واضح ہے کہ جس جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کیا گیا ہو اسی کا کھانا جائز ہے البتہ ذبح کرنے والا اہلِ کتاب میں سے ہو تو کوئی حرج نہیں۔ مشروع طریقہ پر ذبح کرنے کی شرط معہود ہے، اس لیے اس کو نظر انداز کر کے اہلِ کتاب کے ہر ذبیحہ کو جائز سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ اس بنا پر گردن مروڑی ہوئی مرغی ہمارے لیے حلال نہیں ہے۔ (مترجم)

[2] مصنف نے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے ابن العربی کے کلمات میں ردوبدل کر کے غلط موقف واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ بات علمی امانت اور حق گوئی کے خلاف ہے اور اگر ابن العربی کے کلام کو بھی پڑھا جائے تو اس میں حد درجہ کا تناقض ہے۔ دیکھئے الاعلام بنقد کتاب الحلال و الحرام للفوزان۔

Marfat.com
Marfat.com

"یہ لوگ ذبح نہیں کرتے بلکہ گلا گھونٹ کر یا سر کچل کر ہلاک کر دیتے ہیں اور پھر اسے کھاتے ہیں اس لیے یہ حرام مُردار ہے لیکن (یہ عدمِ جواز کی صورت اور اوپر جواز کی جو صورت مذکور ہوئی ان) دو باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، کیونکہ اہلِ کتاب جس کے بارے میں یہ سمجھتے ہوں کہ یہ درست ذبیحہ ہے اس کا کھانا ہمارے لیے حلال ہے۔ اگرچہ کہ ہمارے نزدیک ان کے ذبح کرنے کا طریقہ درست نہ ہو، لیکن جس کے بارے میں وہ خود بھی یہ سمجھتے ہوں کہ یہ ذبیحہ درست نہیں ہے۔ وہ ہمارے لیے بھی حلال نہیں ہے۔ ذبح کا مشترک مفہوم یہ ہے کہ جانور کی جان نکالنے کا قصد اس کا کھانا حلال کرنے کی نیت سے کیا گیا ہو۔"

یہ مسلک مالکیہ کے ایک گروہ کا ہے۔

ان باتوں کی روشنی میں ہم محفوظ کیے ہوئے (بند ڈبوں کے) گوشت کا حکم سمجھ سکتے ہیں جسے اہلِ کتاب کے یہاں سے درآمد کیا جاتا ہے مثلاً مرغی کا محفوظ کیا ہوا گوشت جو بعض اوقات الیکٹرک شاک کے ذبیحہ کا ہوتا ہے لیکن جب تک وہ اسے حلال ذبیحہ سمجھتے ہیں آیت کے عموم کے مطابق ہمارے لیے حلال ہے۔ [1]

رہا وہ گوشت جو کمیونسٹ ممالک سے درآمد کیا جاتا ہے تو ان کا کھانا ہمارے لیے کسی طرح جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ لوگ تمام ادیان نیز اللہ اور رسالت سب کے منکر ہیں اس لیے ان کا شمار اہلِ کتاب میں ہرگز نہیں ہے۔

---

[1] جب یہ معلوم ہے کہ عام طور سے بند ڈبہ کا گوشت غیر شرعی طریقہ پر ذبح کیے ہوئے جانور کا ہوتا ہے۔ مثلاً جھٹکا کیا ہوا یا جس کو ذبح کرتے وقت دانستہ اللہ کا نام نہیں لیا گیا تو ایسا گوشت محض اہلِ کتاب کی طرف منسوب ہو جانے سے ہمارے لیے کس طرح جائز ہوگا؟ کسی چیز کا حکم عام طریقہ کو دیکھ کر ہی لگایا جاتا ہے اور جو جانور غیر مشروع طریقہ پر ذبح کیا گیا ہو اس کا کھانا جائز نہیں، خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا عیسائی۔ مترجم۔

Marfat.com
Marfat.com

مجوسیوں وغیرہ کا ذبیحہ

مجوسیوں کے ذبیحہ کے بارے میں علما کا اختلاف ہے [1]۔ اکثر علما کھانے سے منع کرتے ہیں کیونکہ وہ مشرک ہیں۔ دیگر علما کہتے ہیں کہ حلال ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((سَنُّوْا بِهِمْ سُنَّةَ اَهْلِ الْكِتَابِ.)) [2]

''ان کے ساتھ اہلِ کتاب کا سا طریقہ اختیار کرو۔''

اور یہ واقعہ ہے کہ ''ھجر'' کے مجوسیوں سے جزیہ لیا گیا تھا۔ [3]

---

[1] جمہور علما کے نزدیک مجوسی کا ذبیحہ جائز نہیں ہے۔ مثلاً حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام زہری رحمہ اللہ، امام ثوری رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، اصحاب الرائے اور امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ۔ ابنِ قدامہ رحمہ اللہ کے نزدیک ((سَنُّوْا بِهِمْ سُنَّةَ اَهْلِ الْكِتَابِ)) (ان کے ساتھ اہلِ کتاب کا سا معاملہ کرو) کا تعلق جزیہ سے ہے۔ ذبائح اور اُن کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو المغنی ج۸، ص۵۷۰۔ علامہ جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجوس کے بارے میں اختلاف ہے۔ اکثر فقہا کہتے ہیں کہ وہ اہل کتاب نہیں ہیں اور جو اُن کے اہل کتاب ہونے کے قائل ہیں وہ شاذ ہیں۔ ان کے اہل کتاب نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ دو گروہوں کو اہل کتاب قرار دیا گیا ہے۔ قرآن میں ہے ﴿ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ﴾ اگر مجوس اہل کتاب ہوتے تو ذکر تین گروہ کا ہوتا۔ اسی طرح نبی ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ مجوس اہلِ کتاب میں سے ہیں بلکہ یہ فرمایا کہ ''ان کے ساتھ اہلِ کتاب کا سا معاملہ کرو۔'' آپ ﷺ نے یہ بات خاص طور سے جزیہ کے بارے میں فرمائی۔ (ملاحظہ ہو احکام القرآن للجصاص، ج۲، ص۴۰۰) مترجم

[2] [ضعیف] مجمع الزوائد للهیثمی، ۶/۱۳، رقم الحدیث: ۹۸۰۰؛ المعجم الكبير للطبرانی، ۱۹/۴۳۷، رقم: ۱۰۵۹؛ السنن الكبرىٰ للبيهقی، ۹/۱۸۹، ۱۹۰؛ إرواء الغليل للألبانی، ۵/۸۸، رقم الحديث: ۱۲۴۸؛ مؤطا امام مالک، كتاب الزكاة، باب جزية اهل الكتاب والمجوس، باب نمبر ۲۴۔

[3] صحيح البخاری، كتاب الجزية الموادعة، باب الجزية والموادعة، رقم الحديث: ۳۱۵۷؛ جامع ترمذی، كتاب السير، باب فی أخذ الجزية من المجوس، رقم الحديث: ۱۵۸۷؛ سنن ابی داؤد، كتاب الخراج، باب أخذ الجزية من المجوس، رقم الحديث: ۳۰۴۳؛ إرواء الغليل للألبانی، ۵/۸۹، رقم الحديث: ۱۲۴۹۔

Marfat.com
Marfat.com

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''المحلی'' میں ذبح کے باب میں فرماتے ہیں:

''وہ بھی کتاب رکھتے ہیں اس لیے ان باتوں میں وہ اہلِ کتاب کے حکم میں ہیں۔'' [1]

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صابی بھی اہلِ کتاب ہیں۔

قاعدہ: جو چیز نظروں سے غائب ہے اُس کی تفتیش میں نہیں پڑنا چاہیے:

ایک مسلمان کے لیے ضروری نہیں کہ جو چیز اُس کی نظروں سے غائب ہو اس کے بارے میں تفتیش کرے کہ اس کو کس طرح ذبح کیا گیا تھا؟ ذبح کی شرائط پوری کی گئی تھیں یا نہیں؟ اس پر اللہ کا نام لیا گیا تھا یا نہیں؟ بلکہ جو ہماری نظروں سے غائب ہو اور ذبح کرنے والا مسلمان ہو خواہ وہ جاہل ہو یا فاسق، یا وہ اہلِ کتاب میں سے ہو تو اس کا کھانا حلال ہے۔

اس سے پہلے ہم بخاری کی یہ حدیث بیان کر چکے ہیں:

((إِنَّ قَوْمًا سَأَلُوا النَّبِيَّ ﷺ: إِنَّ قَوْمًا يَأْتُونَنَا بِاللَّحْمِ لَا نَدْرِيْ أَذَكَرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: سَمُّوا اللّٰهَ عَلَيْهِ أَنْتُمْ وَكُلُوْا.))

''کچھ لوگوں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے اُس پر اللہ کا نام لیا تھا یا نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ کا نام لو اور کھاؤ۔''

علما کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ افعال و تصرفات کو صحت و سلامت پر محمول کیا جائے گا إلا یہ کہ فساد و بطلان پر کوئی دلیل قائم ہو۔

---

[1] المحلیٰ، جلد نمبر ۷ ص ۴۵۶۔

Marfat.com
Marfat.com

شکار

عرب اور دیگر اقوام کے بہت سے لوگ شکار پر گزارہ کرتے تھے، اس لیے قرآن و سنت نے شکار کا ذکر بڑے اہتمام سے کیا ہے اور فقہا نے مستقل ابواب مخصوص کر کے حلال و حرام اور واجب و مستحب کی تفصیل بیان کر دی ہے۔ یہ تفصیل اس لیے ضروری ہوئی کہ بہت سے جانور اور پرندے جن کا گوشت پاکیزہ ہے، انسان کے اختیار اور قابو میں نہیں ہوتے، کیونکہ وہ انسان سے غیر مانوس ہوتے ہیں، اس لیے اسلام نے مانوس حیوانات کے حلق اور لبّہ کو ذبح کرنے کی جو شرط رکھی ہے وہ ان غیر مانوس حیوانات کے لیے نہیں رکھی، بلکہ ان کو ذبح کرنے کا آسان طریقہ تجویز کیا۔ یہ انسان کے حق میں تخفیف اور وسعت ہے۔

اسلام نے انسان کی فطری ضرورتوں کا پورا پورا لحاظ کیا ہے اور جو شرائط عائد کی ہیں ان کا منشا یہ ہے کہ انسان اسلام کے عقیدہ اور اس کے نظام کے آگے جھک جائے اور جس طرح ایک مسلمان کو ہر معاملہ میں اسلام کا رنگ اختیار کرنا چاہیے، اس معاملہ میں بھی وہ اسلام کا رنگ اختیار کرے۔

ان شرائط میں سے بعض وہ ہیں جن کا تعلق شکار کرنے والے سے ہے، بعض کا شکار سے اور بعض کا شکار کے فعل سے۔

یہ باتیں بری شکار سے متعلق ہیں، کیونکہ دریائی شکار کے بارے میں اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی قید کے سب کو حلال قرار دیا ہے۔

﴿اُحِلَّ لَکُمۡ صَیۡدُ الۡبَحۡرِ وَ طَعَامُہٗ.﴾ [1]

”دریا کا شکار اور اُس کا کھانا تمہارے لیے جائز کر دیا گیا ہے۔“

وہ شرائط جو شکار کرنے والے سے متعلق ہیں:

① خشکی کا شکار کرنے والے کے لیے وہی شرائط ہیں جو ذبح کرنے والے کے لیے ہیں، یعنی اس کا مسلمان یا اہل کتاب یا جو اہل کتاب کے حکم میں ہیں اُن میں سے ہونا جیسے مجوسی یا صابی۔

---

[1] ٥/المآئدہ: ٩٦۔

Marfat.com
Marfat.com

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ فضول شکار نہ کیا جائے یعنی شکار نہ کھانے کی غرض سے کیا جائے اور نہ کسی اور قسم کا فائدہ اٹھانے کی غرض سے۔ اس طرح خواہ مخواہ جان تلف کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ حدیث میں آیا ہے:

((مَنْ قَتَلَ عُصْفُوْرًا عَبَثًا عَجَّ اِلَی اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَقُوْلُ: یَا رَبِّ، اِنَّ فُلاَ نًا قَتَلَنِیْ عَبَثًا وَلَمْ یَقْتُلْنِیْ مَنْفَعَةً.)) [1]

"جس نے کسی چڑیا کو بے مقصد مار ڈالا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے فریاد کرے گی کہ اے رب! فلاں شخص نے مجھے خواہ مخواہ مار ڈالا تھا۔ یہ کام کسی فائدہ کے لیے نہیں کیا تھا۔"

دوسری حدیث میں ہے:

((مَا مِنْ اِنْسَانٍ یَقْتُلُ عُصْفُوْرًا فَمَا فَوْقَهَا بِغَیْرِ حَقِّهَا اِلَّا سَأَلَهُ اللّٰهُ عَنْهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ. قِیْلَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا حَقُّهَا؟ قَالَ: اَنْ یَذْبَحَهَا فَیَأْکُلَهَا وَلَا یَقْطَعُ رَأْسَهَا فَیَرْمِیْ بِهٖ.)) [2]

"جو شخص کسی چڑیا یا اس سے بھی کم تر کسی جاندار کو ناحق مار ڈالتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے ضرور باز پرس کرے گا۔ کسی نے پوچھا: یا رسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا: اس کو ذبح کر کے کھانا، اس کا سر کاٹ کر پھینک نہ دینا۔"

علاوہ ازیں ضروری ہے کہ شکار کرنے والا حج یا عمرہ کے احرام میں نہ ہو، کیونکہ مسلمان جب احرام میں ہوتا ہے تو مکمل امن و سلامتی کی حالت میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَحُرِّمَ عَلَیْکُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَادُمْتُمْ حُرُمًا ط﴾ [3]

"خشکی کا شکار جب تک کہ تم حالتِ احرام میں ہو تم پر حرام کیا گیا ہے۔"

---

[1] [ضعیف] سنن النسائی، کتاب الضحایا، باب من قتل عصفورا بغیر حقها، رقم الحدیث: ۴۴۵۱؛ صحیح ابن حبان، ۱۳/ ۲۱۴، رقم الحدیث: ۵۸۹۴؛ مستدرک حاکم، کتاب الذبائح ۴/ ۲۳۳؛ مسند احمد بن حنبل، ۴/ ۳۸۹، رقم الحدیث: ۱۹۴۷۰۔

[2] [ضعیف] مستدرک حاکم، کتاب الذبائح، ۴/ ۲۳۳؛ سنن النسائی، کتاب الضحایا، باب من قتل عصفورا بغیر حقها رقم الحدیث: ۴۴۵۱۔ [3] ۵/المآئدہ: ۹۶۔

Marfat.com
Marfat.com

جس کا شکار کیا جائے اُس سے متعلق شرائط

ان شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ جس جانور کا شکار کیا جائے اس کے حلق یا لبہ کو ذبح کرنے پر انسان قادر نہ ہو۔ اگر اس پر قدرت رکھتا ہو تو پھر لازماً اسی طرح ذبح کرنا ہوگا، کیونکہ ذبح کرنے کا اصل طریقہ یہی ہے۔

اسی طرح اگر تیر چلا کر یا سدھائے ہوئے کتے کے ذریعہ شکار کیا ہو اور وہ اس حالت میں مل جائے کہ اس میں قرار پذیر زندگی ہو تو معمول کے مطابق حلق کو ذبح کرنا ضروری ہوگا لیکن اگر ایسی حالت میں مل جائے کہ اس میں قرار پذیر زندگی نہ ہو تو بہتر ہوگا کہ اسے ذبح کر لیا جائے، لیکن اگر اسے اپنے حال پر مرنے کے لیے چھوڑ دیا جائے تو کوئی گناہ نہ ہوگا۔ صحیحین کی حدیث ہے:

((وَاِذَا اَرْسَلْتَ كَلْبَكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَاِنْ اَمْسَكَ عَلَيْكَ فَاَدْرَكْتَهُ حَيًّا فَاذْبَحْهُ.)) [1]

''جب تم اپنے کتے کو چھوڑو تو اس پر اللہ کا نام لو۔ پھر اگر وہ شکار کو تمہارے لیے روک رکھے اور تم اسے زندہ پالو تو ذبح کرو۔''

شکار کے ذرائع

وہ چیزیں جن سے شکار کیا جائے دو طرح کی ہیں:

(ا) جارح آلہ جیسے تیر، تلوار، نیزہ۔ جیسا کہ قرآن کی آیت سے مترشح ہے:

﴿تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ.﴾ [2]

''جو تمہارے ہاتھوں اور نیزوں کی زد میں آجائے۔''

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الذبائح والصيد، باب إذا أكل الكلب، رقم الحديث: ٥٤٨٣؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي، ٩/٢٣٦۔ جامع ترمذي، كتاب الصيد، باب ماجاء في الكلب يأكل من الصيد، رقم الحديث: ١٤٧٠؛ مسند احمد بن حنبل، ٤/٢٥٦، رقم الحديث: ١٨٢٤٥۔

[2] ٥/المآئدة: ٩٤۔

Marfat.com
Marfat.com

(ب) شکاری جانور جسے شکار کی تربیت دی گئی ہو، جیسے کتا، چیتا، باز اور شکرہ۔
قرآن میں ہے:

﴿قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ.﴾ [1]

''کہو، تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سدھایا ہو، یعنی جن کو اللہ کے دیے ہوئے علم کی بنا پر تم شکار کی تعلیم دیا کرتے ہو۔''

شکار کرنے کیلئے زخمی کرنے والا ہتھیار اور بندوق کے شکار کا حکم

شکار کے آلہ سے متعلق دو شرطیں ہیں:

ایک یہ کہ آلہ جسم کے اندر اس طرح نفوذ کر جائے کہ یہ نفوذ اور یہ جرح (زخم) شکار کی موت کا باعث بن جائے۔ آلہ کے بوجھ تلے دب کر موت واقع نہ ہوئی ہو۔ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

((اِنِّی اَرْمِی بِالْمِعْرَاضِ الصَّيْدَ فَاُصِيْبُهٗ قَالَ: اِذَا رَمَيْتَ بِالْمِعْرَاضِ فَخَرَقَ فَكُلْ وَمَا أَصَابَ بِعَرْضِهٖ فَلَا تَاْكُلْ.)) [2]

''میں بغیر پھل کے تیر سے شکار کرتا ہوں اور وہ نشانہ پر لگ جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم تیر چلاؤ اور وہ شکار کے جسم میں نوک کی طرف سے گھس جائے تو اسے کھاؤ اور اگر عرض کی طرف سے جا کر لگے تو مت کھاؤ۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعتبار نفوذ کرنے کا ہوگا اگرچہ کہ شکار کا قتل کسی بوجھل چیز

---

[1] ٥/المائدہ: ٤۔ [2] صحيح البخاری، كتاب الذبائح والصيد، باب ما أصاب المعراض بعرضه، رقم: ٥٤٧٧؛ سنن ابن ماجة، كتاب الصيد، باب صيد المعراض، رقم الحديث: ٣٢١٤؛ صحيح مسلم، كتاب الصيد والذبائح، باب الصيد بالكلاب المعلمة، رقم الحديث: ١٩٢٩؛ إرواء الغليل للالبانی ١٨١/٨، رقم الحديث: ٢٥٤٨۔

Marfat.com
Marfat.com

سے ہوا ہو۔ اس بنا پر بندوق اور ریوالور کی گولی سے کیا ہوا شکار حلال ہے، کیونکہ یہ گولی جسم میں تیر، نیزہ اور تلوار سے بھی زیادہ تیزی سے نفوذ کر جاتی ہے۔ رہی مسند احمد رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کہ:

((لَا تَأْكُلْ مِنَ الْبُنْدُقَةِ إِلَّا مَا ذَكَّيْتَ.)) [1]

''بندقہ سے کیا ہوا شکار نہ کھاؤ الّا یہ کہ تم نے اسے ذبح کر لیا ہو۔''

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کا جو قول نقل کیا ہے کہ بُندقہ کا شکار مَوْقُوذَہ (چوٹ کھا کر مرا ہوا جانور) ہے [2] تو بندقہ سے مراد مٹی کا ڈھیلا ہے جس کو پھینک کر شکار کیا جائے۔ یہ بندقہ موجودہ بندوق سے بالکل مختلف چیز ہے۔

بندقہ سے مشابہت رکھنے والی چیز کنکری ہے جس کو پھینکنے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کی ہے اور فرمایا ہے:

((إِنَّهَا لَا تَصِيدُ صَيْدًا وَلَا تَنْكَأُ عَدُوًّا لٰكِنَّهَا تَكْسِرُ السِّنَّ وَتَفْقَأُ الْعَيْنَ.)) [3]

''کنکری سے نہ شکار ہوتا ہے اور نہ دشمن زخمی ہوتا ہے، بلکہ دانت ٹوٹ جاتا ہے اور آنکھ پھوٹ جاتی ہے۔''

دوسرے یہ کہ آلہ پھینکتے یا ہتھیار چلاتے وقت اللہ کا نام لیا جائے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو اس کی ہدایت فرمائی تھی اور اس باب میں ان کی حدیثیں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔

---

[1] [ضعیف] مسند احمد بن حنبل ٤/ ٣٨٠، رقم الحديث: ١٩٣٩٢؛ مصنف ابن ابی شيبة، كتاب الصيد ١٤، باب فی البندقة والحجر، ٢١، ٤/ ٦١٩؛ السنن الكبرىٰ للبيهقی ٩/ ٢٤٩۔

[2] [تعليقاً] صحيح البخاری، كتاب الذبائح والصيد، باب صيد المعراض، (قول ابن عمر فی المقتولة بالبندقة)

[3] صحيح البخاری، كتاب الذبائح والصيد، باب الخذف والبندقة، رقم الحديث: ٥٤٧٩؛ صحيح مسلم، كتاب الصيد والذبائح، باب اباحة ما يستعان به على الاصطياد، رقم الحديث: ١٩٥٤؛ سنن ابی داؤد، كتاب الأدب، باب فی الخذف، رقم الحديث: ٥٢٧٠؛ سنن ابن ماجة، كتاب الصيد، باب النهی عن الخذف، رقم الحديث: ٣٢٢٧؛ مسند احمد بن حنبل، ٥/ ٥٤، رقم الحديث: ٢٠٥٤٠۔

Marfat.com
Marfat.com

کتوں کے ذریعہ شکار

جب شکار کتے یا باز وغیرہ کے ذریعہ کیا جائے تو اس صورت میں درج ذیل شرائط کو ملحوظ رکھنا ہوگا:

☆...... ایک یہ کہ جانور کو شکار کی تربیت دی گئی ہو۔

☆...... دوسرے یہ کہ سدھایا ہوا جانور اپنے مالک کے لیے شکار کرے اور قرآن کی تعبیر کے مطابق اپنے لیے نہیں بلکہ اپنے مالک کے لیے روکے رکھے۔

☆...... تیسرے یہ کہ اس کو چھوڑتے وقت اللہ کا نام لیا جائے۔

ان شرائط کی بنیاد درج ذیل آیت ہے:

﴿يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ ۖ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ ۖ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾ [1]

''تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا چیزیں حلال کر دی گئی ہیں؟ کہو! تمہارے لیے تمام پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں، اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سدھایا ہو یعنی جن کو اللہ کے دیئے ہوئے علم کی بنا پر تم شکار کی تعلیم دیا کرتے ہو وہ جس شکار کو تمہارے لیے روک رکھیں اس کو کھاؤ، البتہ اُس پر اللہ کا نام لو۔''

① شکاری جانور کو کس حد تک سدھایا جانا چاہیے، یہ ایک معروف بات ہے اس کے مفہوم میں یہ باتیں شامل ہیں۔ ''اس کا مالک اس پر اپنا حکم چلا سکے، اس کے بلانے پر وہ آ جائے، شکار کرنے پر وہ آمادہ کرے تو وہ اس کی تعمیل کرے، اور ڈانٹنے پر متنبہ ہو جائے۔'' ان میں سے بعض باتوں کے شرط ہونے کے بارے میں فقہا کے درمیان اختلاف ہے اصل بات یہ ہے کہ سدھانے کا مطلب عرف سے سمجھ میں آ سکتا ہے۔

---

[1] ٥/المائده: ٤۔

Marfat.com
Marfat.com

② مالک کے لیے روک رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ شکار میں سے خود نہ کھائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((اِذَا اَرْسَلْتَ الْكَلْبَ فَاَكَلَ مِنَ الصَّيْدِ فَلَا تَاْكُلْ، فَاِنَّمَا اَمْسَكَ عَلٰى نَفْسِهٖ، فَاِذَا اَرْسَلْتَهٗ فَقَتَلَ وَلَمْ يَاْكُلْ فَكُلْ فَاِنَّمَا اَمْسَكَهٗ عَلٰى صَاحِبِهٖ.)) [1]

''جب تم کتے کو شکار کے لیے چھوڑ دو اور وہ شکار میں سے کچھ کھالے تو تم اسے نہ کھاؤ، کیونکہ اس نے شکار کو اپنے لیے روکا ہے۔ اور اگر تمہارے چھوڑ دینے کے بعد وہ شکار کرے اور خود اس میں سے کچھ نہ کھائے تو اسے تم کھاؤ، کیونکہ ایسی صورت میں اس نے اپنے مالک کے لیے شکار کو روک رکھا ہے۔''

بعض فقہا نے درندوں میں فرق کیا ہے۔ ایک وہ جو چوپایوں میں سے ہوں۔ مثلاً کتے۔ اور دوسرے وہ جو پرندوں میں سے، مثلاً شکرا۔ ان کے نزدیک پرندہ کا کھایا ہوا شکار جائز ہے لیکن کتے کا کھایا ہوا شکار جائز نہیں۔

شکاری جانور کو سدھانے اور اپنے مالک کے لیے شکار کو روک رکھنے کی شرطیں درحقیقت انسان کے مرتبہ کی بلندی کے پیشِ نظر اور اسے درندوں کے پس خوردہ سے پاک رکھنے کی غرض سے ہیں، کیونکہ جب کتا سدھایا ہوا ہو اور وہ اپنے مالک کے لیے شکار کو روک رکھے تو اس کی حیثیت محض آلہ کی ہو جاتی ہے جسے شکاری استعمال کرتا ہے، جیسے تیر اور نیزہ۔

③ شکار کے لیے کتے کو چھوڑتے وقت اللہ کا نام لینا ایسا ہی ہے جیسے تیر چلاتے، نیزہ گھونپتے، یا تلوار سے ضرب لگاتے وقت اللہ کا نام لینا۔ قرآن کی آیت ﴿وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾ ''اس پر اللہ کا نام لو'' میں اس کا حکم موجود ہے اور اس سلسلہ میں صحیح اور متفق علیہ حدیثیں وارد ہوئی ہیں، جیسے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الذبائح والصيد، باب إذا اكل الكلب، رقم الحديث: ٥٤٨٣؛ جامع ترمذی، كتاب الصيد، باب ماجاء في الكلب يأكل من الصيد، رقم الحديث: ١٤٧٠؛ مسند احمد بن حنبل، ٤/٢٥٧، رقم الحديث: ١٨٢٥٩ـ [معناً]

Marfat.com
Marfat.com

اس شرط کے صحیح ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جس کتے کو شکار کے لیے چھوڑا گیا اس کے ساتھ اگر کوئی دوسرا کتا شریک ہو جائے تو ان کا شکار جائز نہیں ہوگا، کیونکہ جب حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

((اِنِّیْ اُرْسِلُ كَلْبِیْ اَجِدُ مَعَهٗ كَلْبًا لَا اَدْرِیْ اَيُّهُمَا اَخَذَهٗ؟ قَالَ النَّبِیُّ عَلَيْهِ السَّلَام: فَلَا تَأْكُلْ فَاِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلٰى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلٰى غَيْرِهٖ.)) [1]

”میں اپنا کتا شکار کے لیے چھوڑ دیتا ہوں پھر اس کے ساتھ دوسرا کتا بھی موجود ہوتا ہے معلوم نہیں کس کتے نے شکار کیا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مت کھاؤ، کیونکہ تم نے اپنے کتے کو چھوڑتے وقت اللہ کا نام لیا تھا، دوسرے کتے پر نہیں لیا تھا۔“

پھر اگر تیر چلاتے وقت یا کتے کو چھوڑتے وقت رب کا نام لینا بھول جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھول چوک کی صورت میں اس امت سے کوئی مواخذہ نہیں ہے اور اس کا تدارک کھاتے وقت اللہ کا نام لے کر کیا جائے، جیسا کہ ذبح کے باب میں گزر چکا۔

تیر چلانے کے بعد اگر شکار مردہ حالت میں مل جائے

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شکاری تیر چلاتا ہے اور شکار کو لگ جاتا ہے لیکن وہ بروقت دستیاب نہیں ہوتا بلکہ چند دن بعد مردہ حالت میں دستیاب ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ شکار کیا ہوا جانور حلال ہے بشرطیکہ:

① وہ پانی میں نہ گر پڑا ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

((اِذَا رَمَيْتَ سَهْمَكَ فَاِنْ وَجَدْتَهٗ قَدْ قُتِلَ فَكُلْ اِلَّا اَنْ تَجِدَهٗ قَدْ

---

[1] [صحیح] مسند احمد بن حنبل ٤/٢٥٦، رقم الحدیث: ١٨٢٥٥؛ صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب صید المعراض، رقم الحدیث: ٥٤٧٦؛ صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب الصید بالکلب المعلمة والرمی، رقم الحدیث: ١٩٢٩۔

Marfat.com
Marfat.com

وَقَعَ فِیْ مَآءٍ فَاِنَّکَ لَا تَدْرِیْ الْمَآءُ قَتَلَهٗ اَمْ سَهْمُکَ.)) [1]

''تم تیر چلانے کے بعد شکار کو مردہ حالت میں پالو تو کھاؤ، لیکن اگر پانی میں گرا ہوا پاؤ تو نہ کھاؤ، کیونکہ تمہیں یہ معلوم نہیں کہ پانی کی وجہ سے وہ مر گیا ہے یا تمہارا تیر لگ کر۔''

② کسی دوسرے تیر کا نشان اس پر موجود نہ ہو جس سے معلوم ہو کہ شکار کسی اور تیر کے لگ جانے سے مرگیا ہے۔ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرْمِی الصَّیْدَ فَاَجِدُ فِیْهِ سَهْمِیْ مِنَ الْغَدِ، فَقَالَ اِذَا عَلِمْتَ اَنَّ سَهْمَکَ قَتَلَهٗ وَلَمْ تَرَ فِیْهِ اَثَرَ سَبُعٍ فَکُلْ.)) [2]

''میں نے کہا: یارسول اللہ! میں تیر چلاتا ہوں اور دوسرے دن شکار کو پاتا ہوں جس میں میرا تیر لگا ہوا ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تمہیں معلوم ہو کہ تمہارے ہی تیر نے اسے قتل کیا ہے اور کسی درندے کے کھانے کا کوئی نشان موجود نہ ہو تو اسے کھالو۔''

③ شکار میں تعفّن نہ پیدا ہوئی ہو، کیونکہ طبعِ سلیم کے نزدیک متعفن ناپاک ہے اور اسے ایسی چیز سے نفرت ہے، نیز اس میں مضرت کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ نے ابی ثعلبہ سے فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب الصید بالکلاب المعلمة، رقم الحدیث:۱۹۲۹؛ جامع ترمذی، کتاب الصید، باب ماجاء فیمن یرمی الصید فیجده میتاً فی الماء، رقم الحدیث:۱۴۶۹؛ [معناً]؛ صحیح البخاری، کتاب الذبائح والصید، باب الصید، اذا غاب عنه یومین أوثلاثة، رقم الحدیث: ۵۴۸۴؛ مسند احمد بن حنبل ۲۵۶/۴، رقم الحدیث:۱۸۲۴۵۔

[2] [صحیح] جامع ترمذی، کتاب الصید، باب ماجاء فی الرجل یرمی الصید فیغیب عنه، رقم الحدیث: ۱۴۶۸؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۲۴۲/۹؛ مسند ابی داؤد الطیالسی، رقم الحدیث: ۱۰۴۱؛ مسند احمدبن حنبل، ۳۸۸/۴، رقم الحدیث: ۱۹۳۶۹۔

Marfat.com
Marfat.com

((اِذَا رَمَيْتَ سَهْمَكَ فَغَابَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَاَدْرَكْتَهُ فَكُلْهُ مَا لَمْ يَنْتَنِ.)) [1]

''جب تم تیر چلاؤ اور شکار تین دن کے بعد مل جائے تو اسے کھاؤ، بشرطیکہ اس میں تعفن نہ پیدا ہوا ہو۔''

شراب

خمر (شراب) ایک الکوحلی مادہ ہے جو نشہ پیدا کرتا ہے۔

یہ بات محتاجِ بیان نہیں ہے کہ شراب کے کتنے مضر اثرات انسان کے عقل و جسم اور اس کے دین و دُنیا پر مرتب ہوتے ہیں اور ایک خاندان کے لیے وہ کیا کیا تباہیاں لاتی ہے اور یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ قوم اور سماج کی مادی، اخلاقی اور روحانی زندگی کے لیے یہ کس قدر خطرناک ہے۔

ایک محقق نے بالکل صحیح کہا ہے کہ انسان کو شراب سے بڑھ کر کسی چیز نے زِک نہیں پہنچائی اگر دنیا کے اسپتالوں کا جائزہ لے کر ان لوگوں کے اعداد و شمار جمع کیے جائیں جو شراب کی وجہ سے جنون اور لاعلاج امراض کا شکار ہو جاتے ہیں، جو قتل و خون کرنے لگ جاتے ہیں اور جو اعصابی بیماریوں اور پیٹ وغیرہ کی تکلیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں، نیز جو اپنی املاک سے ہاتھ دھو کر مفلس اور قلاش ہو کر رہ جاتے ہیں، تو اعداد و شمار ایسی خطرناک حد کو پہنچ جائیں گے کہ اس کے مقابلہ میں جو نصیحت بھی کی جائے کم ہی محسوس ہوگی۔

عرب زمانۂ جاہلیت میں شراب کے متوالے تھے۔ ان کی زبان میں شراب کے تقریباً ایک سو نام تھے اور ان کی شاعری میں شراب کی اقسام، اس کی خصوصیات اور جام و مینا اور محفلِ سُرور کا ذکر بڑی خوبی سے کیا گیا ہے۔ جب اسلام کی آمد ہوئی تو اس نے تربیت کا

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب اذا غاب عنه الصید ثم وجده، رقم الحدیث: ۱۹۳۱؛ سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب فی اتباع الصید، رقم الحدیث: ۲۸٦۱؛ سنن النسائی، کتاب الصید، باب الصید إذا أنتن، رقم الحدیث: ٤۳۰۸؛ مسند احمد بن حنبل، ۱۹٤/٤، رقم الحدیث: ۱۷۷٤٤۔

Marfat.com
Marfat.com

نہایت حکیمانہ انداز اختیار کیا اور تدریجاً اسے حرام قرار دیا۔

اس نے سب سے پہلے نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت کی۔ اس کے بعد یہ بات ذہن نشین کرائی کہ شراب کا گناہ اس کے فائدہ سے بڑھ کر ہے اور اخیر میں سورۂ مائدہ کی جامع آیت نازل ہوئی جس نے شراب کا قطعی حکم بیان کر دیا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝﴾ [1]

''اے ایمان والو! شراب، جوا، استھان اور پانسے کے تیر بالکل نجس شیطانی کام ہیں۔ ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈالے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے پھر کیا تم ان چیزوں سے باز آجاؤ گے۔''

مذکورہ دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کی شدید حرمت بیان کی ہے۔ اسے رجس اور شیطانی عمل سے تعبیر کیا ہے اور اس سے اجتناب کو موجبِ فلاح قرار دیا ہے اس کے جو اجتماعی نقصانات بیان فرمائے ہیں اُن میں ترک صلوٰۃ، بغض و عداوت اور اس کے روحانی نقصانات میں ذکر اللہ اور نماز جیسے دینی فرائض سے روکنا شامل ہے۔ اس کے بعد اس سے باز آنے کی ہدایت نہایت بلیغ انداز میں فرمائی ہے:

﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝﴾

''پھر کیا تم ان چیزوں سے باز آجاؤ گے؟''

اس قطعی بیان کے بعد مومنوں کا جواب تھا ''اے رب! ہم اس سے باز آگئے۔ اے رب! ہم باز آگئے۔''

---

[1] ٥/المائدہ: ٩٠، ٩١۔

Marfat.com
Marfat.com

انہوں نے اس آیت کے نازل ہونے پر حیرت انگیز نمونہ پیش فرمایا۔ جو شخص ہاتھ میں جام لیے پی رہا تھا یہ سنتے ہی اُس نے منہ سے جام ہٹا دیا اور اسے زمین پر انڈیل دیا۔

بہت سی حکومتوں نے شراب کے نقصانات کو جو افراد، خاندانوں اور ملکوں کو بھگتنا پڑتے ہیں، تسلیم کر لیا ہے اور بعض حکومتوں نے اسے قانون و اقتدار کے بل پر ممنوع قرار دینے کی بھی کوشش کی، چنانچہ امریکہ نے شراب کو قانوناً ممنوع قرار دیا تھا، لیکن اس میں اسے بری طرح ناکامی ہوئی، لیکن اسلام اور صرف اسلام شراب کے خلاف جنگ لڑنے اور اس کا خاتمہ کرنے میں پوری طرح کامیاب ہو گیا۔

اہل کنیسہ کے درمیان شراب کے بارے میں مسیحی مذہب کا موقف متعین کرنے میں اختلاف ہوا ہے۔ انہوں نے اس کا ماخذ انجیل کی اس عبارت کو قرار دیا ہے کہ "قلیل مقدار میں شراب معدہ کے لیے مفید ہے۔"

اگر یہ کلام صحیح ہو اور واقعی وہ معدے کے لیے مفید ہو تب بھی قلیل مقدار سے بچنا ضروری ہوگا، کیونکہ قلیل مقدار میں پیتے پیتے آدمی کثیر مقدار میں پینے لگے گا اور ایک جام دوسرے جام کی خواہش پیدا کرے گا۔ اس طرح وہ شراب کا عادی بن جائے گا۔

نشہ آور چیز خمر (شراب) ہے

نبی ﷺ نے اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دی کہ شراب کس چیز سے بنائی جاتی ہے، بلکہ اس کے اثر یعنی نشہ کو قابلِ لحاظ سمجھا۔ لہٰذا جس چیز میں نشہ لانے کی قوت ہو وہ خمر (شراب) ہے، خواہ لوگوں نے اس کا کوئی سا نام رکھا ہو اور خواہ وہ کسی چیز سے تیار کی گئی ہو شراب کی اس حقیقت کے پیشِ نظر بیئر (Beer) اور اس کے مماثل چیزیں حرام ہیں۔

نبی ﷺ سے جب پوچھا گیا کہ شہد، مکئی اور جو سے جو شراب بنائی جاتی ہے اس کا کیا حکم ہے، تو آپ ﷺ نے اس کے جواب میں بڑی جامع بات ارشاد فرمائی:

((كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ.)) [1]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب بیان أن کل مسکر خمر و أن کل خمر حرام، رقم الحدیث: ۱۷۳۳/۲۰۰۲؛ سنن ابی داؤد، کتاب الأشربة، باب الخمر مما هي، رقم الحدیث: ۳۶۷۷؛ و باب ماجاء في السکر، رقم الحدیث: ۳۶۷۹؛ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com
Marfat.com

''ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر خمر (شراب) حرام ہے۔''

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر رسول سے اعلان فرمایا:

((اَلْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ.)) 1

''خمر (شراب) وہ ہے جو عقل کو ڈھانک دے۔''

نشہ آور چیز حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر

اسلام نے قطعی طور پر شراب حرام کردی ہے اور کم یا زیادہ مقدار میں پینے کا کوئی لحاظ نہیں کیا تاکہ اس راہ میں انسان کے قدم ڈگمگا نہ جائیں اور وہ گراوٹ اختیار نہ کرے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((مَا أَسْكَرَ كَثِيْرُهُ فَقَلِيْلُهُ حَرَامٌ.)) 2

''جو چیز کثیر مقدار میں نشہ لائے اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔''

نیز فرمایا:

((مَا اَسْكَرَ الْفِرَقُ مِنْهُ فَمِلْءُ الْكَفِّ مِنْهُ حَرَامٌ.)) 3

(گزشتہ سے پیوستہ) جامع ترمذی، ابواب الأشربة، باب ماجاء فی شارب الخمر، رقم الحديث:١٨٦١؛ مسند احمد بن حنبل ١٣٧/٢، رقم الحديث: ٦٢١٨؛ إرواء الغليل للالبانی، ٤٠/٨ رقم :٢٣٧٣۔ 1 صحيح البخاری ، كتاب الأشربة ، باب الخمر من العنب وغيره، رقم الحديث:٥٥٨١؛ صحيح مسلم ، كتاب التفسير ، باب فی نزول تحريم الخمر، رقم الحديث:٣٠٣٢؛ سنن ابی داؤد ، كتاب الأشربة ، باب تحريم الخمر، رقم الحديث ٣٦٦٩؛ المنتقى لابن جارود ، باب ما جاء فی الأشربة ، رقم الحديث:٨٥٢؛ إرواء الغليل للألبانی ٤١/٨، رقم الحديث:٢٣٧٤ ۔ 2 [صحيح] سنن ابی داؤد ، كتاب الأشربة ، باب ما جاء فی السكر ، رقم الحديث: ٣٦٨١؛ سنن ابن ماجه ، كتاب الأشربة، باب ما أسكر كثيره فقليله حرام ، رقم الحديث:٣٣٩٣؛ صحيح ابن حبان، ٢٠٢/١٢، رقم الحديث:٥٣٨٢؛ مسند احمد بن حنبل ٣٤٢/٣ ، رقم الحديث: ١٤٧٠٣ ؛ السنن الكبرىٰ للبيهقی باب ماأسكر كثيره فقليله حرام:٢٩٦/٨۔ 3 [صحيح] مسند احمد بن حنبل ٧١/٦، رقم الحديث: ٢٤٤٢٣؛ سنن ابی داؤد ، كتاب الأشربة ، باب ماجاء فی السكر، رقم الحديث:٣٦٨٧؛ السنن الكبرىٰ للبيهقی، ٢٩٦/٨؛ المنتقى لابن جارود ، باب ماجاء فی الأشربة، رقم الحديث:٨٦١۔

Marfat.com
Marfat.com

’’جو چیز فرق (ایک ناپ جو سولہ رطل کا ہوتا ہے) کی مقدار میں نشہ آور ہو اس کی چلو بھر مقدار بھی حرام ہے۔‘‘

شراب کی تجارت

نبی ﷺ نے تھوڑی یا زیادہ مقدار میں شراب پینے کو ہی حرام نہیں ٹھہرایا بلکہ اس کی تجارت کو بھی حرام قرار دیا اگرچہ کہ تجارت غیر مسلموں کے ساتھ کی جائے۔ لہٰذا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ شراب کی درآمد و برآمد کا کاروبار کرے یا شراب خانہ کھول کر بیٹھ جائے، یا اس میں ملازمت کرنے لگ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے شراب کے سلسلہ میں دس افراد پر لعنت فرمائی ہے:

((عَاصِرُهَا وَمُعْتَصِرُهَا وَ شَارِبُهَا وَحَامِلُهَا وَالْمَحْمُوْلَةُ اِلَيْهِ وَسَاقِيُهَا وَبَائِعُهَا وَاٰكِلُ ثَمَنِهَا وَالْمُشْتَرِیُ لَهَا وَالْمُشْتَرَاةُ لَهٗ.)) [1]

’’شراب نچوڑنے والا، نچڑوانے والا، پینے والا، اٹھانے والا، وہ جس کے لیے اُٹھا کر لے جائی جائے، پلانے والا، فروخت کرنے والا، اُس کی قیمت کھا جانے والا، خریدنے والا، اور وہ جس کے لیے خریدی جائے، ان سب پر آپ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔‘‘

جب سورۂ مائدہ کی آیت جس میں شراب کی حرمت بیان ہوئی ہے، نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ الْخَمْرَ فَمَنْ اَدْرَكَتْهُ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَعِنْدَهٗ مِنْهَا شَیْءٌ فَلَا يَشْرَبْ وَلَا يَبِعْ.)) [2]

---

[1] [صحیح] جامع ترمذی، کتاب الأشربة، باب النهی أن یتخذ الخمر خلاً، رقم الحدیث:١٢٩٥؛ سنن ابن ماجة، کتاب الأشربة، باب لعنت الخمر علی عشرة أوجه، رقم الحدیث: ٣٣٨١؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، باب ماجاء فی تحریم الخمر:٢٨٧/٨]

[2] [صحیح] صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم بیع الخمر، رقم الحدیث:١٥٧٨؛ الدر المنثور للسیوطی، تفسیر سورة المائدة، آیت نمبر ٩٠، ٣١٦/٢؛ نصب الرایة للزیلعی، کتاب البیوع:٥٤/٤۔

Marfat.com
Marfat.com

"اللہ نے شراب حرام کر دی ہے۔ لہٰذا جس شخص تک یہ حکم پہنچ جائے اور اس کے پاس شراب موجود ہو تو وہ اسے نہ پیئے اور نہ اسے فروخت کرے۔"

راوی کہتے ہیں کہ جن لوگوں کے پاس شراب موجود تھی اس کو انہوں نے مدینہ کے راستوں پر بہا دیا۔

اسلام نے سدِّ ذریعہ کے طور پر یہ بات بھی حرام کر دی کہ کوئی مسلمان کسی ایسے شخص کے ہاتھ انگور فروخت کرے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ ان کو نچوڑ کر شراب بنائے گا۔ حدیث میں ہے:

((مَنْ حَبَسَ الْعِنَبَ اَيَّامَ الْقِطَافِ حَتّٰى يَبِيْعَهُ مِنْ يَهُوْدِيٍّ اَوْ نَصْرَانِيٍّ اَوْ مِمَّنْ يَتَّخِذُهُ خَمْرًا فَقَدْ تَقَحَّمَ النَّارَ عَلٰى بَصِيْرَةٍ)) [1]

"جس نے انگور کو فصل کٹنے پر روک رکھا تا کہ وہ کسی یہودی یا نصرانی یا کسی ایسے شخص کے ہاتھ بیچ دے گا جو اس سے شراب بناتا ہو تو وہ جانتے بوجھتے آگ میں گھس پڑا۔"

مسلمان، شراب کا ہدیہ نہیں دے سکتا

شراب کو فروخت کرنا اور اس کی قیمت کھا جانا ہی حرام نہیں ہے بلکہ کسی مسلم یا غیر مسلم کو شراب کا ہدیہ دینا بھی حرام ہے۔ مسلمان پاک ہوتا ہے اور پاک چیز ہی کا ہدیہ دینا اور لینا پسند کرتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ:

"ایک شخص نے چاہا کہ نبی ﷺ کی خدمت میں شراب ہدیۃً پیش کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے شراب حرام کر دی ہے۔ اس نے پوچھا: پھر اسے فروخت کر دوں؟ فرمایا: جس ہستی نے شراب کا پینا حرام کر دیا ہے اس

[1] [ضعیف] مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب البيوع، باب فيمن باع العنب من العصاة ٤/ ٩٠؛ المعجم الاوسط للطبراني ٦/ ١٧١؛ رقم الحديث: ٥٣٥٢؛ الدر المنثور للسيوطي، ٢/ ٣٢٥؛ التلخيص الحبير لابن حجر عسقلاني، ٣/ ١٩، رقم الحديث: ١١٨٠۔

Marfat.com
Marfat.com

نے اس کا فروخت کرنا بھی حرام کر دیا ہے۔ اُس نے کہا: پھر یہود کی خدمت میں ہدیۃً پیش کر دوں؟ فرمایا: جس ہستی نے اسے حرام کیا ہے اس نے یہود کی خدمت میں ہدیۃً پیش کرنا بھی حرام کیا ہے۔ اس نے کہا: پھر میں اسے کیا کروں؟ فرمایا: بطحا کے راستوں پر بہا دو۔'' (1)

شراب کی مجلسوں کا بائیکاٹ

اسی طرح مسلمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ شراب کی مجلسوں کا بائیکاٹ کرے اور شراب پینے والوں کا ہم نشین نہ بنے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَقْعُدُ عَلٰى مَائِدَةٍ تُدَارُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ.)) (2)

''جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ کسی ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دَور چل رہا ہو۔''

کیونکہ مسلمان اس بات پر مامور ہے کہ جب کسی منکر کو دیکھے تو اسے بدل دے اور اگر اس کا ازالہ نہ کر سکتا ہو تو پھر اس سے دور ہو جانا چاہیے۔ خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ شراب پینے والوں کے ساتھ اس شخص کو بھی کوڑے لگاتے جو اُن کی مجلس

---

(1) [ضعیف] مسند حمیدی، ۴۴۷/۲، رقم الحدیث: ۱۰۳۴؛ مسند احمد بن حنبل، ۲۲۷/۴، رقم الحدیث: ۱۷۹۹۵؛ المطالب العالیة لابن حجر عسقلانی، ۱۳۳/۵، رقم الحدیث: ۱۸۲۰؛ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۴۹۴۴، ۳۱۹/۱۱، [شواہد کی بناء پر یہ حدیث صحیح ہے] بحوالہ مسند حمیدی، محقق [مفہوماً]؛ صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم بیع الخمر، رقم الحدیث: ۱۵۷۹۔ (معناً)۔ (2) [صحیح] السنن الکبریٰ للبیهقی، ۲۶۶/۷؛ مسند ابی یعلیٰ الموصلی، ۱۲۷/۱، رقم الحدیث: ۲۴۶؛ مسند احمد بن حنبل، ۲۰/۱، رقم الحدیث: ۱۲۵؛ جامع ترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء فی دخول الحمام، رقم الحدیث: ۲۸۰۱؛ إرواء الغلیل للالبانی، ۶/۷، رقم الحدیث: ۱۹۴۹۔

Marfat.com
Marfat.com

میں شریک ہوتا گو اس نے شراب نہ پی ہو۔

شراب دوا نہیں بیماری ہے

مذکورہ نصوص سے واضح ہے کہ اسلام نے شراب کے خلاف زبردست جنگ کی، مسلمانوں کو اس سے یکسر روک دیا اور اس سے فائدہ اٹھانے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی۔ اسلام میں نہ تھوڑی سی شراب پینا روا ہے، نہ خرید وفروخت کا معاملہ کیا جا سکتا ہے، نہ ہدیہ کے طور پر شراب پیش کی جا سکتی ہے اور نہ اس کو بنانا جائز ہے۔ اسی طرح اپنی تجارت گاہ یا اپنے گھر میں شراب رکھنا بھی جائز نہیں اور نہ ہی جشن وغیرہ کی محفلوں میں پیش کرنے اور غیر مسلم مہمانوں کی اس سے تواضع کرنے اور ماکولات ومشروبات میں اس کی آمیزش کرنے کے لیے کوئی وجہِ جواز ہے۔

رہا دوا کے طور پر شراب کے استعمال کا مسئلہ تو رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے پوچھنے پر اس سے منع فرمایا:

((إِنَّهُ لَيْسَ بِدَوَاءٍ وَلٰكِنَّهُ دَاءٌ.)) [1]

''شراب دوا نہیں بلکہ بیماری ہے۔''

نیز فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً فَتَدَاوَوْا وَلَا تَتَدَاوَوْا بِحَرَامٍ.)) [2]

''اللہ نے بیماری اور دوا دونوں چیزیں نازل کی ہیں اور تمہارے لیے بیماری

---

[1] [صحیح] صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب تحریم التداوی بالخمر، رقم الحدیث: ۱۹۸٤؛ مسند احمد بن حنبل ٤/۳۱۱؛ رقم الحدیث ۱۸۷۸۷؛ سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی الأدویة المکروهة رقم الحدیث: ۳۸۷۳؛ سنن ابن ماجة، کتاب الطب، باب النهی أن یتداوی بالخمر، رقم الحدیث: ۳۵۰۰۔ [2] [ضعیف] سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی الأدویة المکروهة، رقم الحدیث: ۳۸۷٤؛ السنن الکبریٰ للبیهقی ۱۰/۵؛ نصب الرایة للزیلعی ٤/۲۸۵؛ شرح السنة للبغوی، کتاب الطب والرقیٰ، باب الدواء ۱۲/۱۳۹، رقم الحدیث: ۳۲۲٦؛ کنز العمال للمتقی الهندی، ۱۰/۵۳، رقم الحدیث: ۲۸۳۲٤۔

Marfat.com
Marfat.com

کا علاج بھی رکھا ہے لہٰذا علاج کرو لیکن حرام چیز سے علاج نہ کرو۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نشہ آور چیزوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

((اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَ كُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ.)) [1]

"اللہ نے اپنی حرام کردہ چیزوں میں تمہارے لیے شفا نہیں رکھی ہے۔"

علاج معالجہ کے لیے شراب اور دیگر محرمات کو اسلام نے جو حرام قرار دیا ہے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے بقول کسی چیز کی حرمت اس بات کی مقتضی ہوتی ہے کہ اس سے بالکل اجتناب اور دوری اختیار کی جائے۔ اگر بغرضِ علاج اس کو استعمال کرنے کی گنجائش رکھی گئی تو اس سے رغبت اور اختلاط پیدا ہو جائے گا جو شارع کے منشا کے بالکل خلاف ہے۔

موصوف مزید فرماتے ہیں: علاج کے لیے اگر شراب کو مباح کر دیا جاتا تو وہ شہوت و لذت کے حصول کا ذریعہ بن سکتی تھی، خصوصاً جبکہ لوگ اسے مفید اور موجبِ شفا خیال کرتے ہوں۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نفسیاتی پہلو کی طرف بھی متوجہ کیا ہے، فرماتے ہیں:

"دوا سے شفا حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اسے قبولیت کے ساتھ استعمال کیا جائے یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہ وہ مفید ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے جو شفا رکھی ہے اس کی برکت حاصل ہوگی، لیکن ایک مسلمان کا اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ شراب عین حرام ہے۔ یہ اعتقاد اس کے مفید اور ذریعۂ شفا ہونے کے منافی ہے۔ اس اعتقاد کے ساتھ نہ شراب کے بارے میں اچھا گمان پیدا ہو سکتا ہے، اور نہ اسے قبولیت کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ بندہ ایمان میں جتنا پختہ ہوگا اتنا ہی وہ شراب سے نفرت کرے گا اور اسے بُرا اور ناگوار خیال کرے گا۔ ایسی صورت میں شراب کا استعمال اس کے لیے

---

[1] [صحیح موقوفًا] مستدرک حاکم، ٤/٢١٨؛ مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الطب ٥/٨٦؛ صحيح ابن حبان، ٤/٢٣٣؛ رقم الحديث: ١٣٩١؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي، ١٠/٥۔

Marfat.com
Marfat.com

بیماری کا باعث ہوگا نہ کہ دوا کا۔'' [1]

اس کے باوجود شریعت کی نظر میں مجبوری ایک حقیقت ہے جس کی مناسبت سے احکام ہیں۔ فرض کیجیے شراب یا کوئی ایسی چیز جس میں شراب ملائی گئی ہو کسی ایسے مرض کا علاج قرار پائے جس میں انسانی زندگی خطرہ میں پڑگئی ہو اور کوئی ایسی دوا نہ مل سکتی ہو جو اس سے بے نیاز کردے۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ ایسی صورت ممکن ہے۔ اور یہ دوا تجویز کرنے والا مسلمان ماہر طبیب ہو جو دین کے معاملہ میں غیرت مند بھی ہو تو ایسی صورت میں شریعت کے اصول جو آسانی پیدا کرنے اور حرج کو رفع کرنے پر مبنی ہیں اس کے استعمال سے نہیں روکتے، بشرطیکہ یہ استعمال ممکنہ تنگ دائرہ کے اندر ہو۔

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [2]

''پھر جو مجبور ہو جائے بغیر اس کے کہ وہ اس کا چاہنے والا ہو، یا حد سے زیادہ تجاوز کرنے والا تو تمہارا رب غفور ورحیم ہے۔''

مُخدِّرَات (عقل کو بے حس کرنے والی چیزیں)

اَلْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ. ''خمر وہ ہے جو عقل کو ڈھانک دے'' ایک درخشندہ بات ہے جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برمنبرِ رسول ﷺ خطبہ دیتے ہوئے بیان فرمایا۔ اس سے خمر کا مفہوم متعین ہو جاتا ہے اور کسی شبہ کے لیے گنجائش نہیں رہتی۔ ہر وہ چیز جو عقل پر پردہ ڈالے اور قوتِ ممیّزہ، قوتِ مُدرکہ اور قوتِ فیصلہ کو متاثر کردے خَمر (شراب) ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے قیامت تک کے لیے حرام ٹھہرایا ہے۔

مُخدّرات مثلاً گانجا (بھنگ کے بیج)، کوکین، افیون وغیرہ اسی قبیل کی چیزیں ہیں۔ یہ عقل پر اس طرح اثر انداز ہوتی ہیں کہ دور کی چیز قریب اور قریب کی چیز دور نظر آنے لگتی ہے۔ جو چیز واقعۃً موجود ہے اس کے بارے میں ذہول ہونے لگتا ہے، اور جو چیز واقعۃً موجود نہیں ہے اس کو آدمی موجود خیال کرنے لگتا ہے۔ اس طرح وہ اوہام وخیالات کے

---

[1] زاد المعاد: ج ۳، ص: ۱۱۰-۱۱۷۔ [2] ٦/الانعام: ١٤٥۔

Marfat.com
Marfat.com

سمندر میں تیرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے نفس، اپنے دین اور اپنی دنیا سب کو بھول کر محض خیالات کی وادی میں بھٹکنے لگتا ہے۔

علاوہ ازیں اس سے جسم میں فتور اور اعصاب میں بے حسی پیدا ہو جاتی ہے اور صحت کمزور ہو جاتی ہے۔ مزید یہ کہ جو پست ہمتی، اخلاقی گراوٹ، ارادہ کا ڈھیلا پن اور شعور میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں ان زہریلی اشیاء کے عادی معاشرہ کے جسم کا ناسور بن کر رہ جاتے ہیں۔

ان تمام خرابیوں کے علاوہ ضیاعِ مال اور گھروں کی تباہی اس پر مستزاد ہے اور بعض اوقات تو ان منشیات کا عادی اپنے بال بچوں کی غذا تک کا پیسہ ان پر خرچ کر بیٹھتا ہے اور کبھی دوسرے غیر شریفانہ طریقے اختیار کرتا ہے۔

اسلام کا یہ اصول ہم بیان کر چکے ہیں کہ حرام چیزیں خُبث اور مضرت کا باعث ہیں، اور حقیقۃً یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ صحت کے نقطۂ نظر سے نیز نفسیاتی، اخلاقی، اجتماعی اور اقتصادی لحاظ سے یہ چیزیں سخت مضر ہیں جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ ان خبائث کی حرمت پر اُن تمام فقہا کا اتفاق ہے جن کے زمانہ میں ان چیزوں کا ظہور ہوا۔ ان کے پیش پیش شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ موصوف فرماتے ہیں:

> "یہ حشیش (گانجا) حرام ہے، خواہ اس سے مدہوشی طاری ہو یا نہ ہو...... اس میں سرور اور نشہ ہوتا ہے، اس لیے اسے فاجر لوگ ہی استعمال کرتے ہیں اور یہ اپنی خصوصیت کی بنا پر نشہ آور شراب ہی کے قبیل کی چیز ہے۔ شراب محرّک ہے اور خصومت کے جذبات پیدا کرتی ہے، اور گانجا عقل میں فتور پیدا کر کے ذلت کا سامان کرتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ عقل و مزاج میں خرابی پیدا کرنے کا باعث ہے، نیز اس سے شہوت کو شہ ملتی ہے اور بے غیرتی پیدا ہو جاتی ہے۔ ان خرابیوں کے پیشِ نظر گانجا نشہ آور شراب سے بھی بدتر چیز ہے۔ لوگوں میں اس کا چلن تاتاریوں کے ظہور سے ہوا ہے۔ اس کے

Marfat.com
Marfat.com

پینے پر خواہ تھوڑی مقدار میں پیا جائے یا زیادہ مقدار میں، شراب کی حد یعنی اسی یا چالیس کوڑے لگائے جانے چاہئیں۔

جس شخص کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے گانجا پیا ہے تو اس کی یہ حرکت بمنزلہ شراب نوشی کے ہے، بلکہ بعض وجوہ سے اس سے بھی بدتر ہے اور وہ شراب نوشی ہی کی طرح کی سزا کا مستحق ہے۔ شریعت کا قاعدہ یہ ہے کہ محرمات میں سے جن چیزوں کی دلوں میں اشتہاء پیدا ہوتی ہے، جیسے شراب اور زنا، ان پر حد جاری کی جائے گی، لیکن جن چیزوں کی اشتہاء پیدا نہیں ہوتی، جیسے مردار، ان پر تعزیر ہے۔ گانجا تو پینے والوں کو ایسا مرغوب ہوتا ہے کہ وہ اسے کسی حال میں چھوڑنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے، حالانکہ کتاب وسنت کے نصوص اس کے حرام ہونے پر اسی طرح دلالت کرتے ہیں جس طرح کہ دوسری قسم کی شراب کی حرمت پر دلالت کرتے ہیں۔" [1]

جو چیز بھی ضرر رساں ہو اس کا کھانا پینا حرام ہے

اسلامی شریعت کا عام قاعدہ یہ ہے کہ مسلمان کے لیے کسی ایسی چیز کا کھانا پینا جائز نہیں ہے جو اسے فوراً یا آہستہ آہستہ ہلاک کر دے، مثلاً ہر قسم کا زہر یا اور کوئی مضر چیز۔ اسی طرح بکثرت کھانا پینا بھی جائز نہیں کہ بسیار خوری کے نتیجہ میں بیمار پڑ جائے۔ مسلمان کی تحویل میں صرف اس کا نفس ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کا دین، اس کی ملت، اس کی زندگی، اس کی صحت، اس کا مال اور اللہ کی ساری ہی نعمتیں اس کے پاس امانت ہوتی ہیں، لہٰذا ان کو ضائع کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا.﴾ [2]

"اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، یقیناً اللہ تم پر مہربان ہے۔"

اور فرمایا:

---

[1] فتاویٰ ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ج:٤ ص:٢٦٢ اور السیاسة الشرعیة۔ [2] ٤/النسآء:٢٩۔

Marfat.com
Marfat.com

﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ﴾ [1]

''اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ.)) [2]

''ضرر پہنچانا اپنی تمام صورتوں کے ساتھ ناجائز ہے۔''

اس اصول کی مناسبت سے ہم کہتے ہیں کہ تمبا کو اگر استعمال کرنے والے کے لیے مضر ثابت ہو رہا ہو تو حرام ہے [3]، خاص طور سے جبکہ ڈاکٹر کسی خاص شخص کے بارے میں یہ بتلائے کہ تمبا کو کا استعمال اس کے لیے نقصان دہ ہے۔ اگر بالفرض تمبا کو مضرِ صحت نہ ہو تب بھی وہ مال کا ضیاع ہے جس میں نہ دینی فائدہ ہے، نہ دُنیوی۔ حدیث میں ہے:

((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ.)) [4]

''نبی ﷺ نے مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

اور یہ ممانعت اس صورت میں اور مؤکد ہو جاتی ہے جب کہ آدمی اپنی ذات یا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کا ضرورت مند ہو۔

---

[1] ۲/البقرة: ۱۹۵۔ [2] (ضعيف) سنن ابن ماجة، كتاب الأحكام، باب من بنى فى حقه ما يضر بجاره، رقم الحديث: ۲۳٤۰؛ جامع العلوم والحكم، لابن رجب ۲/ ۲۱۰۔ مجمع الزوائد للهيثمى، ٤/ ۱۰، رقم الحديث؛ ٦٥۳۷۔ المعجم الاوسط للطبرانى، ۱/ ۱۹۳، رقم الحديث: ۲۷۰؛ مسند احمد بن حنبل، ۱/ ۳۱۳، رقم الحديث: ۲۸٦٥۔

[3] مؤلف نے لکھا ہے کہ اگر تمبا کو صحت کے لیے نقصان دہ ہو تو حرام ہے خصوصاً جب اسے کسی ماہر ڈاکٹر نے منع کیا ہو ورنہ نہیں۔ ہم اس کے جواب میں یہی کہنا چاہیں گے کہ ہمیں مؤلف کی پریشانی اور اضطراب پر حیرت ہے، کبھی کہتے ہیں کہ خبیث اور ضرر رساں چیز مسلمان نہیں کھا سکتا، وہ اس کے لیے حرام ہے اور کبھی تمبا کو کو جائز کہتے ہیں۔ کتاب کے شروع میں مؤلف نے خبیث چیزوں کو ناپاک کہا ہے اسی لیے ہم کہتے ہیں تمبا کو نوشی حرام ہے۔ نامور محقق نے کئی وجوہات ومفاسد اور مختلف دلائل کے تناظر میں اس کی حرمت ثابت کی ہے۔ دیکھیے اعلام بنقد کتاب الحلال والحرام للفوزان: ۱۵۔۱٦۔ [4] صحيح البخارى، كتاب الأدب، باب عقوق الوالدين من الكبائر، رقم الحديث: ٥۹۷٥؛ صحيح مسلم، كتاب الأقضية، باب النهى عن كثرة المسائل من غير حاجة، رقم الحديث: ٥۹۳؛ مسند احمد بن حنبل، ٤/ ۲٥۰، رقم الحديث: ۱۸۱۹۱۔

Marfat.com
Marfat.com

لباس اور زینت

اسلام میں یہ بات نہ صرف جائز بلکہ مطلوب ہے کہ مسلمان اللہ کی پیدا کردہ زینت، پوشاک اور نفیس لباس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی وضع قطع اور شکل وصورت میں حُسن و جمال پیدا کرے۔

اسلام کی نظر میں لباس سے مقصود دو چیزیں ہیں۔ ایک سترِ عورت اور دوسرے زینت۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان کے لیے پوشش اور زینت کا جو سامان مہیا کیا ہے اس کو احسان سے تعبیر فرمایا ہے:

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ﴾

''اے بنی آدم! ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے جو تمہاری ستر پوشی بھی کرتا ہے اور زینت بھی ہے۔'' [۷/الاعراف:۲۶]

لہٰذا ان دو باتوں، ستر پوشی اور تزیین میں بے اعتدالی اختیار کرنا اسلام کی شاہراہ سے انحراف کر کے شیطان کے راستہ میں جا پڑنا ہے۔ یہ نکتہ اللہ تعالیٰ کی ان دو نداؤں (آیتوں) میں مضمر ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا ہے کہ شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی میں عریانیت اور ترکِ زینت کا طریقہ اختیار نہ کریں:

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ﴾ [1]

''اے بنی آدم! شیطان تمہیں فتنہ میں نہ ڈالے جس طرح اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوایا تھا اور اُن کے لباس اُن پر سے اُتروا دیے تھے تاکہ ان کی شرمگاہیں ان کے سامنے کھول دے۔''

اور فرمایا:

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا

[1] ۷/الاعراف:۲۷۔

Marfat.com
Marfat.com

تُسْرِفُوْا.﴾ ❶

''اے بنی آدم! ہر مسجد کی حاضری کے وقت اپنا لباس پہنو اور کھاؤ اور پیو مگر حد سے تجاوز نہ کرو۔''

اسلام نے مسلمان پر یہ واجب کیا ہے کہ وہ اپنے جسم کے پوشیدہ اعضاء کو جنہیں ایک مہذب انسان فطری طور پر کھولنے میں شرم محسوس کرتا ہے، چھپائے اور ننگے جانوروں سے ممتاز ہو جائے، نیز اسلام کی ہدایت یہ ہے کہ خلوت میں بھی ستر کو چھپائے رکھے، تاکہ شرم وحیا انسان کی عادت وخصلت بن جائے۔

بہز بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ:

((قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! عَوْرَتُنَا مَا نَأْتِیْ مِنْھَا وَمَا نَذَرُ؟ فَقَالَ: اِحْفَظْ عَوْرَتَکَ اِلَّا مِنْ زَوْجَتِکَ اَوْمَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ. قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! فَاِذَا کَانَ الْقَوْمُ بَعْضُھُمْ فِیْ بَعْضٍ؟ قَالَ: فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ لَّا یَرَاھَا اَحَدٌ فَلَا یَرَیَنَّھَا. فَقُلْتُ: فَاِذَا کَانَ اَحَدُنَا خَالِیًا؟ قَالَ: فَاللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَحَقُّ اَنْ یَسْتَحْیِیْ عَنْہُ.)) ❷

''میں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم اپنے ستر کا کس حد تک خیال رکھیں اور کس حد تک نہیں؟ فرمایا: اپنے ستر کی حفاظت کرو بجز اپنی بیوی اور لونڈی کے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! جب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ (سفر وغیرہ میں) ہوں تو؟ فرمایا: جہاں تک ہو سکے ستر پوشی کرو۔ میں نے کہا: جب ہم میں سے کوئی شخص تخلیہ میں ہو تو؟ فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ آدمی اس سے شرمائے۔''

---

❶ ۷/الاعراف: ۳۱۔ ❷ [حسن] سنن ابی داؤد، کتاب الحمام، باب فی التعری، رقم الحدیث: ۴۰۱۷؛ جامع ترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء فی حفظ العورۃ، رقم الحدیث: ۲۷۹۴؛ مستدرک حاکم، ۱۸۰/۴؛ مسند احمد بن حنبل، ۴/۵، رقم الحدیث ۲۰۰۳۴؛ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصفھانی، ۱۳۶/۷، رقم الحدیث: ۹۹۲۱۔

Marfat.com
Marfat.com

نظافت اور جمال والا دین

اسلام نے زیبائش سے پہلے نظافت کا اہتمام کرنا ضروری قرار دیا ہے کیونکہ نظافت ہر قسم کی زیب و زینت کے لیے اساس کی حیثیت رکھتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((تَنَظَّفُوْا فَاِنَّ الْاِسْلَامَ نَظِیْفٌ.)) [1]

"نظافت اختیار کرو کہ اسلام نظافت والا دین ہے۔"

((اَلنَّظَافَةُ تَدْعُوْا اِلَى الْاِیْمَانِ وَالْاِیْمَانُ مَعَ صَاحِبِهٖ فِی الْجَنَّةِ.)) [2]

"نظافت ایمان کی داعی ہے اور ایمان اپنے ساتھی کو لے کر جنت میں جائیگا۔"

نبی ﷺ نے بدن، لباس، گھر اور راستوں کی صفائی کی ترغیب دی ہے اور خاص طور سے اپنے دانت، ہاتھ اور سر کو صاف ستھرا رکھنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

نظافت کی یہ اہمیت ایک ایسے دین میں تعجب خیز نہیں ہے جس نے طہارت کو نماز جیسی اولین عبادت کے لیے کلید کی حیثیت دی ہے، چنانچہ ایک مسلمان کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک کہ اس کا بدن، کپڑے اور نماز کی جگہ صاف نہ ہو۔ یہ نظافت غسل اور وضو سے حاصل ہونے والی طہارت کے علاوہ ہے۔

اہلِ عرب دیہات اور صحرا کے ماحول میں رہتے تھے جس کے زیر اثر اکثر لوگ صفائی اور زیبائش کے معاملہ میں بے اعتنائی برتتے تھے، اس لیے نبی ﷺ اُن کے اندر نظافت کا احساس برابر پیدا کرتے رہے اور ان کی تربیت کرتے رہے اور ان کی تربیت اس طرح کی کہ وہ ترقی کر کے متمدن قوم بن گئے اور جس گھٹیا اور ابتر حالت میں تھے اس سے نکل گئے

---

[1] [ضعیف] أسرار المرفوعة لملا علی القاری، رقم الحدیث: ۱۲۷، ص ۱۵۳؛ کشف الخفاء ومزیل الالباس للعجلونی، ۲۸۸/۱، رقم الحدیث: ۹۲۲؛ تاریخ بغداد للخطیب ۱٤۳/۵؛ المجروحین لابن حبان، ۵۷/۳۔ [2] [ضعیف جداً] مجمع الزوائد للهیثمی، ۲۳٦/۱، رقم الحدیث: ۱۲۱۲؛ المعالاوسط للطبرانی، ۱۵۳/۸، رقم الحدیث: ۷۳۰۷؛ اسرار المرفوعة لملا علی القاری، ص ۱۵٤؛ کتاب ذکر اخبار الأصبهان لأبی نعیم، ۱۸۳/۱۔

Marfat.com
Marfat.com

اوران کی حالت میں موزوں قسم کا جمال پیدا ہوگیا۔

نبی ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا جس کے سر اور داڑھی کے بال پراگندہ تھے۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف اس طرح اشارہ فرمایا کہ گویا آپ ﷺ اسے بال درست کرنے کا حکم دے رہے ہیں، چنانچہ اس نے بال درست کر لیے اور پھر حاضرِ خدمت ہوا۔ آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر فرمایا:

((أَلَيْسَ هٰذَا خَيْرًا مِنْ اَنْ يَاتِيَ اَحَدُكُمْ ثَائِرَ الرَّأْسِ كَاَنَّهُ شَيْطٰنٌ)) [1]

"یہ بہتر ہے یا تمہارا اس حال میں آنا کہ شیطان کی طرح بال پراگندہ ہوں۔"

آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے بال پراگندہ ہیں تو فرمایا:

((أَمَا وَجَدَ هٰذَا مَا يُسَكِّنُ بِهٖ شَعْرَهٗ؟ وَرَأى اٰخَرَ عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَسِخَةٌ فَقَالَ: أَ مَا كَانَ هٰذَا يَجِدُ مَا يَغْسِلُ بِهٖ ثَوْبَهٗ.)) [2]

"کیا اسے بالوں کو درست کرنے کے لیے کوئی چیز نہیں ملی؟ آپ نے ایک اور شخص کو جو میلے کپڑے پہنے ہوئے تھا دیکھا تو فرمایا: کیا اسے اپنے کپڑے دھونے کے لیے کچھ نہیں ملا؟"

ایک اور شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کے جسم پر خراب کپڑے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَلَكَ مَالٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: مِنْ اَيِّ الْمَالِ؟ قَالَ: مِنْ كُلِّ الْمَالِ قَدْ اَعْطَانِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى، قَالَ: فَاِذَا اٰتَاكَ اللّٰهُ مَالًا فَلْيُرَاثَرُ

---

[1] [ضعیف بهذا اللفظ] مؤطا امام مالک، کتاب الشعر، باب اصلاح الشعر ۲/۷۲۳؛ تمهید لابن عبدالبر، ۵/۵۰؛ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الخلقان وفی غسل الثوب، رقم الحدیث: ۴۰۶۲ [معناً]؛ سلسلة الاحادیث الصحیحة للالبانی، ۱/۸۹۱، رقم الحدیث: ۴۹۳۔ [معناً] [2] [صحیح] سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الخلقان وفی غسل الثوب، رقم الحدیث: ۴۰۶۲؛ مستدرک حاکم، ۴/۱۸۶؛ سلسلة الاحادیث الصحیحة للالبانی، ۱/۸۹۱، رقم الحدیث: ۴۹۳؛ مسند احمد بن حنبل، ۳/۳۵۷، رقم الحدیث: ۱۴۸۵۰۔

Marfat.com
Marfat.com

نِعۡمَةِ اللّٰهِ عَلَيۡكَ وَكَرَامَتَهٗ.)) [1]

''تمہارے پاس مال ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: کس قسم کا مال ہے؟ اس نے کہا: ہر قسم کا مال جو مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ فرمایا: جب اللہ نے تمہیں مال سے نوازا ہے تو وہ تم پر اپنی نعمت اور فضل کا اثر بھی دیکھنا چاہتا ہے۔''

آپ ﷺ نے جمعہ وعیدین جیسے اجتماع کے موقعوں پر نظافت وزیبائش کا اہتمام کرنے کی ترغیب دی ہے۔ فرمایا:

((مَا عَلٰی اَحَدِكُمۡ اِنۡ وَجَدَ سَعَةً اَنۡ يَتَّخِذَ ثَوۡبَيۡنِ لِيَوۡمِ الۡجُمُعَةِ غَيۡرَ ثَوۡبَیۡ مِهۡنَتِهٖ.)) [2]

''اگر ممکن ہو تو کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے لیے ایک جوڑی کپڑے مخصوص کر لینے میں کیا مضائقہ ہے؟''

سونا اور خالص ریشم [3] مردوں پر حرام ہے:

اسلام نے جہاں زینت کو جائز بلکہ مطلوب ٹھہرایا ہے اور حرام کر لینے کی مذمت کی ہے، جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:

---

[1] [صحیح] سنن ابی داؤد ، کتاب اللباس، باب فی الخلقان و فی غسل الثوب، رقم الحدیث:٤٠٦٣؛ سنن النسائی ، کتاب الزینة ، باب الجلاجل ، رقم الحدیث: ٥٢٢٦؛ السنن الکبریٰ للبیهقی ١٠/١٠؛مسند احمد بن حنبل ٤٧٣/٣ ، رقم الحدیث: ١٥٨٨٩۔

[2] [صحیح] سنن ابی داؤد ، کتاب الصلاة، باب اللبس للجمعة،رقم الحدیث:١٠٧٨؛ سنن ابن ماجة ، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی الزینة یوم الجمعة، رقم الحدیث:١٠٩٥؛ صحیح ابن خزیمة، رقم الحدیث:١٧٦٥؛ صحیح ابن حبان ١٥/٧، ١٦، رقم الحدیث:٢٧٧٧ صحیح بشاهده.

[3] مصنف کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ خالص ریشم پہننا مردوں کے لئے حرام ہے جبکہ کسی چیز سے ملا ہوا ریشم پہننا جائز ہے حالانکہ اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ اگر ریشم غالب ہو تو اس کا حکم خالص ریشم والا ہے کہ وہ مردوں کے لئے حرام ہے اور اگر ریشم کم ہو اور دوسری چیز اس پر غالب ہو تو جمہور کے نزدیک جائز ہے کیونکہ ریشم پر دوسری چیز غالب آ چکی ہے دیکھئے: الاعلام بنقد کتاب الحلال والحرام للفوزان: ٢٦.٢٨۔

Marfat.com
Marfat.com

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾ ❶

''کہو، کس نے اللہ کی زینت کو حرام کر دیا ہے جسے اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کیا ہے اور رزق کی پاکیزہ چیزوں کو؟''

وہاں اس نے مردوں پر زینت کی دو چیزیں حرام کر دی ہیں جبکہ عورتوں کے لیے حلال قرار دی ہیں۔ یعنی سونے کے زیورات اور خالص ریشم پہننا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کو اپنے داہنے ہاتھ میں اور سونے کو اپنے بائیں ہاتھ میں رکھ کر فرمایا:

((اِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ.)) ❷

''یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔''

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے ہوئے سنا:

((لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيْرَ فَاِنَّ مَنْ لَبِسَهٗ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْاٰخِرَةِ.)) ❸

''ریشم کو نہ پہنو، کیونکہ جو شخص دنیا میں ریشم پہنتا ہے وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔''

---

❶ ۷/الاعراف:۳۲۔ ❷ [صحیح] مسند احمد بن حنبل، ۱/ ۱۱۵، رقم الحدیث:۹۳۵؛ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الحریر للنساء رقم الحدیث:۴۰۵۷؛ سنن ابن ماجة، کتاب اللباس، باب لبس الحریر والذهب للنساء، رقم الحدیث:۳۵۹۵؛ سنن النسائی، کتاب الزینة، باب تحریم الذهب علی الرجال، رقم الحدیث:۵۱۴۸۔

❸ صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر للرجال، رقم الحدیث:۵۸۳۲؛ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ماجاء فی لبس الحریر رقم الحدیث:۴۰۴۰؛ سنن ابن ماجة، کتاب اللباس، باب کراهیة لبس الحریر، رقم الحدیث: ۳۵۸۸؛ مسند احمد بن حنبل، ۱/ ۲۰، رقم الحدیث:۱۲۳؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم استعمال إناء الذهب والفضة، رقم الحدیث:۲۰۶۹۔

Marfat.com
Marfat.com

اور ریشم کے ایک جوڑے کے بارے میں فرمایا:

((اِنَّمَا هٰذِهٖ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ.)) 1

''یہ اُن لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔''

آپ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو نکال کر پھینک دی اور فرمایا:

((يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ اِلٰى جَمْرَةٍ مِنْ نَارٍ فَيَجْعَلُهَا فِيْ يَدِهٖ.))

''تم چاہتے ہو کہ اپنے ہاتھ میں انگارہ رکھ لو؟''

نبی ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد کسی نے اُس شخص سے کہا کہ انگوٹھی اٹھا لو اور اپنے کام میں لے آؤ۔ اس شخص نے کہا:

((لَا، وَاللّٰهِ لَا اٰخُذُهٗ وَقَدْ طَرَحَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ.)) 2

''قسم اللہ کی! میں اسے نہیں اٹھاؤں گا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو پھینک دیا ہے۔''

سونے کی انگوٹھی ہی کی طرح وہ چیزیں ہیں جن کو آج عیش پرست لوگ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً سونے کا قلم، سونے کی گھڑی، سونے کا سگریٹ لائٹر، سونے کی سگریٹ کی ڈبیہ اور سونے کا سگریٹ ہولڈر وغیرہ۔

البتہ چاندی کی انگوٹھی نبی ﷺ نے مردوں کے لیے جائز کر دی ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

1 [صحيح] صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب لبس الحرير للرجال، رقم الحديث:٥٨٣٥؛ صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة، رقم الحديث:٢٠٦٩؛ سنن ابن ماجة، كتاب اللباس، باب كراهية لبس الحرير، رقم الحديث: ٣٥٩١؛ مسند احمد بن حنبل، ٤٦/١، رقم الحديث: ٣٢١۔ 2 [صحيح] صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم خاتم الذهب على الرجال، رقم الحديث: ٢٠٩٠؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي، ٤٢٤/٢؛ نصب الراية للزيلعي، كتاب الكراهية ٤/٢٣٥، آداب الزفاف للألباني، ص ١٣٣۔

Marfat.com
Marfat.com

((اِتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ وَكَانَ فِيْ يَدِهٖ ثُمَّ كَانَ بَعْدُ فِيْ يَدِ اَبِيْ بَكْرٍ ثُمَّ كَانَ بَعْدُ فِيْ يَدِ عُمَرَ ثُمَّ كَانَ بَعْدُ فِيْ يَدِ عُثْمَانَ حَتّٰى وَقَعَ بَعْدُ فِيْ بِئْرِ أَرِيْسَ.)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی تھی۔ جو آپ ﷺ کے دستِ مبارک میں تھی۔ آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی اور اخیر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی یہاں تک کہ اریس نامی کنویں میں گر پڑی۔''

رہی دوسری دھاتوں کی انگوٹھی مثلاً لوہے وغیرہ کی تو اس کی حرمت کسی صحیح نص سے ثابت نہیں ہے، بلکہ صحیح بخاری کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے مہر کے بارے میں فرمایا:

((اِلْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيْدٍ.)) [2]

''کوئی چیز تلاش کرو خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔''

اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لوہے کی انگوٹھی کے جواز پر استدلال کیا ہے۔

اور ریشم کا کپڑا پہننے کا جواز اس صورت میں ہے جبکہ اس کی واقعی ضرورت ہو، ''چنانچہ نبی ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو

---

[1] صحيح البخاری، كتاب اللباس، باب خاتم الفضة، رقم الحديث:٥٨٦٦؛ سنن ابی داؤد، كتاب الخاتم ، باب ماجاء فی اتخاذ الخاتم ، رقم الحديث: ٤٢١٨؛ سنن نسائی ، كتاب الزينة ، باب طرح الخاتم و ترك لبسه ، رقم الحديث:٥٢٩٥؛ صحيح ابن حبان ١٢/٣٠٧، رقم الحديث: ٥٤٩٥۔ [2] صحيح البخاری ، كتاب النكاح، باب النظر إلى المرأة قبل التزويج ، رقم الحديث:٥١٢٦؛ صحيح مسلم، كتاب النكاح ، باب الصداق وجواز كونه تعليم قرآن و خاتم حديد ، رقم الحديث: ١٤٢٥؛ سنن النسائی ، كتاب النكاح، باب هبة المرأة نفسها لرجل بغير صداق، رقم الحديث: ٣٣٦١؛ سنن ابی داؤد، كتاب النكاح ، باب فی التزويج على العمل يعمل ، رقم الحديث: ٢١١١؛ سنن ابن ماجة ، كتاب النكاح ، باب صداق النساء، رقم الحديث:١٨٨٩۔

Marfat.com
Marfat.com

خارش کی وجہ سے ریشم کے کپڑے پہننے کی اجازت عطا فرمائی تھی۔“ [1]

مردوں پر ریشم حرام کرنے کی مصلحت

ریشم اور سونا مردوں پر جن مصالح کی بنا پر حرام کر دیا گیا ہے وہ نہایت اہم تربیتی اور اخلاقی مصالح ہیں۔ اسلام جو جہاد اور قوت کا دین ہے، مردانگی کا تحفظ چاہتا ہے اُن مظاہر کے مقابلہ میں جو کردار میں کمزوری، ڈھیلا پن اور گراوٹ پیدا کرتے ہیں۔ مرد کو اللہ تعالیٰ نے عورت سے مختلف جسمانی ساخت عطا کی ہے، اس لیے یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ وہ حسین عورتوں کا مقابلہ کرنے لگے، اور زیورات سے آراستہ ہونے اور خوبصورت پوشاک زیب تن کرنے میں ان کی ہمسری کرنے لگے۔ علاوہ ازیں اس حرمت کے پیچھے اجتماعی مصلحتیں بھی کارفرما ہیں۔

اسلام نے تعیش کے خلاف جنگ کا جو پروگرام بنایا اس کا ایک جُز سونے اور ریشم کی حرمت بھی ہے۔ قرآن کی نظر میں عیش پرستی وہ اخلاقی گراوٹ ہے جس نے کتنی ہی قوموں کو تباہی کے گھاٹ اتارا۔ یہ عیش پرستی اجتماعی ظلم کا مظہر ہے، کیونکہ ایک قلیل التعداد طبقہ کثیر التعداد اور مفلوک الحال طبقہ کے بل پر مزے اڑاتا ہے۔ یہ طبقہ ہمیشہ حق، خیر اور اصلاح کا مخالف رہا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿وَإِذَآ أَرَدْنَآ أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا۟ فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا ٱلْقَوْلُ فَدَمَّرْنَـٰهَا تَدْمِيرًا ۝﴾ [2]

”اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اُس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں اور وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں تب عذاب کا فیصلہ اُس

---

[1] [صحيح] مسند احمد بن حنبل، ۳/۱۲۷۔ رقم الحديث:۱۲۲۸۸؛ صحيح البخارى، كتاب اللباس، باب ما يرخص للرجال من الحرير للحكة، رقم الحديث:۵۸۳۹؛ صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب اباحة لبس الحرير للرجل، رقم الحديث:۲۰۷۶؛ سنن ابى داؤد، كتاب اللباس، باب فى لبس الحرير لعذر، رقم الحديث:۴۰۵۶۔

[2] ۱۷/الاسراء:۱۶۔

Marfat.com
Marfat.com

بستی پر چسپاں ہو جاتا ہے اور ہم اسے بالکل تباہ کر کے رکھ دیتے ہیں۔"

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ۝﴾ 1

"ہم نے جس بستی میں بھی کوئی خبردار کرنے والا بھیجا تو اس بستی کے عیش پرست لوگوں نے یہی کہا کہ تم جو پیغام لے کر آئے ہو اس سے ہم انکاری ہیں۔"

قرآن کی اس اسپرٹ (روح) کے پیشِ نظر نبی ﷺ نے مسلمان کی زندگی میں تعیش کے جملہ مظاہر کو حرام قرار دیا۔ جس طرح سونا اور ریشم مردوں کے لیے حرام کیا اسی طرح سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال مرد و عورت دونوں کے لیے حرام ٹھہرایا۔

ان تمام مصالح کے علاوہ اقتصادی لحاظ سے بھی اس میں کافی وزن ہے، کیونکہ سونا نقدی کے لیے بین الاقوامی طور پر محفوظ سرمایہ کی حیثیت رکھتا ہے، اس لیے اس کا استعمال مرد کے زیور یا برتن جیسی چیزوں کے لیے ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔

عورتوں کے لیے مباح ہونے کی مصلحت

اس حکم سے عورتوں کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ یہ استثنا عورت کے حق میں رعایت بھی ہے اور نسوانیت کا تقاضا بھی، نیز یہ ان کی زینت پسند فطرت کے عین ہے، بشرطیکہ اس سے مقصود غیر مردوں کو راغب کرنا اور شہوانی جذبات کو برانگیختہ کرنا نہ ہو۔ حدیث میں ہے:

((اَیُّمَا امْرَاَةٍ اِسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلٰی قَوْمٍ لِیَجِدُوْا رِیْحَهَا فَهِیَ زَانِیَةٌ وَكُلُّ عَیْنٍ زَانِیَةٌ.)) 2

"جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرتی ہے تا کہ اس کی مہک ان تک پہنچے وہ زانیہ ہے اور ہر نظر بد زانیہ ہے۔"

---

1 ٣٤/سبا: ٣٤۔ 2 [صحیح] مسند احمد بن حنبل، ٤/٤٠٠، رقم الحدیث:١٩٥٧٨؛ سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، باب فی طیب المرأة للخروج، رقم الحدیث:٤١٧٣؛ جامع ترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء فی کراهیة خروج المرأة متعطرة، رقم الحدیث:٢٧٨٦؛ صحیح ابن حبان، ١٠/٢٧٠، رقم الحدیث:٤٤٢٤۔

Marfat.com
Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ ۚ﴾ [1]

''وہ اپنے پاؤں زور سے مارتی ہوئی نہ چلیں کہ انہوں نے اپنی جس زینت کو چھپا رکھا ہے وہ معلوم ہو جائے۔''

مسلمان خاتون کا لباس

اسلام نے عورت کے لیے ایسے کپڑے پہننا حرام کر دیا ہے جن کے اندر سے بدن نظر آئے یا جھلکے۔ اسی طرح وہ کپڑا بھی حرام ہے جس سے بدن کے خدوخال اور خاص طور سے وہ اعضا نمایاں ہوں جن سے فتنہ کا اندیشہ ہو سکتا ہے، مثلاً پستان، کمر، چوتڑ وغیرہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا، قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ، يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ. وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا.)) [2]

''دو گروہ دوزخی ہیں جنہیں میں نے دیکھا نہیں ہے۔ ایک وہ جن کے ساتھ گائے کی دُم کی طرح کوڑے ہوں گے جن کو وہ لوگوں پر برسائیں گے (یعنی ظالم حکمران) اور دوسری وہ عورتیں جو کپڑے پہن کر بھی برہنہ رہیں گی۔ وہ اپنی طرف مردوں کو مائل کریں گی اور خود مردوں کی طرف مائل ہوں گی۔ اُن کے سر اونٹ کے جھکتے ہوئے کوہان کی طرح ہوں گے۔ وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ اُس کی خوشبو پا سکیں گی حالانکہ اس کی

[1] ٢٤/النور: ٣١۔ [2] صحیح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب النساء الكاسيات العاريات، رقم الحديث: ٢١٢٨؛ مسند احمد بن حنبل، ٢/ ٣٥٥، رقم الحديث: ٨٦٦٤؛ صحيح ابن حبان، ١٦/ ٥٠٠، رقم الحديث: ٧٤٦١۔

Marfat.com
Marfat.com

خوشبو دور دور تک پھیلی ہوئی ہو گی۔"

وہ کاسیات یعنی کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی۔ اس کے باوجود عاریات یعنی برہنہ ہوں گی کیونکہ ان کے کپڑے اس قدر باریک اور شفاف ہوں گے کہ بدن اندر سے ظاہر ہو رہا ہو گا اور وہ ستر پوشی کا کام نہیں دے سکیں گے۔ موجودہ زمانہ کی عورتیں زیادہ تر ایسا ہی لباس پہنتی ہیں۔

اور اُن کے سر کو اونٹ کے کوہان سے اس لیے تشبیہ دی ہے کہ وہ اپنے بالوں کا جوڑا سر کے درمیانی حصہ میں اونچا کر کے باندھیں گی۔ گویا نبی ﷺ غیب سے جھانک کر عصرِ حاضر کا مشاہدہ فرما رہے تھے جس میں عورتوں کے بال سنوارنے اور ان کو فیشن ایبل (Fashionable) بنانے کے لیے خاص مراکز قائم ہو گئے ہیں۔ ان مراکز کو "کوافیر" کہا جاتا ہے اور ان کی نگرانی زیادہ تر مرد کرتے ہیں اور اپنی اس خدمت کی خوب خوب اجرت طلب کرتے ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ عورتوں کا عام طور سے یہ حال ہے کہ اللہ کے عطا کردہ قدرتی بال کو ناکافی خیال کرتے ہوئے مصنوعی بال خرید کر اپنے بالوں میں لگا لیتی ہیں۔

ایک طرف مرد ہیں جو ملائمت و نزاکت اور حسن و جمال میں عورتوں سے بڑھ جانے کے خواہش مند ہیں اور دوسری طرف عورتیں ہیں جو پُرکشش بن کر مَردوں کو اپنی طرف راغب کرنا چاہتی ہیں۔

مذکورہ حدیث میں ایک عجیب نکتہ یہ ہے کہ سیاسی اِستبداد اور اخلاقی گراوٹ کے درمیان ایک قسم کا ربط ہے جس کی تصدیق حالاتِ حاضرہ نے کر دی ہے۔ اِستبداد کرنے والے ہمیشہ قوم کو شہوت انگیز کاموں میں مصروف رکھ کر اور لوگوں کو ذاتی دلچسپی کے کاموں میں اُلجھا کر اُن کی توجہ عام مسائل کی طرف سے ہٹاتے رہتے ہیں۔

عورت اور مرد کا ایک دوسرے کی مشابہت کرنا

نبی ﷺ نے واضح طور سے بیان فرمایا ہے کہ:

"عورت کے لیے مرد کا لباس پہننا اور مرد کے لیے عورت کا لباس پہننا

Marfat.com
Marfat.com

ممنوع ہے۔" ❶

نیز "آپ ﷺ نے عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔" ❷

مشابہت کے مفہوم میں بات چیت، حرکت، چال اور لباس وغیرہ شامل ہیں۔

انسانی زندگی میں شر کے پیدا ہونے اور معاشرہ کے بگاڑ میں مبتلا ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ انسان اپنی فطرت سے انحراف اور طبعی اُمور کے خلاف رویہّ اختیار کرتا ہے۔ مرد ایک مخصوص مزاج کا حامل ہوتا ہے اور عورت بھی ایک مخصوص مزاج کی حامل ہوتی ہے۔ ہر ایک کی خصوصیات الگ الگ ہیں لیکن جب مرد مخنث بننے کی کوشش کرنے لگتا ہے اور عورت مرد بن جانے کی تو اس کا نتیجہ بگاڑ اور اخلاقی گراوٹ کی شکل میں ظاہر ہونے لگتا ہے۔

"نبی ﷺ نے ایسے شخص کو ملعون قرار دیا ہے جس نے اپنے کو مؤنث بنالیا اور عورتوں کی مشابہت کرنے لگا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے مرد بنایا تھا، اور وہ عورت بھی جسے اللہ نے مؤنث بنایا تھا لیکن وہ مذکر بن کر مردوں کی مشابہت کرنے لگی۔" ❸

اسی بنا پر نبی ﷺ نے مردوں کو زرد رنگ کے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

---

❶ [صحیح] [معناً] سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، رقم الحدیث:٤٠٩٨؛ مستدرک حاکم، ١٩٤/٤، رقم الحدیث:٧٤٩٢؛ صحیح ابن حبان، ٦٣/١٣، رقم الحدیث: ٥٧٥١، ٥٧٥٢؛ مسند احمد بن حنبل، ٣٢٥/٢، رقم الحدیث:٨٣٠٩۔ ❷ صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب المتشبهین بالنساء والمتشبهات بالرجال، رقم الحدیث:٥٨٨٥؛ مجمع الزوائد للهیثمی، ١٠٢/٨، رقم الحدیث:١٣١٩٧؛ المعجم الکبیر للطبرانی، ٢٠١/١١، رقم الحدیث: ١١٦٤٦؛ مسند احمد بن حنبل، ٢٠٠/٢ رقم الحدیث:٦٨٧٥؛ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء رقم الحدیث:٤٠٩٧؛ جامع ترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء فی المتشبهات بالرجال من النساء، رقم الحدیث:٢٧٨٤۔

❸ [ضعیف] المعجم الکبیر للطبرانی، ٢٠٤/٨، رقم الحدیث:٧٨٢٧؛ مجمع الزوائد للهیثمی، ١١٩/٨، ١٢٠، رقم الحدیث:١٣٢٠٢؛ الدر المنثور للسیوطی، ٢٢/٢۔

Marfat.com
Marfat.com

((نَهَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ التَّخَتُّمِ بِالذَّهَبِ وَعَنْ لِبَاسِ الْقَسِيِّ...... وَعَنْ لِبَاسِ الْمُعَصْفَرِ.)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے مجھے سونے کی انگوٹھی پہننے اور قسی (ایک قسم کا ریشم) کا لباس پہننے......اور زرد رنگ کے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے۔''

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((رَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ فَقَالَ: إِنَّ هٰذِهِ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهَا.)) [2]

''رسول اللہ ﷺ نے میرے جسم پر زرد رنگ کے دو کپڑے دیکھے تو فرمایا: یہ کفار کا لباس ہے اسے نہ پہنو۔''

شہرت اور تکبّر کا لباس

پاکیزہ چیزوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے خواہ وہ کھانے پینے کی ہوں یا پہننے کی، عام شرط یہ ہے کہ اس معاملہ میں اسراف اور تکبر نہ کیا جائے۔ اسراف یہ ہے کہ حلال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حد سے تجاوز کیا جائے اور تکبر کا تعلق ظاہر کی بہ نسبت دل اور نیت سے زیادہ ہے، اور تکبر (اختیال) یہ ہے کہ آدمی اپنے کو بڑا سمجھتے ہوئے غرور میں مبتلا ہو جائے اور لوگوں کے مقابلہ میں فخر کرنے لگے۔

﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾ [3]

''اللہ کو ایسے لوگ پسند نہیں ہیں جو اترانے والے اور فخر کرنے والے ہوں۔''

---

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب النهی عن لبس الرجل الثوب المعصفر رقم الحدیث: ۲۰۷۸؛ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب من کرهه، رقم الحدیث: ۴۰۴۴؛ جامع ترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی کراهیة خاتم الذهب، رقم الحدیث: ۱۷۳۸؛ سنن النسائی، کتاب الزینة، باب الرخصة فی خاتم الذهب للرجال، رقم الحدیث: ۵۱۷۹۔

[2] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب النهی عن لبس الرجل الثوب المعصفر، رقم الحدیث: ۲۰۷۷؛ سنن النسائی، کتاب الزینة، باب ذکر النهی عن لبس المعصفر، رقم الحدیث: ۵۳۱۸؛ مسند احمد بن حنبل، ۱۶۲/۲۔ [3] ۵۷/الحدید: ۲۳۔

Marfat.com
Marfat.com

نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) ❶

''جو اپنے کپڑے تکبر سے گھسیٹتے ہوئے چلے گا تو اللہ قیامت کے دن اُس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا۔''

چونکہ مسلمان کو ایسی چیز سے جس میں تکبر کا اندیشہ ہو، اجتناب کرنا چاہیے۔ اس لیے نبی ﷺ نے شہرت کے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے جن سے فخر، ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی خواہش اور مقابلہ کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ حدیث میں ہے:

((مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ أَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) ❷

''جو شخص شہرت کا لباس پہنے گا اللہ اسے قیامت کے دن ذِلت کا لباس پہنائے گا۔''

ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ میں کس قسم کے کپڑے پہنوں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''جس کے پہننے سے نادان لوگ تمہیں بے وقعت خیال نہ کریں (یعنی گھٹیا قسم کے اور بدنما نہ ہوں) اور اہلِ دانش اس میں عیب نہ نکالیں (یعنی حدِ اعتدال سے متجاوز نہ ہوں)'' ❸

---

❶ صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب من جر إزاره من غير خيلاء، رقم الحديث: ٥٧٨٤؛ صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم جر الثوب خيلاء، رقم الحديث ٢٠٨٥؛ سنن ابى داؤد، كتاب اللباس، باب ماجاء في اسبال الإزار، رقم الحديث: ٤٠٨٥؛ سنن ابن ماجة، كتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخيلاء، رقم الحديث: ٣٥٧١۔

❷ [صحيح] سنن ابى داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، رقم الحديث: ٤٠٢٩؛ سنن ابن ماجة، كتاب اللباس، باب من لبس شهرة من الثياب، رقم الحديث: ٣٦٠٦؛ السنن الكبرىٰ للنسائي، رقم الحديث: ٩٤٨٧؛ مسند احمد بن حنبل ٩٢/٢۔

❸ [حسن] المعجم الكبير للطبراني، ٢٠٣/١٢۔ رقم الحديث: ١٣٠٥١؛ مجمع الزوائد للهيثمي ١٣٥/٥، رقم الحديث: ٨٦٠٤۔

Marfat.com
Marfat.com

زینت میں غلو کے لیے خلق اللہ میں تغیر

زینت میں ایسا غلو کہ اللہ کی پیدا کردہ ساخت میں تغیر واقع ہو، اسلام کے نزدیک مردود ہے۔ قرآن نے اسے ''شیطان کی وحی'' سے تعبیر کیا ہے اور قرآن نے شیطان کا یہ قول اُس کے پیروؤں کے بارے میں نقل کیا ہے:

﴿وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ.﴾ [1]

''اور میں انہیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کی بنائی ہوئی ساخت میں ردّوبدل کریں گے۔''

گودنا، دانتوں کو نوکدار بنانا اور خوبصورتی کے لیے آپریشن کرانا

مِن جملہ ان ممنوعات کے بدن کا گودنا اور دانتوں کو نوکدار بنانا ہے۔

((لَعَنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَالْوَاشِرَةَ وَالْمُسْتَوْشِرَةَ.)) [2]

''رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے گودنے والی پر، گودوانے والی پر، دانتوں کو نوکدار بنانے والی پر اور اُس پر جو دانتوں کو نوکدار بنوالے۔''

گودنے کے لیے نیلا رنگ استعمال کیا جاتا ہے اور بدنما نقوش بنائے جاتے ہیں، جس سے چہرے اور ہاتھوں میں بدصورتی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس معاملہ میں بعض عربوں نے اور خاص طور سے عورتوں نے تو حد کر دی ہے کہ اپنے پورے جسم پر نقوش بنا لیتے ہیں، اور بعض اہل مذاہب تو اپنے دیوی، دیوتاؤں اور مذہبی شعائر کی تصویریں بنا لیتے ہیں، چنانچہ نصاریٰ اپنے ہاتھ پر اور سینہ پر صلیب کی تصویر بنا لیتے ہیں۔

علاوہ ان مفاسد کے ایک بڑا مفسدہ یہ بھی ہے کہ بدن میں سوئی چبھونے سے انسان

---

[1] ٤/النسآء:١١٩۔ [2] صحیح البخاري، کتاب اللباس، باب وصل الشعر، رقم الحدیث: ٥٩٣٢، ٥٩٣٦؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة، رقم الحدیث: ٢١٢٤؛ مسند عمر بن عبدالعزیز، رقم الحدیث: ١٢٦؛ اس میں لفظ الواشرة والمستوشرة ہیں لیکن راوی عبدالجبار بن عمر ضعیف ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس لیے یہ کام کرنا، کرانا موجب لعنت ہے۔

رہا ''وَشر'' یعنی دانتوں کو نوکدار اور کوتاہ بنانا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کام کو انجام دینے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے اور اس عورت پر بھی جو کسی سے یہ خدمت لے۔ اگر کوئی مرد یہ خدمت انجام دے تو وہ لعنت کا بدرجہ اولیٰ مستحق ہے۔

نبی ﷺ نے جس طرح اس بات کو حرام کر دیا کہ دانتوں کو نوکدار بنایا جائے اسی طرح اس بات کو بھی حرام ٹھہرایا کہ دانتوں کے درمیان درزیں بنائی جائیں۔

((وَلَعَنَ الْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ.)) [1]

''آپ ﷺ نے خوبصورتی (فیشن) کے لیے دانتوں میں درزیں بنانے والیوں پر جو درحقیقت اللہ کی بنائی ہوئی ساخت میں ردّ و بدل کرتی ہیں، لعنت فرمائی ہے۔''

درزیں بنانے سے مراد دانتوں کے درمیان فاصلہ پیدا کرنا ہے۔ بعض عورتوں کے دانتوں کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے اور بعضوں کے نہیں ہوتا، تو جن کے دانتوں کے درمیان فاصلہ نہیں ہوتا وہ مصنوعی طور پر درزیں بنالیتی ہیں۔ یہ جعل سازی اور آرائش (فیشن) میں غلو ہے جس سے اسلام کا مزاج انکاری ہے۔

مذکورہ بالا حدیثوں کے ذریعہ جو صحیح ہیں، ہم خوبصورتی پیدا کرنے کی غرض سے کیے جانے والے آپریشنوں کا حکم معلوم کر سکتے ہیں جسے جسم وشہوت کی پرستار تہذیب نے رائج کیا ہے یعنی دورِ حاضر کی مادہ پرستانہ مغربی تہذیب نے۔ چنانچہ اپنی ناک یا پستان وغیرہ کی شکل درست کرانے پر مرد ہو یا عورت ہزاروں روپیہ خرچ کر ڈالتے ہیں۔ یہ سب کام موجب لعنت ہیں، کیونکہ یہ تکلیف دہ بھی ہیں اور اللہ کی بنائی ہوئی ساخت میں بلاضرورت ردّوبدل کے مترادف بھی۔ پھر یہ تبدیلی محض صوری ہوتی ہے حقیقی نہیں اور یہ ردوبدل جسم

---

[1] صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب المتفلجات للحسن، رقم الحدیث:۵۹۳۱؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة، رقم الحدیث:۲۱۲۵؛ سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، باب فی صلة الشعر، رقم الحدیث:۴۱۶۹۔

Marfat.com
Marfat.com

میں ہوتا ہے روح میں نہیں۔

"البتہ اگر کسی شخص کے جسم میں کوئی ایسا عیب موجود ہو جو ایک زائد چیز کی حیثیت رکھتا ہو اور اس سے تکلیف محسوس ہوتی ہو یا ذہنی کوفت ہوتی ہو تو اس کا علاج کرانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بشرطیکہ مقصود اس حرج کو دور کرنا ہو جس میں وہ مبتلا ہے اور جس سے عرصہ حیات اس پر تنگ ہو رہا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے دین میں کوئی حرج نہیں رکھا ہے۔" [1]

اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ حدیث ((لَعَنَ الْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ)) "خوبصورتی پیدا کرنے کے لیے دانتوں میں درزیں بنانے والیوں پر آپ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔" کے الفاظ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ کام اس صورت میں مذموم ہے جبکہ جھوٹی خوبصورتی پیدا کرنے کے لیے کیا جائے، لیکن اگر کسی تکلیف یا ضرر کو دور کرنے کی غرض سے واقعی اس کی ضرورت ہو تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَم.

بھنویں باریک کرنا

غلو آمیز زینت کی ایک شکل جسے اسلام نے حرام کیا ہے نمص (بال نوچنا) ہے۔ نمص سے مراد بھوؤں کے بال نکال ڈالنا ہے تاکہ ان کو صاف یا ہموار کیا جاسکے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر لعنت فرمائی ہے:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ النَّامِصَةَ وَالْمُتَنَمِّصَةَ)) [2]

"رسول اللہ ﷺ نے بال نوچنے والی پر اور اس عورت پر جو کسی سے یہ خدمت لے، لعنت فرمائی ہے۔"

بال نوچنے کی حرمت اس صورت میں اور شدید ہو جاتی ہے جبکہ یہ بدکار عورتوں کا شعار ہو۔ حنفی مسلک کے بعض علما کہتے ہیں کہ چہرے کے بال صاف کرنا، سرخی لگانا، نقش

---

[1] المرأة بين البيت والمجتمع، ص ۱۰۵۔ [2] [صحيح] سنن ابی داؤد، كتاب الترجل، باب فی صلة الشعر، رقم الحديث: ۴۱۷۰؛ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما؛ مسند احمد بن حنبل، ۲۵۷/۶، رقم الحديث: ۲۶۲۰۶؛ عن عائشة رضی اللہ عنہا، نیز دیکھیے حوالہ سابق۔

Marfat.com
Marfat.com

ونگار کرنا اور ناخنوں کو پالش (Nail Polish) لگانا جائز ہے، بشرطیکہ شوہر کی اجازت سے یہ کام کیے جائیں، کیونکہ یہ چیزیں بھی زینت میں شامل ہیں۔ لیکن امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے چہرہ کے بال صاف کرنے کی شدت سے مخالفت کی ہے اور اس کا شمار نَمص میں کیا ہے جو حرام ہے۔

البتہ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے "سُنَن" میں نامِصہ کی یہ تعریف بیان کی ہے کہ اس سے مراد وہ عورت ہے جو بھوؤں میں نقش ونگار بنا کر اسے باریک کر دیتی ہے۔ اس سے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کی تردید ہوتی ہے، کیونکہ نَمص کے مفہوم میں چہرہ کے بال صاف کرنا شامل نہیں ہے۔

طبرانی کی روایت ہے کہ ابواسحٰق کی بیوی جو نوجوان تھی اور خوبصورتی کی شائق تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پوچھا: عورت اپنے شوہر کے لیے اپنے رخسار کے بال صاف کر سکتی ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اذیت کو ممکن حد تک دور کرو۔" [1]

بال جوڑنا

عورت کا دوسرے بالوں کو جوڑ کر زینت کرنا بھی حرام ہے، خواہ بال اصلی ہوں یا نقلی، (مصنوعی) یعنی جسے آج کل "باروکہ" کہا جاتا ہے اس جیسے بال۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ، ابن مسعود، ابن عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت بیان کی ہے کہ:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ.)) [2]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال جوڑنے والی اور بالوں کو جڑوانے والی عورت پر

---

[1] فتح الباری لا بن حجر عسقلانی، کتاب اللباس۔ [2] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب وصل الشعر، رقم الحدیث: ۵۹۳۳ تا ۵۹۳۹؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة، رقم الحدیث: ۲۱۲۲ إلی ۲۱۲۵؛ مسند احمد بن حنبل، ۲/ ۳۳۹ رقم الحدیث: ۷۴۷۳۔ عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com
Marfat.com

لعنت فرمائی ہے۔"

اس حرمت کا اطلاق اُن مردوں پر بدرجہ اولیٰ ہوتا ہے جو یہ کام انجام دیں خواہ وہ دوسروں کے سر میں بال لگانے کی خدمت انجام دیں جنہیں آج کل "کوافیر" کہا جاتا ہے یا اپنے سر میں دوسرے بال لگوالیں، جیسے نوجوان زنخے (ہیجڑے)۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی جعلسازی کی سخت مخالفت کی ہے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایسی عورت کو بھی دوسرے بال لگوانے کی اجازت نہیں دی جس کے بال بیماری کی وجہ سے گر گئے ہوں، خواہ وہ پہلی شب کی دلہن ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انصار کی ایک لڑکی کی شادی اس حال میں ہوئی کہ بیماری کی وجہ سے اس کے بال گر چکے تھے۔ لوگوں نے چاہا کہ دوسرے بال لگائیں لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ.)) [1]

"اللہ نے بال جوڑنے والی اور جُڑوانے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔"

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ کہتے ہیں:

((قَدِمَ مُعَاوِيَةُ الْمَدِيْنَةَ اٰخِرَ قَدْمَةٍ قَدِمَهَا فَخَطَبَنَا فَاَخْرَجَ كُبَّةً مِنْ شَعْرٍ قَالَ: مَا كُنْتُ اَرٰی اَحَدًا يَفْعَلُ هٰذَا غَيْرَ الْيَهُوْدِ. اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم سَمَّاهُ الزُّوْرَ يَعْنِی الْوَاصِلَةَ فِی الشَّعْرِ.)) [2]

"حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ تشریف لائے اور مدینہ میں اُن کی یہ تشریف آوری آخری مرتبہ تھی۔ آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور دورانِ خطبہ بالوں کا گچھا نکال کر فرمایا: میں نہیں سمجھتا کہ یہودیوں کے علاوہ اور کوئی یہ فیشن کرتا

[1] صحيح بخاری، كتاب اللباس، باب وصل الشعر رقم الحديث: ٥٩٣٤؛ صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة، رقم الحديث: ٢١٢٣؛ مسند احمد، ٦/٢٢٨، رقم الحديث: ٢٥٩٠٩۔ [2] صحيح بخاری، كتاب اللباس، باب وصل الشعر رقم الحديث: ٥٩٣٨؛ صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم فعل الواصلة رقم الحديث: ٢١٢٧؛ مسند احمد، ٦/٣٤٥ رقم الحديث: ٢٦٩١٨۔

Marfat.com
Marfat.com

ہو گا۔ نبی ﷺ نے اسے زُور (جھوٹ، فریب) سے تعبیر فرمایا ہے یعنی بال جوڑنے کا فیشن۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ سے کہا:

((اَیْنَ عُلَمَاءُ کُمْ؟ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَنْھٰی عَنْ مِثْلِ ھٰذِہٖ وَ یَقُوْلُ: اِنَّمَا ھَلَکَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ حِیْنَ اتَّخَذَ ھٰذِہٖ نِسَاءُ ھُمْ.))

"تمہارے علما کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس قسم کی چیزوں سے روکتے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بنی اسرائیل کی عورتوں نے جب اس (فیشن) کو اختیار کیا تو وہ ہلاک ہو گئے۔"

رسول اللہ ﷺ نے اس عمل (فیشن) کو "زُور" سے تعبیر فرمایا ہے جس سے تحریم کی حکمت و مصلحت واضح ہوتی ہے۔ یہ ایک قسم کا فریب، جعلسازی اور تصنع ہے۔ اسلام فریب کاری کو سخت ناپسند کرتا ہے اور تمام معاملات کو خواہ وہ مادی یا معنوی، کھوٹ سے پاک دیکھنا چاہتا ہے:

((مَنْ غَشَّنَا فَلَیْسَ مِنَّا.)) [1]

"جس نے ہمارے ساتھ فریب دہی کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

(صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک گروہ نے اسے روایت کیا ہے)

خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"ان چیزوں کے بارے میں سخت وعید اس لیے وارد ہوئی ہے کہ ان میں کھوٹ اور فریب ہے۔ اگر ان کو جائز کر دیا جاتا تو کھوٹ اور فریب کی

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ ((من غشنا فلیس منا)) رقم الحدیث: ۱۰۱؛ سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی النھی عن الغش رقم الحدیث: ۳۴۵۲؛ مسند احمد ۲/۲۴۲ رقم الحدیث: ۷۲۹۲۔

Marfat.com
Marfat.com

دوسری صورتیں بھی جائز ہو جاتیں، نیز ان چیزوں میں قدرتی ساخت میں ردّوبدل کا پہلو بھی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث اَلْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ. (اللہ کی بنائی ہوئی ساخت میں ردوبدل کرنے والیاں) اس کی طرف اشارہ نکلتا ہے۔" (1)

جو حدیثیں حرمت پر دلالت کرتی ہیں ان میں بالوں کو جوڑنے کا حکم بیان ہوا ہے خواہ وہ اصلی ہوں یا مصنوعی۔ اس میں جعل اور فریب دہی کا پہلو ہے، لیکن اگر بال نہ جوڑے جائیں بلکہ کپڑے کی دھجی یا دھاگہ وغیرہ جوڑ دیا جائے تو یہ چیز ممانعت کے حکم میں شامل نہیں ہوگی۔

اس سلسلہ میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

((لَا بَأْسَ بِالْقَوَامِلِ.)) (2)

"قوامل لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"قوامل" سے مراد ریشم، اون وغیرہ کے دھاگے ہیں جن کو عورتیں بالوں میں جوڑ کر چوٹیاں بنالیتی ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔

خضاب لگانا

زینت کے موضوع سے متعلق سر اور ڈاڑھی کو خضاب لگانے کا مسئلہ ہے۔ اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ خضاب لگا کر بالوں کا رنگ بدل دینے کے قائل نہیں تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ زیب و زینت دینداری اور خدا پرستی کے منافی ہے، چنانچہ راہبوں اور دین میں غلو کرنے والے زاہدوں کا یہی شعار ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی تقلید کرنے اور ان کے طریقے اپنانے سے منع فرمایا ہے تاکہ مسلمان ظاہر و باطن میں اپنی مستقل امتیازی حیثیت کو برقرار رکھ سکیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(1) [صحیح] فتح الباری لا بن حجر، کتاب اللباس، باب وحل الشعر؛ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الموصوله رقم الحدیث: ۵۹۴۳؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم فعل الواصلة رقم الحدیث: ۲۱۲۵۔ (2) [ضعیف] فتح الباری، بحواله سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، باب فی صلة الشعر، رقم الحدیث: ۴۱۷۱۔

Marfat.com
Marfat.com

((اِنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى لَا يَصْبَغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ.)) 1

"یہود ونصاریٰ خضاب نہیں لگاتے لیکن تم اُن کے خلاف طرزِ عمل اختیار کرو۔"

یہ حکم یعنی خضاب لگانا مستحب ہے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے واضح ہے۔ چنانچہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم مثلاً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ خضاب لگایا کرتے تھے، لیکن بعض صحابہ رضی اللہ عنہم مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نہیں لگایا کرتے تھے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ خضاب کس قسم کا ہو؟ سیاہ یا کسی بھی رنگ کا خضاب استعمال کیا جا سکتا ہے، یا سیاہ خضاب سے پرہیز کرنا چاہیے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جو شخص بہت بوڑھا ہو گیا ہو اور اس کے سر اور داڑھی کے بال بالکل سفید ہو گئے ہوں اس کو سیاہ خضاب نہیں لگانا چاہیے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے والد ابوقحافہ کو فتح مکہ کے دن اٹھا کر لائے تھے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بٹھا دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر کہ اُن کے سر کے بال بالکل سفید ہو گئے ہیں، فرمایا:

((غَيِّرُوْا هٰذَا وَجَنِّبُوْهُ السَّوَادَ.)) 2

"ان بالوں کا رنگ بدل دو، لیکن سیاہ خضاب سے پرہیز کرو۔"

لیکن جس کا حال ابوقحافہ جیسا نہ ہو اور نہ وہ ان کی عمر کا آدمی ہو تو اس کے سیاہ خضاب لگانے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جب تک ہمارا چہرہ تر و تازہ تھا ہم سیاہ خضاب استعمال کرتے تھے لیکن جب سے چہرہ اور دانتوں میں تغیر آ گیا ہے ہم نے اس کا استعمال ترک کر

---

1 صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب الخضاب، رقم الحديث: ٥٨٩٩؛ صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب في مخالفة اليهود في الصبغ رقم الحديث: ٢١٠٣؛ سنن ابي داؤد، كتاب الترجل، باب في الخضاب، رقم الحديث: ٤٢٠٣۔ 2 صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب شيبه صلى الله عليه وسلم رقم الحديث: ٢٣٤١؛ سنن ابي داؤد، كتاب الترجل، باب في الخضاب رقم الحديث: ٤٢٠٤؛ سنن ابن ماجة، كتاب اللباس، باب الخضاب بالسواد، رقم الحديث: ٣٦٢٤۔

Marfat.com
Marfat.com

دیا ہے۔" ❶

سلف کا ایک گروہ جن میں سعد بن ابی وقاص، عقبہ بن عامر، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم اور جریر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ شامل ہیں، سیاہ خضاب کے جواز کے قائل ہے۔

لیکن علما کے دوسرے گروہ کے نزدیک سیاہ خضاب لگانا جائز نہیں ہے اِلّا یہ کہ جہاد کے موقع پر دشمن کو مرعوب کرنے کی غرض سے لگایا جائے تا کہ دشمن جب اسلام کے لشکر کو دیکھے گا کہ وہ تمام تر نوجوانوں پر مشتمل ہے تو اس کی دھاک دلوں میں بیٹھ جائے گی۔

اور ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

((إِنَّ اَحْسَنَ مَا غَيَّرْتُمْ بِهِ الشَّيْبَ الْحِنَاءُ وَالْكَتَمُ.)) ❷

"بہترین چیز جس سے تم سفید بالوں کا رنگ بدل سکتے ہو وہ حنا اور کتم ہے۔"

کَتَم (وسمہ) یمن کی نباتات ہے جس کا رنگ سیاہ مائل بہ سرخ ہوتا ہے اور حنا کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حنا اور کَتَم کا خضاب لگایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خالص حنا کا خضاب استعمال کیا۔

داڑھی بڑھانا

ہمارے موضوع سے متعلق ایک مسئلہ داڑھی بڑھانے کا بھی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ [مقطوع] مسند احمد، ۲/۲۰۹ قال معمر: و كان الزهري يخضب بالسواد رقم الحديث: ۸۰۸۳؛ طبقات ابن سعد، ذكر صفة علي بن ابي طالب رضی اللہ عنہ ۳/۲۵۔

❷ [صحيح] سنن ابي داؤد، كتاب الترجل، باب في الخضاب، رقم الحديث: ۴۲۰۵؛ جامع ترمذی، كتاب اللباس، باب مما جاء في الخضاب، رقم الحديث: ۱۷۵۳؛ سنن النسائي، كتاب الزينة، باب الخضاب بالحناء والكتم رقم الحديث: ۵۰۸۱؛ سنن ابن ماجة، كتاب اللباس، باب الخضاب بالحناء رقم الحديث: ۳۶۲۲۔

Marfat.com
Marfat.com

((خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ وَ فِرُوا اللُّحٰى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ.)) [1]

''مشرکین کے خلاف طرزِ عمل اختیار کرو۔داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کترواؤ۔''

اس روایت میں توفیر (وَ فِرُوْا) کا لفظ استعمال ہوا ہے اور دوسری روایت میں اِعفاء کا لفظ آیا ہے۔ دونوں کے معنیٰ ایک ہی ہیں یعنی داڑھی کو چھوڑ دینا اور باقی رہنے دینا۔ اس کی علت بھی حدیث نے واضح کر دی ہے یعنی مشرکین کی مخالفت کرنا مقصود ہے۔ مشرکین سے مراد یہاں آتش پرست مجوسی ہیں۔ یہ لوگ داڑھی کترواتے تھے البتہ کچھ لوگ منڈاتے بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی مخالفت کا حکم دے کر مسلمانوں کی تربیت اس انداز سے کرنا چاہی ہے کہ وہ اپنا تشخص قائم رکھ سکیں اور صوری اور معنوی، ظاہری اور باطنی ہر اعتبار سے دوسروں کے مقابلہ میں ممتاز ہوں۔ علاوہ ازیں اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ داڑھی منڈانا ایک ایسا فعل ہے جو فطرت کے خلاف ہے اور اس میں عورتوں سے مشابہت کا پہلو بھی ہے۔ دراصل داڑھی رجولیت (مردانگی) کی تکمیل ہے اور اس سے مرد کا امتیاز قائم ہوتا ہے۔

داڑھی کو چھوڑ دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سرے سے بال کم نہ کیے جائیں [2]۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب اعفاء اللحی، رقم الحدیث:۵۸۹۳؛ صحیح بخاری، کتاب اللباس باب تقلیم الاظفار رقم الحدیث:۵۸۹۲؛ صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، رقم الحدیث: ۲۵۹۔

[2] مصنف کا یہ قول کہ داڑھی کو چھوڑنے کا مطلب یہ نہیں کہ سرے سے اس کے بال کم ہی نہ کیے جائیں ہم کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم یہی تو مطلب ہے۔ لفظ اعفاء کا مطلب ہی یہی ہے کہ اس کو معاف کر دو۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اعفاء اللحیۃ داڑھی کو صاف کرنے کا مطلب ہے کہ اسے مکمل طور پر بڑھاؤ حدیث کا ظاہر یہی کہتا ہے شرح نووی: ۱۹۶/۳۔ اور مصنف نے ترمذی شریف کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ حدیث انتہائی ضعیف ہے بعض علما نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے۔ علما کی ایک پوری جماعت نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ پھر مصنف نے دعویٰ کیا ہے داڑھی کاٹنے پر علمائے سلف کا عمل ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے قول وعمل کے مقابلہ میں کسی کی کوئی اہمیت نہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا جو عمل مؤلف نے ذکر کیا ہے اس کے لئے ہم کہنا چاہیں گے کہ وہ صرف حج یا عمرہ کے موقع پر مٹھی بھر سے زائد داڑھی کاٹ لیا کرتے تھے مصنف نے مطلق طور پر یہ فعل ان کی طرف منسوب کیا ہے یہ طرز عمل صحیح نہیں ہے دیکھئے اعلام بنقد کتاب الحلال والحرام: ۳۰۔۳۱۔

Marfat.com
Marfat.com

ایسی صورت میں داڑھی اس قدر لمبی ہو جائے گی کہ بے ڈھنگا پن ظاہر ہونے لگے گا اور اس سے داڑھی رکھنے والے کو کوفت بھی ہو گی۔ اس لیے یہ مطلب لینا صحیح نہیں، بلکہ (داڑھی کو بڑھانے کے باوجود) اس کے طول وعرض سے کچھ بال کم کیے جا سکتے ہیں جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں ہے۔ [1]

اور بعض سلف سے بھی ایسا کرنا ثابت ہے۔ عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''داڑھی منڈانا، اس کو چھوٹا بنانا اور ہموار کرنا مکروہ ہے البتہ جب داڑھی بڑھ جائے تو اس کے طول وعرض میں سے بال کتر لینا اچھا ہے۔''

اور ابو شامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو داڑھی منڈاتے ہیں حالانکہ مجوسیوں کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ کتراتے تھے۔'' [2]

اس سلسلہ میں مَیں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت اپنے دین کے دشمنوں اور یہود ونصاریٰ جیسے سامراجیوں کی تقلید کرتے ہوئے داڑھی منڈانے لگی ہے، اور مغلوب قوم ہمیشہ غالب قوم کی تقلید کرتی ہے۔ یہ مسلمان اس بات سے غافل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کی مشابہت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حدیث میں ہے:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ.)) [3]

---

[1] ((اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَاْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهٖ مِنْ عَرْضِهَا وَطُوْلِهَا.)) ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی کے طول و عرض سے بال کتر لیا کرتے تھے۔'' [موضوع] جامع ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی الأخذ من اللحیة، رقم الحدیث: ۲۷۶۲؛ غایة المرام، ص ۸۶، رقم الحدیث: ۱۱۰۔ (امام ترمذی نے اس حدیث کو بیان کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔) مترجم

[2] فتح الباری لابن حجر عسقلانی، باب اعفاء اللحی۔

[3] [صحیح] سنن ابی داؤد کتاب اللباس، باب ماجاء فی لبس الشهرة، رقم الحدیث: ۴۰۳۱؛ مسند احمد، ۲/ ۵۰، رقم الحدیث: ۵۱۱۵؛ مجمع الزوائد للهیثمی، ۱۰/ ۴۷۸، رقم الحدیث: ۱۷۹۵۹۔

Marfat.com
Marfat.com

''جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرے گا وہ اُن ہی میں سے ہوگا۔''

بہت سے فقہا کے نزدیک اعفاء لحیہ (داڑھی بڑھاؤ) والی حدیث کے پیشِ نظر داڑھی منڈانا حرام ہے، کیونکہ حکم اصلاً وجوب پر دلالت کرتا ہے اور خاص طور سے یہ حکم تو کفار کی مخالفت کی علت کے ساتھ ہے اور ان کی مخالفت واجب ہے، نیز سلف میں سے کسی کا اس واجب کو ترک کرنا ثابت نہیں ہے۔ لیکن موجودہ دور کے بعض علما حالات سے متاثر ہو کر اور عمومِ بلویٰ (عام ابتلاء کی حالت) کے آگے سپر ڈالتے ہوئے داڑھی منڈانے کو جائز کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ داڑھی رکھنا رسول اللہ ﷺ کے افعال عادیہ میں سے ہے اور شرعی امور سے متعلق نہیں ہے کہ اس کو عبادت کی حیثیت دی جائے۔

لیکن حقیقت میں اعفائے لحیہ (داڑھی رکھنا) نہ صرف رسول اللہ ﷺ کے عمل سے ثابت ہے بلکہ آپ ﷺ نے اس کا صراحت کے ساتھ حکم بھی دیا ہے اور اس کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ کفار کی مخالفت کرنا چاہیے۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ ''ان کی مخالفت شارع کے نزدیک مقصود ہے، کیونکہ ظاہری چیزوں میں مشابہت کرنے سے باطنی طور پر مودّت و محبت اور موالات کی صورت پیدا ہو جاتی ہے، جس طرح باطن کی محبت ظاہر میں مشابہت پیدا کرتی ہے۔ محسوسات اور تجربات اس پر شاہد ہیں۔''

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

''کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے کہ کفار کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے اور ان کی فی الجملہ مشابہت سے منع کیا گیا ہے۔ جس چیز میں کسی خرابی کے مضمر ہونے کا احتمال ہوگا اس پر حرام کا اطلاق ہوگا۔ کفار کی ظاہری افعال میں مشابہت مذموم اخلاق و افعال کی مشابہت کا باعث ہوگی، بلکہ اندیشہ ہے کہ مشابہت کا یہ سلسلہ اعتقادات تک دراز نہ ہو جائے۔ اس کے اثرات گرفت میں نہیں آسکتے، کیونکہ اس سے جو اصل خرابی پیدا ہوتی ہے وہ بظاہر دکھائی نہیں دیتی لیکن اس کا ازالہ بہت مشکل ہے۔ لہٰذا جو چیز بھی خرابی کا

Marfat.com
Marfat.com

موجب ہو اس کو شارع نے حرام قرار دیا ہے۔"

اس طرح ہمارے نزدیک داڑھی منڈانے کے بارے میں تین اقوال ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ داڑھی منڈانا حرام ہے۔ یہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا مسلک ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ داڑھی منڈانا مکروہ ہے۔ یہ قول فتح الباری میں عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کیا گیا ہے اور اُن کے ساتھ کسی اور کا نام مذکور نہیں ہے۔

اور تیسرا قول جواز کا ہے اور موجودہ زمانہ کے بعض علما اسی کے قائل ہیں۔ 1

لیکن غالباً سب سے زیادہ معتدل، قرین قیاس اور مبنی بر صحت قول کراہت کا ہے، کیونکہ داڑھی رکھنے کا حکم قطعی طور پر وجوب پر دلالت نہیں کرتا، گو اس کی علت کفار کی مخالفت کو قرار دیا گیا ہے۔ اسی کے مثل خضاب لگانے کا حکم ہے جس کی علت بھی یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرنا ہے، لیکن بعض صحابہ رضی اللہ عنہم خضاب نہیں لگایا کرتے تھے جس سے معلوم ہوا کہ خضاب لگانا بس مستحب ہے۔ (واجب نہیں) 2

یہ بات صحیح ہے کہ سلف میں سے کسی کا داڑھی منڈانا ثابت نہیں ہے، لیکن اس کی وجہ ممکن ہے یہ ہو کہ انہیں داڑھی منڈانے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی ہو، کیونکہ وہ لوگ داڑھی رکھنے کے عادی تھے۔

---

1 مصنف نے داڑھی منڈوانے کے متعلق علما کے تین قول نقل کیے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مؤلف نے زبردست علمی خیانت کا مظاہرہ کیا ہے داڑھی منڈوانے کا قول کسی سلف سے منقول نہیں کیونکہ وہ داڑھی منڈوانے کی کوئی حاجت محسوس نہیں کرتے تھے۔ مؤلف نے داڑھی منڈوانے کو ترجیح دی ہے، یہ قول باطل ہے اس کی کوئی دلیل نہیں بلکہ دلائل سے یہی بات سمجھ آتی ہے کہ داڑھی منڈوانا حرام ہے۔

2 مصنف نے داڑھی رکھنے کو خضاب لگانے پر قیاس کیا ہے اور اسے واجب کی بجائے مستحب کہا ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ مؤلف کا یہ استدلال سراسر باطل ہے کیونکہ داڑھی کے بارے میں صحابہ کے مابین اختلاف ہے۔ اور ہم یہ بھی کہنا چاہیں گے کہ داڑھی بڑھانے کا مقصد فقط یہ نہیں کہ کفار کی مخالفت کی جائے بلکہ داڑھی بڑھانا امور فطرت میں سے ہے۔ مصنف نے داڑھی منڈوانے کا عمل سلف کی طرف منسوب کیا ہے اور پھر خاموشی اختیار کر لی جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مصنف کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ ہم ان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے دعویٰ پر دلیل پیش کریں! [دیکھیے کتاب اعلام بنقد کتاب الحلال و الحرام للفوازن: ۳۲-۳۳]

Marfat.com
Marfat.com

گھر

مسکن یا گھر آدمی کے لیے محفوظ مقام اور پناہ گاہ کی حیثیت رکھتا ہے جہاں وہ خانگی زندگی بسر کرتا ہے اور سماج کے قیود سے اپنے کو آزاد محسوس کرنے لگتا ہے۔ گھر میں جسم کو آرام ملتا ہے اور نفس کو سکون۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّنۢ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا.﴾ ❶

''اللہ نے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا۔''

اور نبی ﷺ کو کشادہ گھر پسند تھا اور اسے آپ ﷺ دنیوی سعادت خیال فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((اَرْبَعٌ مِنَ السَّعَادَةِ: اَلْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ، وَالْمَسْكَنُ الْوَاسِعُ، وَالْجَارُ الصَّالِحُ، وَالْمَرْكَبُ الْهَنِيْءُ.)) ❷

''چار چیزیں باعثِ سعادت ہیں: نیک بیوی، وسیع مسکن، اچھا پڑوسی اور عمدہ سواری۔''

آپ ﷺ یہ دعا بہ کثرت مانگا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ وَ وَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ وَ بَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ.)) ❸

''خدایا! میرے گناہ بخش دے، میرے گھر میں کشادگی پیدا فرما اور میرے رزق میں برکت عطا کر۔''

---

❶ ١٦/النحل: ٨٠۔ ❷ صحیح ابن حبان ٩/ ٣٤٠، رقم الحدیث: ٤٠٣٢؛ مسند احمد بن حنبل ١/ ١٦٨، رقم الحدیث: ١٤٤٥۔

❸ [ضعیف] نسائی فی الکبریٰ، ٦/ ٢٤، رقم الحدیث: ٩٩٠٨؛ مسند احمد بن حنبل، ٤/ ٣٩٩، رقم الحدیث: ١٩٥٧٤؛ کتاب عمل الیوم واللیلة لابن السنی، باب مایقول بین ظهرانی وضوئه رقم الحدیث: ٢٨؛ المعجم الصغیر للطبرانی ٢/ ٩١۔

Marfat.com
Marfat.com

کسی نے کہا: یارسول اللہ! کیا بات ہے آپ ﷺ اکثر یہ دعا مانگا کرتے ہیں؟ فرمایا:

((وَهَلْ تَرَكْنَ مِنْ شَيْءٍ.))

''اس دعا نے کسی چیز کو بھی چھوڑا ہے؟''

آپ ﷺ نے گھروں کو صاف ستھرا رکھنے کی ترغیب دی ہے تاکہ یہ صفائی...... نظافت پسند دین...... اسلام کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہو اور ایک ایسا عنوان ہو جو مسلمانوں کو اُن لوگوں سے ممتاز کرے جن کے مذہب میں گندگی تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطَّيِّبَ. نَظِيفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ، كَرِيمٌ يُحِبُّ الْكَرَمَ. جَوَادٌ يُحِبُّ الْجُوْدَ، فَنَظِّفُوا أَفْنِيَتَكُمْ وَ لَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُوْدِ.)) [1]

''اللہ تعالیٰ پاک ہے پاکیزگی کو پسند کرتا ہے، نظیف ہے نظافت کو پسند کرتا ہے، کریم ہے کرم کو پسند کرتا ہے، فیاض ہے فیاضی کو پسند کرتا ہے۔ لہٰذا اپنے گھر کے صحن صاف رکھا کرو اور یہود کی مشابہت نہ کرو۔''

تعیش اور بت پرستی کے مظاہر

اپنے گھر کو رنگ و روغن، نقش و نگار اور جائز قسم کی زیب و زینت سے آراستہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ أَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ.﴾ [2]

''کہو، کس نے حرام ٹھہرایا ہے اللہ کی اُس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے؟''

جی ہاں! ایک مسلمان کے لیے کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اپنے گھر، کپڑے اور جوتے

---

[1] [ضعیف] جامع ترمذی کتاب الادب، باب ماجاء فی النظافة، رقم الحديث:۲۷۹۹؛ العلل المتناهية لابن جوزی ۲/۲۲۴۔ رقم الحديث:۱۱۸۶؛ کنز العمال للمتقی الهندی رقم الحديث:۲۱۵۷۰، ۴۸۷۳۔ [2] ۷/الاعراف:۳۲۔

Marfat.com
Marfat.com

وغیرہ کے معاملہ میں جمال کو پسند کرے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ کِبْرٍ. فَقَالَ رَجُلٌ: اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَکُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَنَعْلُهٗ حَسَنًا. فَقَالَ ﷺ: اِنَّ اللّٰهَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ.)) [1]

''جس شخص کے دل میں ذرہ برابر کبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے پوچھا: آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اُس کے کپڑے اور جوتے اچھے ہوں (تو کیا یہ بھی کبر ہے؟) فرمایا: اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔''

دوسری روایت میں ہے:

((اَنَّ رَجُلًا جَمِیْلًا اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ: اِنِّیْ اُحِبُّ الْجَمَالَ وَقَدْ اُعْطِیْتُ مِنْهُ مَاتَرٰی، حَتّٰی مَا اُحِبُّ اَنْ یَفُوْقَنِیْ اَحَدٌ بِشِرَاکِ نَعْلٍ، أَفَمِنَ الْکِبْرِ ذٰلِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: لَا، وَلٰکِنَّ الْکِبْرَ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ.)) [2]

''ایک خوبصورت شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں جمال کو پسند کرتا ہوں اور مجھے جو جمال عطا ہوا ہے اس کا مشاہدہ آپ ﷺ فرما ہی رہے ہیں۔ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص جوتی کے تسمہ کے معاملہ میں بھی مجھ پر فوقیت لے جائے، تو کیا یہ بھی کبر ہے یا رسول اللہ؟ فرمایا: نہیں، بلکہ کبر یہ ہے کہ حق کو ٹھکراؤ اور لوگوں کو حقیر خیال کرنے لگو۔''

البتہ غلو اسلام کو کسی چیز میں بھی پسند نہیں ہے اور نبی ﷺ نے اس بات کو بھی

---

[1] [صحیح] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر و تحریمه، رقم الحدیث: ۹۱؛ اتحاف السادة المتقین للزبیدی، ۴۹۸/۶؛ الدرا لمنثور للسیوطی، ۷۹/۳۔ ۱۱۴/۴۔

[2] [صحیح] سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الکبر رقم الحدیث: ۴۰۹۲۔ مسند احمد بن حنبل، ۳۸۵/۱۔ ۴۲۷۔ بلفظ [فانیتة] مستدرک حاکم، ۱۸۱/۴، ۱۸۲۔

Marfat.com
Marfat.com

پسندیدہ نہیں قرار دیا کہ ایک مسلمان کا گھر تعیش اور اسراف کا مظہر ہو جس کی قرآن نے سخت مذمت کی ہے، یا بت پرستی کا مظہر بنے جس سے اس توحید والے دین نے پوری قوت کے ساتھ جنگ کی ہے۔

سونے چاندی کے برتن

اسی لیے اسلام نے اس بات کو حرام ٹھہرایا ہے کہ مسلمان کے گھر میں سونے چاندی کے برتن یا خالص ریشم کا بستر ہو۔ اس سے انحراف کرنے والے کو نبی ﷺ نے سخت وعید سنائی ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

((اِنَّ الَّذِیْ یَاْکُلُ وَیَشْرَبُ فِیْ اٰنِیَةِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّةِ اِنَّمَا یُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِهٖ نَارَ جَهَنَّمَ.)) [1]

"جو شخص سونے اور چاندی کے برتن میں کھاتا پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔"

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ نَشْرَبَ فِیْ اٰنِیَةِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّةِ وَاَنْ نَاْکُلَ فِیْهَا وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِیْرِ وَالدِّیْبَاجِ وَاَنْ نَجْلِسَ عَلَیْهِ وَقَالَ: هُوَ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا وَلَنَا فِی الْاٰخِرَةِ.)) [2]

"رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے اور پینے سے منع فرمایا ہے، نیز حریر و دیباج کے کپڑے پہننے اور اُن پر بیٹھنے کی بھی

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الأشربة، باب آنیة الفضة، رقم الحدیث: ٥٦٣٤؛ صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب تحریم استعمال اوانی الذهب رقم الحدیث: ٢٠٦٥؛ مسند احمد بن حنبل ٣٠١/٦ رقم الحدیث: ٢٦٥٦٨۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الأشربة، باب الشرب فی آنیة الذهب، رقم الحدیث: ٥٦٣٢؛ صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب تحریم استعمال إناء الذهب رقم الحدیث: ٢٠٦٥[لحوه]؛ مسند احمد بن حنبل ٣٨٥/٥ رقم الحدیث: ٢٣٢٦٩۔

Marfat.com
Marfat.com

ممانعت کی ہے اور فرمایا ہے: یہ چیزیں کفار کے لیے دنیا میں ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں ہوں گی۔"

اور جب یہ چیزیں حرام ہیں تو ان کو تحفہ میں دینا اور سجاوٹ کے طور پر استعمال کرنا بھی حرام ہے۔

سونے چاندی کے برتنوں اور ریشم کے بستر وغیرہ کی یہ حرمت مرد اور عورت دونوں کے لیے ہے کیونکہ ان چیزوں کو اس لیے حرام کر دیا گیا ہے کہ گھر کو ناپسندیدہ سامان تعیش سے پاک رکھا جائے۔ ابن قدامہ نے اس پر بڑے اچھے انداز سے روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں:

"حدیث کے حکم کی عمومیت کے پیش نظر مرد اور عورت دونوں کے لیے یہ حکم یکساں ہے کیونکہ ان چیزوں کو حرام کر دینے کی علت اسراف، تکبر اور غریبوں کی دل شکنی ہے جس کا تعلق دونوں فریق سے ہے۔ رہا عورتوں کے لیے زیورات کا جواز تو وہ اس بنا پر ہے کہ وہ اپنے شوہروں کے لیے سنگھار کر سکیں۔ اسی ضرورت کے پیش نظر اسے مباح کر دیا گیا ہے۔ ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اگر حرمت کی علت یہی ہے تو پھر یاقوت وغیرہ کے برتن کیوں نہیں حرام کیے گئے جو سونے چاندی سے بھی زیادہ قیمتی چیز ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ غریب لوگ ان چیزوں سے آشنا نہیں ہوتے اس لیے دولت مندوں کے اس چیز کو استعمال کرنے سے غریبوں کی دل شکنی نہیں ہوتی، نیز یہ جواہرات اتنی قلیل مقدار میں پائے جاتے ہیں کہ ان کے برتن بنانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، لہٰذا ان کو حرام قرار دینے کی ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن سونے اور چاندی کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔" [1]

ان وجوہ کے علاوہ ایک وجہ اقتصادی پہلو بھی ہے جس کی طرف ہم اس سے پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔ دراصل سونے اور چاندی کی حیثیت نقدی کے لیے بین الاقوامی محفوظ

[1] المغنی: ج ۸ ص ۳۲۳۔

Marfat.com
Marfat.com

سرمایہ کی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اموال کی قیمت کے لیے معیار بنایا ہے۔ اس میں ایک قسم کی حاکمانہ قوت موجود ہے جو قیمتوں میں صحیح توازن پیدا کرتی ہے اور زرِ مبادلہ کا کام دیتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس طرح اس کے استعمال کی رہنمائی فرما کر انسان کو اپنی نعمت سے نوازا ہے تا کہ وہ اس کو گردش میں رکھیں ورنہ یہ نعمت انہیں اس لیے نہیں عطا کی گئی ہے کہ وہ اس کو نقد خزانہ کی شکل میں گھر میں بند کر رکھیں یا برتن اور سامانِ زینت کی شکل میں بے کار بنا کر رکھ دیں۔ امام غزالی نے ''احیاء العلوم'' میں یہ بات کس قدر خوبی کے ساتھ بیان فرمائی ہے:

''جس نے درہم و دینار سے سونے چاندی کے برتن بنائے اس نے کفرانِ نعمت کیا اور اس کا حال اس شخص سے بھی بدتر ہے جو خزانہ جمع کر کے رکھتا ہے کیونکہ اس کا معاملہ اس شخص کا سا ہے جس نے حاکم شہر کو کپڑا بننے، جھاڑو دینے جیسی خدمت میں لگایا جس کو معمولی لوگ انجام دیتے ہیں۔ اس کو اس طرح استعمال کرنے کے مقابلہ میں جمع کر رکھنا اچھا ہے، کیونکہ پکی ہوئی مٹی، لوہا، سیسہ اور تانبا سیال چیزوں کو محفوظ کرنے کے لیے سونے چاندی کا قائم مقام ہے اور برتن سیال چیزوں کو محفوظ کرنے ہی کے لیے ہوتے ہیں، لیکن پکی ہوئی مٹی اور لوہے سے نقدی کا مقصد حاصل نہیں کیا جا سکتا، اور جو شخص اس حقیقت سے ناآشنا ہو اس پر تشریحِ خداوندی کے ذریعہ یہ بات واضح ہو جانی چاہیے اور اسے یہ حدیث سنانا چاہیے کہ:

((مَنْ شَرِبَ فِي اٰنِيَةٍ مِنْ ذَهَبٍ اَوْفِضَّةٍ فَكَاَنَّمَا يُجَرْجِرُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ.)) [1]

''جو شخص سونے یا چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ گویا اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔''

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الأشربة، باب آنية الفضة رقم الحديث: ٥٦٣٤؛ صحيح مسلم، كتاب الاشربة باب تحريم استعمال الأواني رقم الحديث: ٢٠٦٥؛ مسند احمد بن حنبل، ٣٠١/٦ رقم الحديث: ٢٦٥٦٨۔

Marfat.com
Marfat.com

یہ خیال کرنا صحیح نہ ہوگا کہ اس حرمت کے نتیجہ میں مسلمانوں کے لیے گھر کے معاملات میں تنگی پیدا ہو جاتی ہے۔نہیں، بلکہ پاک اور حلال چیزوں کا دائرہ کافی وسیع ہے۔کانچ، مٹی، چینی، تانبے اور بہت سی دوسری دھاتوں کے برتن کتنے بہترین ہیں! اور روئی اور کتان وغیرہ کے بستر اور تکیے کتنی عمدہ چیزیں ہیں!

اسلام میں مجسموں کی حرمت

کسی دینی گھر میں مجسمہ کا وجود اسلام نے حرام ٹھہرایا ہے۔یعنی وہ مجسم تصویریں جو بے وقعت نہ ہوں۔اس قسم کے مجسموں کی گھر میں موجودگی ملائکہ کی دوری کا باعث ہے حالانکہ وہ (فرشتے) اللہ کی خوشنودی کا مظہر ہیں۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((اِنَّ الْمَلٰئِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ تَمَاثِيْلُ.)) [1]

''جس گھر میں مجسمے ہوں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔''

علما کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تصویر آویزاں کرنے والا کفار کی مشابہت کرتا ہے۔کفار اپنے گھر میں تصویریں لگاتے ہیں اور ان کی تعظیم کرتے ہیں۔یہ بات چونکہ ملائکہ کو ناپسند ہے اس لیے وہ ایسے گھر کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس میں داخل نہیں ہوتے۔

اسلام نے مجسمہ سازی کو حرام کر دیا ہے خواہ مجسمے غیر مسلمین ہی کے لیے کیوں نہ بنائے جائیں۔آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((اِنَّ مِنْ اَشَدِّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُصَوِّرُوْنَ هٰذِهِ الصُّوَرَ.)) [2]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال أحدکم آمین رقم الحدیث:۳۲۲۵؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان، رقم الحدیث:۲۱۰۶'بلفظ مختلف؛ جامع ترمذی، کتاب الأدب باب ماجاء أن الملائکہ لا تدخل بیتاً رقم الحدیث:۲۸۰۵۔ [2] صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما یجوز من الغضب، رقم الحدیث:۶۱۰۹؛صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان رقم الحدیث:۲۱۰۷؛ مسند احمد بن حنبل، ۳۶/۶، رقم الحدیث:۲۴۰۸۱۔

Marfat.com
Marfat.com

''قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اُن لوگوں کو ہوگا جو اس قسم کی تصویریں بناتے ہیں۔''

ایک روایت میں ہے:

((اَلَّذِیْنَ یُضَاهِئُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ.))

''جو اللہ کی تخلیق کی مشابہت کرتے ہیں۔''

نیز نبی ﷺ نے آگاہ کیا ہے کہ:

((مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً کُلِّفَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَنْ یَنْفُخَ فِیْهَا الرُّوْحَ وَ لَیْسَ بِنَافِخٍ فِیْهَا اَبَدًا.)) [1]

''جس نے تصویر بنائی اسے قیامت کے دن اُس میں روح پھونکنے کے لیے کہا جائے گا اور وہ کبھی اس میں روح پھونک نہ سکے گا۔''

یعنی اس میں حقیقی روح ڈالنے کی ذمہ داری ڈالی جائے گی اور یہ ذمہ داری ڈالنے کا مطلب اس کو بے بس کرنا اور سرزنش کرنا ہے۔

مجسموں کو حرام قرار دینے کی مصلحت

(ا) مجسموں کو حرام قرار دینے کی مصلحتیں کئی ایک ہیں۔ من جملہ ان کے ایک مصلحت توحید کا تحفظ اور بت پرستوں کے طرزِ عمل کی مشابہت سے اجتناب کرنا ہے، کیونکہ بت پرست اپنے ہی ہاتھ سے تصویر اور بت بناتے ہیں، پھر اس کو مقدس قرار دے کر اس کے سامنے خشوع کے انداز میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اسلام توحید کے معاملہ میں بڑا حساس ہے اور اس کا اس معاملہ میں حساس اور محتاط ہونا بالکل بجا ہے، کیونکہ جن امتوں نے اپنے پیش رووں اور نیک لوگوں کی تصویریں یادگار کے طور پر بنائیں وہ ایک مدت گزر جانے پر اُن شخصیتوں کو مقدس قرار دے بیٹھے اور انہیں

---

[1] صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب من صور صورة کلف، رقم الحدیث: ۵۹۶۳؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس و الزینة، باب تحریم تصویر صورة الحیوان رقم الحدیث: ۲۱۱۰؛ مسند احمد بن حنبل، ۲۴۱/۱، رقم الحدیث: ۲۱۶۲۔

Marfat.com
Marfat.com

معبود بنا کر اُن کی پرستش شروع کر دی، اُن سے ڈرنے اور امیدیں وابستہ کرنے لگے اور حصول برکت کے لیے اُن کے دربار میں حاضر ہونے لگے، چنانچہ وڈّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر والے یہی کچھ کرتے رہے۔

اسلام کا اس معاملہ میں حساس ہونا کوئی قابل تعجب بات نہیں ہے، کیونکہ وہ ایک ایسا دین ہے جو بگاڑ کے جملہ ذرائع کا سدباب کرنا چاہتا ہے اور ان تمام رخنوں کو بند کرنا چاہتا ہے جن سے شرک جلی یا شرک خفی دل و دماغ میں نفوذ کر جاتا ہے یا جس سے بت پرستوں اور مذہب میں غلو کرنے والوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جاتی ہے اور اسلام کا اس معاملہ میں سخت ہونا اس وجہ سے بھی بالکل بجا ہے کہ اس کی شریعت کسی ایک دور کے لوگوں کے لیے نہیں ہے بلکہ تمام انسانوں کے لیے ہے، خواہ وہ دنیا کے کسی گوشہ میں بستے ہوں اور کسی خاص وقت کے لیے نہیں بلکہ قیامت تک کے لیے ہے۔

(ب) تصویر کی حرمت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مجسمہ ساز یا مصور اس زعم باطل میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ گویا اس نے عدم سے اس مجسمہ یا تصویر کو وجود میں لایا ہے یا مٹی سے ایک جاندار مخلوق بنائی ہے۔ اس کی تصدیق واقعات سے ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے مجسمہ تراشا اور اس کے بعد اس کے نیچے طویل عرصہ تک ٹھہرا رہا۔ جب مجسمہ پوری طرح تیار ہو گیا تو اس کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اس کے خدوخال اور اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر ناز کرنے اور اترانے لگا یہاں تک کہ فخر و غرور کے نشہ میں اس کو مخاطب کر کے بول اٹھا: بات کر! بات کر!

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((اِنَّ الَّذِیْنَ یَصْنَعُوْنَ هٰذِهِ الصُّوَرَ یُعَذَّبُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، یُقَالُ لَهُمْ اَحْیُوْا مَا خَلَقْتُمْ.)) [1]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامة، رقم الحدیث: ۵۹۵۱؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، رقم الحدیث: ۲۱۰۸؛ مسند احمد بن حنبل، ۲/ ۴ رقم الحدیث: ۴۴۷۵۔

Marfat.com
Marfat.com

''جو لوگ اس قسم کی تصویریں بناتے ہیں ان کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا کہ تم نے جو کچھ تخلیق کیا ہے اس میں جان ڈالو۔''

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً فَلْيَخْلُقُوْا شَعِيْرَةً.)) [1]

''اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو میری تخلیق کی طرح تخلیق کرنے لگے۔ یہ لوگ مکی یا جَو کا ایک دانہ ہی پیدا کر دکھائیں۔''

(ج) جو لوگ اس فن کو اختیار کر کے اپنے مقصد کی طرف چل پڑتے ہیں پھر وہ کسی حد پر رکتے نہیں۔ وہ عورتوں کی عریاں اور نیم عریاں تصویریں بنانے لگتے ہیں اور بت پرستی کے مظاہر نیز دیگر مذاہب کے شعائر، مثلاً صلیب، بت وغیرہ بنانے سے بھی نہیں چوکتے حالانکہ اس قسم کی چیزیں بنانا ایک مسلمان کے لیے کسی طرح روا نہیں۔

(د) مزید برآں یہ بھی حقیقت ہے کہ مجسمہ عیش پرستی کے مظاہر میں سے ہے۔ ارباب عیش وعشرت کا ہمیشہ یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ اپنے محلوں کو مجسموں سے آباد کرتے ہیں اور اپنے حجروں کو تصویروں سے مزین کرتے ہیں، نیز مجسمے گوناگوں دھاتوں کے بنوا کر فنکاری کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ اس لیے جس دین نے عیش پرستی کے جملہ مظاہر واقسام کے خلاف جنگ کی ہے اس کا مسلمانوں کے گھروں میں مجسموں کے وجود کو برداشت نہ کرنا اور ان کو حرام قرار دینا بعید از قیاس نہیں ہے۔

اسلام میں شخصیتوں کی یادگار کا طریقہ

ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ جن بڑی شخصیتوں نے تاریخ کے شاندار اوراق پر اپنے اعمال ثبت کیے ہیں ان کے احسانات کا بدلہ امت کے مادی مجسمے

[1] صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب نقض الصور رقم الحدیث: ۵۹۵۳؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، رقم الحدیث: ۲۱۱۱؛ مسند احمد بن حنبل، ۲/۲۳۲، رقم الحدیث: ۷۱۶۶۔

Marfat.com
Marfat.com

کھڑے کر کے ادا نہ کرے کہ یہ مجسمے ان کے فضل وشرف کی یاد آنے والی نسلوں کو دلاتے رہیں؟ قوموں کے ذہن سے اکثر یادیں محو ہوتی رہتی ہیں اور لیل ونہار کا اختلاف انہیں بھلاوے میں ڈال دیتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام شخصیتوں کی تعظیم کے معاملہ میں غلو کو ناپسند کرتا ہے، خواہ ان کا مرتبہ کتنا ہی بلند ہو اور خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((لَا تُطْرُوْنِیْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ ، وَلٰكِنْ قُوْلُوْا عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ.)) [1]

''میری تعریف میں غلو نہ کرو جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کی غلو آمیز تعریف کی بلکہ کہو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کے لیے احتراماً کھڑے ہونا چاہتے تھے لیکن آپ ﷺ نے انہیں اس سے منع کیا اور فرمایا:

((لَا تَقُوْمُوْا كَمَا تَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا.)) [2]

''عجمیوں کی طرح کھڑے نہ ہو جایا کرو۔ وہ ایک دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔''

آپ ﷺ نے امت کو متنبہ فرمایا کہ آپ ﷺ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد وہ آپ ﷺ کی شان میں غلو نہ کرے:

((لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِيْدًا.)) [3]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللّٰہ تعالیٰ ﴿واذکر فی الکتاب مریم﴾ رقم: ٣٤٤٥؛ الشمائل المحمدیه للترمذی، رقم الحدیث: ٣٣١؛ مسند حمیدی، ١٦٢/١ رقم الحدیث: ٢٧؛ الدر المنثور للسیوطی، ٢٤٩/٢۔ [2] [ضعیف] سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب الرجل یقوم للرجل یعظمه بذلك، رقم الحدیث؛ ٥٢٣٠؛ مسند احمد بن حنبل، ٢٥٣/٥، رقم الحدیث: ٢٢١٨١؛ المعجم الکبیر للطبرانی، ٢٧٨/٨، رقم الحدیث: ٨٠٧٢۔

[3] [صحیح] سنن ابی داؤد کتاب المناسك، باب زیارة القبور رقم الحدیث: ٢٠٤٢؛ مسند احمد بن حنبل، ٣٦٧/٢ رقم الحدیث: ٨٨٠٤؛ المعجم الأوسط للطبرانی، ١٦/٩، رقم الحدیث: ٨٠٢٦۔

Marfat.com
Marfat.com

”میری قبر کو جشن گاہ نہ بنانا۔“

اور اپنے رب سے اس طرح دعا فرمائی:

((اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُعْبَدُ.)) [1]

”خدایا! میری قبر کو بت نہ بنا کہ اس کی پرستش کی جانے لگے۔“

کچھ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس طرح مخاطب ہوئے: اے اللہ کے رسول! اے ہماری بہترین شخصیت! اے ہماری بہترین شخصیت کے صاحبزادے! اے ہمارے سردار اور اے ہمارے سردار کے صاحبزادے! آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا:

((یَـا اَیُّهَـا النَّـاسُ قُوْلُوْا بِقَوْلِكُمْ اَوْ بَعْضِ قَوْلِكُمْ، وَلَا یَسْتَهْوِ یَنَّكُمُ الشَّیْطٰنُ، اَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ. مَا اُحِبُّ اَنْ تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ مَنْزِلَتِیَ الَّتِیْ اَنْزَلَنِیَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ.)) [2]

”لوگو! جس طرح تم مجھے خطاب کرتے رہے ہو اسی طرح کرو۔ شیطان تمہیں فریب میں مبتلا نہ کرے۔ میں محمد اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں۔ میں نہیں پسند کرتا کہ جو مقام مجھے اللہ نے عطا فرمایا ہے اس سے بلند مقام تم میرے لیے تجویز کرو۔“

انسان کی تعظیم کے سلسلہ میں اسلام کا موقف یہ نہیں ہے کہ شخصیتوں کے مجسمے بت کی طرح نصب کیے جائیں اور ان پر ہزار ہا روپیہ خرچ کیا جائے تا کہ لوگ ان کی طرف تعظیم اور احترام کے ساتھ اشارہ کریں۔

عظمت کے جھوٹے دعویدار اور باطل تاریخ سازی کرنے والے اس ہتھکنڈے سے کام لے کر قوموں کو گمراہ کرتے ہیں اور انہیں اپنے حقیقی زعماء سے آشنا ہونے نہیں دیتے۔

---

[1] [صحیح] مؤطا امام مالک، ۱/۱۷۲، کتاب قصر الصلاۃ فی السفر، باب جامع الصلاۃ، رقم الحدیث: ۸۵ مرسلاً؛ مسند امام احمد بن حنبل ۲/۲۴۶، رقم الحدیث: ۷۳۵۸؛ التمهید لابن عبدالبر، ۵/۴۳،۴۴۔ [2] [صحیح] مسند احمد بن حنبل، ۳/۱۵۳، رقم الحدیث: ۱۲۵۵۱؛ لنسائی فی الکبریٰ، ۶/۷۰،۷۱ رقم الحدیث: ۱۰۰۷۷،۱۰۰۷۸؛ عمل الیوم واللیلة لابن سنی، رقم الحدیث: ۳۴۸،۳۴۹؛ مسند عبد بن حمید، رقم الحدیث: ۱۳۰۹۔

Marfat.com
Marfat.com

حقیقی دوام جس کے مومن منتظر ہوتے ہیں وہ اللہ کے پاس ہے جو تمام پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور جس سے بھول چوک سرزد نہیں ہوتی۔ اور کتنی عظیم شخصیتوں کے نام اس کے نزدیک دوام کے رجسٹر میں لکھے گئے لیکن مخلوق کے نزدیک وہ غیر معروف رہے۔ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو نیک، متقی اور گمنام ہوں۔ جب وہ کسی مجلس میں موجود ہوں تو انہیں پہچانا نہ جاسکے، اور جب غائب ہوں تو اُن کو کوئی تلاش کرنے والا نہ ہو۔

اگر لوگوں کے پاس دوام مطلوب ہی ہے تو یہ مجسمے کھڑے کردینے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کا واحد طریقہ جو اسلام کے نزدیک پسندیدہ بھی ہے یہ ہے کہ اُن شخصیتوں کی یاد دل و دماغ میں راسخ ہو اور زبانوں پر جاری ہو جائے۔ انہوں نے جو نیک کام کیے اور جو نیک آثار چھوڑے ان کے پیش نظر آنے والی نسلوں میں ان کے لیے سچائی کی زبانیں بلند ہوتی رہیں گی۔

رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدین، قائدین اسلام اور ائمہ عظام کی یادگاریں مادی تصاویر کے ذریعہ قائم نہیں کی گئیں اور نہ اُن کے لیے پتھر کے مجسمے تراشے گئے بلکہ خلف اپنے سلف سے اور اولاد اپنے آبا سے اُن کے کارنامے اور مناقب سینہ بہ سینہ منتقل کرتی رہی، زبانوں پر اُن کا ذکر خیر ہوتا رہا، محفلیں اُن کے تذکروں سے مہک اٹھیں اور دل و دماغ اُن کے کارناموں سے مسحور ہو گئے۔ اتنی عظیم یادگاریں تصویر اور مجسمہ کے بغیر ہی قائم ہو گئیں۔

بچوں کے کھلونے جائز ہیں

کچھ مجسمے ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے نہ تعظیم مقصود ہوتی ہے اور نہ تعیش اور نہ ان سے وہ اندیشے لاحق ہوتے ہیں جن کا ذکر اس سے پہلے گزر چکا۔ ایسے مجسموں کے بارے میں اسلام نے کسی تنگی کا ثبوت نہیں دیا ہے۔

اس کی مثال چھوٹے بچوں کے کھلونے ہیں جو گڑیا، بلی وغیرہ جانداروں کی شکل میں بنائے جاتے ہیں۔ یہ بے وقعت بھی ہوتے ہیں اور ان کو بچے بس کھیلنے کے کام میں لاتے ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((کُنْتُ اَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَكَانَ يَأْتِيْنِيْ

Marfat.com
Marfat.com

صَوَاحِبُ لِیْ، فَکُنَّ یَنْقَمِعْنَ خَوْفًا مِّنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ، وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَسُرُّ لِمَجِیْئِهِنَّ اِلَیَّ، فَیَلْعَبْنَ مَعِیَ.)) [1]

"میں لڑکیوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کھیلا کرتی تھی۔ میری سہیلیاں آتیں اور رسول اللہ ﷺ کے خوف سے چھپ جاتیں۔ حالانکہ آپ ﷺ کو اُن کے میرے پاس آنے سے خوشی ہوتی۔ پھر وہ میرے ساتھ کھیلا کرتیں۔"

دوسری روایت میں ہے:

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَهَا یَوْمًا: مَاهٰذَا؟ قَالَتْ بَنَاتِیْ. قَالَ: مَا هٰذَا الَّذِیْ فِیْ وَسْطِهِنَّ؟ قَالَتْ، فَرَسٌ، قَالَ: مَا هٰذَا الَّذِیْ عَلَیْهِ؟ قَالَتْ جَنَاحَانِ. قَالَ: فَرَسٌ لَهُ جَنَاحَانِ؟ قَالَتْ: اَوَمَا سَمِعْتَ اَنَّهُ، کَانَ لِسُلَیْمٰنَ بْنِ دَاوُدَ خَیْلٌ لَهَا اَجْنِحَةٌ؟ فَضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُهُ.)) [2]

"نبی ﷺ نے ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ میری گڑیاں ہیں۔ پوچھا اُن کے درمیان میں کیا چیز ہے؟ کہا: یہ گھوڑا ہے۔ پوچھا اس گھوڑے کے اوپر کیا چیز ہے؟ کہا: دو پر ہیں۔ فرمایا: گھوڑا اور اس کو پر بھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا حضرت سلیمان بن داوٗد علیہ السلام کے گھوڑے پَر والے تھے؟ یہ سن کر نبی ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک دکھائی دینے

[1] صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب الانبساط الی الناس، رقم الحدیث: ٦١٣٠؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابه، باب من فضائل ام المومنین عائشه، رقم الحدیث: ٢٤٤٠؛ النسائی فی الکبریٰ، ٨/١٧٩، رقم الحدیث: ٨٨٩٧۔

[2] [صحیح] سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب اللعب بالبنات، رقم الحدیث: ٤٩٣٢؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ١٠/٢١٩، باب ما جاء فی اللعب بالبنات؛ الدر المنثور للسیوطی، ٥/٣٠٩۔

Marfat.com
Marfat.com

لگے۔"

ان گڑیوں سے جن کا ذکر حدیث میں ہوا بچے کھیلا کرتے ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو شادی کے وقت بالکل کم سن تھیں۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مذکورہ حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ بچوں کو اس قسم کے مجسموں سے کھیلنے دینا جائز ہے، البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ بچوں کے لیے اس کو خرید کر لانا مکروہ خیال کرتے تھے، اور قاضی عیاض کا قول ہے کہ چھوٹی بچیوں کا گڑیوں سے کھیلنا جائز ہے۔"

اور بچوں کے کھلونے میں وہ مجسمے بھی شامل ہیں جو مٹھائی سے بنائے جاتے ہیں اور تہواروں وغیرہ کے موقع پر فروخت کیے جاتے ہیں۔ بچے تھوڑی دیر ان سے کھیلتے ہیں اور اُن کے بعد اُن کو کھالیتے ہیں۔

ناقص اور مَسخ شدہ مجسمے

حدیث میں آیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہونے سے اس لیے رک گئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے دروازہ پر ایک مجسمہ تھا۔ دوسرے دن بھی داخل نہیں ہوئے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

((مُرْ بِرَاسِ التِّمْثَالِ فَلْيُقْطَعْ حَتّٰى يَصِيرَ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ.)) [1]

"مجسمہ کا سر کٹوا دیجیے اس طرح کہ درخت کی شکل میں مجسمہ رہ جائے۔"

علما کے ایک گروہ نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ حرام تصویر وہ ہے جو مکمل ہو لیکن جس تصویر کا ایسا عضو غائب ہو جس کے بغیر زندہ رہنا ممکن نہیں ہے تو وہ جائز ہے۔

[1] [صحیح] سنن ابی داؤد کتاب اللباس، باب فی الصور، رقم الحدیث: ٤١٥٨؛ جامع ترمذی' کتاب الادب، باب ماجاء أن الملائکة لا تدخل بیتاً، رقم الحدیث: ٢٨٠٦؛ نسائی کتاب الزینة، باب ذکر اشد الناس عذاباً، رقم الحدیث: ٥٣٦٧۔

Marfat.com
Marfat.com

اصل بات یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے مجسمہ کا سر اڑا دینے کے لیے کہا تھا تاکہ وہ درخت کی شکل میں رہ جائے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعتبار کسی ایسے عضو کے ختم کرنے کا نہیں ہے جس کے بغیر زندگی ممکن نہیں، بلکہ اعتبار مسخ کر دینے کا ہے تاکہ وہ ایسی شکل میں باقی ہی نہ رہے کہ اسے دیکھ کر تعظیم کے جذبات پیدا ہونے لگیں۔

اگر ہم غور کریں اور انصاف سے کام لیں تو کسی شک وشبہ کے بغیر کہہ سکتے ہیں کہ نصف مجسمے جن کو بادشاہوں اور لیڈروں کی یادگار کے طور پر میدانوں میں نصب کیا جاتا ہے حرمت میں ان چھوٹے اور مکمل مجسموں سے بڑھ کر ہیں جو گھروں میں زینت کے لیے رکھے جاتے ہیں۔

غیر مجسم تصویریں

یہ تو ہوا تماثیل (مجسموں) کے بارے میں اسلام کا موقف۔ اب سوال یہ ہے کہ اُن فنی تصویروں کا کیا حکم ہے جو کاغذ کپڑے، پردہ، دیوار، فرش اور نقدی وغیرہ پر بنائی جاتی ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے اس کا حکم معلوم کرنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ تصویر فی نفسہ کس چیز کی ہے؟ اسے کہاں رکھا جائے گا؟ کس طرح استعمال کیا جائے گا؟ اور مصور نے اس کو کس غرض سے بنایا ہے؟

اگر یہ فنی تصویریں معبودانِ غیر اللہ کی ہیں، مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کی تصویر جن کو نصاریٰ نے معبود بنا لیا ہے، یا گائے کی تصویر جس کو ہندو پوجتے ہیں تو اس قسم کی تصویریں بنانے والا جو اسی مقصد سے تصویریں بناتا ہے، کافر ہے اور کفر و گمراہی کی اشاعت کرنے والا ہے۔ ایسے ہی مصوروں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید وعید سنائی ہے:

((اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ.)) [1]

''قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ان مصوروں کو ہوگا۔''

---

[1] صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب عذاب المصورين يوم القيامة، رقم الحديث: ٥٩٥٠؛ صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، رقم الحديث: ٢١٠٩؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي، ٤٦٨/٧۔

Marfat.com
Marfat.com

طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہاں مراد وہ مصور ہے جو کسی ایسی چیز کی تصویر بناتا ہے جس کی پرستش کی جاتی ہے۔ اس کا دانستہ طور پر اسی غرض کے لیے تصویر بنانا کفر کے مترادف ہے، لیکن جو شخص اس مقصد سے نہیں بلکہ کسی اور مقصد سے تصویر بناتا ہے وہ صرف گنہگار ہے۔''

اسی طرح اس شخص کا معاملہ ہے جو تصویر کو مقدس سمجھ کر آویزاں کرتا ہے۔ یہ حرکت کسی مسلمان سے صادر نہیں ہوسکتی الاّ یہ کہ وہ اسلام کو پس پشت ڈال دے۔

اس سے مماثلت رکھنے والی شکل یہ ہے کہ تصویر کسی ایسی چیز کی بنائی جائے جس کی پرستش نہیں کی جاتی لیکن مقصود اللہ کی تخلیق کی مشابہت ہو، یعنی تصویر بنانے والا اس بات کا مدعی ہو کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرح تخلیق و ایجاد کا کام کرتا ہے۔ ایسا شخص اپنے اس قصد و ارادہ کی بنا پر دین توحید سے خارج ہو جاتا ہے اور ایسے ہی مصوروں کے بارے میں حدیث میں آیا ہے:

((إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا الَّذِينَ يُضَاهُونَ بِخَلْقِ اللّٰهِ.)) [1]

''سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کی تخلیق کی مشابہت کرتے ہیں۔''

یہ معاملہ صرف مصور کی نیت سے تعلق رکھتا ہے اور غالباً اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي فَلْيَخْلُقُوا حَبَّةً أَوْ ذَرَّةً﴾ [2]

''اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو میری تخلیق کی طرح تخلیق کرنے

---

[1] صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب ماوطئ من التصاویر، رقم الحدیث: ٥٩٥٤؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان، رقم الحدیث: ٢١٠٧؛ مسند احمد بن حنبل ٨٣/٦، رقم الحدیث: ٢٤٥٣٦۔ ٢١٩/٦، رقم الحدیث: ٢٥٨٣٩ واللفظ لہٗ۔

[2] صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب نقض الصور، رقم الحدیث: ٥٩٥٣؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان، رقم الحدیث: ٢١١١؛ مسند احمد بن حنبل ٢٣٢/٢، رقم الحدیث: ٧١٦٦۔

Marfat.com
Marfat.com

لگے۔ یہ لوگ ایک دانہ یا ذرہ ہی پیدا کر دکھائیں۔''

یہ الفاظ مشابہت کا قصد کرنے اور الوہیت کی خصوصیات یعنی تخلیق و ایجاد میں ہمسری کرنے پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں چیلنج کیا ہے کہ وہ ایک دانہ یا ایک ذرہ ہی پیدا کر دکھائیں۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ کام اسی مقصد کے ساتھ انجام دیا تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو اس کا بدلہ دے گا کہ علی رؤس الاشہاد اُن سے اپنی تخلیقات میں جان ڈالنے کے لیے کہا جائے گا اور وہ اس میں کبھی جان نہیں ڈال سکیں گے۔

من جملہ ان تصاویر کے جن کا بنانا اور رکھنا حرام ہے، ان شخصیتوں کی تصویریں بھی ہیں۔ جنہیں مذہبی لحاظ سے مقدس سمجھا جاتا ہے یا دُنیوی لحاظ سے جن کو قابل تعظیم خیال کیا جاتا ہے۔ پہلی قسم کی تصویروں کی مثال انبیا علیہم السلام ملائکہ اور صالحین کی تصویریں ہیں، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت مریم علیہا السلام، اور حضرت جبریل علیہ السلام، کی تصویریں۔ ان کا رواج نصاریٰ کے ہاں ہے اور اُن کی تقلید بعض مسلمان بدعتیوں نے بھی کی ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کی تصویریں انہوں نے بنالی ہیں۔

اور دوسری قسم کی تصویروں کی مثال بادشاہ، زعما اور فن کاروں کی تصویریں ہیں۔ ان کا گناہ پہلی قسم کی تصویریں بنانے کی بہ نسبت کم ہے لیکن گناہ کی شدت اُس صورت میں بڑھ جاتی ہے جبکہ کافروں، ظالموں اور فاسقوں کی تصویریں بنائی جائیں، مثلاً ان حاکموں کی تصویریں جو اللہ کی نازل کردہ ہدایت کے بغیر فیصلے کرتے ہیں، ان زعما کی تصویریں جو اللہ کے پیغام کو چھوڑ کر کسی اور چیز کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں اور ان فن کاروں کی تصویریں جو باطل کو فروغ دیتے ہیں اور لوگوں کے اندر بے حیائی اور بد اخلاقی پھیلاتے ہیں۔

عہد رسالت اور بعد کے زمانہ میں تصویریں زیادہ تر تقدیس و تعظیم کے لیے ہوتی تھیں اور یہ اکثر روم اور فارس یعنی نصاریٰ اور مجوس کی بنائی ہوئی ہوتی تھیں، اس لیے وہ

Marfat.com
Marfat.com

مذہبی عقیدت اور حکمرانوں کی تقدیس کے اثرات سے پاک نہیں ہوتی تھیں۔ حضرت ابوالضحیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((كُنْتُ مَعَ مَسْرُوقٍ فِي بَيْتٍ فِيهِ تَمَاثِيلُ فَقَالَ لِي مَسْرُوقٌ هٰذِهِ تَمَاثِيلُ كِسْرَى؟ فَقُلْتُ لَا، هٰذِهِ تَمَاثِيلُ مَرْيَمَ، كَأَنَّ مَسْرُوقًا ظَنَّ أَنَّ التَّصْوِيرَ مِنْ مَجُوسٍ، وَكَانُوا يُصَوِّرُونَ صُوَرَ مُلُوكِهِمْ حَتّٰى فِي الْأَوَانِي، فَظَهَرَ أَنَّ التَّصْوِيرَ كَانَ مِنْ نَصْرَانِيٍّ: وَفِي هٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ مَسْرُوقٌ: سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ يَقُولُ: إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ الْمُصَوِّرُونَ.)) [1]

"میں مسروق کے ساتھ ایک گھر میں تھا جس میں تماثیل تھیں۔ ان کو دیکھ کر مسروق نے مجھ سے کہا: کیا یہ کسریٰ کی تماثیل ہیں؟ میں نے کہا: نہیں، بلکہ حضرت مریم علیہا السلام کی تماثیل ہیں۔ گویا مسروق کا خیال تھا کہ یہ تصویریں مجوس کی بنائی ہوئی ہوں گی کیونکہ مجوس برتنوں وغیرہ پر اپنے بادشاہوں کی تصویریں بنایا کرتے تھے لیکن معلوم ہوا کہ یہ تصویریں نصرانیوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ اس قصہ میں مسروق نے کہا: میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عذاب کے مستحق وہ لوگ ہوں گے جو تصویریں بناتے ہیں۔"

ان کے سوا جو تصویریں غیر ذی روح کی ہوں مثلاً نباتات، درخت، دریا، جہاز، پہاڑ، چاند، سورج، ستارے وغیرہ قدرتی مناظر کی تو ان کے بنانے اور رکھنے میں کوئی گناہ نہیں ہے اور اس معاملہ میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہے۔

اور اگر تصویر کسی ذی روح کی ہو اور اس سے کسی قسم کا اندیشہ نہ ہو جس کا بیان اوپر گزر

---

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، رقم الحدیث: ۲۱۰۹؛ فتح الباری لابن حجر عسقلانی، ۱۰/۳۸۲؛ مسند حمیدی، ۱/۲۱۸، رقم الحدیث: ۱۱۷۔

Marfat.com

Marfat.com

چکا، یعنی کوئی ایسی تصویر نہ ہو جس کی تقدیس و تعظیم کی جاتی ہے اور نہ اس سے تخلیق خداوندی کی مشابہت مقصود ہو تو راقم السطور کی رائے میں ایسی تصویر حرام نہیں ہے اور اس کی تائید صحاح کی درج ذیل احادیث سے ہوتی ہے:

((عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ اَبِي طَلْحَةَ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ الْمَلٰئِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُوْرَةٌ. قَالَ بُسْرٌ ثُمَّ اشْتَكٰى زَيْدٌ بَعْدُ، فَعُدْنَاهُ فَاِذَا عَلٰى بَابِهِ سِتْرٌ فِيْهِ صُوْرَةٌ . قَالَ: فَقُلْتُ لِعُبَيْدِ اللّٰهِ الْخَوْلَانِيِّ رَبِيْبِ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ اَلَمْ يُخْبِرْنَا زَيْدٌ عَنِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْاَوَّلِ؟ فَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ اَلَمْ تَسْمَعْهُ حِيْنَ قَالَ : اِلَّا رَقْمًا فِيْ ثَوْبٍ؟)) [1]

''بسر بن سعید زید بن خالد سے اور وہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملائکہ ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو۔ بسر کہتے ہیں بعد میں جب زید بیمار ہو گئے اور ہم ان کی عیادت کے لیے گئے تو ان کے دروازہ کے پردہ پر تصویر تھی، میں نے عبیداللہ خولانی سے جو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ربیب تھے، کہا کہ زید نے ہمیں تصویروں کے بارے میں پہلے دن کیا بات بتائی تھی؟ عبیداللہ نے جواب دیا جس وقت انہوں نے حرمت کی بات کہی تھی اس وقت اس استثنا کا بھی تو ذکر کیا تھا کہ ''اِلَّا یہ کہ کپڑے میں نقش ہو۔''

((عَنْ عُتْبَةَ اَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى اَبِي طَلْحَةَ الْاَنْصَارِيِّ يَعُوْدُهُ فَوَجَدَ عِنْدَهُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ، قَالَ: فَدَعَا اَبُوْ طَلْحَةَ اِنْسَانًا يَنْزِعُ

[1] صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، رقم الحديث: ٢١٠٦؛ سنن ابى داؤد ، كتاب اللباس ، باب فى الصور، رقم الحديث: ٤١٥٥؛ سنن ابن ماجة ، كتاب اللباس ، باب الصور فى البيت، رقم الحديث: ٣٦٤٩۔

Marfat.com
Marfat.com

نَمَطاً تَحْتَهُ فَقَالَ لَهُ سَهْلٌ: لِمَ تَنْزِعُهُ؟ قَالَ: لِاَنَّ فِيْهِ تَصَاوِيْرُ وَقَالَ فِيْهِ النَّبِيُّ ﷺ مَا قَدْ عَلِمْتَ، قَالَ سَهْلٌ اَوَلَمْ يَقُلْ: اِلَّا مَا كَانَ رَقْمًا فِيْ ثَوْبٍ؟ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ: بَلٰى، وَلٰكِنَّهُ اَطْيَبُ لِنَفْسِيْ.)) 1

''عتبہ سے روایت ہے کہ وہ طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس عیادت کے لیے تشریف لے گئے وہاں انہوں نے سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو موجود پایا۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے کہا کہ وہ نیچے سے دری نکالیں۔ یہ سن کر سہل نے کہا: اسے کیوں نکالتے ہو؟ انہوں نے کہا: اس لیے کہ اس میں تصویریں بنی ہوئی ہیں اور نبی ﷺ نے تصویروں کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے: اس سے آپ واقف ہی ہیں۔ سہل نے کہا: آپ ﷺ نے یہ بھی تو فرمایا ہے: ''الا یہ کہ کپڑے میں نقش ہو۔'' ابوطلحہ نے کہا: صحیح ہے لیکن میں سمجھتا ہوں اس کو ہٹا دینا بہتر ہوگا۔''

کیا یہ دونوں حدیثیں اس بات پر دلالت نہیں کرتیں کہ حرام تصویروں سے مراد مجسمے ہیں جن کو ہم تماثیل کہتے ہیں!

لیکن جو تصویریں تختیوں پر بنائی جاتی ہیں، یا کپڑے، فرش، دیوار وغیرہ پر جن کو منقش کیا جاتا ہے ان کی حرمت کسی ایسی حدیث سے ثابت نہیں ہے جو صحیح بھی ہو اور صریح بھی، نیز وہ کسی دوسری حدیث سے متعارض بھی نہ ہو۔

البتہ ایسی صحیح حدیثیں موجود ہیں جن میں نبی ﷺ نے اس قسم کی تصاویر کے بارے میں ناگواری کا اظہار فرمایا ہے کیونکہ اس میں عیش پسندوں اور دنیوی مفاد کے پرستاروں کے ساتھ مشابہت کا پہلو ہے:

---

1 [صحیح] جامع ترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الصورۃ، رقم الحدیث: ۱۷۵۰؛ سنن النسائی، کتاب الزینۃ، باب التصاویر، رقم الحدیث: ۵۳۵۱؛ مؤطا امام مالک، کتاب الاستیذان، باب ماجاء فی الصور والتماثیل، رقم الحدیث: ٦، ص ۷۳٦۔

Marfat.com
Marfat.com

((عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: لَا تَدْخُلُ الْمَلٰئِکَةُ بَیْتًا فِیْهِ کَلْبٌ وَ لَا تَمَاثِیْلُ قَالَ فَاَتَیْتُ عَائِشَةَ فَقُلْتُ: اِنَّ هٰذَا یُخْبِرُنِیْ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: لَا تَدْخُلُ الْمَلٰئِکَةُ بَیْتًا فِیْهِ کَلْبٌ وَلَا تَمَاثِیْلُ. فَهَلْ سَمِعْتِ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ ذَکَرَ ذٰلِکَ؟ فَقَالَتْ لَا ......وَلٰکِنْ سَاُحَدِّثُکُمْ مَا رَأَیْتُهٗ فَعَلَ، رَأَیْتُهٗ خَرَجَ فِیْ غُزَاتِهٖ فَاَخَذْتُ نَمَطًا فَسَتَرْتُهٗ عَلَی الْبَابِ فَلَمَّا قَدِمَ فَرَاٰی النَّمَطَ عَرَفْتُ الْکَرَاهِیَةَ فِیْ وَجْهِهٖ فَجَذَبَهٗ حَتّٰی هَتَکَهٗ اَوْ قَطَعَهٗ وَقَالَ: اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَاْمُرْنَا اَنْ نَکْسُوَ الْحِجَارَةَ وَالطِّیْنَ. قَالَتْ فَقَطَعْنَا مِنْهُ وِسَادَتَیْنِ وَحَشَوْتُهُمَا لِیْفًا فَلَمْ یَعِبْ ذٰلِکَ عَلَیَّ.)) 1

''ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا مجسمے ہوں راوی زید بن خالد کہتے ہیں: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور کہا کہ ابوطلحہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ملائکہ کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا مجسمے ہوں۔ کیا آپ نے بھی رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں کچھ سنا ہے؟ فرمایا نہیں......لیکن میں نے آپ ﷺ کو جو کچھ کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ بیان کرتی ہوں۔ آپ ﷺ کسی غزوہ پر تشریف لے گئے تھے، میں نے ایک چادر لی اور دروازہ کو پردہ لگا دیا۔ جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے اور چادر کو دیکھا تو آپ ﷺ کے چہرہ سے ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے چادر کو کھینچ کر اسے پھاڑ ڈالا اور فرمایا: اللہ نے ہمیں پتھر اور مٹی کو کپڑوں سے آراستہ

1 صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، رقم الحدیث: ۲۱۰۶۔۲۱۰۷؛ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الصور، رقم الحدیث: ۴۱۵۳۔

Marfat.com
Marfat.com

کرنے کا حکم نہیں دیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم نے اس سے دو تکیے بنا لیے اور اس میں کھجور کی چھال بھر دی۔ آپ ﷺ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں فرمایا۔''

اس حدیث سے زیادہ سے زیادہ جو حکم اخذ کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ دیواروں وغیرہ کو تصویر والے پردوں سے آراستہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو حُرمت کی متقاضی ہو کیونکہ حدیث کے الفاظ ''اللہ نے ہمیں اس کا حکم نہیں دیا ہے'' سے نہ واجب ہونا ثابت ہوتا ہے اور نہ مندوب ہونا اور نہ ہی اُس کی حُرمت ثابت ہوتی ہے۔''

ایسی ہی ایک روایت مسلم کی ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((كَانَ لَنَا سِتْرٌ فِيهِ تِمْثَالُ طَائِرٍ وَكَانَ الدَّاخِلُ إِذْ دَخَلَ اسْتَقْبَلَهُ فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: حَوِّلِي هٰذَا فَإِنِّي كُلَّمَا دَخَلْتُ فَرَأَيْتُهُ ذَكَرْتُ الدُّنْيَا.)) [1]

''ہمارے پاس ایک پردہ تھا جس پر پرندہ کی تصویر تھی۔ جب کوئی شخص اندر داخل ہوتا تو اس کی نظر اس پر پڑتی۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے ہٹا دو، کیونکہ جب میں اندر داخل ہوتا ہوں تو میری نظر اس پر پڑتی ہے اور دنیا یاد آ جاتی ہے۔''

آپ ﷺ نے اسے پھاڑنے کا حکم نہیں دیا بلکہ فرمایا کہ اسے ہٹا دو۔ یہ اس لیے کہ آپ ﷺ ایسی چیزوں کو جو عام طور سے دنیا اور سامانِ زینت کو یاد دلاتی ہیں اپنے سامنے دیکھنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ خاص طور سے اس لیے بھی کہ آپ سنتیں اور نفل نمازیں گھر ہی میں ادا کرتے تھے۔ اس قسم کی تصاویر و تماثیل والی چادریں اور پردے انسان کو اپنی طرف

---

[1] صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، رقم الحديث: ٢١٠٧؛ مسند احمد بن حنبل ٦/٤٩، رقم الحديث: ٢٤٢١٨؛ جامع ترمذی، كتاب الزهد، باب قول فی القرام: انه يذكر نی الدنيا، رقم الحديث: ٢٤٦٨۔

Marfat.com
Marfat.com

متوجہ کر لیتے ہیں جس کے نتیجہ میں خشوع کا اہتمام کرنے اور مناجات کی طرف متوجہ ہونے سے دل غافل ہو جاتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ سَتَرَتْ بِهِ جَانِبَ بَيْتِهَا، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: أَمِيطِيهِ عَنِّي فَإِنَّهُ لَا تَزَالُ تَصَاوِيرُهُ تَعْرِضُ لِي فِي صَلَاتِي.)) [1]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک پردہ تھا جسے وہ گھر کے ایک جانب لگایا کرتی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اس کو ہٹا دو کیونکہ اس کی تصویریں نماز میں میرے سامنے ہوتی ہیں۔''

اس سے یہ بات واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے پردہ کے وجود کو جس میں پرندہ کی تصویر تھی اور دوسری تصویروں والے پردہ کو بھی برداشت کر لیا۔

یہ اور اس قسم کی دیگر احادیث کے پیش نظر سلف اس بات کے قائل ہیں کہ ممنوع صرف وہ تصویریں ہیں جن کا سایہ پڑتا ہو یعنی جو مجسم ہوں اور جن کا سایہ نہیں پڑتا ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں اس کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ مسلک باطل ہے، لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر گرفت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ مسلک قاسم بن محمد سے جو مدینہ کے ممتاز فقیہ تھے، صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔

اور شیخ بخیت نے خطابی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

''جو شخص حیوانات کی شکلیں بناتا ہے اور نقاش جو درخت وغیرہ کے نقوش بناتا ہے، ایسے لوگ میں سمجھتا ہوں کہ اس وعید میں داخل نہیں ہیں اگر چہ کہ اس باب کی تمام ہی چیزیں مکروہ ہیں اور اس سے انسان کی توجہ لایعنی

[1] صحيح البخاری، كتاب اللباس، باب كراهية الصلوة فى التصاوير، رقم الحديث: ۵۹۵۹؛ مسند احمد بن حنبل، ۱۵۱/۳، رقم الحديث: ۱۲۵۳۱؛ فتح البارى لابن حجر عسقلانى ۳۹۱/۱۰۔

Marfat.com
Marfat.com

کاموں کی طرف ہو جاتی ہے۔''

خطابی کے اس قول پر شیخ بخیت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نوٹ لکھا ہے کہ:

''اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص جاندار کی شکل بناتا ہے وہ جاندار کی صورت نہیں ایجاد کرتا بلکہ وہ شکل وصورت کا محض خاکہ بناتا ہے۔ اس طرح جو تصویر بنائی جاتی ہے اس کے بہت سے ایسے اعضا غائب ہوتے ہیں جن کے بغیر زندہ رہنا ممکن نہیں ہے بلکہ درحقیقت جسم ہی غائب ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ جاندار کی وہ تصویر نہیں ہے جس کا بنانے والا قیامت کے دن روح پھونکنے کی سزا کا مستحق ہوگا اور وہ اس میں روح پھونک نہیں سکے گا۔ بظاہر ایسی تصویر کا اطلاق جس کے بارے میں وعید آئی ہے سایہ رکھنے والے مجسمہ پر ہوتا ہے، ایسا مجسمہ جس کا کوئی عضو جو زندہ رہنے کے لیے ناگزیر ہے، غائب نہ ہو۔ جو مجسمہ اس نوعیت کا ہو اس میں یہ قابلیت ہوتی ہے کہ روح پھونکی جا سکے۔ لیکن اگر مصور اس میں روح پھونکنے سے عاجز ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ (مجسمہ) میں زندگی کو قبول کرنے کی قابلیت نہیں ہے بلکہ یہ مصور کا نقص ہے، اس لیے اس کے عاجز ہونے کی ذمہ داری خود اسی پر عائد ہوتی ہے۔''

غیر مجسم تصویروں کے جواز کی جو رائے ہے اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً، فَلْيَخْلُقُوْا شَعِيْرَةً.)) [1]

''اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو میری تخلیق کی طرح تخلیق کرنے لگے، ایسے لوگوں کو چاہیے کہ ایک ذرہ یا جو کا ایک دانہ ہی تخلیق کر دکھائیں۔''

---

[1] صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب نقض الصور، رقم الحديث: ٥٩٥٣؛ صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، رقم الحديث: ٢١١١؛ مسند احمد بن حنبل، ٢٣٢/٢، رقم الحديث: ٧١٦٦۔

Marfat.com
Marfat.com

درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تخلیق۔ جیسا کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں، محض خاکہ نہیں ہے جو کسی مسطح چیز پر بنایا گیا ہو، بلکہ وہ حجم رکھنے والی مجسم تصویریں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ﴾ [1]

''وہی ہے جو رحم میں تمہاری جس طرح چاہتا ہے صورت گری کرتا ہے۔''

اس مسلک کے خلاف اگر کوئی دلیل پیش کی جاسکتی ہے تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے:

((اَنَّهَا اشْتَرَتْ نَمْرِقَةً فِیْهَا تَصَاوِیْرُ، فَلَمَّا رَاٰهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَامَ عَلَی الْبَابِ فَلَمْ یَدْخُلْ، فَعَرَفَتْ فِیْ وَجْهِهِ الْكَرَاهِیَةَ فَقَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُوْبُ اِلَی اللّٰهِ وَاِلٰی رَسُوْلِهٖ مَاذَا اَذْنَبْتُ؟ فَقَالَ مَا بَالُ هٰذِهِ النَّمْرِقَةِ؟ فَقَالَتْ: اِشْتَرَیْتُهَا لَكَ تَقْعُدَ عَلَیْهَا وَتَتَوَسَّدَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ اَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ یُعَذَّبُوْنَ وَیُقَالُ لَهُمْ اَحْیُوْا مَا خَلَقْتُمْ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ الْبَیْتَ الَّذِیْ فِیْهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ.)) [2]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک تکیہ خریدا جس میں تصویریں بنی تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو اندر داخل نہیں ہوئے بلکہ دروازہ ہی پر کھڑے ہو گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے چہرہ پر ناگواری کے آثار دیکھ کر عرض کیا: یارسول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرتی ہوں، مجھ سے کون سا گناہ سرزد ہوا ہے؟ فرمایا: یہ تکیہ کیسا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میں نے اسے آپ کے بیٹھنے اور ٹیک لگانے کے لیے خریدا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

[1] ۳/آل عمران: ٦۔ [2] صحیح البخاری، کتاب اللباس باب من لم یدخله بیتاً فیه صورة، رقم الحدیث: ٥٩٦١؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، رقم الحدیث: ٢١٠٧۔

Marfat.com
Marfat.com

اس قسم کی تصاویر بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ اب اپنی تخلیق میں جان ڈالو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جس گھر میں تصویریں ہوتی ہیں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔"

صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں:

((فَاَخَذْتُهُ فَجَعَلْتُهُ مِرْفَقَتَيْنِ، فَكَانَ يَرْتَفِقُ بِهِمَا فِي الْبَيْتِ تَعْنِي اَنَّهَا شَقَّتِ النَّمْرِقَةَ فَجَعَلَتْهَا مِرْفَقَتَيْنِ.))

"پھر میں نے اس کے دو چھوٹے تکیے بنائے جن کو آپ ﷺ ٹیک لگانے کے لیے گھر میں استعمال کرتے رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تصویروں والے تکیہ کو پھاڑ کر اس کے دو چھوٹے تکیے بنا لیے۔"

لیکن اس حدیث سے درج ذیل امور متعارض ہیں:

1. یہ حدیث مختلف طریقوں سے روایت کی گئی ہے جن میں بظاہر تعارض ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ تصویر والے پردہ کو پھاڑ کر جو تکیہ بنا لیا گیا تھا اس کو آپ ﷺ نے استعمال کیا لیکن دوسری روایتوں میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس کو استعمال نہیں فرمایا۔
2. بعض روایتیں محض کراہت پر دلالت کرتی ہیں اور یہ کراہت بھی دیوار کو مصور پردہ سے آراستہ کرنے کے سلسلہ میں ہے جو ظاہر ہے کہ ایک قسم کی عیش پسندی ہے جس کو آپ ﷺ پسند نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَاْمُرْنَا اَنْ نَكْسُوا الْحِجَارَةَ وَالطِّيْنَ.)) [1]

"اللہ نے ہمیں پتھر اور مٹی کو پوشاک پہنانے کا حکم نہیں دیا ہے۔"

3. مسلم کی حدیث جو خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پرندہ کی تصویر والے پردہ کے بارے میں منقول ہے اور جس میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ "اسے ہٹا دو کیونکہ جب

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، رقم الحدیث: ۲۱۰۶، ۲۱۰۷؛ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الصور، رقم الحدیث: ۴۱۵۳۔

Marfat.com
Marfat.com

میری نظر اس پر پڑتی ہے تو دنیا یاد آ جاتی ہے۔'' مطلقاً حرمت پر دلالت نہیں کرتی۔

4 یہ حدیث ''قرام'' والی حدیث سے متعارض ہے جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جو پردہ تھا اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہٹانے کا حکم دیا کیونکہ اس کی تصویریں نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوتی تھیں۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ:

> ''اس حدیث میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نمرقہ (تکیہ) والی حدیث میں تطبیق مشکل ہے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کو ہٹانے کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے دیا تھا کہ تصویر کا رخ نماز کے وقت بالکل سامنے ہوتا تھا، ورنہ خاص طور سے تصویر کی وجہ سے یہ حکم نہیں دیا گیا تھا۔''

اس کے بعد موصوف نے دونوں حدیثوں میں مطابقت اس طرح پیدا کی ہے کہ پہلی حدیث میں جن تصاویر کا ذکر ہے وہ ذی روح کی تصاویر تھیں اور اس حدیث میں جن کا ذکر ہے وہ جاندار کی نہیں تھیں۔

یہ تطبیق صحیح نہیں ہے کیونکہ قرام (پردہ) والی حدیث میں پرندہ کی تصویر کا ذکر موجود ہے۔

5 یہ حدیث ابوطلحہ انصاری کی حدیث سے متعارض ہے جس میں کپڑے کے نقش کو حرمت سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ''دونوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو کراہت پر محمول کیا جائے اور ابوطلحہ کی حدیث کو مطلق جواز پر جو کراہت کے منافی نہیں ہے۔''

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس تطبیق کو مستحسن کہا ہے۔

6 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نمرقہ (تکیہ) والی حدیث کے راوی اُن کے بھتیجے قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ہیں جن کے نزدیک ایسی تصویریں جائز تھیں جن کا سایہ نہ پڑتا ہو۔ ابن عون فرماتے ہیں: ''میں قاسم کے پاس گیا وہ مکہ کے بالائی حصہ میں اپنے گھر میں مقیم تھے۔ میں نے اُن کے گھر میں حجلہ دیکھا جس میں قُندس (ایک آبی جانور)

Marfat.com
Marfat.com

اور عنقا (پرندہ) کی تصویریں تھیں۔"

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"ممکن ہے حدیث اِلَّا رَقْمًا فِیْ ثَوْبٍ (الا یہ کہ کپڑے میں نقش ہو) کو انہوں نے عام جواز پر محمول کیا ہو اور غالباً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پردہ والی حدیث کی توجیہ ان کے نزدیک یہ رہی ہو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پردہ مصور بھی تھا اور اس سے دیوار کی پوشش کا کام بھی لیا گیا تھا جبکہ حدیث میں آتا ہے۔ "اللہ نے ہمیں مٹی اور پتھر کو پوشاک پہنانے کا حکم نہیں دیا ہے۔"

قاسم بن محمد مدینہ کے سات ممتاز فقہا میں سے ہیں۔ انہوں نے نمرقہ والی حدیث روایت کی ہے۔ اگر وہ حجلہ جیسی چیزوں میں تصویر کو جائز نہ سمجھتے تو اس کو استعمال نہ کرتے۔" [1]

لیکن ان احادیث سے جو تصویروں اور مصورین کے بارے میں وارد ہوئی ہیں یہ احتمال ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مرحلہ میں جب کہ شرک و بت پرستی اور تصاویر کو مقدس سمجھنے کا زمانہ گزرے ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا تصویر کے معاملہ میں سختی برتی ہو، لیکن جب عقیدۂ توحید دل و دماغ میں راسخ ہو گیا تو غیر مجسم تصاویر کی اجازت دی ہو جو فی الحقیقت محض نقوش اور خاکے ہوتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اپنے گھر میں کسی تصویر والے پردہ کا وجود برداشت نہ کرتے، اور نہ ان تصاویر کو مستثنیٰ قرار دیتے جو کپڑے میں نقش و نگار کے طور پر بنائی جاتی ہیں۔ اسی پر کاغذ اور دیوار کی تصاویر کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔

طحاوی جو حنفی مسلک کے امام ہیں فرماتے ہیں:

"آغاز میں شارع نے ہر قسم کی تصاویر سے منع فرمایا تھا خواہ وہ نقش ہی کیوں نہ ہو۔ چونکہ تصویر پرستی کا زمانہ گزرے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اس لیے ہر قسم کی تصویریں ممنوع قرار دیں۔ پھر جب ممانعت کے حکم پر عمل درآمد

---

[1] تصویر کی بحث کیلئے ملاحظہ ہو فتح الباری، کتاب اللباس، ج ۱۲، ص ۵۰۳ تا ۵۱۸۔

Marfat.com
Marfat.com

ہو گیا تو آپ ﷺ نے کپڑوں میں بنے ہوئے نقوش کو عام ضرورت کے پیش نظر مستثنیٰ کر دیا، نیز ایسی تصاویر کو بھی جائز کر دیا جن کی بے وقعتی کی جاتی ہے۔ جس تصویر کی بے وقعتی کی جاتی ہے اس کی تعظیم کا اندیشہ نہیں رہتا۔ البتہ جن تصاویر کی عام طور سے بے وقعتی نہیں کی جاتی اُن کی ممانعت برقرار رہی۔'' [1]

تصویر کی بے وقعتی اسے جائز کر دیتی ہے

جب کسی تصویر میں ایسا تغیر کر دیا جائے کہ وہ قابل تعظیم نہ رہے بلکہ بے وقعت ہو کر رہ جائے تو وہ جواز کے دائرہ میں آجاتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اُدْخُلْ. قَالَ كَيْفَ اَدْخُلُ وَ فِیْ بَيْتِكَ سَتْرٌ فِيْهِ تَصَاوِيْرُ؟ فَاِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَاقْطَعْ رَأْسَهَا، اَوِ اقْطَعْهَا وَسَائِدَ اَوِ اجْعَلْهَا بَسَطًا.)) [2]

''تشریف لائیے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: میں کس طرح اندر داخل ہو جاؤں جب کہ آپ ﷺ کے گھر میں تصویروں والا پردہ ہے؟ اگر اس کو رکھنا ہی ہے تو تصویر کا سر کاٹ دیجیے یا پردہ کو پھاڑ کر تکیہ یا بچھونا بنا لیجیے۔''

اسی لیے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تصویر والے تکیہ کی وجہ سے نبی ﷺ کے چہرہ پر ناگواری کے آثار دیکھے تو اس کو پھاڑ کر دو چھوٹے تکیے بنا ڈالے کہ ایسی صورت میں تصویروں کی بے وقعتی ہوتی ہے اور تعظیم کا ادنیٰ اندیشہ بھی باقی نہیں رہتا۔

---

[1] شیخ بخیت نے الجواب الشافی میں اسے نقل کیا ہے۔

[2] [صحیح] سنن النسائی، کتاب الزینة، باب ذکر اشد الناس عذاباً، رقم الحدیث: ۵۳۶۷؛ صحیح ابن حبان، ۱۳/ ۱۶۴، رقم الحدیث: ۵۸۵۳؛ مصنف عبدالرزاق، ۱۰/ ۳۹۹، رقم الحدیث: ۱۹۴۸۸۔

Marfat.com
Marfat.com

سلف سے منقول ہے کہ وہ غیر وقیع تصویروں کے استعمال میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وہ پرندوں اور آدمیوں کی تصویروں والے تکیوں پر ٹیک لگایا کرتے تھے، اور عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں تصویروں کا نصب کرنا علما کو ناپسند تھا اور جن تصاویر کو عام طور سے پامال کیا جاتا ہے اُن میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے اور بچھونے اور تکیے کی تصویروں کے بارے میں جو پامال کی جاتی ہیں کہتے یہ ان کی تذلیل ہے۔

فوٹوگرافی کی تصویریں

یہ بات بالکل واضح ہے کہ تصویر اور مصوری کے بارے میں جو حدیثیں وارد ہوئی ہیں وہ اُن تصاویر کے متعلق ہیں جو تراش لی جاتی ہے یا جن کا خاکہ بنایا جاتا ہے۔ لیکن جہاں تک عکسی تصویر کا تعلق ہے جو کیمرے کے ذریعے لی جاتی ہے تو یہ ایک نئی ایجاد ہے۔ یہ فوٹو گرافی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف کے زمانہ میں نہیں تھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تصاویر اور مصوری کے متعلق جو احکام آئے ہیں کیا وہ فوٹوگرافی پر بھی منطبق ہوتے ہیں؟ [1]

جو علما یہ سمجھتے ہیں کہ تصویر کی حرمت مجسمہ کی حد تک ہے وہ فوٹوگرافی کی تصویروں میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ خاص طور سے اس صورت میں جبکہ تصویر غیر مکمل ہو۔

رہی دوسرے گروہ کی رائے تو سوال یہ ہے کہ کیا ان عکسی تصاویر کو ان تصاویر پر قیاس کیا جائے جو ایک آرٹسٹ کے برش کی تخلیق ہے؟ یا بعض احادیث میں یہ جو علت بیان ہوئی ہے کہ مصور اللہ کی تخلیق کی مشابہت کرتا ہے، وہ علت فوٹوگرافی میں نہیں پائی جاتی؟ اور اصول فقہ کی رُو سے جب علت ہی باقی نہیں رہی تو معلول بھی باقی نہیں رہا۔ (یعنی جب

---

[1] مصنف فوٹوگرافی کے متعلق یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ اس میں اللہ کی تخلیق سے مقابلہ نہیں اور یہ تصویر کشی نہیں۔ ہمیں مؤلف کی اس بات پہ تعجب ہے کہ اگر یہ تصویر کشی نہیں تو پھر کیا ہے؟ کس چیز نے اسے تصویر کشی سے خارج کیا ہے اور کیسے یہ تخلیق الٰہی سے مقابلہ نہیں ہے؟ ان کا یہ قول باطل اور مغالطہ پر مبنی ہے۔ دیکھیے (اعلام بنقد كتاب الحلال والحرام ۸۰.)

Marfat.com
Marfat.com

مشابہت نہیں پائی جاتی تو حُرمت کا اطلاق بھی نہیں ہوگا۔) ❶

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ واضح بات مفتی مصر شیخ محمد بخیت مرحوم کا فتویٰ ہے۔ موصوف فرماتے ہیں کہ فوٹو گرافی کے ذریعہ لی ہوئی تصویر ''جو عکس کو مخصوص ذرائع سے روک لینے سے عبارت ہے'' اس تصویر کی تعریف میں نہیں آتی جس کی ممانعت کی گئی ہے کیونکہ جس قسم کی تصویر سازی سے منع کیا گیا ہے اس کا اطلاق تصویر ایجاد کرنے اور بنانے پر ہوتا ہے جو پہلے سے موجود یا بنائی ہوئی نہ ہو اور جس کے ذریعہ اللہ کی پیدا کردہ کسی جاندار چیز کی مشابہت کی جائے۔ لیکن کیمرہ کے ذریعہ لیے ہوئے فوٹو کی حقیقت یہ نہیں ہے۔ ❷ فوٹو کی اصل حقیقت اور اس کی شرعی حیثیت یہی ہے لیکن علما کا ایک گروہ تصویر کے

---

❶ مصنف نے تصویر کی جو تقسیم مجسم اور غیر مجسم ہونے کے لحاظ سے کی ہے وہ غلط ہے تصویر چاہے مجسم ہو یا کاغذ اور دیوار پر ہو حرام ہے۔ قرآن وسنت کے دلائل کی بنیاد پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں تصویر خواہ کسی قسم کی ہو حرام ہے۔ ابن قیم رحمہ اللہ اعلام الموقعین ۴/۴۰۳ میں کبیرہ گناہ کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ ''(ان کبیرہ گناہوں) میں سے ایک جانور کی تصویر کشی ہے اس کا سایہ ہو یا نہ ہو۔''

امام نووی شرح صحیح مسلم: ۱۴/۱۸۱ میں فرماتے ہیں ''تمام قسم کی تصویر کشی حرام ہے اس کا سایہ ہو یا نہ ہو۔'' اگر ہم یہ کہہ دیں کہ نامور محققین جمہور علما کی بات کا خلاصہ یہی ہے کہ تصویر کشی حرام ہے چاہے اس کا سایہ ہو یا نہ ہو تو غلط نہ ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کے دروازے پر لٹکے پردے پر تصاویر دیکھ کر اندر داخل ہونا گوارہ نہیں کیا حالانکہ اس تصویر کا سایہ نہیں تھا۔ مسند احمد میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کون مدینہ میں جائے گا تاکہ وہاں کوئی بت ہو تو اسے توڑ دے اور کوئی تصویر ہو تو اسے مٹا ڈالے۔'' لہٰذا اس بات میں کوئی شک نہیں تصویر کشی واقعی حرام ہے۔

حافظ ابن حجر اس حدیث (إن أصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة) کی شرح میں فرماتے ہیں: ''اس سے پتہ چلتا ہے ہر قسم کی تصویر بنانا حرام ہے چاہے اس کا سایہ ہو یا نہ ہو۔ امام شوکانی رحمہ اللہ تصویر کشی سے متعلقہ احادیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ''ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ تصویر کشی حرام ہے اور تمام مصورین دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ تصویر کپڑے پر بنائی گئی ہو یا کسی اور جگہ پر کیونکہ تصویر کا لفظ (فوٹو) پر صادق آتا ہے۔'' نیل الاوطار: ۲/۱۰۸۔

اہل علم کے مندرجہ بالا بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ تصویر بنانا حرام ہے چاہے وہ کسی قسم کی بھی ہو اور جہاں بھی بنائی گئی ہو۔ اسی طرح فوٹو گرافی جو کیمرہ کے ذریعے کی جاتی ہے وہ بھی حرام ہے۔ دیکھیے (اعلام بنقد كتاب الحلال والحرام: ۴۴.)

❷ الجواب الشافی فی اباحة التصویر الفوتوغرافی۔

Marfat.com
Marfat.com

معاملہ میں خواہ وہ کسی قسم کی ہو شدت برتتا ہے اور اس کو مکروہ خیال کرتا ہے یہاں تک کہ فوٹو گرافی کو بھی۔ تاہم یہ گروہ بھی مجبوری کی صورت میں یا ضرورت و مصلحت کی بنا پر تصویر کے جواز کا قائل ہے، مثلاً شناختی کارڈ اور پاسپورٹ میں لگائی جانے والی تصویریں، مشتبہ افراد کی تصویریں اور ایسی تصویریں جو توضیح وغیرہ کی غرض سے استعمال کی جائیں۔ اس قسم کی تصاویر سے نہ تعظیم مقصود ہوتی ہے اور نہ عقیدہ کی خرابی کا کوئی اندیشہ محسوس ہوتا ہے۔ ان کے استعمال کی ضرورت کپڑوں کے نقوش کی بہ نسبت جس کو نبی ﷺ نے حرمت سے مستثنیٰ کیا تھا، زیادہ شدید اور اہم ہے۔ [1]

تصویر کا مقصد

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تصویر کے مقصد کو حرمت وغیرہ کے احکام میں کافی دخل ہے اور کوئی مسلمان ایسی تصویر کے حرام ہونے کی مخالفت نہیں کرے گا جس کا مقصد اسلام کے عقائد، اس کی شریعت اور اس کے آداب کے خلاف ہو۔ پس عورتوں کی عریاں اور نیم عریاں تصویریں اور نسوانیت کی خصوصیات رکھنے والے اور جن سے فتنہ کا اندیشہ ہو سکتا ہے ایسے اعضا کو نمایاں کرنا اور ان کے خاکے اور تصویریں شہوانی ہیجان پیدا کرنے والی سفلی جذبات کو بھڑکانے والی شکلوں میں بنانا جیسا کہ اس کا مظاہرہ رسائل و اخبارات اور سینما گھروں میں کھلے بندوں ہو رہا ہے تو ان تمام چیزوں کے حرام ہونے میں اور اس قسم کی تصویر سازی کی ممانعت میں ادنیٰ شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اسی طرح ان کی اشاعت کرنا، ان کو محفوظ رکھنا اور گھر، دفاتر وغیرہ مقامات پر ان کی نمائش کرنا اور دیواروں پر انہیں آویزاں کرنا نیز قصداً ایسی تصویروں کو دیکھنا اور ان کا مشاہدہ کرنا سب

---

[1] مصنف نے اس حدیث (الا رقماً فی ثوب) سے استدلال کیا ہے کہ وہ تصاویر جو کپڑے وغیرہ پہ بنی ہوں اور ان کی تعظیم وغیرہ نہ ہو تو وہ جائز ہے۔ مصنف کا یہ استدلال ہرگز جائز نہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں اس سے مراد غیر جاندار کی تصویر ہے۔ شرح مسلم: ۱۴/۸۵۔ ابن باز فرماتے ہیں۔ یہ استثناء تو فرشتوں کے دخول سے منع والی تصاویر میں ہے نہ کہ مطلق تصویر کشی جائز ہے اور اس سے یہ مراد ہے اگر تصویر کپڑے وغیرہ پہ ہو اور اس کو توہین آمیز رویہ سے استعمال کیا گیا ہو تو یہ مستثنیٰ ہے جیسا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں اس کو پھاڑنے کا حکم ہے۔ دیکھئے [اعلام بنقد کتاب الحلال والحرام :۴۹]

Marfat.com
Marfat.com

حرمت میں داخل ہے۔

یہی معاملہ کافروں، ظالموں اور فاسقوں کی تصویروں کا ہے۔ ایک مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس قماش قسم کے لوگوں کی تصویریں بنائے یا ان کو محفوظ رکھے۔ مثلاً ملحد لیڈروں کی جو اللہ کے وجود کا انکار کرتے ہیں یا بت پرست کی جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں یا یہودیوں اور نصرانیوں کی جو محمد ﷺ کی نبوت کے منکر ہیں یا ایسے لوگوں کی جو اسلام کے مدعی تو ہیں لیکن اللہ کی نازل کردہ ہدایت سے بے نیاز ہو کر فیصلے کرتے ہیں یا سماج میں بے حیائی اور فساد پھیلاتے ہیں۔ جیسے ایکٹر، ایکٹریس، گانے والے مرد اور گانے والی عورتیں وغیرہ۔

اور یہی حکم ان تصویروں کا ہے جو بت پرستی کی نمائندگی کرتی ہیں یا مذہبی شعائر کی حیثیت رکھتی ہیں جنہیں اسلام ہرگز پسند نہیں کرتا، مثلاً بت، صلیب وغیرہ کی تصویریں غالباً عہد رسالت میں بیشتر فرش، پردے اور تکیے اسی قسم کی تصاویر اور نقش و نگار کے ہوتے تھے۔ بخاری کی حدیث ہے کہ:

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَمْ یَکُنْ یَتْرُکُ فِیْ بَیْتِهٖ شَیْئًا فِیْهِ تَصَالِیْبُ اِلَّا نَقَضَهٗ.)) [1]

''نبی ﷺ اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں رہنے دیتے تھے جس پر صلیب کی تصویر ہو۔ اگر ایسی کوئی چیز ہوتی تو اسے توڑ کر رکھ دیتے۔''

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

((اَنَّ الرَّسُوْلَ ﷺ فِیْ عَامِ الْفَتْحِ لَمَّا رَاَی الصُّوَرَ الَّتِیْ فِی الْبَیْتِ الْحَرَامِ لَمْ یَدْخُلْ حَتّٰی اَمَرَ فَمُحِیَتْ.)) [2]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب نقض الصور، رقم الحدیث: ٥٩٥٢؛ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الصلیب فی الثوب، رقم الحدیث: ٤١٥١؛ مسند احمد، بن حنبل، ٥٢/٦، رقم الحدیث: ٢٤٢٦٧١۔ [2] صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللہ ﴿واتخذ اللہ ابراهیم خلیلاً﴾ رقم الحدیث: ٣٣٥٢؛ مسند احمد بن حنبل ٣٦٥/١، رقم الحدیث: ٣٤٥٥۔ صحیح ابن حبان، ١٧١/١٣، رقم الحدیث: ٥٨٦١۔

Marfat.com
Marfat.com

''رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر جب بیت اللہ میں تصویریں دیکھیں تو اس میں داخل نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے حکم دیا اور تصویریں مٹادی گئیں۔''

اس میں شک نہیں کہ یہ ایسی تصویریں تھیں جو مشرکین مکہ کی بت پرستی اور ان کی قدیم گمراہی کی نمائندگی کرتی تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ جِنَازَةٍ فَقَالَ: اَيُّكُمْ يَنْطَلِقُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلَا يَدَعُ بِهَا وَثَنًا اِلَّا كَسَرَهُ وَلَا قَبْرًا اِلَّا سَوَّاهُ وَلَا صُوْرَةً اِلَّا لَطَخَهَا، فَقَالَ رَجُلٌ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ فَهَابَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ...... وَانْطَلَقَ الرَّجُلُ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَمْ اَدَعْ بِهَا وَثَنًا اِلَّا كَسَرْتُهُ وَلَا قَبْرًا اِلَّا سَوَّيْتُهُ وَلَا صُوْرَةً اِلَّا لَطَخْتُهَا. ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ عَادَ اِلَى شَيْئٍ مِنْ هٰذَا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ.)) [1]

''رسول اللہ ﷺ ایک جنازہ میں شریک تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کون مدینہ میں یہ خدمت انجام دیتا ہے؟ کسی بت کو توڑے بغیر، کسی قبر کو ہموار کیے بغیر اور کسی تصویر کو مسخ کیے بغیر نہ چھوڑے۔ ایک شخص نے کہا: میں یارسول اللہ! راوی کا بیان ہے کہ مدینہ والے اس حکم سے خوفزدہ ہوگئے...... وہ شخص چلا گیا اور پھر واپس آ کر اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے مدینہ میں کسی بت کو

---

[1] [اسنادہ ضعیف] مسند احمد بن حنبل، ۱/۸۷، رقم الحدیث: ۶۵۸؛ مجمع الزوائد للهيثمي، ۵/۱۷۲، ۱۷۳، رقم الحديث: ۸۸۸۷ باب ماجاء في التماثيل والصور (جبکہ صحیح مسلم، میں اس کا شاہد ان الفاظ میں ہے) عن ابی الهياج الاسدی قال: قال لی علی: ابعثك علی ما بعثنی عليه رسول الله؟ أن لاتدع تمثالاً إلّا طمسته ولا قبراً مُشرفاً إلّا سَويته) صحیح مسلم، كتاب الجنائز باب الأمر بتسوية القبر، رقم الحديث: ۹۶۹؛ سنن ابی داؤد كتاب الجنائز، باب فی تسوية القبر، رقم الحديث: ۳۲۱۸۔

Marfat.com
Marfat.com

توڑے بغیر، کسی قبر کو ہموار کیے بغیر اور کسی تصویر کو مسخ کیے بغیر نہیں چھوڑا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ان میں سے کسی چیز کا دوبارہ مرتکب ہوگا وہ اس ہدایت کا منکر ہوگا جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔''

یہ تصاویر جن کو ایک پیغمبر نے مسخ کرنے اور مٹانے کا حکم دیا، زمانہ جاہلیت کی بت پرستی کے مظاہر میں سے ہونے کے علاوہ ان کی اور کیا حقیقت ہو سکتی ہے؟ [1] اس لیے آپ ﷺ نے چاہا کہ مدینہ کو اس کے آثار سے پاک کر دیا جائے اور یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے دوبارہ ارتکاب کو اللہ کی نازل کردہ ہدایت سے کفر کرنے کے ہم معنی قرار دیا۔

تصویر اور مصور سے متعلق احکام کا خلاصہ

تصویر اور مصور سے متعلق احکام کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

(ا) حرمت اور گناہ میں سب سے زیادہ شدید تصویریں معبودانِ غیر اللہ کی ہیں۔ مثلاً نصاریٰ کے معبود حضرت مسیح علیہ السلام کی تصویر۔ اس قسم کی تصویر بنانا کفر کا موجب ہے، اگر کوئی شخص جانتے بوجھتے قصداً ایسی تصویر بنائے۔ ایسی تصویروں کے مجسمے اشد گناہ کا کام اور بدترین منکر ہیں۔ اور جو شخص بھی ان تصویروں کو رواج دے یا کسی نہ کسی طریقہ پر ان کی تعظیم کرے وہ اپنے حصہ کے بقدر اس گناہ میں شریک ہے۔

(ب) اور گناہ میں اس سے قریب تر وہ شخص ہے جو کسی ایسی چیز کی تصویر بنائے جس کی پرستش نہیں کی جاتی لیکن اس سے مقصود اللہ کی تخلیق کی مشابہت ہو یعنی وہ یہ دعویٰ

---

[1] مصنف کی بات سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے اس لئے منع فرمایا کہ زمانہ جاہلیت ابھی قریب قریب ختم ہوا تھا اور لوگوں کے عقائد خراب ہونے کا خدشہ تھا۔ ہم محترم مؤلف سے پوچھتے ہیں کہ اس دعویٰ کی دلیل کیا ہے؟ بلکہ دلائل تو ان کے اس بے بنیاد دعوے کو رد کر رہے ہیں۔ ہمارے بیان کردہ دلائل تمام اور مطلق ہیں کہ تصویر کشی حرام ہے اس کا کسی علاقے یا وقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں قدیم علماء محققین کے علاوہ موجودہ دور کے عظیم محقق احمد شاکر کہتے ہیں: ''ہم اپنے زمانہ کے بعض نامور اہل علم کو دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اس قبیح اور مذموم فعل کو جائز قرار دے دیا ہے۔ اور انہوں نے اس کو جائز قرار دینے کے لئے ایسی علتیں بیان کی ہیں جن کا اس حکم کے ساتھ کوئی ربط ہی نہیں بنتا۔'' دیکھئے تفصیل (اعلام بنقد كتاب الحلال و الحرام: ۵۲.)

Marfat.com
Marfat.com

کرے کہ وہ بھی اللہ ہی کی طرح تخلیق وایجاد کا کام کرتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ کفر کا مرتکب ہو جاتا ہے لیکن اس کا تعلق صرف مصور کی نیت سے ہے۔

(ج) اس سے کم تر درجہ کا گناہ یہ ہے کہ ایسی شخصیتوں کے مجسمے بنائے جائیں جن کی پرستش تو نہیں کی جاتی لیکن تعظیم کی جاتی ہے، جیسے بادشاہ، قائد، لیڈر وغیرہ جن کی یادگار میدانوں وغیرہ میں مجسمے نصب کر کے قائم کی جاتی ہے۔ اور مجسمہ کے کامل یا نصف ہونے سے گناہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(د) اور اس سے بھی کمتر درجہ میں ایسے اشخاص کے مجسمے ہیں جن کی تقدیس و تعظیم نہیں کی جاتی اس کی حرمت پر بھی اتفاق ہے، البتہ جن کی بے وقعتی کی جاتی ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً بچوں کے کھلونے اور مٹھائی کے مجسمے جو کھائے جاتے ہیں۔

(ھ) اس کے بعد غیر مجسم تصویروں کا درجہ ہے یعنی فنی تصویریں اُن شخصیتوں کی جن کی تعظیم کی جاتی ہے، جیسے حاکموں اور لیڈروں وغیرہ کی تصویریں، خاص طور سے جبکہ وہ نصب یا آویزاں کر دی گئی ہوں۔ اُن کی حرمت اور شدید ہو جاتی ہے جبکہ یہ تصویریں ظالموں، فاسقوں اور ملحدوں کی ہوں، کیونکہ اُن کی تعظیم اسلام کو منہدم کرنے کے مترادف ہے۔

(و) اور گناہ کے لحاظ سے اس سے بھی کمتر درجہ کی وہ تصویریں ہیں جو مجسم نہ ہوں اور ان ذوی الارواح کی ہوں جن کی تعظیم نہیں کی جاتی لیکن وہ عیش پرستی کے مظاہر میں سے ہوں، مثلاً اس قسم کی تصویروں والے پردہ سے دیوار وغیرہ کو آراستہ کرنا جو کراہت سے خالی نہیں ہے۔

(ز) جہاں تک غیر ذوی الارواح کی تصویروں کا تعلق ہے مثلاً کھجور وغیرہ کے درخت، دریا جہاز، پہاڑ وغیرہ قدرتی مناظر کی تصویریں تو ان کو بنانے اور محفوظ کر لینے میں کوئی گناہ نہیں ہے بشرطیکہ وہ طاعت سے غافل نہ کر دیں یا تعیش کا باعث نہ بنیں بصورت دیگر ایسی تصویریں مکروہ ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

(ح) رہی عکسی تصویر یعنی فوٹو تو یہ اصلاً مباح ہے، بشرطیکہ اس سے حرام چیز مقصود نہ ہو مثلاً جس شخص کا فوٹو ہے اس کا مذہبی تقدس یا دنیوی تعظیم، خصوصاً جبکہ وہ شخص کافر و فاسق ہو مثال کے طور پر وہ شخص بت پرست ہو یا کیمونسٹ ہو یا گمراہ فن کار ہو۔

(ط) اور آخری بات یہ ہے کہ حرام مجسموں اور تصویروں کو جب مسخ کر دیا جائے یا بے وقعت اور حقیر بنا دیا جائے تو وہ دائرہ حرمت سے نکل کر دائرہ حلت میں آ جاتی ہیں۔ مثلاً فرش کی تصویریں جنہیں پیر اور جوتے وغیرہ پامال کرتے رہتے ہیں۔

بلاضرورت کتے پالنا

نبی ﷺ نے بلاضرورت گھر میں کتے پالنے کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔ ہم نے ایسے عیش پرستوں کو دیکھا ہے جو کتوں پر تو خوب خرچ کرتے ہیں لیکن انسان کی اولاد پر خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں، اور ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے کتے کے ناز وادا پر مال خرچ کرنے ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان سے جذباتی وابستگی بھی پیدا کر لیتے ہیں جبکہ وہ اپنے اقربا سے بے رخی برتتے ہیں اور اپنے پڑوسی اور بھائی کو بھول جاتے ہیں۔

مسلمان کے گھر میں اگر کتا ہو تو اس بات کا احتمال ہوتا ہے کہ وہ برتنوں وغیرہ کو چاٹ کر نجس بنا کر نہ رکھ دے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ، إِحْدَاهُنَّ بِالتُّرَابِ.)) [1]

"جب کتا کسی کے برتن میں منہ ڈالے تو اسے چاہیے کہ برتن کو سات مرتبہ دھوئے۔ ان میں سے ایک مرتبہ مٹی لگا کر دھولے۔"

بعض علما نے ممانعت کی وجہ یہ بتائی ہے کہ کتا مہمان پر بھونکتا ہے، سائل کو خوف زدہ کرتا ہے اور وہ راہ چلنے والے کو اذیت پہنچاتا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب إذا شرب الکلب فی إناء احدکم، رقم الحدیث: ۱۷۲؛ صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب حکم ولوغ الکلب، رقم الحدیث: ۲۷۹؛ مجمع الزوائد للهیثمی، ۱/۲۸۷، باب فی السنور والکلب، رقم الحدیث: ۱۵۸۷۔

Marfat.com
Marfat.com

نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((اَتَانِی جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لِیْ اَتَیْتُکَ الْبَارِحَةَ فَلَمْ یَمْنَعْنِیْ اَنْ اَکُوْنَ دَخَلْتُ اِلَّا اَنَّهٗ کَانَ عَلَی الْبَابِ تَمَاثِیْلُ وَکَانَ فِی الْبَیْتِ قِرَامُ سِتْرٍ فِیْهِ تَمَاثِیْلُ وَکَانَ فِی الْبَیْتِ کَلْبٌ، فَمُرْ بِرَأْسِ التِّمْثَالِ الَّذِیْ فِی الْبَیْتِ یُقْطَعُ فَیَصِیْرُ کَهَیْئَةِ الشَّجَرَةِ وَمُرْ بِالسِّتْرِ فَلْیُقْطَعْ فَیُجْعَلُ مِنْهُ وِسَادَتَانِ تُوْطَانِ وَمُرْ بِالْکَلْبِ فَلْیُخْرَجْ.)) [1]

''میرے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا: گزشتہ شب میں آیا تھا لیکن گھر میں داخل نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ دروازہ پر مجسمہ تھا اور گھر میں تصویروں والا پردہ تھا اور گھر میں کتا بھی تھی۔ لہٰذا جو مجسمہ گھر میں ہے اس کا سر آپ اس طرح کٹوا دیجیے کہ وہ درخت کی شکل میں رہ جائے۔ اور پردہ پھاڑ کر تکیے بنا لیجیے جن کو پامال کیا جائے اور کتے کو گھر سے باہر نکلوا دیجیے۔''

ممانعت کا یہ حکم اُن کتوں کے بارے میں ہے جن کو بلاضرورت اور بے فائدہ پالا جائے۔

شکار اور حفاظت کے لیے کتوں کا جواز

جو کتے کسی ضرورت سے پالے جائیں مثلاً شکاری کتے یا کھیت اور مویشیوں وغیرہ کی حفاظت کرنے والے کتے تو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنِ اتَّخَذَ کَلْبًا اِلَّا کَلْبَ صَیْدٍ اَوْ زَرْعٍ اَوْ مَاشِیَةٍ انْتَقَصَ مِنْ اَجْرِهٖ کُلَّ یَوْمٍ قِیْرَاطٌ.)) [2]

---

[1] [صحیح] سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الصور، رقم الحدیث: ٤١٥٨؛ جامع ترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء أن الملائکة لا تدخل بیتاً، رقم الحدیث: ٢٨٠٦؛ سنن النسائی، کتاب الزینة، باب ذکر أشد الناس عذاباً، رقم الحدیث: ٥٣٦٧۔

[2] صحیح البخاری، کتاب الحرث، باب اقتناء الکلب للحرث، رقم الحدیث: ٢٣٢٢؛ صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب الأمر بقتل الکلاب، رقم الحدیث: ١٥٧٥؛ سنن ابی داؤد، کتاب الصید، باب اتخاذ الکلب للصید وغیره، رقم الحدیث: ٢٨٤٤۔

Marfat.com
Marfat.com

"جو شخص کتا پالتا ہے اس کا اجر روزانہ ایک قیراط کم ہو جاتا ہے الا یہ کہ شکار یا کھیتی یا مویشیوں کے لیے پالا جائے۔"

اس حدیث سے بعض فقہا نے یہ استدلال کیا ہے کہ کتا پالنے کی ممانعت کراہت کے حکم میں ہے نہ کہ حرمت کے حکم میں، کیونکہ اگر کتا پالنا حرام ہوتا تو ہر حال میں اس سے احتراز کرنا پڑتا خواہ اجر میں کمی واقع ہو یا نہ ہو۔

گھر میں کتا پالنے کی جو ممانعت کر دی گئی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کتوں کے ساتھ سنگدلانہ برتاؤ کیا جائے یا ان کو ختم کر کے رکھ دیا جائے۔ کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَوْ لَا اَنَّ الْكِلَابَ اُمَّةٌ مِّنَ الْاُمَمِ لَاَمَرْتُ بِقَتْلِهَا.)) [1]

"اگر کتے بھی ایک امت نہ ہوتے تو میں انہیں قتل کرنے کا حکم دیتا۔"

اس حدیث کے ذریعہ آپ ﷺ نے ایک اہم حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور اس مہتم بالشان حقیقت کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طَآئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ط﴾ [2]

"زمین پر چلنے والا کوئی جانور اور پروں سے اڑنے والا کوئی پرندہ ایسا نہیں جو تمہاری ہی طرح ایک امت نہ ہو۔"

اور نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو اس شخص کا قصہ سنایا جس نے صحرا میں ایک کتے کو دیکھا جو ہانپ رہا تھا اور پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا تھا۔ وہ شخص دوڑتا ہوا کنوئیں پر گیا اور اپنے موزہ میں پانی بھر لایا اور کتے کو پلا دیا یہاں تک کہ وہ سیراب ہو گیا۔ اس قصہ کو

[1] [صحيح] سنن ابى داؤد، كتاب الصيد، باب فى اتخاذ الكلب للصيد وغيره، رقم الحديث: ٢٨٤٥؛ جامع ترمذى، كتاب الاحكام، باب ماجاء فى قتل الكلاب، رقم الحديث: ١٤٨٦؛ سنن النسائى، كتاب الصيد، باب صفة الكلاب التى امر بقتلها، رقم الحديث: ٤٢٨٥؛ سنن ابن ماجة، كتاب الصيد، باب النهى عن إقتناء الكلب، رقم الحديث: ٣٢٠٥۔

[2] ٦/الانعام: ٣٨۔

Marfat.com
Marfat.com

سنا کر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے اس کے اس عمل کی قدر فرمائی اور اسے بخش دیا۔ [1]

کتا پالنا علم جدید کی رو سے

ہمیں اپنے ملک میں اکثر ایسے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے جو مغربی تہذیب کے دلدادہ ہوتے ہیں اور اپنے کو رحمدل، انسانیت نواز اور ہر جاندار مخلوق کے حق میں مہربان خیال کرتے ہیں۔ یہ لوگ اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس نے کس طرح ایک ایسے جانور سے باز رکھا ہے جو سنجیدہ، مانوس اور امانت دار ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی خدمت میں ہم ٹھوس علمی مقالہ پیش کرنا چاہتے ہیں جسے ایک جرمن اسکالر نے لکھا ہے جو ایک جرمن رسالہ میں شائع ہوا ہے۔ اس مقالہ میں ان اہم خطرات کو بیان کیا گیا ہے جو کتے کو پالنے یا اس کے قریب رہنے کی صورت میں لاحق ہوتے ہیں:

"گزشتہ چند برسوں میں لوگوں کے اندر کتا پالنے کا شوق کافی بڑھ گیا ہے، جس کے پیش نظر ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ لوگوں کی توجہ ان خطرات کی طرف مبذول کرائی جائے جو اس سے پیدا ہوتے ہیں خصوصاً جبکہ لوگ کتا پالنے ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ خوش طبعی بھی کرنے لگتے ہیں اور اس کو چومتے بھی ہیں، نیز اس کو اس طرح چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ چھوٹوں اور بڑوں کے ہاتھ چاٹ لے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بچا ہوا کھانا کتوں کے آگے اپنے کھانے کی پلیٹوں میں رکھ دیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ عادتیں ایسی معیوب ہیں کہ ذوق سلیم ان کو قبول نہیں کرتا اور یہ شائستگی کے خلاف ہیں۔ مزید برآں یہ صحت و نظافت کے اصول کے بھی منافی ہے۔

طبی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو کتے کو پالنے اور اس کے ساتھ خوش طبعی کرنے سے جو خطرات انسان کی صحت اور اس کی زندگی کو لاحق ہوتے ہیں ان کو معمولی خیال کرنا صحیح نہیں ہے۔ بہت سے لوگوں کو اپنی نادانی کی بھاری

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المساقاۃ، باب فضل سقی الماء، رقم الحدیث: ٢٣٦٣؛ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب فضل سقی البهائم المحترمة و إطعامها، رقم الحدیث: ٢٢٤٤۔

Marfat.com
Marfat.com

قیمت ادا کرنا پڑی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کتوں کے جسم پر ایسے جراثیم ہوتے ہیں جو دائمی اور لاعلاج امراض کا سبب بنتے ہیں بلکہ کتنے ہی لوگ اس مرض میں مبتلا ہو کر اپنی جان سے ہاتھ دھو چکے ہیں۔

اس جرثومہ کی شکل فیتہ کی ہوتی ہے اور یہ انسان کے جسم پر پھنسی کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ گو اس قسم کے جراثیم مویشیوں اور خاص طور سے سوروں کے جسم پر بھی پائے جاتے ہیں لیکن نشو و نما کی پوری صلاحیت رکھنے والے جراثیم صرف کتوں کے جسم پر ہوتے ہیں۔

یہ جراثیم گیدڑ اور بھیڑیئے کے جسم پر بھی ہوتے ہیں لیکن بلیوں کے جسم پر شاذ ہی ہوتے ہیں۔ یہ جراثیم دوسرے فیتہ والے جراثیم سے مختلف ہوتے ہیں اور اتنے باریک ہوتے ہیں کہ دکھائی دینا مشکل ہے۔ ان کے بارے میں گزشتہ چند سالوں ہی میں کچھ معلومات ہو سکی ہیں۔''

مقالہ نگار آگے لکھتا ہے:

''یہ جراثیم انسان کے جگر میں داخل ہو جاتے ہیں اور وہاں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ اکثر پھیپھڑے، عضلات، تلی، گردہ اور سر کے اندرونی حصہ میں داخل ہوتے ہیں۔ ان کی شکل بہت کچھ بدل جاتی ہے، یہاں تک کہ خصوصی ماہرین کے لئے بھی ان کی شناخت مشکل ہو جاتی ہے۔

بہر حال اس سے جو زخم پیدا ہوتا ہے خواہ جسم کے کسی حصہ میں پیدا ہو، صحت کے لیے سخت مضر ہے۔ ان جراثیم کا علاج اب تک دریافت نہیں کیا جا سکا ہے۔ ان وجوہ سے ضروری ہے کہ ہم تمام ممکنہ وسائل کے ساتھ اس لاعلاج بیماری کا مقابلہ کریں اور انسان کو اس کے خطرات سے بچائیں۔

جرمن ڈاکٹر نوللر کا بیان ہے کہ کتے کے جراثیم سے انسان پر جو زخم ابھر آتے ہیں ان کی تعداد ایک فی صد سے کسی طرح کم نہیں ہے اور بعض ممالک میں تو بارہ فی صد تک اس میں مبتلا پائے جاتے ہیں...... اس مرض کا مقابلہ کرنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ ان جراثیم کو کتوں تک ہی رہنے دیا جائے اور

Marfat.com
Marfat.com

انہیں پھیلنے نہ دیا جائے..........

انسان اگر اپنی صحت کو محفوظ اور اپنی زندگی کو باقی رکھنا چاہتا ہے تو اسے کتوں کے ساتھ خوش طبعی نہیں کرنا چاہیے، انہیں قریب آنے سے روکنا چاہیے، بچوں کو ان کے ساتھ گھل مل جانے سے باز رکھنا چاہیے۔ کتوں کو ہاتھ چاٹنے کے لیے چھوڑ نہیں دینا چاہیے اور نہ ان کو بچوں کے کھیل کود اور تفریح کے مقامات میں رہنے اور وہاں گندگی پھیلانے کا موقع دینا چاہیے۔ لیکن بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کتوں کی بڑی تعداد بچوں کی ورزش گاہوں میں پائی جاتی ہے......

اسی طرح ان کے کھانے کے برتن الگ ہونے چاہئیں۔ انسان اپنے کھانے کے لیے جو پلیٹیں وغیرہ استعمال کرتا ہے ان کو کتوں کے آگے چاٹنے کے لیے نہ ڈال دیا جائے اور نہ ان کو بازاروں اور ہوٹلوں وغیرہ میں داخل ہونے دیا جائے۔ غرضیکہ پوری احتیاط سے کام لے کر ان کو کھانے پینے کی تمام چیزوں سے دور رکھا جائے۔''

اس بیان کو سامنے رکھئے اور غور کیجئے کہ حضرت محمد ﷺ نے کتوں کے ساتھ گھل مل جانے سے جو روکا ہے وہ کس قدر مبنی بر حقیقت ہے! آپ ﷺ نے کھانے پینے کے برتنوں میں کتے کے منہ ڈالنے سے احتراز کرنے کی بھی ہدایت فرمائی ہے نیز بلا ضرورت کتا پالنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ غور کیجئے۔ اس میں کتنی عظیم مصلحت پوشیدہ ہے!

ایک اُمی ﷺ کی تعلیمات جدید علمی وطبی تحقیقات سے آج کس قدر ہم آہنگ ہو رہی ہیں! اس حقیقت کو دیکھ کر بے تحاشا ہماری زبان پر قرآن کریم کے یہ کلمات جاری ہو جاتے ہیں:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىۗ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰىۙ ۝﴾ [1]

''وہ اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتا۔ یہ تو ایک وحی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے۔''

---

[1] ٥٣/النجم: ٣، ٤۔

Marfat.com
Marfat.com

کسب اور پیشہ

﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ﴾ [1]

"وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے تابع کر رکھا ہے تا کہ تم اس کے کندھوں پر چلو اور اللہ کا رزق کھاؤ۔"

یہ ہے اسلام کا اصول۔ زمین کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی خدمت کے لیے مسخر کیا ہے لہٰذا اس نعمت سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور اس کے پہلوؤں میں اللہ کے فضل کے طالب بن کر دوڑ دھوپ کرنا چاہیے۔

جو شخص کام کی قدرت رکھتا ہو اس کا بیٹھے رہنا حرام ہے

مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ عبادت کے لیے یکسوئی یا اللہ پر توکل کے نام سے طلبِ رزق سے بے پرواہ ہو جائے۔ کیونکہ آسمان سے سونے چاندی کی بارش ہونے والی نہیں۔

اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ صدقات کے بھروسہ پر بیٹھ جائے جبکہ ایسے ذرائع میسر ہوں جن کو اختیار کر کے وہ اپنے معاش کے لیے دوڑ دھوپ کر سکتا ہے نیز اپنے زیرِ کفالت افراد کی ضرورتیں پوری کر سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا ہے:

((لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِیٍّ وَلَا لِذِیْ مِرَّةٍ سَوِیٍّ.)) [2]

"صدقہ کسی غنی کے لیے جائز نہیں ہے اور نہ کسی ایسے شخص کے لیے جو توانا اور تندرست ہو۔"

---

[2] [صحیح] سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب من یعطی من الصدقۃ، رقم الحدیث: ۱۶۳۴؛ جامع ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء من لا تحل له الصدقة، رقم الحدیث: ۶۵۲؛ سنن النسائی، کتاب الزکاۃ باب إذالم یکن له دراهم و کان له عدلها، رقم الحدیث: ۲۵۹۸۔

[1] ۶۷/الملک: ۱۵۔

Marfat.com
Marfat.com

نبی ﷺ نے اس بات کی سخت مذمت فرمائی ہے اور حرام ٹھہرایا ہے کہ ایک مسلمان لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے جس کے نتیجہ میں اس کے چہرہ کی رونق غائب ہو جائے اور اپنی انسانیت و شرافت کو بلاضرورت مجروح کر کے رکھ دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلَّذِیْ یَسْأَلُ مِنْ غَیْرِ حَاجَۃٍ کَمَثَلِ الَّذِیْ یَلْتَقِطُ الْجَمْرَ.)) ❶

''جو شخص بلاضرورت مانگتا ہے وہ گویا اپنے ہاتھ میں انگارے چنتا ہے۔''

اور فرمایا:

((مَنْ سَأَلَ النَّاسَ یَثْرِیْ بِہٖ مَالَہٗ کَانَ خُمُوْشًا فِیْ وَجْھِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَ رَضْفًا یَأْکُلُہٗ مِنْ جَھَنَّمَ، فَمَنْ شَاءَ فَلْیُقِلَّ وَ مَنْ شَاءَ فَلْیُکْثِرْ.)) ❷

''جس نے لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کیا تا کہ وہ مالدار ہو جائے وہ اپنے چہرہ کو قیامت تک کے لیے مجروح کر دیتا ہے اور جہنم کے گرم پتھر کھائے گا۔ اب جو شخص چاہے اپنے لیے یہ چیزیں زیادہ مقدار میں فراہم کرے یا کم مقدار میں۔''

نیز فرمایا:

((لَا تَزَالُ الْمَسْأَلَۃُ بِاَحَدِکُمْ حَتّٰی یَلْقَی اللّٰہَ وَ لَیْسَتْ فِیْ وَجْھِہٖ مُزْعَۃُ لَحْمٍ.)) ❸

---

❶ [صحیح] شعب الایمان للبیهقی، ۳/۲۷۱، رقم الحدیث: ۳۵۱۷ واللفظ لهٗ؛ مسند احمد بن حنبل ۴/۱۶۵، رقم الحدیث: ۱۷۵۰۸؛ شرح معانی الآثار للطحاوی ۱/۳۰۶۔ صحیح ابن خزیمة، باب التغلیظ فی مسألة الغنی من الصدقة، رقم الحدیث: ۲۴۴۶۔

❷ [صحیح] جامع ترمذی، کتاب الزکاة، باب جاء من لا تحل له الصدقة، رقم الحدیث: ۶۵۳؛ سنن ابی داؤد، کتاب الزکاة، باب من یعطی من الصدقة، رقم الحدیث: ۱۶۲۹؛ سنن ابن ماجة، کتاب الزکاة، باب من سأل عن ظهر غنی، رقم الحدیث: ۱۸۳۸۔

❸ صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب من سأل الناس تکثرا، رقم الحدیث: ۱۴۷۴؛ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب کراهیة المسألة للناس، رقم الحدیث: ۱۰۴۰؛ مسند احمد بن حنبل، ۲/۱۵، رقم الحدیث: ۴۶۳۸؛ شرح السنة للبغوی، ۶/۱۱۹، رقم الحدیث: ۱۶۲۲۔

Marfat.com
Marfat.com

''جو شخص اپنے کو مانگنے کا عادی بنا لے وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے چہرہ پر گوشت کی کوئی بوٹی نہ ہوگی۔''

اس انجامِ بد سے بچانے کے لیے نبی اکرم ﷺ نے مسلمان کی عزت کا تحفظ فرمایا ہے اور اس کے اندر استعفاف، خود اعتمادی اور مانگنے سے احتراز جیسے اوصاف کی پرورش کا سامان کیا ہے۔

سوال کرنا کب جائز ہے

لیکن رسول اللہ ﷺ لوگوں کی ضرورتوں اور مجبوریوں کا پورا پورا لحاظ فرماتے تھے۔ اگر کوئی شخص سوال کرنے اور حکومت یا افراد سے اعانت طلب کرنے کے لیے مجبور ہو جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

((اِنَّمَا الْمَسَائِلُ كُدُوْحٌ يَكْدَحُ الرَّجُلُ بِهَا وَجْهَهُ، فَمَنْ شَاءَ اَبْقٰى عَلٰى وَجْهِهِ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَ اِلَّا اَنْ يَسْأَلَ ذَا سُلْطَانٍ اَوْ فِيْ اَمْرٍ لَا يَجِدُ مِنْهُ بُدًّا.)) [1]

''سوال کرنا خراش کے ہم معنی ہے۔ جو شخص سوال کرتا ہے وہ اپنے چہرہ کو نوچتا ہے۔ لہٰذا جو شخص چاہے اپنے چہرہ کو اس حال میں رکھے اور جو چاہے ترک کر دے۔ البتہ یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ کسی صاحبِ اقتدار سے مانگنا پڑے یا کسی ایسے معاملہ میں سوال کرنا پڑے جو بالکل ناگزیر ہو۔''

ابو بشر قبیصہ بن المخارق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَسْأَلُهُ فِيْهَا فَقَالَ: اَقِمْ حَتّٰى تَاْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَاْمُرَ لَكَ بِهَا ثُمَّ قَالَ: يَا قَبِيْصَةُ اِنَّ

[1] [صحيح] سنن ابی داود، كتاب الزكاة، باب ما تجوز فيه المسألة، رقم الحديث: ١٦٣٩؛ جامع ترمذی، كتاب الزكاة، باب ماجاء فی النهی عن المسألة، رقم الحديث: ٦٨١؛ سنن النسائی، كتاب الزكاة، باب مسألة الرجل ذا سلطان، رقم الحديث: ٢٦٠٠۔

Marfat.com
Marfat.com

الْـمَسَـائِلَ لَاتَـحِلُّ اِلَّا لِاَ حَدِ ثَلَاثَةٍ، رَجُلٌ تَـحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَـهُ الْـمَسـاَلَةُ حَتّٰی يُصِيْبَهَا ثُمَّ يُمْسِكَ، وَرَجُلٌ اَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اِجْتَـاحَتْ مَالَهُ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰی يُصِيْبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ، وَرَجُـلٌ اَصَـابَتْهُ فَاقَةٌ حَتّٰی يَقُوْلَ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِی الْحِجَا مِنْ قَوْمِهٖ لَـقَـدْ اَصَـابَـتْ فُلَانًا فَاقَةٌ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰی يُصِيْبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ...... فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْاَلَةِ يَا قَبِيْصَةُ سُحْتٌ يَاكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا.)) [1]

''میں نے ایک معاملہ میں ضمانت کی ذمہ داری قبول کر لی تھی اس لیے میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ٹھہرو۔ صدقہ کا مال آ جائے تو ہم تمہیں دلوا دیں گے۔ پھر فرمایا: اے قبیصہ! سوال کرنا جائز نہیں ہے بجز تین اشخاص کے۔ ایک وہ شخص جو کسی کے لیے ضمانت کی ذمہ داری قبول کر لے۔ ایسے شخص کے لیے سوال کرنا جائز ہے جب تک کہ اسے مطلوبہ مال حاصل نہ ہو جائے۔ اس کے بعد اسے رک جانا چاہیے۔ دوسرا وہ شخص جس کا مال کسی مصیبت میں مبتلا ہو یہاں تک کہ اس کے محلّہ کے تین سمجھ دار لوگ یہ کہہ دیں کہ فلاں شخص فاقہ زدہ ہے۔ ایسی صورت میں اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے جب تک کہ گزر بسر کی چیزیں اسے فراہم نہ ہو جائیں۔ ان کے ماسوا جو شخص سوال کرتا ہے تو یہ حرام کا مال ہے جسے وہ کھاتا ہے۔''

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب من تحل له المسألة، رقم الحديث: ١٠٤٤؛ سنن ابی داؤد، كتاب الزكاة، باب ما تجوز فيه المسألة، رقم الحديث: ١٦٤٠؛ مسند احمد بن حنبل، ٤٧٧/٣، رقم الحديث: ١٥٩١٦۔

Marfat.com
Marfat.com

کام کرنا باعث عزت ہے

بعض لوگ کچھ کاموں کو معیوب خیال کرتے ہیں۔ نبی ﷺ نے اس کو غلط قرار دیا ہے اور اپنے اصحاب کو اس بات کی تعلیم دی ہے کہ عزت اور کامل عزت کام کرنے میں ہے خواہ وہ کوئی کام ہو، اور ذلت وخست لوگوں کی اعانت پر تکیہ کرنے میں ہے۔ فرمایا ہے:

((لَاَنْ يَأْخُذَ اَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَاتِيْ بِحُزْمَةِ حَطَبٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيْعُهَا فَيَكُفُّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهٗ خَيْرٌ مِنْ اَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ اَعْطَوْهُ اَوْ مَنَعُوْهُ.)) [1]

''کسی شخص کا رسی لے کر جانا اور لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لانا اور اسے بیچ دینا کہ اللہ اس کے ذریعہ اس کی آبرو کو بچالے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے اور پھر لوگ اسے دیں یا نہ دیں۔''

زراعت کے ذریعہ روزی کمانا

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انسان پر اپنے فضل واحسان کا ذکر فرماتے ہوئے وہ اصولی باتیں بیان فرمائی ہیں جو زراعت کے قیام کے لیے ضروری ہیں۔

زمین کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بنایا ہے کہ وہ اگانے اور پیدا کرنے کی خدمت انجام دیتی ہے اور اسے فرش بنادیا ہے جو مخلوق کے لیے ایک نعمت ہے۔ اس نعمت کو یاد رکھنا اور اس کی قدر کرنا نہایت ضروری ہے۔

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۙ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۧ﴾

''اللہ نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا تاکہ تم اس کے کھلے راستوں پر چلو۔'' [2]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب الاستعفاف عن المسألة، رقم الحديث: ١٤٧١۔ صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب كراهة المسألة للناس، رقم الحديث: ١٠٤٢؛ سنن ابن ماجة، كتاب الزكاة، باب كراهية المسألة، رقم الحديث: ١٨٣٦۔ [2] ٧١/نوح: ١٩، ٢٠۔

Marfat.com
Marfat.com

﴿وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۙ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۖ ۝ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۚ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝﴾ [1]

''اور زمین کو اس نے مخلوقات کے لیے بنایا۔ اس میں پھل ہیں، کھجور کے درخت ہیں غلاف والے، غلہ ہے بھوسہ والا اور پھول ہیں خوشبودار۔ پھر تم اپنے رب کی قدرت کے کن کن کرشموں کا انکار کرو گے؟''

اور پانی کو اللہ تعالیٰ نے بارش کی صورت میں اتارا اور اس کی نہریں جاری کیں۔ اس سے وہ مردہ زمینوں کو زندگی بخشتا ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ﴾ [2]

''وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعہ ہر قسم کی نباتات اگائیں پھر اس سے سرسبز شاخیں پیدا کیں جن سے ہم تہ بر تہ دانے نکالتے ہیں۔''

اور ہواؤں کو اللہ تعالیٰ خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجتا ہے جس سے بادل چلنے لگتے ہیں اور نباتات بار آور ہوتی ہیں:

﴿وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۝ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ۝ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ۝﴾ [3]

''اور زمین کو ہم نے بچھایا اور اس میں پہاڑ رکھ دیے اور اس میں ہر قسم کی چیزیں تناسب کے ساتھ اگائیں اور تمہاری معیشت کا سامان بھی رکھا اور ان کی معیشت کا بھی جن کو تم رزق نہیں دیتے۔ ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس

[1] ۵۵/الرحمٰن: ۱۰۔۱۳۔ [2] ۶/الانعام: ۹۹۔ [3] ۱۵/الحجر: ۱۹۔۲۲۔

Marfat.com
Marfat.com

موجود ہیں اوراسے ہم مقررہ انداز کے ساتھ ہی اتارتے ہیں،اور ہواؤں کو ہم بارآور بنا کر بھیجتے ہیں پھر آسمان سے پانی برساتے ہیں اور تم کو اس سے سیراب کرتے ہیں، ورنہ تم اس کے ذخیرہ کو جمع نہیں کرسکتے تھے۔‘‘

ان تمام آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے زراعت کی نعمت اوراس کے سہل الحصول ذرائع کی طرف انسان کو متوجہ فرمایا ہے،اوررسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا اَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ وَلَا اِنْسَانٌ اِلَّا كَانَ لَهُ بِهٖ صَدَقَةٌ.)) [1]

’’جو مسلمان بھی پودا لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے اوراس میں سے پرندے یا انسان جو کچھ کھالیتے ہیں وہ اس کے لیے صدقہ ہوجاتا ہے۔‘‘

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ثواب جاری رہتا ہے جب تک کہ پودا یا کھیتی سے کھانے وغیرہ کا فائدہ اٹھایا جاتا رہے اگرچہ پودا لگانے والا یا کھیتی کرنے والا مرچکا ہو یا اس کی ملکیت دوسرے کی طرف منتقل ہوگئی ہو۔

علما کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی فیاضی سے یہ بعید نہیں کہ وہ ایسے شخص کو اس کے مرنے کے بعد بھی ثواب سے نوازتا رہے جس طرح اس کی زندگی میں نوازتا رہا ہے، یعنی چھ باتوں کے سلسلہ میں۔ایک صدقہ جاریہ، دوسرے وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، تیسرے نیک اولاد جو اپنے والد کے لیے دعا کرے ، چوتھے پودا، پانچویں کھیتی اور چھٹے پاسبانی یعنی دشمنوں کے مقابلہ میں سرحد وغیرہ کی حفاظت کرنا۔

روایت ہے کہ ایک شخص کا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا جبکہ وہ اخروٹ کا پودا لگارہے تھے۔اس شخص نے کہا: آپ بڑھاپے میں اخروٹ کا پودا لگارہے ہیں!اس کو

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الحرث باب فضل الزرع والغرس، رقم الحدیث: ۲۳۲۰؛ صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب فضل الغرس والزرع، رقم الحدیث:۱۵۵۳؛ جامع ترمذی، کتاب الأحکام، باب ماجاء فی فضل الغرس، رقم الحدیث: ۱۳۸۲۔

Marfat.com
Marfat.com

پھل لانے میں تو کئی سال لگ جاتے ہیں...... ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس میں کیا حرج ہے کہ میں اجر کماؤں اور دوسرے لوگ اسے کھائیں؟'' [1]

اور ایک صحابی سے روایت ہے کہ میں نے اپنے دونوں کانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

((مَنْ نَصَبَ شَجَرَةً فَصَبَرَ عَلٰى حِفْظِهَا وَالْقِيَامِ عَلَيْهَا حَتّٰى تَثْمُرَ فَإِنَّ لَهُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ يُصَابُ مِنْ ثَمَرِهَا صَدَقَةٌ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.)) [2]

''جس نے درخت لگایا پھر اس کی حفاظت اور نگرانی کرتا رہا، یہاں تک کہ وہ درخت پھل لے آیا تو اس کے پھلوں کا جو نقصان بھی ہوگا اس کا اجر اللہ عزوجل کے پاس اسے ملے گا۔''

ان احادیث سے اور اس قسم کی دوسری احادیث سے بعض علما نے یہ استدلال کیا ہے کہ زراعت کمانے کے دیگر ذرائع سے بہتر ہے۔ لیکن دوسرے علما کہتے ہیں کہ صنعت اور دستکاری افضل ہے اور کچھ علما تجارت کو افضل بتاتے ہیں۔

بعض محققین کہتے ہیں کہ مختلف حالات میں مختلف چیزیں افضل ہوسکتی ہیں۔ مثلاً جب غذا کی ضرورت شدید ہو تو زراعت افضل ہوگی کیونکہ اس کا فائدہ عام ہے۔ اور جب ڈاکہ زنی وغیرہ کی وجہ سے منڈیوں میں مال کم آ رہا ہو تو تجارت افضل ہوگی، اور جب مصنوعات کی ضرورت ہو تو صنعت افضل ہوگی۔

اخیر میں جو تفصیل بیان کی گئی اس سے موجودہ اقتصادی علم ہم آہنگ ہے۔

---

[1] [صحيح] مسند احمد بن حنبل ٦/٤٤٤، رقم الحديث:٢٧٥٠٦؛ مجمع الزوائد للهيثمي، ٤/٦٨، رقم الحديث:٦٢٦٧۔

[2] [اسناد ضعيف] مسند احمد بن حنبل، ٤/٦١، رقم الحديث:١٦٥٨٦؛ أسد الغابة لابن الأثير، ٤/٣٥٢، رقم الترجمة:٤٢٤٣، (فنج بن دحرج)؛ الاستيعاب لابن عبدالبر، ٣/٣٣١، رقم الترجمة: ٢١١١؛ (فنج بن دحرج)؛ مجمع الزوائد للهيثمي، ٤/٦٨، رقم الحديث:٦٢٦٨۔

Marfat.com
Marfat.com

حرام کاشتکاری

ہر وہ نباتات جس کو نوش کرنا اسلام نے حرام ٹھہرایا ہے جس کا استعمال مضر ہے اس کی کاشت کرنا بھی حرام ہے۔ مثلاً گانجا وغیرہ۔

اور تمباکو کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر ہمارے نزدیک تمباکو نوشی حرام ہے "اور قول راجح یہی ہے" تو اس کی کاشت کرنا بھی حرام ہوگا اور اگر ہمارے نزدیک وہ مکروہ ہے تو اس کی کاشت کرنا بھی مکروہ ہوگا۔

مسلمان کے لیے روا نہیں کہ وہ حرام چیز کی کاشت اس لیے کرے کہ اسے غیر مسلموں کے ہاتھ فروخت کر دینا ہے۔ مسلمان حرام چیز کی بھی ترویج نہیں کرتا چنانچہ اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ سوروں کی پرورش کرے تاکہ ان کو نصاریٰ کے ہاتھ بیچ دے اور اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ اسلام نے حلال انگور بھی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا حرام ٹھہرایا ہے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اس سے شراب بنائے گا۔

صنعت و حرفت

اسلام نے زراعت کی ترغیب بھی دی ہے اور اس کی خوبیاں بھی بیان کر دی ہیں نیز اس خدمت کو باعثِ ثواب قرار دیا ہے، لیکن اس بات کو ناپسند کیا ہے کہ ملت اسلامیہ کی سرگرمیاں زراعت کے لیے وقف ہو کر رہ جائیں، جس طرح سیپی کا کیڑا سیپی کے اندر بند ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسلام نے اپنے پیروؤں کے لیے صرف کاشتکاری پر اکتفا کرنا اور بیلوں کی دم کے پیچھے پیچھے چلتے رہنا ناپسند کیا ہے کیونکہ ایسی صورت میں ملت پیش آمدہ خطرات کا مقابلہ نہیں کر سکے گی، اس لیے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے اسے باعثِ ذلت قرار دیا اور زمانہ نے اس کی پوری طرح تصدیق کر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ وَاَخَذْتُمْ اَذْنَابَ الْبَقَرِ وَ رَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ وَ تَرَكْتُمُ الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتّٰى تَرْجِعُوْا

Marfat.com
Marfat.com

اِلٰی دِیْنِکُمْ.)) ❶

''جب تم عینہ کی بیع کرنے لگو گے (ایک خاص قسم کی بیع جس میں سود کی شکل پیدا ہو جاتی ہے) اور بیلوں کی دم پکڑے رہو گے۔ زراعت کو پسند کرو گے اور جہاد کو ترک کر دو گے تو اللہ تم پر ذلت مسلط فرمائے گا، پھر اسے دور نہیں کرے گا جب تک کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹ نہ آؤ۔''

لہٰذا زراعت کے ساتھ صنعت وحرفت بھی ضروری ہے۔ ان چیزوں کے ذریعہ خوشگوار زندگی کی ضرورتیں اور ایک آزاد اور طاقتور امت نیز ایک مستحکم اور خود کفیل حکومت کے لوازمات پورے ہو سکتے ہیں۔ صنعت وحرفت اسلام کی رو سے ایک جائز خدمت ہی نہیں ہے بلکہ جیسا کہ علما اور ائمہ نے کہا ہے فرض کفایہ ہے اس مفہوم میں کہ اسلامی جماعت کے اندر صنعت وحرفت اور ہر فن کو جاننے والے اتنی وافر تعداد میں ہونے چاہئیں کہ جماعت کی ضرورتیں پوری ہو جائیں اور وہ اپنا کام ٹھیک طریقہ سے انجام دے سکے۔ اگر صنعت وفن کے کسی گوشہ میں اس طرح کمی واقع ہو جاتی ہے کہ اس خدمت کو انجام دینے والا کوئی شخص بھی نہیں ملتا تو پوری جماعت گنہگار ہو جاتی ہے اور خاص طور سے اولوالامر اور اہل حل وعقد۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''فرض کفایہ ہر وہ علم ہے جس سے انسان دنیوی معاملات میں بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ جیسے طب کہ بقائے جسم کے لیے ضروری ہے اور حساب کہ معاملات اور وصیت ومیراث کی تقسیم وغیرہ کے لیے ضروری ہے۔ اور یہ ایسے علوم ہیں کہ اگر کوئی شہر ان کے جاننے والوں سے خالی ہو جائے تو لوگ تکلیف میں پڑیں گے۔ اور جب کوئی شخص ان کاموں میں لگ جاتا ہے تو دوسروں پر سے ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے۔ اس لیے ہماری رائے میں اس بات پر

❶ [صحیح] سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی النھی عن العینة، رقم الحدیث:٣٤٦٢؛ السنن الکبریٰ للبیھقی، ٥/٣١٦۔ الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ٥/١٩٩٨؛ سلسلة الاحادیث الصحیحة، رقم الحدیث:١١۔

Marfat.com
Marfat.com

تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ طب اور حساب فرض کفایہ ہیں اور بنیادی نوعیت کے کام اور صنعتیں بھی فرض کفایہ کی حیثیت رکھتی ہیں، مثلاً زمین جوتنا، کپڑے بننا، جانوروں کی دیکھ بھال کرنا بلکہ پچھنے لگانا اور سلائی کا کام کرنا بھی، اگر کوئی شہر پچھنے لگانے والوں سے خالی ہو جائے تو ہلاکت تیزی کے ساتھ لوگوں کی طرف بڑھے گی، کیونکہ جس نے بیماری پیدا کی ہے اس نے دوا بھی پیدا کی ہے اور اس کے استعمال کی طرف رہنمائی بھی کی ہے نیز اس کی فراہمی کے اسباب بھی مہیا کیے ہیں لہٰذا ان کو ترک کر کے اپنے کو ہلاکت کے لیے پیش کرنا جائز نہیں ہو سکتا۔''

قرآن نے کتنی ہی صنعتوں کی طرف اشارہ کیا ہے اور ان کا ذکر نعمت کی حیثیت سے کیا ہے مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝ اَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ﴾ [1]

''ہم نے لوہے کو ان کے لیے نرم کر دیا کہ زرہیں بناؤ اور ان کی کڑیاں ٹھیک اندازہ سے جوڑو۔''

﴿وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ ۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شَاكِرُوْنَ ۝﴾ [2]

''اور ہم نے انہیں تمہارے لیے زرہ بنانے کی صنعت سکھا دی تھی تاکہ لڑائی میں تمہارا بچاؤ کرے۔ پھر کیا تم شکر گزار ہو؟''

اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿وَاَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ﴾ [3]

---

[1] ٣٤/سبا: ١٠، ١١۔ [2] ٢١/الانبیآء: ٨٠۔ [3] ٣٤/سبا: ١٣، ١٦۔

Marfat.com
Marfat.com

''اور ہم نے ان کے لیے تانبہ کا چشمہ بہادیا۔ اور ایسے جن ان کے تابع کیے جو اپنے رب کے حکم سے ان کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو ہمارے حکم سے سرتابی کرتا ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب چکھاتے۔ وہ ان کے (سلیمان کے) لیے بناتے جو انہیں منظور ہوتا، اونچی عمارتیں، تصویریں، بڑے بڑے حوض جیسے لگن اور اپنی جگہ سے نہ ہٹنے والی بھاری دیگیں۔ اے آل داؤد، عمل کرو شاکرانہ طریقہ پر۔''

اسی طرح قرآن نے ذوالقرنین کے بلند و بالا دیوار تعمیر کرنے اور حضرت نوح علیہ السلام کے کشتی بنانے کا ذکر فرمایا ہے۔ اور بہت سی سورتوں میں شکار کی مختلف قسموں کا ذکر فرمایا ہے۔ مثلاً مچھلی کا شکار، آبی جانوروں کا شکار اور خشکی کے جانوروں کا شکار نیز موتی اور مرجان وغیرہ نکالنے کے لیے غوطہ لگانا۔

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قرآن نے لوہے کی صحیح قدر و قیمت بتادی جس کی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی، نہ کسی دینی کتاب میں اور نہ دُنیوی کتاب میں۔ فرمایا:

﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَأْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ [1]

''اور ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت قوت ہے اور لوگوں کے لیے منافع بھی ہیں۔''

جس ہنر یا پیشہ سے معاشرہ کی ضرورت پوری ہوتی ہو یا اسے حقیقی فائدہ پہنچتا ہو وہ عمل صالح ہے جبکہ اس کو اختیار کرنے والا خلوص نیز ہنر مندی کے ساتھ اس کو انجام دے جیسا کہ اسلام نے حکم دیا ہے۔

اسلام نے ایسے کتنے پیشوں کو معزز بنایا جو لوگوں کی نظروں میں حقیر تھے، مثال کے طور پر بکریاں چرانے والے کو لوگ عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے لیکن نبی ﷺ فرماتے:

((مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَعَى الْغَنَمَ، قَالُوْا وَاَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟

---

[1] ۵۷/الحدید: ۲۵۔

Marfat.com
Marfat.com

قَالَ: نَعَمْ كُنْتُ اَرْعٰهَا عَلٰى قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ.)) ❶

''اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی؟ فرمایا: میں مکہ والوں کی بکریاں اجرت پر چرایا کرتا تھا۔''

محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، بکریاں چرایا کرتے تھے! اور پھر اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی بکریاں نہیں ہوتی تھیں بلکہ مقررہ اجرت پر اہل مکہ کی بکریاں چراتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروؤں کو یہ قصہ سنایا تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ عزت وافتخار کام کرنے والوں کے لیے ہے نہ کہ عیش پرستوں اور بے کاروں کے لیے۔

قرآن نے ہمیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ سنایا ہے کہ آپ نے ایک بوڑھے بزرگ کے پاس اجرت پر کام کیا تھا۔ اس بزرگ نے آٹھ سال تک خدمت کرنے کی شرط پر اپنے ہاں رکھ لیا تھا جس کا معاوضہ یہ طے ہوا تھا کہ وہ اپنی ایک لڑکی کا نکاح آپ علیہ السلام سے کر دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے اچھے خادم اور اجیر ثابت ہوئے اور اس بزرگ کی لڑکی کی فراست صحیح ثابت ہوئی کہ:

((قَالَتْ اِحْدٰهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ○)) ❷

''ان دو میں سے ایک لڑکی نے کہا۔ ابا جان! انہیں ملازم رکھ لیجیے۔ بہترین آدمی جسے آپ ملازم رکھیں وہی ہو سکتا ہے جو قوی بھی ہو اور امانت دار بھی۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بناتے تھے، حضرت آدم علیہ السلام کاشتکاری کرتے تھے، حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے، حضرت ادریس علیہ السلام سلائی کا کام کرتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چرانے کی خدمت انجام

❶ صحیح البخاری، کتاب الاجارہ باب رعی الغنم علی قراریط، رقم الحدیث: ۲۲۶۲۔ سنن ابن ماجة، کتاب التجارات، باب الصناعات، رقم الحدیث: ۲۱۳۹۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ۱/۱۲۵ ذکر رعیة رسول اللہ الغنم بمکة۔ ❷ ۲۸/القصص: ۲۶۔

Marfat.com
Marfat.com

دیتے تھے۔ [1]

لہٰذا مسلمان کو اپنے پیشہ پر خوش ہونا چاہیے۔ ہر نبی کوئی نہ کوئی پیشہ اختیار کرتا رہا ہے اور صحیح حدیث میں ہے:

((مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا مِنْ اَنْ یَّاْکُلَ مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ وَ اِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ دَاوٗدَ کَانَ یَاْکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ.)) [2]

''جس نے اپنے ہاتھ سے کام کر کے کھایا اس سے بہتر کسی کا کھانا نہیں ہے، اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کام کر کے کھاتے تھے۔''

ممنوع کام اور پیشے

البتہ کچھ کام اور پیشے ایسے ہیں جن کو اختیار کرنا اسلام نے اپنے پیروؤں کے لیے حرام ٹھہرایا ہے۔ اُن کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ معاشرہ کے عقیدہ، اخلاق، عزت اور تہذیبی اقدار کے لیے یہ سخت مضر ہیں۔

قحبہ گری

مثال کے طور پر زنا کاری کو اسلام نے حرام ٹھہرایا ہے لیکن اکثر مغربی ممالک نے اس پیشہ کو جائز کر دیا ہے۔ وہ اس کی اجازت بلکہ باقاعدہ لائسنس دیتے ہیں اور طوائف کے پیشہ کو بھی دیگر پیشوں کی طرح ایک پیشہ قرار دے کر ان کو حقوق عطا کرتے ہیں جبکہ اسلام نے اس پیشہ کی جڑ پر تیشہ چلایا ہے اور کسی آزاد عورت یا لونڈی کے لیے یہ جائز نہیں کیا کہ وہ جسم فروشی کو کمانے کا ذریعہ بنالے۔

بعض اہل جاہلیت لونڈیوں پر یومیہ ٹیکس عائد کرتے تھے۔ یہ ٹیکس انہیں اپنے مالکوں

---

[1] [اسنادہ موضوع] مستدرک حاکم ۲/۵۹۶، رقم الحدیث: ۴۲۲۱۔ ذکر حرف الانبیاء اس میں عبدالمنعم راوی ہے جسے امام احمد نے کذاب کہا ہے۔ [2] صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، رقم الحدیث: ۲۰۷۲؛ سنن ابن ماجۃ، کتاب التجارات، باب الحث علی المکاسب، رقم الحدیث: ۲۱۳۸؛ مسند احمد بن حنبل، ۴/۱۳۲، رقم الحدیث: ۱۷۱۹۰؛ السنن الکبریٰ للبیہقی، ۶/۱۲۷۔

Marfat.com
Marfat.com

کو ادا کرنا پڑتا تھا خواہ کسی طریقہ سے وہ کما کر لائیں۔ اس کی ادائیگی کے لیے کتنی ہی لونڈیاں زنا کا پیشہ اختیار کرتی تھیں، اور بعض اہل جاہلیت ان کو اس کام کے لیے بالکل مجبور کر دیتے تھے تاکہ دنیا کا حقیر فائدہ اور گھٹیا اور ناپاک کمائی حاصل کریں۔ جب اسلام آیا تو اس نے اپنے فرزندوں اور اپنی دختروں کو اس پستی سے نکالا اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا:

﴿وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ [1]

''اپنی لونڈیوں کو قحبہ گری پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں محض اس لیے کہ دنیوی فائدہ تم کو حاصل ہو جائے۔''

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے ساتھ اس کی لونڈی تھی جو بہت زیادہ خوبصورت تھی اور جس کا نام معاذہ تھا۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ لونڈی فلاں یتیموں کی ہے۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے زنا کی اجازت دیں گے تاکہ اس کا نفع ان یتیموں کو ملے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ [2]

اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گندے پیشہ کی بالکل ممانعت کر دی خواہ اس کی کمائی سے کسی کو فائدہ پہنچتا ہو اور خواہ کیسی ہی ضرورت اور کتنا ہی اچھا مقصد کیوں نہ پیش کیا جائے، تاکہ اسلامی معاشرہ اس قسم کی خبیث اور مہلک باتوں سے پاک رہے۔

رقص اور جنسی فنون

اسی طرح اسلام رقص کے پیشہ کا بھی قائل نہیں ہے جو صنفی جذبات کو ابھارتا ہے اور نہ کسی ایسی چیز کا قائل ہے جو طبیعت میں جنسی ہیجان پیدا کرتی ہے، مثلاً فحش گانے، حیا سوز ایکٹنگ اور اس قسم کے دوسرے بے ہودہ کام۔ اگرچہ لوگوں نے اس قسم کی چیزوں کا نام

---

[1] ٢٤/النور:٣٣۔ [2] [منکر] الدرالمنثور للسیوطی، ٥/٤٦،٤٧؛ التفسیر الکبیر للامام رازی، ٢٣/٢٢٠ [سورہ نور]۔ اسی مفہوم کی ایک روایت مسلم میں ہے صحیح مسلم، کتاب التفسیر باب فی قولہ تعالیٰ ﴿ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء﴾ رقم الحدیث:٣٠٢٩۔ [عن جابر]

Marfat.com
Marfat.com

''فن'' (Art) رکھا ہے اور اس کو ''ترقی'' میں شمار کرتے ہیں لیکن الفاظ کا یہ نہایت گمراہ کن استعمال ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے نکاح کے علاوہ ہر قسم کے جنسی تعلق کو حرام قرار دیا ہے اور ہر اُس قول و عمل کو جو ناجائز تعلقات کا دروازہ کھول دے حرام ٹھہرایا ہے۔ قرآن نے زنا کی حرمت بیان کرنے کے لیے جو معجزانہ اسلوب اختیار کیا ہے اس میں یہی راز مضمر ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّ سَآءَ سَبِيْلًا.﴾ [1]

''زنا کے قریب نہ پھٹکو۔ وہ بے حیائی کا فعل اور بہت برا راستہ ہے۔''

یعنی زنا کی ممانعت پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس کے قریب جانے کی بھی ممانعت فرمائی۔

اوپر ہم نے جو باتیں بیان کی نیز جن باتوں کو لوگ جذبات انگیز سمجھتے ہیں وہ سب اس بے حیائی سے قریب کرنے والی باتیں ہیں بلکہ اس پر آمادہ کرنے والی اور اس کی ترغیب دینے والی ہیں۔ تو یہ کتنے برے کام ہیں جو لوگ کرتے ہیں!

مجسموں اور صلیب وغیرہ کی صنعت

اسلام میں مجسمے حرام ہیں، جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور مجسمہ سازی کی حرمت اور زیادہ شدید ہے۔ بخاری کی روایت ہے کہ سعید بن ابی الحسن کہتے ہیں:

((كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ اِذْجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ اِنِّىْ رَجُلٌ اِنَّمَا مَعِيْشَتِىْ مِنْ صَنْعَةِ يَدِىْ وَاِنِّىْ اَصْنَعُ هٰذِهِ التَّصَاوِيْرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا اُحَدِّثُكَ اِلَّا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فَاِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُهُ حَتّٰى يَنْفُخَ فِيْهَا الرُّوْحَ وَ لَيْسَ بِنَافِخٍ فِيْهَا اَبَدًا. فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيْدَةً، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ. وَيْحَكَ اِنْ اَبَيْتَ اِلَّا اَنْ تَصْنَعَ فَعَلَيْكَ بِهٰذَا الشَّجَرِ

[1] ۱۷/الاسراء:۳۲۔

Marfat.com
Marfat.com

وَكُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيهِ رُوحٌ.)) [1]

"میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا اے ابن عباس! میرا ذریعہ معاش کاریگری ہے اور میں اس قسم کی تصویریں بناتا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنا ہے وہی تمہیں سناؤں گا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو تصویر بنائے گا اسے اللہ تعالیٰ عذاب دے گا کہ وہ اس میں روح پھونک دے لیکن وہ کبھی اس میں روح نہ پھونک سکے گا۔ یہ سن کر اس شخص کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: اگر تم تصویر بنانا ہی چاہتے ہو تو پھر درخت وغیرہ غیر ذی روح کی تصویریں بناؤ۔"

یہی حکم بت، صلیب اور ان جیسی دوسری چیزوں کا ہے۔

رہی فوٹو گرافی کی تصویریں تو ہم بیان کر چکے ہیں کہ شریعت کی روح سے قریب تر بات یہ ہے کہ یہ جائز ہیں یا زیادہ سے زیادہ انہیں مکروہ کہا جا سکتا ہے، بشرطیکہ وہ فی نفسہٖ کسی حرام مقصد کے لیے نہ ہوں، مثلاً عورتوں کے ان اعضا کو نمایاں کرنا جن سے فتنہ کا احتمال ہو یا ایسی تصویر جس میں مرد کو عورت سے بوس و کنار کرتے ہوئے دکھایا گیا ہو نیز ایسی تصویریں جن کی تعظیم و تقدیس کی جاتی ہے، جیسے ملائکہ، انبیا علیہم السلام وغیرہ کی تصویریں۔

نشہ آور اور مخدرِ عقل اشیاء کی صنعت

اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اسلام نے شراب کی ترویج میں کسی بھی قسم کی شرکت کو حرام ٹھہرایا ہے خواہ اسے بنایا جائے، یا تقسیم کیا جائے، یا نوش کیا جائے۔ جو شخص بھی اس کا مرتکب ہوگا وہ بزبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ملعون ہے۔

حشیش اور افیون جیسی مخدرِ عقل چیزوں کی حرمت بھی نشہ آور چیزوں ہی کی طرح

---

[1] صحیح البخاری، کتاب البیوع باب بیع التصاویر التی لیس فیھا روح، رقم الحدیث: ٢٢٢٥؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان، رقم الحدیث: ٢١١٠؛ مسند احمد بن حنبل، ١/٣٠٨، رقم الحدیث: ٢٨١٠۔

Marfat.com
Marfat.com

ہے۔ان چیزوں کا لین دین، ان کی تقسیم اوران کی صنعت سب ہی حرام ہیں۔اسی طرح اسلام اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ مسلمان کوئی ایسی صنعت یا پیشہ اختیار کرے جو حرمت پرمبنی ہو یا جس سے کسی حرام چیز کی ترویج ہوتی ہو۔

تجارت کے ذریعہ کمانا

اسلام نے قرآنی نصوص اور سنت رسول ﷺ کے ذریعہ تجارت کرنے کی پرزور طریقہ پر دعوت دی ہے اوراس مقصد کے لیے سفر کرنے کی بھی ترغیب دی ہے اوراسے اللہ کا فضل تلاش کرنے سے تعبیر کیا ہے، نیز تجارت کی غرض سے سفر کرنے والوں کا ذکر مجاہدین فی سبیل اللہ کے ساتھ کیا ہے:

﴿وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ [1]

''کچھ لوگ اللہ کے فضل کی تلاش میں سفر کریں گے اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں قتال کریں گے۔''

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس احسان کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے بحری مواصلات کے ذریعہ جو بین الاقوامی تجارت کے لیے حمل ونقل کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، لوگوں کے لیے داخلی اور خارجی تجارت کی راہیں کھول دی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سمندر کی تسخیر اور جہازرانی کے احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝﴾ [2]

''اور تم دیکھتے ہو کہ اس میں کشتیاں پانی کا سینہ چیرتی ہوئی چلتی ہیں تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور اس کے شکر گزار بنو۔''

اور بعض مقامات پر اس کے ساتھ ہوائیں چلانے کا بھی ذکر کیا ہے۔

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ

---

[1] ۷۳/المزمل:۲۰۔ [2] ۳۵/فاطر:۱۲۔

Marfat.com
Marfat.com

وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١﴾

''اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ ہواؤں کو خوشخبری دینے اور تمہیں اپنی رحمت سے آشنا کرنے کے لیے بھیجتا ہے اور تاکہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو اور اس کے شکر گزار بنو۔''

اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ پر احسان فرما کر ان کے لیے ایسے اسباب مہیا کر دیئے کہ ان کا شہر جزیرۂ عرب میں ایک ممتاز تجارتی مرکز بن گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کہ ''ان کو پھلوں سے رزق دے۔'' ان کے حق میں سچی ثابت ہوئی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قریش پر احسان فرما کر ان کے لیے موسم سرما اور موسم گرما کے تجارتی سفر آسان کر دیئے۔

اسلام نے مسلمانوں کو بین الاقوامی سطح پر تجارتی لین دین کا موقع عطا کیا ہے چنانچہ ہر سال حج کے موسم میں یہ موقع فراہم ہوتا ہے۔ مسلمان حج کے موقع پر تجارت کرنے میں انقباض محسوس کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے واضح طور سے فرمایا:

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ﴾ ﴿٢﴾

''اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔''

قرآن نے مسجد سے گہری دلچسپی رکھنے والوں کی تعریف کی ہے جو صبح شام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں:

﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ﴾ ﴿٣﴾

''ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد اور اقامتِ صلوٰۃ اور ادائیگی زکوٰۃ سے غافل نہیں کرتی۔''

پس مومنین قرآن کی نظر میں مسجدوں میں بند ہو کر رہنے والے لوگ نہیں ہیں اور نہ تکیوں کے درویش ہیں اور نہ ہی خانقاہوں کے رہبان بلکہ وہ کام کاج کرنے والے لوگ

﴿١﴾ ٣٠/الروم:٤٦۔ ﴿٢﴾ ٢/البقرة:١٩٨۔ ﴿٣﴾ ٢٤/النور:٣٧۔

Marfat.com
Marfat.com

ہیں اور ان کی خصوصیت یہ ہے کہ دنیوی کام انہیں دینی ذمہ داریوں سے غافل نہیں کرتے۔

تجارت کے سلسلہ میں یہ چند باتیں قرآن سے پیش کی گئی ہیں۔ رہی سنت تو اس سے بھی ان باتوں پر روشنی پڑتی ہے، چنانچہ پیغمبر اسلام نے اپنے قول و عمل سے تجارت کی ترغیب دی ہے اور اس کی بنیادوں کو استوار کیا ہے۔ کس قدر حکیمانہ ہیں آپ ﷺ کے یہ ارشادات:

((اَلتَّاجِرُ الْاَمِیْنُ الصَّدُوْقُ مَعَ الشُّھَدَآءِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ.)) [1]

''سچا اور دیانت دار تاجر قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔''

((اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ)) [2]

''سچا اور دیانتدار تاجر قیامت کے دن انبیا، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہو گا۔''

اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کہ نبی ﷺ نے سچے تاجر کو مجاہد اور شہید کے برابر قرار دیا کیونکہ دنیوی زندگی کے تجربات اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ جہاد میدانِ قتال ہی میں نہیں ہوتا بلکہ اقتصادی میدان میں بھی ہوتا ہے۔

تاجروں سے آپ ﷺ نے وعدہ فرمایا کہ وہ اللہ کے ہاں بلند درجہ پر فائز ہوں گے اور ثوابِ جزیل سے نوازے جائیں گے، کیونکہ تجارت آدمی کے اندر طمع اور کسی بھی طریقہ سے نفع کمانے کی خواہش پیدا کرتی ہے، مال سے مال پیدا ہوتا ہے اور نفع مزید نفع حاصل کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ ایسی صورت میں جو شخص سچائی اور دیانتداری کے حدود پر ٹھہرا رہتا ہے وہ فی الواقع مجاہد ہے جس نے خواہشات کی جنگ جیت لی ہے لہٰذا وہ اس لائق ہے کہ اسے مجاہد کے مقام پر فائز کیا جائے۔

---

[1] [ضعیف] سنن ابن ماجة، کتاب التجارات، باب الحث علی المکاسب، رقم الحدیث:۲۱۳۹؛ مستدرک حاکم، ۲/ ۶؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۵/ ۲۶۶۔

[2] [اسنادہ ضعیف] جامع ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی التجار، رقم الحدیث:۱۲۰۹؛ مستدرک حاکم، ۲/ ۶؛ مسند دارمی، ۳/ ۱۶۵۲، باب فی التاجر الصدوق، رقم الحدیث:۲۵۸۱؛ شرح السنة للبغوی، ۸/ ۴، رقم الحدیث:۲۰۲۶۔

Marfat.com
Marfat.com

تجارت کا معاملہ ایسا ہے کہ تاجر رأس المال (Capital) اور نفع (Profit) کا حساب جوڑتا رہتا ہے اور اسی چکر میں پھنسا رہتا ہے۔ عہدِ رسالت میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ایک تجارتی قافلہ آتا ہے جبکہ نبی ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے ہوتے ہیں۔ لوگ قافلہ کی آواز سن لیتے ہیں اور خطبہ چھوڑ کر اس کی طرف چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر عتاب کی صورت میں یہ آیت نازل فرماتا ہے:

﴿وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا نِ انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَاللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۠﴾ [1]

''اور جب وہ تجارت یا لہو چیز دیکھ لیتے ہیں تو اُس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ ﷺ کو کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔ کہہ دیجیے جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ لہو اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ بہترین رازق ہے۔''

لہٰذا جو شخص اس چکر میں پڑنے کے باوجود اپنے یقین کو قوی، اپنے دل کو خشیت سے معمور اور اپنی زبان کو ذکر الٰہی سے تر رکھے وہ یقیناً ان لوگوں کی رفاقت کے لائق ہے جن پر اللہ نے انعام فرمایا، یعنی انبیا، صدیقین اور شہدا۔

تجارت کے معاملہ میں ہماری رہنمائی کے لیے نبی ﷺ کا یہ اسوہ کافی ہے کہ آپ ﷺ نے جہاں روحانی پہلو کو پوری اہمیت کے ساتھ ملحوظ رکھا، جیسے مدینہ میں تقویٰ کی اساس پر مسجد قائم کی تاکہ وہ عبادت، علم، دعوت اور حکومت سب کا مرکز بنے، وہاں آپ ﷺ نے اقتصادی پہلو کا بھی پورا پورا لحاظ فرمایا۔ چنانچہ خالص اسلامی بازار قائم کر کے یہودیوں کے تسلط کو ختم کیا۔ آپ ﷺ نے خود اس کا نظام مرتب کیا اور اس کی نگرانی فرماتے رہے اور ساتھ ہی اس سے متعلق تعلیمات اور ہدایات جاری فرماتے رہے۔ اس بازار کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ فریب، ناپ تول میں کمی، ذخیرہ اندوزی اور دوسروں کو زک پہنچانے والی باتوں سے بالکل پاک تھا۔

ان تمام باتوں کے ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم میں ماہر قسم کے

---

[1] ٦٢/الجمعة: ١١۔

Marfat.com
Marfat.com

تاجر، کاریگر، کاشتکار اور ہر کام اور پیشہ کو اختیار کرنے والے لوگ موجود تھے۔

رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان موجود تھے۔ آپ ﷺ پر اللہ کی طرف سے آیتیں نازل ہوتیں۔ آپ ﷺ لوگوں سے آسمانی باتیں کرتے، روح الامین صبح شام وحی لے کر آتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال یہ تھا کہ آپ ﷺ سے ایک منٹ کے لیے جدا ہونا پسند نہ کرتے۔ ان تمام باتوں کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ تمام صحابہ اپنے کاموں میں لگے رہتے ہیں۔ کوئی شخص تجارتی سفر کر رہا ہے تو کوئی اپنے نخلستان میں مصروف ہے اور کوئی اپنے پیشے اور کاریگری میں مشغول ہونے کی وجہ سے رسول کی تعلیم کو سننے کا موقع نہیں پاتا تو وہ اپنے بھائی سے معلوم کر لیتا ہے!

انصار زیادہ تر زراعت پیشہ اور نخلستان کے مالک تھے اور مہاجرین زیادہ تر بازاروں میں کاروبار کرتے تھے۔ [1]

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مہاجر کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ ان کے دینی بھائی سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ انہیں اپنا نصف مال اور اپنے دو مکانوں میں سے ایک مکان اور اپنی دو بیویوں میں سے ایک بیوی کو طلاق دے کر ان کے نکاح میں دینے کی پیشکش کرتے ہیں لیکن وہ اس عظیم ایثار کا جواب عظیم خودداری سے دیتے ہیں۔ وہ سعد رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں: ''اللہ تمہارے مال اور گھر والوں میں برکت دے، مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تجارت کے لیے کوئی بازار ہے تو بتاؤ۔'' سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہاں! بنی قینقاع کا بازار ہے۔'' دوسرے روز صبح وہ پنیر اور گھی لے کر بازار جاتے ہیں اور فروخت کرتے ہیں۔ اس کاروباری سلسلہ کو جاری رکھتے ہیں یہاں تک کہ کافی دولت مند ہو جاتے ہیں۔ انتقال کے وقت انہوں نے کثیر مال چھوڑا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مثال ہے کہ برابر تجارت میں لگے رہے اور دوڑ دھوپ کرتے رہے یہاں تک کہ جس دن خلیفہ بنائے گئے اس دن بھی بازار جانے کا ارادہ کیا۔ [2]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ماجاء فی قول اللّٰہ فإذا قضیت الصلوٰۃ، رقم الحدیث: ۲۰۴۸، ۲۰۴۹۔ [2] الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۱۸۴/۳، ذکر بیعۃ ابی بکر۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مثال ہے کہ اپنے بارے میں فرماتے مجھے حدیث رسول ﷺ کی سماعت سے بازار کے سودے نے مشغول رکھا۔ [1]

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ بہ کثرت صحابہ کی مثالیں ہیں۔

تجارت کے بارے میں کنیسہ کا موقف

اس طرح اسلامی معاشرہ نے دین کے زیر سایہ اپنا دنیوی سفر جاری رکھا۔ یہ لوگ تجارت اور خرید و فروخت کرتے تھے لیکن یہ چیزیں انہیں ذکر الٰہی سے غافل نہیں کرتی تھیں جبکہ قرونِ وسطی کے بڑے بڑے ممالک اور مسیحی یورپ کی حکومتوں کے جمہور تجارت کے سلسلہ میں دو راہوں کے درمیان متردّد تھے۔ ایک طرف نظریہ تخلیص تھا یعنی کاروبار اور تجارت میں سرگرمی دکھانے سے نفس کے اندر گناہوں کی جو کدورت پیدا ہو جاتی ہے اس سے اسے پاک کیا جائے اور دوسری طرف تصور یہ تھا کہ اپنے دینی بزرگوں کی تعلیمات کے برخلاف جب لوگ تجارت اور صنعت و حرفت میں مشغول ہو جاتے ہیں تو وہ لعنت زدہ ہو کر رہ جاتے ہیں کیونکہ یہ گناہ محض ایک برائی نہیں ہے بلکہ ابدی گناہ اور ہمیشگی کی لعنت ہے جو زمین میں بھی ہے اور آسمان میں بھی، اور دنیوی زندگی میں بھی ہے اور اُخروی زندگی میں بھی۔

قدیس اُگیتن کہتا ہے کہ کاروبار (Business) حقیقۃً گناہ ہے، کیونکہ اس سے نفس کی توجہ حق یعنی اللہ کی طرف سے ہٹ جاتی ہے۔

حرام تجارت

لیکن اسلام میں تجارت حرام نہیں ہے الا یہ کہ اس میں ظلم، فریب، نفع اندوزی اور ممنوعات کی ترویج جیسی خرابیاں شامل ہوں۔

لہٰذا شراب، مخدرات، خنزیر، بت، مجسمے وغیرہ جن سے استفادہ کرنا اسلام میں حرام

---

[1] صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب الخروج فی التجارۃ، رقم الحدیث:۲۰۶۲؛ صحیح مسلم، کتاب الآداب، باب الاستئذان، رقم الحدیث:۲۱۵۳؛ سنن ابی داؤد، کتاب الآداب، باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستئذان، رقم الحدیث: ۵۱۸۰۔

Marfat.com
Marfat.com

ہے ان کی تجارت کرنا بھی حرام ہے، اور ہر وہ کمائی جو ایسی چیزوں کے ذریعہ حاصل ہو حرام اور خبیث ہے اور جو گوشت اس حرام سے پرورش پائے وہ آگ ہی کے لائق ہے۔

سونے اور ریشم کی تجارت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ چیزیں عورتوں کے لیے جائز ہیں الا یہ کہ (ان سے بنی ہوئی) کسی ایسی چیز کا کاروبار کیا جائے جن کو صرف مرد استعمال کرتے ہوں۔

اور جائز تجارت کی صورت میں ایک تاجر کو درج ذیل باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ اس کا حشر قیامت کے دن فاجروں کے ساتھ نہ ہو۔

نبی ﷺ ایک دن نماز کے لیے نکلے۔ دیکھا کہ لوگ کاروبار میں مصروف ہیں۔ فرمایا: ''اے تاجرو!'' یہ سن کر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی پکار پر لبیک کہا اور اپنی گردنیں اٹھا کر آپ ﷺ کی طرف دیکھنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ التُّجَّارَ يُبْعَثُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّارًا اِلَّا مَنِ اتَّقَى اللّٰهَ وَبَرَّ وَصَدَقَ.)) [1]

''تاجر قیامت کے دن فاجر کی صورت میں اٹھائے جائیں گے سوائے ان کے جو اللہ سے ڈرتے رہے، نیک روی اختیار کی اور سچ بولتے رہے۔''

واثلہ بن اسقع کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لایا کرتے اور فرماتے:

((يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ، اِيَّاكُمْ وَالْكِذْبَ.)) [2]

''اے تاجرو! جھوٹ سے بچو۔''

لہٰذا تاجر کو جھوٹ سے بچنا چاہیے کہ جھوٹ تجارت کی آفت ہے اور وہ بدکرداری کی

---

[1] [اسناده ضعيف] جامع ترمذى، كتاب البيوع، باب ماجاء فى التجار، رقم الحديث: ١٢١٠؛ سنن ابن ماجة، كتاب التجارات، باب التوقى فى التجارة، رقم الحديث: ٢١٤٦؛ السنن الكبرىٰ للبيهقى، ٢٦٦/٥؛ المصنف لعبدالرزاق، ٤٥٨/١١، رقم الحديث: ٢٠٩٩٩۔ [2] [اسناده ضعيف] المعجم الكبير للطبرانى، ٥٦/٢٢؛ مجمع الزوائد للهيثمى، ٧٣/٤، رقم الحديث: ٦٣٠١۔

Marfat.com
Marfat.com

طرف لے جاتا ہے اور بدکرداری دوزخ میں لے جاتی ہے۔

تاجر کو بہ کثرت قسمیں کھانے اور خاص طور سے جھوٹی قسمیں کھانے سے احتراز کرنا چاہیے۔آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ. اَحَدُهُمُ الْمُنْفِقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ.)) [1]

''تین اشخاص ایسے ہیں کہ اللہ قیامت کے دن ان کی طرف نہ دیکھے گا اور نہ ان کو پاک ٹھہرائے گا اور وہ دردناک عذاب کے مستحق ہوں گے۔ان میں سے ایک شخص وہ ہوگا جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال فروخت کرتا تھا۔''

اور ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مَرَّ اَعْرَابِیٌّ بِشَاةٍ فَقُلْتُ تَبِيْعُهَا بِثَلَاثَةِ دَرَاهِمَ؟ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ، ثُمَّ بَاعَهَا فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: بَاعَ اٰخِرَتَهُ بِدُنْيَاهُ.)) [2]

''ایک بدو بکری لے کر گزر رہا تھا۔میں نے اس سے پوچھا: اس بکری کو تین درہم میں بیچو گے؟ اس نے کہا: واللہ! نہیں۔اس کے بعد اس نے فروخت کر دی۔میں نے جب رسول اللہ ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے دنیا کے بدلے اپنی آخرت بیچ دی۔''

اور تاجر کو فریب دہی سے احتراز کرنا چاہیے کہ فریب دہی ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتی ہے۔

ناپ تول میں کمی کرنے سے بھی احتراز کرنا چاہیے کہ ایسے لوگوں کے لیے تباہی ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلیظ تحریم اسبال الازار، رقم الحدیث:١٠٦؛ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ماجاء فی إسبال الازار، رقم الحدیث:٤٠٨٧؛ سنن ابن ماجة، کتاب التجارات، باب ماجاء فی کراهية الایمان فی الشراء، رقم الحدیث:٢٢٠٨۔

[2] [اسناده حسن] صحیح ابن حبان، ١١/٢٧٦، رقم الحدیث:٤٩٠٩؛ سلسلة الاحادیث الصحیحة للالبانی، رقم الحدیث:٣٦٤؛ کنز العمال للمتقی الهندی، رقم الحدیث:٤٦٤٥١۔

Marfat.com
Marfat.com

ذخیرہ اندوزی سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ اللہ اور اس کا رسول اس شخص کی ذمہ داری سے دست کش نہ ہو جائیں۔

سود سے بچنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے۔ حدیث میں ہے۔

((دِرْهَمٌ رِبًا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ اَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَّثَلَاثِيْنَ زَنْيَةً.)) [1]

''ایک درہم سود جانتے بوجھتے کھانا چھتیس بار زنا کرنے سے زیادہ شدید ہے''

ان چیزوں کی تفصیل آگے معاملات کے ذیل میں آئے گی۔

ملازمت

ملازمت کے ذریعہ روزی کمانا مسلمان کے لیے جائز ہے خواہ ملازمت حکومت کے ماتحت ہو یا کسی ادارہ یا شخص کے ماتحت، بشرطیکہ وہ متعلقہ کام کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کی صلاحیت رکھتا ہو اور اپنے فرائض ادا کر سکتا ہو۔ البتہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ جس کام کی اہلیت نہیں رکھتا اس کا امیدوار بن جائے خصوصاً جبکہ وہ منصب حکومت یا عدالت سے متعلق ہو۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَيْلٌ لِّلْاُمَرَاءِ، وَيْلٌ لِّلْعُرَفَاءِ، وَيْلٌ لِّلْاُمَنَاءِ، لَيَتَمَنَّيَنَّ اَقْوَامٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَّ ذَوَائِبَهُمْ مُعَلَّقَةٌ بِالثُّرَيَّا يُدَلَّوْنَ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَاَنَّهُمْ لَمْ يَلُوْا عَمَلًا.)) [2]

''تباہی ہے امرا کے لیے، تباہی ہے سربراہوں کے لیے اور تباہی ہے خازنوں کے لیے، کتنے ہی لوگ قیامت کے دن تمنا کریں گے کہ کاش ان

---

[1] [ضعیف] مسند احمد بن حنبل ۲۲۵/۵ ، رقم الحدیث:۲۱۹۵۷،۲۱۹۵۸۔ یہ کعب الاحبار کا قول ہے جو ان تک صحیح سند سے ثابت ہے۔ سنن الدار قطنی ۱۶/۳ ، رقم الحدیث:۴۸،۴۹؛ شعب الایمان للبیهقی ۳۹۳/۴، رقم الحدیث:۵۵۱۶،۵۵۱۷۔

[2] [اسنادہ صحیح] صحیح ابن حبان ۳۳۵/۱۰، رقم الحدیث:۴۴۸۳؛ مستدرک حاکم، ۹۱/۴ لکن لہٗ شاهد عند الحاکم؛ مسند احمد بن حنبل، ۳۵۲/۲، رقم الحدیث:۸۶۲۷؛ بسندٍ حسنٍ موارد الظمآن للهیثمی، ص ۳۷۵، رقم الحدیث:۱۵۵۹۔

Marfat.com
Marfat.com

کی چوٹیاں ثریا سے باندھ دی جاتیں اور وہ آسمان وزمین کے درمیان لٹکا دیے جاتے لیکن انہیں صاحب اختیار نہ بنایا جاتا۔"

ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلَا تَسْتَعْمِلُنِيْ؟ قَالَ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى مَنْكِبِيْ ثُمَّ قَالَ يَا اَبَاذَرٍّ، اِنَّكَ ضَعِيْفٌ وَاِنَّهَا اَمَانَةٌ وَاِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ اِلَّا مَنْ اَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَاَدَّى الَّذِيْ عَلَيْهِ فِيْهَا.)) [1]

"میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے کسی منصب پر مامور نہیں فرمائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھا اور فرمایا ابوذر! تم کمزور ہو اور یہ منصب ایک امانت ہے اور یہ قیامت کے دن رسوائی اور ندامت کا باعث ہوگا بجز اس کے جس نے اس کو حق کے ساتھ قبول کیا اور اس منصب کا جو حق اس پر عائد ہوتا ہے اس کو ادا کیا۔"

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ، وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ وَاثْنَانِ فِي النَّارِ فَاَمَّا الَّذِيْ فِي الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضٰى بِهٖ وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فَهُوَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ قَضٰى لِلنَّاسِ عَلٰى جَهْلٍ فَهُوَ فِي النَّارِ.)) [2]

"قاضی تین قسم کے ہیں، ان میں سے ایک جنت میں جائے گا اور دو جہنم میں جائیں گے۔ تو جنت میں وہ قاضی جائے گا جس نے حق کو پہچانا اور اس کے

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب کراهة الإمارة بغير ضرورة، رقم الحديث:۴۷۱۹؛ مسند احمد بن حنبل، ۱۷۳/۵، رقم الحديث:۲۱۵۱۳؛ مسند ابی داؤد الطیالسی، ص ۶۶، رقم الحديث:۴۸۵ [هذا سند منقطع]؛ تحفة الاخيار شرح مشكل الآثار للطحاوی، ۱۲/۵، رقم الحديث:۳۰۸۷۔ [اسناد صحيح]

[2] [صحيح] سنن ابی داؤد، كتاب القضاء، باب القاضی یخطئ، رقم الحديث:۳۵۷۳؛ جامع ترمذی، كتاب الأحكام، باب ماجاء عن رسول الله ﷺ فی القاضی، رقم الحديث:۱۳۲۲؛ سنن ابن ماجة، كتاب الأحكام، باب الحاكم يجتهد فيصيب الحق، رقم الحديث:۲۳۱۵۔

Marfat.com
Marfat.com

مطابق فیصلہ کیا، لیکن جس نے حق کو پہچاننے کے باوجود ظلم کیا وہ جہنم میں جائے گا اور وہ شخص بھی جہنم میں جائے گا جس نے جہالت کی بنا پر فیصلہ کیا۔"

مسلمان کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ بڑے بڑے منصبوں کا خواہش مند نہ ہو بلکہ دوسرے کاموں کے لیے کوشش کرے اگرچہ کسی منصب کی صلاحیت رکھتا ہو، کیونکہ جو شخص منصب کو رب بنا لیتا ہے منصب اس کو اپنا غلام بنا لیتا ہے اور جو زمین پر ظاہر ہونے والے نتائج ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے وہ آسمانی توفیق سے محروم ہو جاتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((قَالَ لِی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَا عَبْدَالرَّحْمٰنِ لَا تَسْأَلِ الْاِمَارَةَ فَاِنَّکَ اُعْطِیْتَ مِنْ غَیْرِ مَسْأَلَةٍ اُعِنْتَ عَلَیْهَا وَاِنْ اُعْطِیْتَهَا مِنْ مَسْأَلَةٍ وُکِّلْتَ اِلَیْهَا.)) [1]

مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عبدالرحمٰن! امارت طلب نہ کرو، کیونکہ اگر تمہیں بغیر مانگے مل گئی تو تمہاری مدد کی جائے گی اور اگر طلب کرنے پر مل گئی تو تمہیں اس کے حوالہ کر دیا جائے گا۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ ابْتَغَی الْقَضَاءَ وَسَأَلَ فِیْهِ شُفَعَاءَ وُکِلَ اِلٰی نَفْسِهٖ وَ مَنْ اُکْرِهَ عَلَیْهِ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْهِ مَلَکًا لِیُمْدِدَهٗ.)) [2]

"جس نے منصب قضا طلب کیا اور اس کے لیے سفارش کرائی اسے اسی

---

[1] صحیح البخاری، کتاب کفالات الایمان، باب الکفارة قبل الحنث وبعده، رقم الحدیث:٦٧٢٢؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ندب من حلف یمینافرأی غیر ها، رقم الحدیث:١٦٥٢؛ سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب ماجاء فی طلب الإمارة، رقم الحدیث:٢٩٢٩۔ [2] [ضعیف] سنن ابی داؤد، کتاب القضاء باب فی طلب القضاء والتسرع، رقم الحدیث:٣٥٧٨؛ جامع ترمذی کتاب الأحکام، باب ماجاء عن رسول اللّٰہ فی القاضی، رقم الحدیث:١٣٢٤؛ سنن ابن ماجة کتاب الأحکام باب ذکر القضاة، رقم الحدیث: ٢٣٠٩؛ مسند احمد بن حنبل ٣/١١٨، رقم الحدیث:١٢١٨٤۔

Marfat.com
Marfat.com

کے حوالہ کر دیا جائے گا اور جس کو مجبوراً منصب قضا قبول کرنا پڑا اس کی مدد کے لیے اللہ فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کو راہِ صواب دکھاتا ہے۔''

منصب اور عہدہ طلب کرنے کی کراہت اس صورت میں ہے جبکہ خالی جگہ کو پر کرنے کے لیے دوسرے لوگ موجود ہوں۔ لیکن اگر خالی جگہ کو پر کرنے کے لیے کوئی شخص موجود نہ ہو اور وہ خود کو بھی پیش نہ کرے تو مصالح معطل ہوں گے اور مسائل الجھ جائیں گے۔ قرآن نے ہمیں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ سنایا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے بادشاہ سے کہا تھا:

﴿اِجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ﴾ [1]

''ملک کے خزانوں پر مجھے مامور کر دیجیے۔ میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور علم رکھنے والا بھی۔''

سیاسی مناصب وغیرہ طلب کرنے کے بارے میں اسلام کی تعلیم یہی ہے۔

حرام ملازمتیں

ملازمتوں کا یہ جواز اس شرط کے ساتھ ہے کہ اس سے مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچے۔ ایسی ملازمت جس سے اسلام یا مسلمانوں کو ضرر پہنچتا ہو یا جو ظلم اور حرام کے کاموں میں معاون ہو وہ حرام ہے، مثلاً سودی کاروبار، شراب خانوں، رقص گاہوں (Dancing Halls) اور سینما گھروں کی ملازمتیں۔

ایسے ملازمین یہ کہہ کر گناہ سے بری نہیں ہو سکتے کہ وہ خود حرام کے مرتکب نہیں ہوتے۔ کیونکہ اسلام کا اصول یہ ہے کہ گناہ کے کام کی اعانت بھی گناہ ہے، چنانچہ نبی ﷺ نے سود کے کاتب اور گواہوں پر اسی طرح لعنت فرمائی جس طرح سود خوری پر لعنت فرمائی ہے اور شراب نچوڑنے والے اور پلانے والے پر بھی اسی طرح لعنت فرمائی جس طرح اس

[1] ۱۲/یوسف: ۵۵۔

Marfat.com
Marfat.com

کے پینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ [1]

یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ کوئی مجبور کن ضرورت درپیش نہ ہو یعنی ایک مسلمان اپنی گزر بسر کے لیے اس قسم کا کام کرنے پر مجبور نہ ہو جائے، لیکن اگر واقعی اس درجہ کی مجبوری لاحق ہو جائے تو کراہت کے ساتھ بقدرِ ضرورت ایسی ملازمت اختیار کی جا سکتی ہے۔ ساتھ ہی دوسرے کام کی تلاش میں رہنا ضروری ہوگا تا آنکہ اللہ اس کے لیے کسبِ حلال کی راہ کھول دے۔

مسلمان ہمیشہ شبہات کے مواقع سے احتراز کرتا ہے کیونکہ یہ دین واعتقاد کی کمزوری کا باعث ہوتے ہیں خواہ ان کے ذریعہ کتنا ہی قیمتی فائدہ اور کتنا ہی وافر مال حاصل ہو جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَالَا يُرِيْبُكَ.)) [2]

''جو چیز تم کو شبہ میں ڈال دے اس کو چھوڑ دو اور اس چیز کو اختیار کرو جو شبہ پیدا کرنے والی نہیں ہے۔''

نیز فرمایا:

((لَا يَبْلُغُ عَبْدٌ دَرَجَةَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَالَا بَأْسَ بِهٖ حَذَرًا مِمَّا بِهٖ بَأْسٌ.)) [3]

''بندہ متقیوں کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ اُن باتوں کو جن میں

---

[1] [صحيح] سنن ابی داؤد، كتاب الأشربة، باب العصير للخمر، رقم الحديث:٣٦٧٤۔ صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب لعن آكل الربا وموكله، رقم الحديث:١٥٩٨؛ سنن ابن ماجة، كتاب الأشربة، باب لعنت الخمر على عشرة، رقم الحديث:٣٣٨٠، ٣٣٨١۔

[2] [صحيح] مسند احمد بن حنبل، ١/ ٢٠٠، رقم الحديث:١٧٢٣؛ جامع ترمذی، كتاب صفة الجنة، باب حديث اعقلها وتوكل، رقم الحديث:٢٥١٨؛ سنن النسائی، كتاب الأشربة، باب الحث على ترك الشبهات، رقم الحديث:٥٧١٤۔ [3] [ضعيف] جامع ترمذی، كتاب صفة القيامة، باب علامة التقوىٰ ودع مالا بأس به حذراً؛ سنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب الورع والتقوىٰ، رقم الحديث:٤٢١٥؛ السنن الكبرى للبيهقی ٥/ ٣٣٥۔

Marfat.com
Marfat.com

کوئی حرج نہیں ہے حرج کے اندیشہ سے چھوڑ نہ دے۔‘‘

مسائلِ کسب کے سلسلہ میں عام اصول

کمانے کے سلسلہ میں عام اصول یہ ہے کہ اسلام اپنے فرزندوں کو اس بات کی کھلی چھٹی نہیں دیتا کہ وہ جو مال چاہیں کمائیں اور جس طریقہ سے چاہیں کمائیں بلکہ وہ اجتماعی مصالح کے پیشِ نظر کسب معاش کے مشروع اور غیر مشروع طریقوں میں فرق کرتا ہے۔ یہ فرق ایک کلیہ پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ کسبِ مال کے وہ تمام طریقے جن سے افراد دوسروں کو نقصان پہنچا کر فائدہ حاصل کرتے ہوں غیر مشروع ہیں۔ اس کے برخلاف ایسے طریقے جن سے افراد باہمی رضامندی سے عدل کے ساتھ منفعت کا تبادلہ کرتے ہوں مشروع ہیں۔

اس اصول کی توضیح قرآن کی درج ذیل آیات سے ہوتی ہے:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ قف وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ط﴾ [1]

’’اے ایمان والو! اپنے مال آپس میں باطل طریقوں سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ باہمی رضامندی سے تجارت کے ذریعہ مال حاصل ہو جائے۔ اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ اللہ تم پر بڑا مہربان ہے۔ اور جو شخص ظلم وزیادتی کے ساتھ ایسا کرے گا اس کو ہم جلد ہی آگ میں جھونک دیں گے۔‘‘

اس آیت نے تجارت کو دو شرطوں کے ساتھ مشروع کیا ہے۔ ایک یہ کہ تجارت فریقین کی رضامندی سے ہو اور دوسری یہ کہ ایک فریق کا فائدہ دوسرے فریق کے نقصان پر مبنی نہ ہو۔ یہ بات ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ط﴾ (اپنی جانوں کو قتل نہ کرو) کے الفاظ سے

[1] ٤/النسآء: ٢٩، ٣٠۔

Marfat.com
Marfat.com

واضح ہوتی ہے۔ مفسرین نے اس کے دو معنی بیان کیے ہیں اور دونوں ہی یہاں منطبق ہوتے ہیں۔ ایک معنی یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کو قتل نہ کرو اور دوسرا معنی یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں خود کو قتل نہ کرو۔ لیکن دونوں صورتوں میں آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص بھی اپنے ذاتی فائدہ کی خاطر دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے وہ گویا خون بہاتا ہے اور نتیجۃً اپنے ہی لیے ہلاکت کی راہ کھولتا ہے۔ چنانچہ چوری، رشوت خوری، جوا، دھوکہ، فریب، دغا اور سود وغیرہ ایسے ذرائعِ کسب ہیں جن میں غیر مشروع ہونے کی یہ دونوں علتیں پائی جاتی ہیں۔ اور اگر بعض صورتوں میں باہمی رضامندی کی شرط پوری ہوتی بھی ہو تو دوسری اہم شرط جو ﴿لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ میں مضمر ہے (یعنی جس سے دوسرے فریق کو نقصان نہ پہنچے) مفقود ہوتی ہے۔ [1]

❋❋❋

[1] اسس الاقتصاد للأستاذ ابی الاعلی المودودی، ص ۱۵۲۔

Marfat.com
Marfat.com

باب سوم

شادی بیاہ اور خاندانی زندگی میں حلال وحرام

- فطری داعیات (خواہشات) کا دائرہ عمل
- شادی بیاہ
- زوجین کے باہمی تعلقات
- برتھ کنٹرول
- طلاق
- والدین اور اولاد کے تعلقات

Marfat.com
Marfat.com

فطری داعیات (خواہشات) کا دائرہ عمل

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین کی خلافت اور اس کی آبادکاری کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل اسی صورت میں ہوسکتی ہے جبکہ انسان کی نوع باقی رہے اور اس طرح زندگی بسر کرے کہ زراعت، صنعت، تعمیر اور آبادکاری کے کام اس کے ہاتھوں انجام پاتے رہیں نیز اللہ کا جو حق اس پر ہے اس کو وہ ادا کرتا رہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر فطری داعیات اور نفسیاتی محرکات رکھے ہیں جو انسان کو فرد اور نوع دونوں کی بقا کا ذریعہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

من جملہ ان کے ایک داعیہ کھانے کی اشتہا ہے کہ شکم سیری سے آدمی کا وجود باقی رہتا ہے۔

دوسرا داعیہ جنسی خواہش ہے جس پر نوع انسانی کی بقا کا انحصار ہے۔ یہ نہایت قوی اور قابو سے نکل جانے والا داعیہ ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر متنفس سے اپنی ناقابل تسکین خواہش کو پورا کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ لہٰذا انسان کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ تین موقفوں میں سے کوئی ایک موقف اختیار کرے۔

جنسی داعیہ کے تعلق سے انسان کا موقف

1. ایک مؤقف یہ ہے کہ اس داعیہ کو بالکل آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ جہاں چاہے اور جس طرح چاہے اپنا کام کرے۔ اس کے لیے کسی قسم کی دینی، اخلاقی اور عرفی رکاوٹ نہ ہو۔ اباحیت والے مذاہب جو نہ کسی دین کو مانتے ہیں اور نہ فضائل اخلاق کو تسلیم کرتے ہیں، اسی کے قائل ہیں۔ یہ موقف انسان کو انسانیت کے مقام سے گرا کر حیوانیت کی سطح پر لے آتا ہے اور فرد، خاندان اور سماج سب کے بگاڑ کا موجب بنتا ہے۔
2. دوسرا موقف یہ ہے کہ اس داعیہ سے آدمی ٹکرائے اور اس کا زور ختم کرنے کی کوشش

Marfat.com
Marfat.com

کرے جیسا کہ تقشّف پسند اور محرومی و بدشگونی کا اعتقاد رکھنے والے مذاہب کا شعار ہے اور رہبانیت اور المانویت اس کی مثالیں ہیں۔ یہ موقف اس داعیہ کو کچل دیتا ہے اور اس حکمت کے سراسر منافی ہے جس کی مناسبت سے انسان کو مخصوص ساخت عطا کی گئی ہے اور ایک خاص فطرت پر اس کی تخلیق ہوئی ہے۔ نیز یہ موقف اس طریق زندگی سے متصادم ہے جو ان فطری خواہشات کی تکمیل کا سامان کرتا ہے۔

3 تیسرا موقف یہ ہے کہ اس داعیہ کے لیے حدود مقرر کیے جائیں تا کہ وہ اپنے دائرہ میں آزاد رہے۔ نہ تو اسے کچل کر رکھ دیا جائے اور نہ ہی دیوانگی کی حد تک آزاد چھوڑ دیا جائے۔ آسمانی مذاہب نے یہی موقف اختیار کیا ہے۔ ان مذاہب نے زنا کو حرام اور نکاح کو جائز ٹھہرایا ہے خصوصاً اسلام نے اس داعیہ کو تسلیم کر لیا ہے اور اس کے لیے جائز راہ کھول دی ہے۔ اور عورتوں سے بے تعلقی اختیار کرنے اور تجرد کی زندگی گزارنے سے منع کیا ہے جبکہ اس نے زنا، اس کے متعلقات اور مقدمات کو سخت حرام ٹھہرایا ہے۔

یہ موقف عدل اور اعتدال پر مبنی ہے۔ اگر نکاح مشروع نہ کیا گیا ہوتا تو یہ داعیہ سلسلۂ انسانی کے بقا کی خدمت انجام نہیں دے سکتا تھا۔ اور اگر زنا کو حرام نہ کر دیا گیا ہوتا اور مرد کے لیے یہ ضروری نہ کر دیا گیا ہوتا کہ وہ کسی عورت کو اپنے لیے مخصوص کرلے تو خاندان کی تشکیل نہیں ہوسکتی تھی جس کے زیر سایہ مودت، رحمت، شفقت، محبت اور ایثار جیسے اِرتقا پذیر اجتماعی جذبات پرورش پاتے ہیں۔ اور جب خاندان نہ ہوتا تو سماج کی تشکیل بھی نہیں ہوتی اور نہ وہ ترقی و کمال کی راہ پر گامزن ہوتا۔

زنا کے قریب نہ پھٹکو

جب ہم دیکھتے ہیں کہ تمام آسمانی مذاہب زنا کے خلاف اور اس کی حرمت پر متفق ہیں تو ہمیں کوئی تعجب نہیں ہوتا۔ اور اسلام نے جو آخری دین ہے اس کی سخت ممانعت کی ہے کیونکہ اس کا نتیجہ اختلاطِ نسب، اپنی نسل پر ظلم، خاندان کے لیے گراوٹ، تعلقات کے

Marfat.com
Marfat.com

انتشار، امراض کے پھیلنے، شہوت کے ابھرنے اور اخلاقی انحطاط کی شکل میں نکلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بالکل صحیح فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ط وَسَآءَ سَبِيْلًا۝﴾ [1]

"زنا کے قریب نہ پھٹکو۔ وہ بڑی بے حیائی کا کام ہے اور بہت بری راہ ہے۔"

اسلام جب کسی چیز کو حرام کر دیتا ہے تو اس کی طرف جانے والے راستوں کو بھی مسدود کر دیتا ہے اور اس کے تمام ذرائع اور مقدمات کو بھی حرام قرار دیتا ہے۔

لہٰذا جو چیزیں سوئے ہوئے جذبات کو جگانے والی، مرد و زن کے لیے فتنہ کا دروازہ کھولنے والی اور بے حیائی کی ترغیب دینے یا اس سے قریب کرنے یا اس کے لیے راہ ہموار کرنے والی ہوں تو ایسی چیزیں سد ذریعہ کے طور پر یا مفسدہ کو دفع کرنے کی غرض سے ممنوع اور حرام قرار پاتی ہیں۔

اجنبی عورت کے ساتھ خلوت حرام ہے

اسلام نے جن ذرائع کو حرام ٹھہرایا ہے ان میں سے ایک ذریعہ مرد کا اجنبی عورت کے ساتھ خلوت میں رہنا ہے یعنی ایسی عورت کے ساتھ خلوت میں رہنا جو نہ بیوی ہو اور نہ ان رشتہ داروں میں سے ہو جن سے ابدی طور پر رشتۂ ازدواج حرام ہے۔ مثلاً ماں، بہن، پھوپھی، خالہ وغیرہ۔ یہ حرمت اس وجہ سے نہیں ہے کہ مرد یا عورت پر اعتماد نہیں ہے بلکہ دراصل ان کو وسوسوں اور برے خیالات سے بچانا مقصود ہے کیونکہ جہاں مردانہ اور زنانہ خصوصیات کو جمع ہونے کا موقع ملا اور وہاں کوئی تیسرا آدمی موجود نہ ہو تو دلوں میں خلش پیدا ہو سکتی ہے۔

خلوت کے بارے میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَخْلُوَنَّ بِامْرَاَةٍ لَيْسَ

---

[1] ۱۷/الإسراء:۳۲۔

Marfat.com
Marfat.com

مَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ مِنْهَا فَإِنَّ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطٰنُ.)) [1]

''جو شخص اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ رہے جہاں کوئی محرم موجود نہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں ان دو کے ساتھ تیسرا شیطان موجود ہوتا ہے۔''

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی شان میں نازل شدہ آیت

﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ﴾ [2]

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے جب تمہیں کوئی چیز مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔ یہ طریقہ تمہارے دلوں کے لیے بھی پاکیزگی کا باعث ہے اور ان کے دلوں کے لیے بھی۔''

کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مراد یہ ہے کہ اُن خیالات سے دلوں کو پاک کیا جائے جو عورتوں کے تعلق سے مردوں کے دلوں میں اور مردوں کے تعلق سے عورتوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں یعنی پردہ کرنے سے شک اور تہمت کے لیے گنجائش باقی نہیں رہتی اور یہ تحفظ کا بڑا اچھا ذریعہ ہے۔ اس سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ کسی شخص کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ خود اعتمادی سے کام لے کر کسی اجنبی عورت کے پاس خلوت میں رہے۔ اس سے اجتناب کرنا بہتر ہے اور پاکدامنی وتحفظ عصمت کا باعث ہے۔'' [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور سے شوہر کے رشتہ داروں مثلاً دیور، شوہر کے چچازاد

---

[1] [صحیح] مسند احمد بن حنبل، ۳/۳۳۹، رقم الحدیث: ۱٤٦٥۱۔ [حسن لغیره] واللفظ لهٗ وله شاهدٌ من؛ جامع ترمذی، کتاب الفتن، باب فی لزوم الجماعة، رقم الحدیث:۲۱٦٥؛ مجمع الزوائد للهیثمی، ٥/۲۲۳، رقم الحدیث:۹۱۳۱۔

[2] ۳۳/الاحزاب:٥۳۔

[3] تفسیر القرطبی، ج ۱٤، ص ۲۲۸۔

Marfat.com
Marfat.com

بھائی وغیرہ کے ساتھ خلوت میں رہنے سے منع فرمایا ہے۔ عام طور سے اس معاملہ میں رشتہ دار تساہل برتتے ہیں جس کا نتیجہ بعض اوقات بہت بُرا نکلتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی رشتہ دار کے ساتھ خلوت میں رہنا غیروں کی بہ نسبت زیادہ اندیشہ ناک ہوتا ہے اور اس میں شدید فتنہ کا احتمال ہوتا ہے کیونکہ اجنبی کے برخلاف غیر محرم رشتہ دار عورت کے پاس بے روک ٹوک آ جا سکتا ہے۔ یہی حکم بیوی کے غیر محرم رشتہ داروں کے ساتھ خلوت میں رہنے کا ہے مثلاً بیوی کے چچازاد بھائی، ماموں زاد بھائی اور خالہ زاد بھائی۔ ان میں سے کسی کے ساتھ خلوت میں رہنا جائز نہیں ہے۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ : اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ.)) ❁

''عورتوں کے پاس خلوت میں رہنے سے بچو، انصار میں سے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! ''حمو'' کے بارے میں کیا خیال ہے؟ فرمایا: ''حمو'' موت ہے۔''

''حمو'' بیوی کے رشتہ داروں کو کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ یہ خلوت باعث خطر اور موجب ہلاکت ہے۔ اگر آدمی معصیت کا مرتکب ہوتا ہے تو یہ دینی ہلاکت ہے اور اگر شوہر کی غیرت اسے اس بات کے لیے آمادہ کرتی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو یہ عورت کے لیے ہلاکت ہے، اور خلوت کے نتیجہ میں جب اقارب ایک دوسرے کے بارے میں بدگمانی کرنے لگیں گے تو یہ معاشرتی روابط کے لیے ہلاکت کا سامان ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کا اثر صرف انسانی جذبات اور خیالات ہی پر نہیں پڑتا بلکہ اس کی زد میں خاندان کی زندگی، میاں بیوی کے گزر بسر کے حالات اور ان کی رازدارانہ باتیں بھی آ جاتی ہیں اور فضول گوئی کرنے والوں اور گھروں

❁ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل بامرأة إلاذو محرم، رقم الحدیث:٥٢٣٢؛ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الخلوة بالأجنبیة، رقم الحدیث:٢١٧٢؛ جامع ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی کراهیة الدخول علی المغیبات، رقم الحدیث:١١٧١۔

Marfat.com
Marfat.com

میں بگاڑ پیدا کرنے والوں کو زبانیں دراز کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

جس طرح عرب اَلْأَسَدُ الْمَوْت (شیر موت ہے) اور اَلسُّلْطَانُ النَّار (سلطان آگ ہے) بولتے ہیں اسی طرح اَلْحَمْوُ الْمَوْت (شوہر کے اقارب موت ہیں) بولتے ہیں یعنی ان سے ملنا گویا آگ اور موت کے مترادف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شوہر کے رشتہ داروں کے ساتھ خلوت میں رہنا اجنبیوں کے ساتھ خلوت میں رہنے سے زیادہ شدید ہے، کیونکہ بعض اوقات یہ رشتہ دار عورت کے دل میں ایسی چیز کی طلب پیدا کرتے ہیں جس کو پورا کرنا شوہر کے بس میں نہیں ہوتا یا کبھی وہ بدسلوکی کرنے پر اکساتے ہیں نیز اس وجہ سے بھی کہ شوہر اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اس کے رشتہ دار اس کے گھر میں داخل ہو کر اس کے باطنی حالات سے واقف ہو جائیں۔

جنسِ مقابل کو بنظرِ شہوت دیکھنا

اسلام نے اس بات کو بھی حرام ٹھہرایا ہے کہ مرد اپنی نگاہ عورت پر ڈالے اور عورت مرد پر، اس لیے کہ آنکھیں دل کی کلید ہیں اور نظر فتنہ کی پیغامبر اور زنا کی قاصد ہے۔ ایک قدیم شاعر نے کہا ہے۔

كُلّ الحوادثِ مبداها من النّظرِ — وَمعظم النّارِ من مُستصغر الشّررِ

''تمام حوادث کی ابتدا نظر سے ہوتی ہے — اور چھوٹی چنگاری سے زبردست آگ بھڑک اٹھتی ہے۔''

نظرةٌ فابتسامةٌ فسلامٌ — فكلامٌ فموعدٌ فلِقاءُ

''پہلے نظر پھر مسکراہٹ پھر سلام — پھر کلام پھر وعدہ اور پھر ملاقات''

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کو جہاں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے وہاں غضِ بصر کی ہدایت بھی کی ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ط ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ م بِمَا يَصْنَعُوْنَ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ

Marfat.com
Marfat.com

يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ.﴾ ❶

''مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے حق میں زیادہ پاکیزہ بات ہے۔ یقیناً جو کچھ لوگ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر ہے۔ اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔''

ان دونوں آیتوں میں مرد اور عورت دونوں کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

نگاہیں نیچی رکھنے کے سلسلے میں قرآن نے جو الفاظ استعمال کیے ہیں وہ ﴿يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ﴾ ہیں۔ یعنی حکم غَضٌّ مِنَ الْبَصَرِ کا دیا ہے نہ کہ ''غَضِّ بَصَر'' کا۔ لیکن شرمگاہوں کی حفاظت کے بارے میں مِنْ فُرُوجِهِمْ کے الفاظ استعمال نہیں کیے گئے ہیں بلکہ ﴿يَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ﴾ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں کیونکہ شرمگاہ کی حفاظت بغیر کسی رعایت کے مکمل طور سے مطلوب ہے لیکن نگاہ کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ رفعِ حرج اور مصلحت کی رعایت کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے اس میں نرمی برتی ہے۔ (یہ نقطہ لفظ مِنْ کے عدمِ استعمال سے واضح ہوتا ہے۔)

پس غَضٌّ مِنَ الْبَصَرِ کے معنی یہ نہیں کہ آنکھیں بالکل بند کرلی جائیں یا سر کو زمین کی طرف جھکائے رکھیں۔ نہ آیت کا یہ منشا ہے اور نہ یہ بات ممکن ہی ہے۔ آیت ﴿وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ﴾ ''اپنی آواز پست رکھو۔'' سورۂ لقمان۔۱۹ میں بھی غَضٌّ مِنَ الصَّوْتِ کا مطلب منہ بند کیے رہنا نہیں ہے لہٰذا غَضٌّ مِنَ الْبَصَرِ کے معنی نظروں کو پست کرنے کے ہیں یعنی نظروں کو بالکل آزاد نہ چھوڑ دیا جائے کہ وہ آنے جانے والیوں یا آنے جانے والوں پر پڑیں۔ لہٰذا جب کسی کی نظر جنسِ مقابل پر پڑے تو نہ اس کے محاسن پر نظریں جمائے اور نہ اس کو گھور گھور کر دیکھے۔

---

❶ ٢٤/النور: ٣٠، ٣١۔

Marfat.com
Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

((یَا عَلِیُّ لَا تَتْبَعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ، فَإِنَّمَا لَکَ الْأُوْلٰی وَلَیْسَتْ لَکَ الْآخِرَةُ.)) ❶

''اے علی! پہلی نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو۔ پہلی نظر معاف ہے لیکن دوسری نہیں۔''

نبی ﷺ نے جنسِ مقابل پر حریصانہ نگاہیں ڈالنے کو آنکھوں کے زنا سے تعبیر کیا ہے:

((اَلْعَیْنَانِ تَزْنِیَانِ وَزِنَا هُمَا النَّظَرُ.)) ❷

''آنکھیں زنا کرتی ہیں اوران کا زنا نظر ہے۔''

اس کو زنا اس لئے قرار دیا ہے کہ اس میں ایک قسم کا تلذذ ہے اور اس سے غیر مشروع طریقہ پر جنسی خواہش پوری ہوتی ہے۔ یہ بات انجیل میں مذکور مسیح علیہ السلام کے اس قول کے بالکل مطابق ہے کہ:

''اس سے پہلے تم کو کہا جاتا رہا ہے کہ زنا نہ کرو لیکن میں کہتا ہوں کہ جس نے اپنی آنکھوں سے نظر ڈالی اس نے زنا کیا۔''

یہ لذت کی حریص نگاہیں صرف عفت ہی کے لیے خطرناک نہیں ہیں بلکہ ذہنی یکسوئی اور سکونِ قلب کیلئے بھی خطرناک ہیں کہ اس سے ذہنی انتشار اور قلبی اضطراب کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

ستر پر نظر ڈالنے کی حُرمت

ستر سے نگاہوں کو بچانا ضروری ہے۔ نبی ﷺ نے ستر پر نظر ڈالنے سے منع فرمایا تھا

---

❶ [حسن لغیرہ] مسند احمد بن حنبل، ۳۵۳/۵، رقم الحدیث:۲۲۹۹۱؛ [حسن لغیرہ] سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی مایؤمر به من غض بصر، رقم الحدیث:۲۱۴۹؛ جامع ترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء فی نظرة الفجاءة، رقم الحدیث: ۲۷۷۷۔

❷ صحیح البخاری، کتاب الإستئذان، باب زنا الجوارح دون الفرج، رقم الحدیث:۶۲۴۳؛ صحیح مسلم، کتاب القدر، باب قدر علی ابن آدم حظه من الزنی، رقم الحدیث:۲۶۵۷؛ مسند احمد بن حنبل، ۳۴۳/۲، رقم الحدیث:۸۵۳۹۔ (واللفظ لهٗ)

Marfat.com
Marfat.com

خواہ کوئی مرد کسی مرد کے ستر پر نظر ڈالے یا کوئی عورت کسی عورت کے ستر پر نظر ڈالے اور خواہ شہوت سے نظر ڈالی جائے یا بغیر شہوت کے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

((لَایَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰی عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا تَنْظُرُ الْمَرْأَةُ اِلٰی عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ وَلَا یُفْضِی الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ وَلَا الْمَرْأَةُ اِلَی الْمَرْأَةِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ.)) [1]

"کوئی مرد کسی مرد کے ستر پر نظر نہ ڈالے اور نہ کوئی عورت کسی عورت کے ستر پر نظر ڈالے۔ اور نہ مرد مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں ہو جائے۔ اور نہ عورت عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں ہو جائے۔"

مرد کا ستر جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور جس پر نظر ڈالنا کسی مرد عورت کے لئے جائز نہیں ناف اور گھٹنہ کے درمیان کا حصہ ہے اور بعض ائمہ جیسے ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اور بعض مالکیہ کی رائے میں ران ستر میں داخل نہیں ہے۔ [2]

عورت کا ستر اجنبی مرد کے لئے اس کا پورا جسم ہے بجز چہرہ اور ہتھیلیوں کے اور عورت کا ستر اس کے محرم کے لئے کیا ہے؟ اس کا بیان آگے زینت کے اظہار کے سلسلہ میں ہوگا۔

جس طرح ستر پر نظر ڈالنا جائز نہیں اسی طرح ہاتھ وغیرہ سے چھونا بھی جائز نہیں ہے۔

ستر پر نظر ڈالنے یا چھونے کی حرمت کا یہ جو ذکر ہوا ہے وہ ایسی صورت میں ہے کہ کوئی مجبوری یا ضرورت لاحق نہ ہوئی ہو، لیکن اگر واقعی کوئی مجبوری یا ضرورت پیش آ جائے مثلاً طبی امداد یا علاج کی ضرورت ہو تو پھر حرمت زائل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح نظر کے جواز کے سلسلہ میں ہم نے جو کچھ بیان کیا وہ بھی اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ فتنہ اور شہوت کا

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب تحریم النظر إلی العورات، رقم الحدیث: ٣٣٨؛ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب النهی عن الشعری، رقم الحدیث: ٤٠١٨؛ مسند احمد بن حنبل ٣/٦٣، رقم الحدیث: ١١٦٠١۔ [2] [صحیح] سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ، رقم الحدیث: ٤٩٦؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ٧/٩٤؛ الإرواء الغلیل للالبانی، ٦/٢٠٧، رقم الحدیث: ١٨٠٣۔

Marfat.com
Marfat.com

اندیشہ نہ ہو۔ بصورتِ دیگر سدِ ذریعہ کے طور پر اباحت زائل ہو جائے گی۔

مرد یا عورت کو دیکھنے کے جواز کے حدود

اوپر جو کچھ بیان کیا گیا اس سے واضح ہے کہ عورت کا مرد کے جسم کے اس حصہ کو دیکھنا جو ستر میں داخل نہیں ہے۔ یعنی ناف کے اوپر اور گھٹنے کے نیچے والے حصے کو دیکھنا مباح ہے بشرطیکہ بنظر شہوت نہ ہو اور نہ فتنہ کا اندیشہ ہو۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حبشیوں کو دیکھنے کی اجازت دی تھی جبکہ وہ مسجد نبوی میں اپنے نیزوں سے کرتب دکھا رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی طرف مسلسل دیکھتی رہیں یہاں تک کہ تھک کر واپس لوٹ گئیں۔ [1]

اسی طرح مرد کا عورت کے جسم کے اس حصہ پر نگاہ ڈالنا جو ستر میں داخل نہیں ہے یعنی اس کے چہرہ اور ہتھیلیوں کو دیکھنا جائز ہے بشرطیکہ بنظر شہوت نہ دیکھا جائے اور نہ اس سے کسی فتنہ کا اندیشہ ہو:

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِیْ بَکْرٍ دَخَلَتْ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ فِیْ لِبَاسٍ رَقِیْقٍ یَشُفُّ عَنْ جِسْمِهَا فَاَعْرَضَ النَّبِیُّ ﷺ عَنْهَا وَقَالَ: یَا اَسْمَاءُ اِنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِیْضَ لَمْ یُصْلِحْ اَنْ یُریٰ مِنْهَا اِلَّا هٰذَا وَهٰذَا. وَاَشَارَ اِلٰی وَجْهِهٖ وَکَفَّیْهِ. [2]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کی بہن اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر باریک لباس پہنے ہوئے جس کے اندر سے جسم نظر آ رہا تھا، نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ نبی ﷺ نے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لئے روا نہیں کہ

[1] صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب الحراب والورق یوم العید، رقم الحدیث: ۹۵۰؛ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ العیدین، باب الرخصة فی اللعب الذی لا معصیة فیه، رقم الحدیث: ۸۹۲۔

[2] [ضعیف] سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فیهما تبدی المرأة من زوجها، رقم الحدیث: ۴۱۰۴؛ الدرالمنثور للسیوطی، ۵/۴۲؛ نصب الرایة للزیلعی، ۱/۲۹۹، کتاب الصلوٰۃ۔

Marfat.com
Marfat.com

اس کے جسم کا کوئی حصہ دکھائی دے سوائے اس اور اس حصہ کے۔ آپ ﷺ نے اپنے چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔"

اس حدیث میں اگرچہ ضعف ہے لیکن صحیح احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھنا جبکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو مباح ہے۔

الغرض پاکیزہ نظر مرد یا عورت کے جسم کے اس حصہ پر ڈالنا جو ستر میں داخل نہیں ہے جائز ہے بشرطیکہ بار بار نظر نہ ڈالی جائے اور نہ گھور گھور کر دیکھا جائے کہ یہ اکثر تلذذ اور فتنہ کے اندیشہ کا باعث بنتا ہے۔ [1]

---

[1] مصنف نے مرد اور عورت کے ستر پر جو کچھ بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ، عورت غیر محرم مرد کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کھول سکتی ہے۔ اور کہا کہ غیر محرم مرد عورت کو دیکھ سکتا ہے بشرطیکہ ستر والے مقامات نہ دیکھے، اسی طرح عورت بھی مرد کو دیکھ لے تو کوئی حرج نہیں۔ پھر آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ مومن عورت مردوں کے ساتھ خفیہ زینت کا اظہار نہ کرے جیسا کہ کان، بال، گردن، سینہ، پنڈلی وغیرہ کیونکہ اس سے فتنہ کا ڈر ہے۔ پھر مؤلف نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنے کا جواز ثابت کیا ہے۔ پھر ابن عباس کا عمل ذکر کر کے عورت کی طرف دیکھنے کو مباح کہا ہے۔ ہم کہتے ہیں جو کچھ مؤلف نے اس بحث میں نقل کیا ہے۔ وہ بے شمار غلطیوں پر مبنی ہے۔ نمبر (۱) انہوں نے مردوں کا عورتوں کی طرف دیکھنا اور عورتوں کا مردوں کی طرف دیکھنا جائز کہا ہے یہ قول بالکل باطل اور بے بنیاد ہے۔ دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ عورت کا مکمل جسم پردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ "اے نبی ﷺ اپنی بیویوں بیٹیوں اور مومن عورتوں سے کہہ دیجئے وہ اپنے اوپر اپنی اوڑھنیاں گرائے رکھیں۔"

میں یہ بات بھی کہنا چاہوں گا ظاہری زینت کے بارے میں تو علما کا اختلاف ہے کہ اس سے کیا مراد ہے مگر باطنی زینت تو عورت صرف اور صرف اپنے خاوند کے لئے ہی کھول سکتی ہے۔ ظاہری زینت محرم مردوں کے سامنے کھولنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حجاب کی آیات اترنے سے پہلے عورتیں بغیر چادر اوڑھے اپنے گھر سے نکلتی تھیں اور لوگ ان کا چہرہ اور ہاتھ وغیرہ دیکھتے تھے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے اب ہاتھ چہرہ ہر ایک کا چھپانا واجب ہے اور اس کا اظہار جائز نہیں ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور نامور تابعین کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت جب گھر سے نکلے تو اپنے سر پر ایک زائد چادر لے کر نکلے جس سے وہ اپنا چہرہ اور ہاتھ چھپائے۔ محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میں نے عبیدہ سلمانی سے ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ آیت مبارکہ کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے اپنا سر اور چہرہ وغیرہ چھپا لیا۔" المختصر بے شمار قوی ترین دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ ایک مسلمان عورت اپنا چہرہ اور ہاتھ وغیرہ ڈھانپ کر باہر نکلے کیونکہ چہرہ ہی تمام جسم میں کشش اور فتنہ کا باعث ہے۔ ہم مزید دلائل کو طوالت کی غرض سے نقل نہیں کر رہے۔ مزید دیکھئے [اعلام بنقد كتاب الحلال و الحرام: ۵۷-۷۲-] (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com
Marfat.com

اسلام نے اچٹتی ہوئی نظر کو جو اچانک پڑ جاتی ہے قابلِ معافی قرار دے کر بڑی فراخی کا ثبوت دیا ہے۔ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

((سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ نَظَرِ الْفَجْأَةِ فَقَالَ: اِصْرِفْ بَصَرَكَ.)) [1]

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نگاہ پڑ جانے کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نگاہ پھیر دو۔''

یعنی دوبارہ نظر نہ ڈالو۔

عورت کیلئے اظہارِ زینت کس حد تک جائز اور کس حد تک ناجائز ہے

عورتوں سے متعلق مزید ہدایات درج ذیل ہیں:

(الف) ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا.﴾ [2]

''اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں بجز اس کے جو ظاہر ہو جائے۔''

عورت کی زینت میں ہر وہ چیز شامل ہے جو اسے آراستہ کرنے والی اور اس میں جمال پیدا کرنے والی ہو خواہ وہ خلقی زینت ہو جیسے چہرہ، بال اور جسم کے دوسرے محاسن، یا اکتسابی جیسے کپڑے، زیور، سرخی وغیرہ۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی زینت چھپائیں اور اس کو ظاہر نہ کریں اور اس سے مستثنیٰ صرف ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ (زینت میں سے جو ظاہر ہو جائے) کو کر دیا۔

﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کے معنی کے بارے میں علما کے درمیان اختلاف ہے۔ آیا اس

(گزشتہ سے پیوستہ) اور مصنف نے حدیث عائشہ میں حضرت اسماء کے قصہ سے جو استدلال کیا ہے وہ بھی کمزور ہے کیونکہ آپ نے حضرت اسماء کو باریک کپڑے پہننے سے منع کیا ہے اس میں یہ ذکر کہاں ہے کہ حضرت اسماء کا چہرہ ننگا تھا۔ مزید تفصیل دیکھنے کے لئے [اعلام بنقد كتاب الحلال والحرام: ٥٧_٧٢_]

[1] [صحيح] [مسند احمد بن حنبل ٣٦١/٤، رقم الحديث: ١٩١٩٧؛ صحيح مسلم، كتاب الآداب، باب نظر الفجاءة، رقم الحديث: ٢١٥٩؛ جامع ترمذى، كتاب الإستئذان، باب ماجاء فى نظرة الفجاءة، رقم الحديث: ٢٧٧٦] [2] ٢٤/النور: ٣١۔

Marfat.com
Marfat.com

کے معنی ضرورۃً بغیر کسی قصد کے ظاہر ہو جانے کے ہیں، مثلاً جو ہوا کے جھونکے سے کھل جائے یا اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ چیز جو عادۃً اور قدرتی طور پر ظاہر ہوتی ہے اور جس کی اصل حقیقت ظاہر ہونا ہی ہے؟

اکثر سلف سے جو کچھ منقول ہے اس سے دوسری رائے کی تائید ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس سے مراد سرمہ اور انگوٹھی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے۔ [1] سرمہ اور انگوٹھی کے اظہار سے ان کے اعضا کا اظہار بھی لازم آتا ہے۔ یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں۔ اور سعید بن جبیر، عطاء اور اوزاعی وغیرہ سے صراحت کے ساتھ یہ منقول ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور قتادہ وغیرہ سے جو روایتیں ہیں ان میں کنگنوں کا اضافہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے ہتھیلی کے علاوہ ہاتھ کا مزید کچھ حصہ بھی مستثنیٰ ہے۔ اس کی حد بہ اختلافِ آرا ایک مشت سے لے کر نصف ہاتھ تک ہو سکتی ہے۔

اس توسع کے برخلاف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور نخعی وغیرہ کا مسلک ہے۔ انہوں نے ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے چادر وغیرہ ظاہری کپڑے مراد لیے ہیں۔ [2] لیکن ان چیزوں کو چھپانا ممکن ہی نہیں ہے۔

میرے خیال میں قابل ترجیح یہ ہے کہ ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کو چہرہ اور ہتھیلیوں تک محدود رکھا جائے اور زینت کی جو چیزیں عادۃً بغیر کسی غلو یا اسراف کے ان اعضا سے متعلق ہوتی ہیں اُن کو ان میں شامل سمجھا جائے۔ مثلاً ہاتھ کی انگوٹھی، آنکھوں کا سرمہ وغیرہ جس کی صراحت صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کے ایک گروہ نے کی ہے۔

---

[1] السنن الکبریٰ للبیهقی، ۹٤/۷، باب ماتبدی المرأة من زینتها؛ تفسیر طبری، ۳۰٤/۸، رقم الحدیث: ۲۵۹٦۰ [سورة النور آیت نمبر ۳۱]؛ الدر المنثور للسیوطی، ۱۷۹/٦۔

[2] تفسیر طبری، ۳۰۳/۹، رقم الحدیث: ۲۵۹۵۲؛ الدر المنثور للسیوطی، ۱۷۹/٦؛ المعجم الکبیر للطبرانی، ۲۲۸/۹، رقم الحدیث: ۹۱۱۵؛ مستدرک حاکم، ۳۹۷/۲، رقم الحدیث: ۳۵۵۱۔

Marfat.com
Marfat.com

سرخی اور پاؤڈر کا مسئلہ اس سے مختلف ہے۔ ان چیزوں کو موجودہ زمانہ کی عورتیں رخسار، ہونٹ اور ناخن کے لیے استعمال کرتی ہیں لیکن یہ سخت ناپسندیدہ غلو ہے۔ ان چیزوں کو بس گھر ہی میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن آج کل عورتیں گھر سے باہر نکلتے وقت مردوں کے لیے کشش پیدا کرنے کی غرض سے استعمال کرتی ہیں لیکن یہ حرام ہے۔ رہی ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی یہ تفسیر کہ اس سے چادر وغیرہ خارجی کپڑے مراد ہیں تو یہ قابل قبول نہیں ہے کیونکہ ان کپڑوں کا ظاہر ہونا قدرتی امر ہے جس کی ممانعت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ مستثنیٰ کرنے کی ضرورت پیش آ جائے۔ اسی طرح یہ تفسیر بھی قابل قبول نہیں ہے کہ اس سے مراد ہوا کے جھونکے وغیرہ سے چادر کا کھل جانا ہے، کیونکہ یہ انسان کے بس میں نہیں ہوتا لہٰذا اسے مستثنیٰ کرنا اور نہ کرنا بالکل یکساں ہے۔ استثنا سے تو جو بات متبادر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جو چیزیں چھپائی جا سکتی ہیں ان کو ظاہر کرنے کے سلسلہ میں یہ استثنا ہے اور یہ مومن خواتین کے حق میں رخصت اور تخفیف ہے۔ اور معقول بات یہ ہے کہ یہ رخصت چہرے اور ہتھیلیوں کے بارے میں ہونی چاہیے۔

چہرے اور ہتھیلیوں کے بارے میں یہ رعایت اس لیے کر دی گئی ہے کہ ان کو چھپانا عورت کے لیے باعث حرج ہے، خاص طور سے ایسی صورت میں جبکہ اسے جائز ضرورت سے باہر نکلنا پڑے، مثلاً بیواؤں کو اپنی اولاد کی ضروریات کے لیے اور غریب عورتوں کو اپنے شوہروں کی معاونت کے لیے باہر نکلنا پڑے۔ ایسی صورت میں نقاب ڈالنے اور ہتھیلیاں چھپانے کی پابندی ان کے لیے مشکلات اور دشواریوں کا باعث ہوگی۔

قرطبی کہتے ہیں:

عام طور سے چہرہ اور ہتھیلیاں عادۃً نیز نماز، حج وغیرہ عبادت کے موقع پر کھل جاتی ہیں تو صحیح بات یہی ہے کہ استثنا ان ہی اعضا کے سلسلہ میں سمجھا جائے۔

اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث دلالت کرتی ہے جسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے:

((اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِیْ بَکْرٍ دَخَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ.
وَعَلَیْھَا ثِیَابٌ رِقَاقٌ. فَاَعْرَضَ عَنْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَقَالَ لَھَا:

Marfat.com
Marfat.com

يَا اَسمَاءُ اِنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيضَ لَمْ يُصْلِحْ اَنْ يُرىٰ مِنهَا اِلَّاهٰذَا وَهٰذَا، وَاَشَارَ اِلٰى وَجْهِهٖ وَكَفَّيْهِ.)) [1]

''اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ان کے جسم پر باریک کپڑے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اے اسماء! عورت جب بالغ ہو جائے تو اس کے لیے روا نہیں ہے کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ دکھائی دے سوائے اس کے اور اس کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔''

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی اس پر دلالت کرتا ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ.﴾ [2]

''مومنوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے چہروں پر نقاب پڑی ہوئی نہیں ہوتی تھی۔ اگر عورت کا جسم اور چہرہ سب ڈھکا ہوا ہوتا تو غض بصر کا حکم دینے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ جب دیکھنے کے لیے کوئی چیز موجود ہی نہ ہو تو نگاہوں کو نیچا کرنے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے؟

اس کے باوجود عورت کے لئے اکمل اور مناسب ترین صورت یہ ہے کہ وہ اپنی زینت کو پوری طرح چھپانے کی کوشش کرے اور جہاں تک ہو سکے اپنا چہرہ بھی چھپائے کیونکہ ہمارے زمانہ میں بگاڑ عام ہو گیا ہے اور فسق کی گرم بازاری ہے۔ خاص طور سے ایسی صورت میں اس کا اہتمام ضرور کرنا چاہیے جبکہ عورت اس قدر حسین ہو کہ اس پر کسی کے فریفتہ ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

---

[1] [ضعيف] سنن ابی داؤد، كتاب اللباس، باب فيما تبدی المرأة من زوجها، رقم الحديث: ٤١٠٤؛ الدر المنثور للسيوطی ٥/٤٢؛ نصب الراية للزيلعی، ١/٢٩٩ كتاب الصلوة ـ ولید بن مسلم کی معنعن ہے اور سعید بن بشیر ضعیف ہے ۔ (انوار الصحيفة لزبير علی زئی، ص ١٠٤)۔

[2] ٢٤/النور: ٣٠۔

Marfat.com
Marfat.com

(ب) ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ.﴾ 1

''اور اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈالے رہیں۔''

مسلمان عورت پر واجب ہے کہ وہ اپنا سر اوڑھنی سے ڈھانک لے اور اس سے اپنے سینہ، گلے اور گردن کو چھپائے تاکہ آنے جانے والوں کی نظریں اس پر نہ پڑیں۔

(ج) ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ.﴾ 2

''وہ اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر ان لوگوں کے سامنے، شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے، اپنی عورتیں، اپنے مملوک، وہ زیردست مرد جو کوئی غرض نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو ابھی عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوئے ہوں۔''

اس آیت میں مؤمن عورتوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنی پوشیدہ زینت مثلاً کان، بال، گردن، سینہ اور پنڈلی کی زینت اجنبی مردوں کے سامنے نہ کھولے۔ ان کے سامنے صرف چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت ہے۔

اس ممانعت سے بارہ اصناف کو مستثنیٰ کردیا گیا ہے:۔

1 اُن کے شوہر: چنانچہ مرد اپنی بیوی کے جسم کا کوئی بھی حصہ دیکھ سکتا ہے۔ اسی طرح عورت اپنے شوہر کے جسم کا کوئی بھی حصہ دیکھ سکتی ہے۔ حدیث میں ہے:

((اِحْفَظْ عَوْرَتَكَ اِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ.)) 3

---

1 ٢٤/النور: ٣١۔ 2 ٢٤/النور: ٣١۔

3 [صحيح] سنن ابى داؤد، كتاب الحمام، باب فى التعرى، رقم الحديث: ٤٠١٧؛ جامع ترمذى، كتاب الأدب، باب ماجاء فى حفظ العورة، رقم الحديث: ٢٧٦٩؛ سنن ابن ماجة، كتاب النكاح، باب التستر عندالجماع، رقم الحديث: ١٩٢٠۔

Marfat.com
Marfat.com

"اپنے ستر کو چھپاؤ بجز اپنی بیوی کے۔"

2 اُن کے آباء: باپ کے علاوہ دادا اور نانا۔

3 اُن کے شوہروں کے باپ: یہ بھی گویا ان ہی کے باپ کے حکم میں ہیں۔

4 اُن کے بیٹے: اسی طرح ان کی اولاد کے بیٹے یعنی پوتے اور نواسے۔

5 شوہر کے بیٹے: کیونکہ ان کے ساتھ رہنا ہوتا ہے اور ان کے لیے ماں کی جگہ ہوتی ہے۔

6 اُن کے بھائی: خواہ سگے ہوں یا علاتی یا اخیافی۔

7 اُن کے بھتیجے: اس وجہ سے کہ پھوپھی کا رشتہ ابدی حرمت کا رشتہ ہوتا ہے۔

8 اُن کے بھانجے: اس وجہ سے کہ خالہ کا رشتہ ابدی حرمت کا رشتہ ہوتا ہے۔

9 اُن کی عورتیں: یعنی وہ عورتیں جن سے نسب یا دین کے تعلق سے ربط ہو۔ رہیں غیر مسلم عورتیں تو ان کے سامنے زینت کا اظہار جائز نہیں بجز اس کے جس کا اظہار مردوں کے سامنے جائز ہے۔

10 اُن کے مملوک: یعنی اُن کی لونڈیاں اور غلام کہ اسلام نے انہیں ارکانِ خاندان کا سا درجہ دیا۔ البتہ بعض ائمہ نے صرف لونڈیاں مراد لی ہیں۔

11 وہ مرد جو زیر حراست ہوں اور جن کو کچھ غرض نہ ہو: یہ اجیر اور تابع لوگ ہیں جنہیں بدنی یا عقلی سبب سے شہوت نہیں ہوتی۔ ان لوگوں میں یہ دونوں باتیں وافر طور پر موجود ہونی چاہئیں یعنی ان کا گھر میں تابع کی حیثیت سے ہونا اور شہوت کا فقدان۔

12 وہ بچے جو ابھی عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہیں ہوئے: یہ چھوٹے بچے ہیں جن کے اندر ابھی جنسی شعور پیدا نہیں ہوا۔ لیکن جب یہ شعور پیدا ہو جائے تو ان کے سامنے پوشیدہ زینت کا اظہار جائز نہیں ہوگا اگرچہ کہ وہ نابالغ ہوں۔

☆..... آیت میں چچا اور ماموں کا ذکر نہیں ہے کیونکہ وہ عرفاً باپ کے درجہ میں ہیں۔

حدیث میں ہے:

Marfat.com
Marfat.com

((عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِیْهِ.)) [1]

''آدمی کا چچا بمنزلۂ والد کے ہوتا ہے۔''

عورتوں کا ستر

گزشتہ بحث سے معلوم ہو گیا کہ جسم کا وہ حصہ جس کا کھولنا عورت کے لیے جائز نہیں ہے وہ ستر ہے، جس کا چھپانا واجب اور کھولنا حرام ہے۔

عورت کا ستر اجنبی مرد اور غیر مسلم عورتوں کے تعلق سے اس کا پورا جسم ہے بجز چہرے اور ہتھیلیوں کے کہ ان دو چیزوں کا کھولنا ''جیسا کہ امام رازی نے کہا ہے'' معاملات اور لین دین کی ضرورتوں کے پیش نظر جائز ہے۔ جس حصۂ جسم کو کھولنے کی واقعی ضرورت نہیں ہے اسے چھپانے کا حکم دیا گیا ہے اور جو حصۂ جسم معمولاً کھلا رہتا ہے اور ضرورۃً اس کو کھولنا ہی پڑتا ہے اس کو کھولنے کی اجازت انہیں دی گئی ہے کیونکہ اسلام کے شرعی احکام حنیفیت اور وسعت پر مبنی ہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

> ''چونکہ چہرہ اور ہتھیلیوں کا کھلا رہنا ایک ضروری سی بات ہے اس لیے فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ ستر میں داخل نہیں ہیں۔ رہے قدم تو ان کا کھلا رہنا کچھ ضروری نہیں ہے اس لیے اس بارے میں اختلاف ہوا کہ وہ ستر میں داخل ہیں یا نہیں۔'' [2]

اور عورت کا ستر مذکورۂ بالا بارہ اصناف کے تعلق سے باطنی زینت کی جگہوں مثلاً کان، بال، گردن، سینہ، ہاتھ اور پنڈلیوں کے سوا بقیہ حصہ جسم ہے۔ کیونکہ آیت کی رو سے مذکورہ بالا اصناف کے سامنے اظہار زینت جائز ہے۔ لیکن بقیہ حصۂ جسم مثلاً پیٹھ، پیٹ، شرمگاہیں اور رانیں تو ان کا کھولنا کسی بھی عورت یا مرد کے سامنے جائز نہیں ہے بجز شوہر کے۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی تقدیم الزکاۃ و منعها، رقم الحدیث: ۹۸۳؛ سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب فی تعجیل الزکاۃ، رقم الحدیث: ۱۶۲۳؛ جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب اللهم اغفر للعباس، رقم الحدیث: ۳۷۶۱؛ مسند احمد بن حنبل، ۲/۳۲۲، رقم الحدیث: ۸۲۸٤۔ [2] تفسیر الفخر الرازی، ج ۲۳، ص ۲۰۵،۲۰۶۔

Marfat.com
Marfat.com

آیت کا یہ مفہوم بعض ائمہ کے اس مسلک سے قریب تر ہے کہ عورت کا ستر محرموں کے لیے صرف ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ہے۔ اور عورت کا ستر عورت کے لیے بھی اسی حد تک ہے بلکہ آیت کا مدلول بعض علما کے اس قول سے قریب تر ہے کہ عورت کا ستر محرم کے لیے جسم کا وہ حصہ ہے جو کام کاج کے وقت کھلا نہیں رہتا۔ لیکن جو حصہ جسم گھر میں کام کاج کے وقت معمولاً کھل جایا کرتا ہے اس کا دیکھنا محرم کے لیے جائز ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مؤمن عورتوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ باہر نکلتے وقت اپنے اوپر بڑی چادر ڈال لیا کریں تا کہ وہ کافر اور فاجر عورتوں کے مقابلہ میں ممتاز ہو سکیں۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ اس پیغام الٰہی کو امت تک پہنچا دیں:

﴿يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ﴾ [1]

''اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مؤمنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادریں ڈال لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تا کہ وہ پہچان لی جائیں اور انہیں پریشان نہ کیا جا سکے۔''

جلابیب، جلباب کی جمع ہے جس کے معنی کشادہ کپڑے کے ہیں جیسے برقع جسے عورتیں پردہ کے لیے استعمال کرتی ہیں۔

بعض خواتینِ جاہلیت جب گھروں سے نکلتیں تو اپنے بعض محاسن سینہ، گردن، بال وغیرہ کھلے رکھتیں۔ فاسق اور بےکار لوگ ان کے پیچھے پڑ جاتے۔ ان حالات میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس نے مؤمن خواتین کو حکم دیا کہ وہ اپنی چادروں کا کچھ حصہ اپنے اوپر ڈال لیا کریں تا کہ جسم کے یہ حصے ڈھک جائیں اور ظاہری ہیئت سے وہ پہچان لی جائیں کہ مؤمنہ عفیفہ ہیں، لہٰذا کوئی منافق یا بے حیا آدمی انہیں ایذا پہنچانے کی جرأت نہ کر سکے۔

---

[1] ۳۳/الاحزاب:۵۹۔

Marfat.com
Marfat.com

آیت میں جو علت بیان کی گئی ہے اس سے واضح ہے کہ یہ حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ فاسقوں کی طرف سے اذیت اور بے حیا لوگوں کی طرف سے نظر بازی کا اندیشہ تھا، ورنہ فی الواقع خود ان خواتین کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں تھا، اور نہ ان پر اعتماد میں کوئی کمی تھی۔

لیکن جو عورت اپنی زینت اور کپڑے دکھاتے پھرتی ہے یا ناز نخرے سے چلتی ہے یا نرم و نازک باتیں کرتی ہے وہ ہمیشہ مردوں کے اندر اکساہٹ پیدا کرتی ہے اور چھیڑ خوانی کرنے والوں کے دلوں میں بُری خواہش پیدا کرتی ہے بمصداق اس آیت کریمہ کے:

﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ﴾ [1]

''دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ بُری خواہش کرنے لگے۔''

یہ حقیقت ہے کہ اسلام نے مسلمان خواتین کے پردہ اور تحفظ کے معاملہ میں شدت برتی ہے اور اس میں رخصت نہیں دی سوائے اس کے کہ بوڑھی عورتوں کے لیے احکام میں قدرے تخفیف کر دی ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَهُنَّ ط وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝﴾ [2]

''اور بوڑھی عورتیں جو نکاح کی امید نہ رکھتی ہوں وہ اگر اپنی چادریں اتار کر رکھ دیں تو اُن پر کوئی گناہ نہیں ہے بشرطیکہ وہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں۔ لیکن اگر وہ اس سے احتیاط برتیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے۔ اور اللہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔''

قواعد سے مراد وہ عورتیں ہیں جو بڑھاپے کی وجہ سے بیٹھی رہیں جنہیں نہ حیض آتا ہو اور نہ انہیں اولاد کی توقع ہو۔ اس بنا پر نہ وہ شادی کی خواہش مند ہوتی ہیں اور نہ انہیں مردوں

---

[1] ۳۳/الاحزاب: ۳۲۔ [2] ۲۴/النور: ۶۰۔

Marfat.com
Marfat.com

سے رغبت ہوتی ہے، نیز مردوں کو بھی ان سے رغبت نہیں ہوتی۔ ایسی عورتوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے پابندیوں میں تخفیف کر دی ہے اور انہیں اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ اپنے خارجی اور ظاہری کپڑے مثلاً چادر، برقع، عبا اور اوڑھنی وغیرہ اتار دیا کریں۔

یہ رخصت بھی غَیْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِیْنَةٍ کے ساتھ مشروط ہے، یعنی نمائش کرنے کی غرض سے کپڑے نہ اتارے بلکہ ضرورۃً بغرض سہولت اس تخفیف سے فائدہ اٹھائیں۔

اس رخصت کے باوجود بہتر اور اولیٰ یہی ہے کہ وہ اکمل صورت کو اختیار کرنے اور شبہات سے بچنے کی غرض سے اس معاملہ میں احتیاط برتیں۔

عام حماموں میں عورت کا داخل ہونا

چونکہ اسلام ستر کی حفاظت کرنا اور اس کو چھپانا چاہتا ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے عورت کو عام حماموں میں داخل ہونے اور دیگر عورتوں کے سامنے برہنہ ہونے سے احتراز کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ ان عورتوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ دوسری عورتوں کے جسمانی اوصاف کا ذکر مجلسوں میں کرنا لذتِ ذہن کا کام سمجھتی ہیں۔

اسی طرح آپ ﷺ نے مرد کو بغیر ساتر تہبند کے حمام میں داخل ہونے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَدْخُلُ الْحَمَّامَ اِلَّا بِمِئْزَرٍ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُدْخِلُ حَلِيْلَتَهُ الْحَمَّامَ.)) [1]

”جو شخص اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ حمام میں بغیر تہبند کے داخل نہ ہو۔ اور جو شخص اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنی بیوی کو حمام میں داخل نہ ہونے دے۔“

[1] [حسن] مسند احمد بن حنبل، ۳/۳۳۹، رقم الحدیث: ۱۴۶۵۱؛ جامع ترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء فی دخول الحمام، رقم الحدیث: ۲۸۰۱؛ سنن النسائی، کتاب الغسل، باب الرخصة فی دخول الحمام، رقم الحدیث: ۴۰۱؛ مستدرک حاکم، ۴/۲۸۸۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم نَهٰی عَنْ دُخُوْلِ الْحَمَّامَاتِ ثُمَّ رَخَّصَ لِلرِّجَالِ اَنْ یَدْخُلُوْهَا بِالْمَآزِرِ)) [1]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمام میں داخل ہونے سے منع فرمایا۔ بعد میں مردوں کو تہبند کے ساتھ داخل ہونے کی اجازت دے دی۔''

اس سے مستثنیٰ صورت یہ ہے کہ کوئی عورت بیماری یا نفاس وغیرہ کے علاج کی غرض سے حمام میں داخل ہو۔ چنانچہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حماموں کے بارے میں فرمایا:

((فَلَا یَدْخُلُهَا الرِّجَالُ اِلَّا بِمِئْزَرٍ وَامْنَعُوْهَا النِّسَاءَ اِلَّا مَرِیْضَةً اَوْ نُفَسَاءَ.)) [2]

''مرد بغیر تہبند کے حمام میں داخل نہ ہوں اور عورتوں کو بھی اس سے منع کرو الا یہ کہ کوئی عورت مریضہ ہو یا نفاس سے ہو۔''

اس حدیث کی اسناد میں کسی قدر ضعف ہے لیکن شریعت نے اپنے اصولوں میں مریض کے لیے جو رخصت رکھی ہے اس سے اسے تقویت پہنچتی ہے۔ نیز اس کی تائید اس اصول سے بھی ہوتی ہے کہ جو چیز سد ذریعہ کے طور پر حرام کی گئی ہے وہ حاجت و مصلحت کے لیے جائز ہو جاتی ہے۔ اور اس کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِتَّقُوْا بَیْتًا یُقَالُ لَهُ الْحَمَّامُ ، قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّهُ یَذْهَبُ

---

[1] [ضعیف] سنن ابی داؤد، کتاب الحمام، باب الدخول فی الحمام، رقم الحدیث: ۴۰۰۹؛ جامع ترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء فی دخول الحمام، رقم الحدیث: ۲۸۰۲؛ سنن ابن ماجة، کتاب الأدب باب دخول الحمام، رقم الحدیث: ۳۷۴۹۔

[2] [اسناده ضعیف] سنن ابی داؤد، کتاب الحمام، باب الدخول فی الحمام، رقم الحدیث: ۴۰۱۱؛ سنن ابن ماجة، کتاب الأدب، باب دخول الحمام، رقم الحدیث: ۳۷۴۸۔

Marfat.com
Marfat.com

الدَّرَنَ وَيَنْفَعُ الْمَرِيضَ قَالَ: فَمَنْ دَخَلَ فَلْيَسْتَتِرْ.)) ❶

''اس گھر سے اجتناب کرو جسے حمام کہتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! حمام میں نہانے سے میل کچیل دور ہو جاتا ہے اور مریض کو فائدہ پہنچتا ہے۔ فرمایا: ایسی صورت میں داخل ہونے والے کو اپنا ستر چھپانا چاہیے۔''

اگر کوئی عورت بلا عذر اور بلا ضرورت حمام میں داخل ہو جائے تو وہ حرام کی مرتکب ہو گی اور رسول اللہ ﷺ کی اس وعید کی مستحق ہو گی جسے ابو ملیح ھذلی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے:

((اِنَّ نِسَاءً مِنْ اَهْلِ حِمْصَ اَوْ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ دَخَلْنَ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَتْ: اَنْتُنَّ اللَّاتِيْ تَدْخُلْنَ نِسَاءُ كُنَّ الْحَمَّامَاتِ؟ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَامِنِ امْرَاَةٍ تَضَعُ ثِيَابَهَا فِيْ غَيْرِ بَيْتِ زَوْجِهَا اِلَّا هَتَكَتِ السَّتْرَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ رَبِّهَا.)) ❷

''اہل حمص یا اہل شام کی کچھ عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پوچھا: کیا تم عورتیں حمام میں داخل ہوتی ہو؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت اپنے کپڑے شوہر کے گھر کے سوا کسی اور جگہ اتارتی ہے وہ اس پردہ کو چاک کرتی ہے جو اس کے اور رب کے درمیان ہے۔''

اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ [صحیح] مستدرک حاکم، ٤/٢٨٨؛ المعجم الکبیر للطبرانی ١١/٢٧، رقم الحدیث: ١٠٩٣٢؛ مجمع الزوائد للهیثمی ١/٢٧٧، رقم الحدیث: ١٥١٩۔

❷ [صحیح] سنن ابی داؤد، کتاب الحمام، باب الدخول فی الحمام، رقم الحدیث: ٤٠١٠؛ جامع ترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء فی دخول الحمام، رقم الحدیث: ٢٨٠٣؛ سنن ابن ماجة، کتاب الأدب، باب دخول الحمام، رقم الحدیث: ٣٧٥٠۔

Marfat.com
Marfat.com

((اَیُّمَا امْرَأَۃٍ نَزَعَتْ ثِیَابَھَا فِیْ غَیْرِ بَیْتِھَا خَرَقَ اللّٰہُ عَنْھَا سِتْرَہٗ.)) ❶

''جو عورت اپنے کپڑے کسی دوسرے کے گھر میں اتارتی ہے اللہ تعالیٰ اس پردہ کو جو اس کے اور اللہ کے درمیان ہے چاک کر دیتا ہے۔''

جب اسلام کے احکام عورتوں کے حمام میں داخل ہونے کے بارے میں اتنے سخت ہیں حالانکہ حمام چہار دیواری والا گھر ہوتا ہے اور وہ بھی ایسا جس میں صرف عورتیں داخل ہوتی ہیں تو ان بے حیا اور آوارہ عورتوں کے بارے میں کیا حکم ہوگا جو اپنے ستر کا راستوں پر مظاہرہ کرتی پھرتی ہیں اور ساحل سمندر پر اپنے اجسام کی نمائش کرتی ہیں تاکہ حریص آنکھوں کے لیے لذتِ دید کا اور شہوانی جذبات کے لیے تسکین کا سامان کریں۔

درحقیقت انہوں نے شرم وحیا کے اُن تمام پردوں کو تار تار کر کے رکھ دیا ہے جو ان کے اور رحمٰن کے درمیان تھے۔ اور اس گناہ میں مرد بھی شریک ہیں کیونکہ انہیں ذمہ دار نگران بنایا گیا تھا۔ کاش کہ وہ جان لیتے!

تبرج کی حرمت

مسلمان خاتون کا فر اور جاہلی خاتون کے مقابلہ میں ممتاز اخلاق کی حامل ہوتی ہے۔ اس کے اندر اخلاق کی پاسداری، عزت وعفت اور شرم وحیا جیسے اوصاف ہوتے ہیں لیکن جاہلی عورت کا اخلاق ہوتا ہے تبرج اور مردوں کے صنفی جذبات کو مشتعل کرنا۔

تبرج کے معنی کھل جانے اور ظاہر ہونے کے ہیں۔ زمخشری کہتے ہیں کہ تبرج کی حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کو چھپانا ضروری ہے اس کو بہ تکلف ظاہر کیا جائے لیکن یہ لفظ اُس اظہارِ زینت اور اظہارِ محاسن کے لیے مخصوص ہو گیا ہے جو عورتیں مردوں کے سامنے کرتی ہیں۔ اور زمخشری نے اس پر اس خصوصیت کا اضافہ کیا ہے کہ جس زینت کا اخفا ضروری ہے اس کا قصداً اور بہ تکلف اظہار کیا جائے۔ یہ چیز جس کا اخفا ضروری ہے جسم کا کوئی حصہ بھی ہو

---

❶ مسند احمد، ٦/ ٣٠١، رقم الحدیث: ٢٦٥٦٩؛ مستدرک حاکم، ٤/ ٢٨٩؛ مسند ابی یعلیٰ، ١٢/ ٤٦٠، رقم الحدیث: ٧٠٣١۔

Marfat.com
Marfat.com

سکتا ہے اور کسی عضو کی حرکت بھی، گفتگو اور چلنے کا طریقہ بھی ہوسکتا ہے اور زیور وغیرہ آرائش کی چیزیں بھی۔

تبرج کی مختلف صورتیں اور مظاہر ہیں جن سے لوگ قدیم زمانہ میں بھی آشنا تھے اور جدید زمانہ میں بھی آشنا ہیں۔ مفسرین نے بعض صورتوں کا ذکر

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ.﴾ [1]

''اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ رہو اور سابق دورِ جاہلیت کا سا دکھاوا نہ کرتی پھرو۔''

کی تفسیر کرتے ہوئے کیا ہے۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''عورت باہر نکل کر مردوں کے درمیان چلا کرتی تھی۔''

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''عورتیں ناز نخرے کے ساتھ چلا کرتی تھیں۔''

اور مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''تبرج یہ ہے کہ عورتیں اپنا دوپٹہ اس طرح سروں پر ڈال لیا کرتیں کہ ہار، بالیاں، گردن وغیرہ کھلی رہتی۔'' [2]

یہ تھیں قدیم جاہلیت کے تبرج کی صورتیں یعنی مردوں کے ساتھ اختلاط، چلنے میں ناز نخرہ اور دوپٹہ اس طرح اوڑھنا کہ جسم کے محاسن اور زینت ظاہر ہو جائے۔ لیکن جدید جاہلیت نے تبرج کی جو نئی نئی صورتیں اور نت نئے ڈھنگ ایجاد کیے ہیں ان کے سامنے قدیم جاہلیت کا تبرج مات کھا گیا ہے۔

---

[1] ۳۳/الأحزاب:۳۳۔

[2] تفسیر ابن کثیر، ۱٦۹/٥، رقم الحدیث: ٥۳٥۲؛ الدر المنثور للسیوطی، ۱۹۷/٥۔

Marfat.com
Marfat.com

تبرج کا اطلاق کس صورت میں نہیں ہوگا؟

درج ذیل آداب کی پابندی کرنے کی صورت میں مسلمان خاتون تبرج کے دائرہ سے نکل کر اسلامی تہذیب کی آغوش میں آجاتی ہے:

(ا) غضِ بصر: کہ حیا عورت کا سب سے زیادہ قیمتی زیور ہے اور حیا کا نمایاں ترین عنوان غضِ بصر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ.﴾ [1]

''مومن عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔''

(ب) مردوں کے ساتھ جسم کے مس ہونے کی حد تک اختلاط جس کا مظاہرہ اس زمانہ میں سینما گھروں، یونیورسٹی کے راستوں، لیکچر ہالوں اور مسافر گاڑیوں میں ہوتا ہے۔

معقل بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَاَنْ يُّطْعَنَ فِيْ رَأْسِ اَحَدِكُمْ بِمَخِيْطٍ مِّنْ حَدِيْدٍ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ يَّمَسَّ امْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ.)) [2]

''اپنے سر میں لوہے کی سوئی چبھو دینا اس سے بہتر ہے کہ آدمی کسی ایسی عورت کو چھوئے جس کو چھونا اس کے لیے جائز نہیں ہے۔''

(ج) اس کا لباس اسلامی تہذیب کے مطابق ہو۔ شرعی لباس وہ ہے جس میں درج ذیل اوصاف پائے جائیں:

1. جو پورے جسم کے لیے ساتر ہو سوائے مَا ظَهَرَ مِنْهَا کے یعنی چہرہ اور ہتھیلیوں کو مستثنیٰ کر کے پورا جسم ڈھک جانا چاہیے۔
2. کپڑے کے اندر سے بدن دکھائی نہ دے اور نہ جھلکے اس لیے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((اِنَّ مِنْ اَهْلِ النَّارِ نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مَائِلَاتٌ

---

[1] ٢٤/النور:٣١۔ [2] [صحیح] شعب الایمان للبیهقی، ٤/٣٧٤، رقم الحدیث: ٥٤٥٥، باب فی تحریم الفروج؛ المعجم الکبیر للطبرانی، ٢٠/٢١١، ٢١٢؛ مجمع الزوائد للهیثمی، ٤/٣٢٦، رقم الحدیث: ٧٧١٨؛ سلسلة الاحادیث الصحیحة للألبانی، رقم الحدیث: ٢٢٦۔

Marfat.com
Marfat.com

مُمِيلَاتٌ..... لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا.)) [1]

''وہ عورتیں دوزخی ہیں جو کپڑے پہن کر برہنہ رہتی ہیں، مردوں کی طرف راغب ہوتی ہیں اور مردوں کو اپنی طرف راغب کرتی ہیں ۔۔۔۔ایسی عورتیں نہ جنت میں جائیں گی اور نہ اس کی خوشبو ہی پاسکیں گی۔''

کپڑے پہن کر برہنہ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے کپڑے ساتر نہیں ہوں گے بلکہ باریک اور شفاف ہونے کی وجہ سے ان کے اندر سے بدن جھلک رہا ہوگا۔

بنی تمیم کی کچھ عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اور ان کے جسم پر باریک کپڑے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

''اگر تم مومن عورتیں ہو تو یہ مومن عورتوں کے کپڑے نہیں ہیں۔''

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک دلہن آئی جو باریک اور شفاف اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

''جو عورت اس قسم کے کپڑے پہنتی ہے وہ سورۂ نور پر ایمان نہیں رکھتی۔'' [2]

3. لباس ایسا چست نہ ہو کہ جسم کے نشیب و فراز نمایاں ہو جائیں جیسا کہ مغربی تہذیب کا لباس ہے جو جسم اور شہوت کی پرستار تہذیب ہے۔ اس تہذیب کے زیر اثر فیشن (Fashion) اختراع کرنے والے اس انداز سے کپڑوں کی کٹنگ کرتے ہیں کہ پستان، کمر اور سرین جیسے اعضائے جسم نمایاں ہو جاتے ہیں اور اس طرز پر سلے ہوئے ہوتے ہیں کہ اس سے جذبات میں ہیجان اور سفلی خواہشات میں تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔ اس قسم کا لباس پہننے والی عورتیں بھی کاسیات عاریات (کپڑے پہن کر برہنہ رہنے والیاں) میں شامل ہیں۔ اور یہ کپڑے باریک اور شفاف کپڑوں سے بھی زیادہ ترغیب اور فتنہ کا باعث ہیں۔

---

[1] صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب النساء، الكاسيات والعاريات، رقم الحديث: ٢١٢٨؛ شعب الايمان للبيهقي، ٣٤٨/٤، رقم الحديث: ٥٣٥٧؛ مسند احمد بن حنبل، ٣٥٦/٢، رقم الحديث: ٨٦٦٥؛ السنن الكبرى للبيهقي، ٢٣٤/٢۔ [2] الطبراني.

Marfat.com
Marfat.com

4 ایسا لباس نہ پہنیں جو مردوں کے لیے مخصوص ہو، مثلاً پتلون جو ہمارے زمانہ میں مردوں کے لیے مخصوص ہے۔ یہ اس لیے کہ نبی ﷺ نے مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جس طرح عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے اور عورت کو مرد کا لباس اور مرد کو عورت کا لباس پہننے سے منع فرمایا ہے۔

5 ایسا لباس نہ ہو جو یہودی، نصرانی اور مشرک عورتوں کے لیے مخصوص ہو کیونکہ ان سے تشبّہ اسلام میں ممنوع ہے۔ اسلام مرد اور عورت میں امتیاز اور ظاہر و باطن میں کافر قوموں کی تقلید سے آزادی چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے بہت سے امور میں کفار کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشادِ رسول ﷺ ہے:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ.)) [1]

''جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ اسی میں سے ہے۔''

(د) گفتار اور چال ڈھال میں وقار اور استقامت اختیار کرے اور چہرہ اور جسم کو ایسی حرکتوں سے بچائے رکھے جس سے جذبات مشتعل ہوتے ہوں۔ ناز نخرے اور بری ادائیں فاجر عورتوں کا ڈھنگ ہے۔ مسلم خواتین کے اخلاق سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ﴾ [2]

''دبی زبان سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ بُری خواہش کرنے لگے۔''

(ھ) اپنی پوشیدہ زینت کی طرف مردوں کو متوجہ کرنے کے لیے کشش پیدا نہ کرے، مثلاً

---

[1] [صحیح] سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، رقم الحدیث: ٤٠٣١؛ مجمع الزوائد للهیثمی ١٠/٤٧٨، رقم الحدیث: ١٧٩٥٩؛ المعجم الأوسط للطبرانی ٩/١٥١، رقم الحدیث: ٨٣٢٣؛ ارواء الغلیل للألبانی ٥/١٠٩، رقم الحدیث: ١٢٦٩۔

[2] ٣٣/الاحزاب: ٣٢۔

Marfat.com
Marfat.com

خوشبوؤں کا استعمال، زیورات کی جھنکار وغیرہ۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ﴾ [1]

''اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلیں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے وہ انہیں معلوم ہو جائے۔''

دورِ جاہلیت میں جب عورت لوگوں کے پاس سے گزرتی تو اپنے پاؤں زمین پر مار کر چلتی تاکہ پازیب کی جھنکار لوگ سنیں۔ قرآن نے اس سے منع فرمایا کیونکہ یہ حرکت شہوت پرست مردوں کے شہوانی خیالات کو شہ دیتی ہے اور عورت کے بارے میں یہ بُرا خیال پیدا ہونے لگتا ہے کہ وہ مردوں کی نگاہوں کو اپنی طرف اور اپنی زینت کی طرف مائل کرنا چاہتی ہے۔

اسی حکم میں مختلف قسم کی مہکنے والی خوشبوئیں اور عطریات شامل ہیں جن کو عورتیں صنفی جذبات کو برانگیختہ کرنے اور مردوں کو اپنی طرف راغب کرنے کی غرض سے استعمال کرتی ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

((اَلْمَرأَةُ إِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا يَعْنِيْ زَانِيَةً.)) [2]

''عورت جب خوشبو لگا کر نکلتی ہے اور کسی مجلس کے پاس سے گزرتی ہے تو وہ ایسی اور ایسی ہے یعنی زانیہ ہے۔''

معلوم ہوا کہ اسلام نے عورت کو اس بات کا پابند نہیں کیا ہے کہ وہ گھر کی چہار دیواری میں مقید ہو کر رہ جائے اور جب قبر میں جانے کی نوبت آئے تب باہر نکلے، بلکہ اس کے لیے جائز کر دیا گیا ہے کہ نماز، حصولِ علم اور ہر قسم کی دینی اور جائز دنیوی ضرورتیں پوری کرنے

---

[1] ۳۳/الاحزاب۔ [2] [صحیح] سنن ابی داؤد، كتاب الترجل، باب في طيب المرأة للخروج، رقم الحديث: ٤١٧٣؛ جامع ترمذي، كتاب الأدب، باب ماجاء في كراهية خروج المرأة متعطرة، رقم الحديث: ٢٧٨٦؛ سنن نسائي، كتاب الزينة، باب ما يكره للنساء من الطيب، رقم الحديث: ٥١٢٩۔

Marfat.com
Marfat.com

کے لیے باہر نکلے۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عورتیں اور ان کے بعد خیر القرون کی عورتیں ان اغراض کے لیے باہر نکلا کرتی تھیں۔ ان میں ایسی خواتین بھی تھیں جو قتال اور غزوات میں شرکت کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفا رضی اللہ عنہم اور قائدین اسلام کے ساتھ باہر نکلی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا:

((قَدْ اَذِنَ اللّٰهُ لَكُنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ لِحَوَائِجِكُنَّ.)) [1]

''اللہ نے تمہیں اپنی ضرورتوں کے لیے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے۔''

نیز فرمایا:

((اِذَا اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةُ اَحَدِكُمْ اِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يَمْنَعُهَا.)) [2]

''جب کسی کی بیوی مسجد جانے کی اجازت چاہے تو اسے چاہیے کہ روکے نہیں۔''

دوسری حدیث میں ہے:

((لَا تَمْنَعُوا اِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ.)) [3]

''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے نہ روکو۔''

بعض متشدد علما اس طرف گئے ہیں کہ عورت کے لیے مرد کے جسم کے کسی بھی حصہ کا دیکھنا حرام ہے۔ وہ ترمذی کی بیہان — ام سلمہ کے غلام — والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

---

[1] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب خروج النساء لحوائجهن، رقم الحدیث: ٥٢٣٧؛ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب اباحة الخروج للنساء لقضاء حاجة الأنسان، رقم الحدیث: ٢١٧٠۔

[2] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الا ستئذان المرأة زوجها لخروج الی المسجد، رقم الحدیث: ٥٢٣٨؛ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب خروج النهآء الی المساجد، رقم الحدیث: ٤٤٢؛مسند ابی یعلیٰ ٤١٢/٩، رقم الحدیث: ٥٥٥٩؛ مسند احمد بن حنبل ٧/٢، رقم الحدیث: ٤٥٢٢۔

[3] صحیح البخاری، کتاب الجمعه، باب (١٣)، رقم الحدیث: ٩٠٠؛ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب خروج النساء إلی المساجد، رقم الحدیث: ٤٤٢؛ مسند احمد بن حنبل ١٦/٢، رقم الحدیث: ٤٦٥٥۔

Marfat.com
Marfat.com

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَهَا وَلِمَيْمُونَةَ وَقَدْ دَخَلَ عَلَيْهِمَا ابْنُ اُمِّ مَكْتُومٍ اِحْتَجِبَا فَقَالَتَا اِنَّهُ اَعْمٰى، قَالَ اَفَعُمْيَا وَاِنْ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ؟)) 1

''نبی ﷺ نے ان سے اور میمونہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جبکہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ان کے پاس آ گئے تھے کہ ان سے پردہ کرو۔ انہوں نے کہا: وہ نابینا ہیں۔ فرمایا: کیا تم بھی نابینا ہو؟ تم دونوں انہیں دیکھ نہیں رہی ہو؟''

لیکن محققین کہتے ہیں کہ یہ حدیث محدثین کے نزدیک صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کا راوی نبہان جو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا غلام ہے، حدیث کے معاملہ میں قابل حجت نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض اسے صحیح مان لیا جائے تو اس کی یہ توجیہ کی جا سکتی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی ازواج کے ساتھ اُن کی حرمت کے پیش نظر سختی برتی ہوگی جس طرح پردہ کے معاملہ میں ان کے لیے احکام سخت تھے۔ اس کی طرف ابوداؤد اور دیگر ائمہ نے اشارہ کیا ہے۔ ایسی صورت میں فاطمہ بنت قیس والی حدیث رہ جاتی ہے جو صحیح بھی ہے اور ثابت شدہ بھی اور جس کا مفہوم بھی واضح ہے۔ وہ یہ کہ:

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَمَرَ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ اَنْ تَقْضِيَ عِدَّتَهَا فِيْ بَيْتِ اُمِّ شَرِيْكٍ ثُمَّ اسْتَدْرَكَ فَقَالَ تِلْكَ امْرَاَةٌ يَغْشَاهَا اَصْحَابِيْ، اِعْتَدِيْ عِنْدَ ابْنِ اُمِّ مَكْتُومٍ فَاِنَّهُ رَجُلٌ اَعْمٰى تَضَعِيْنَ ثِيَابَكِ وَلَا يَرَاكِ.)) 2

---

1 [اسناده ضعيف] سنن ابی داؤد، كتاب اللباس، باب فی قوله تعالىٰ ﴿وقل للمؤمنات يغضضن......﴾، رقم الحديث: ٤١١٢؛ جامع ترمذی، كتاب الأدب، باب ماجاء فی احتجاب النساء من الرجال، رقم الحديث: ٢٧٧٨؛ مسند احمد بن حنبل، ٦/٢٩٦، رقم الحديث: ٢٦٥٣٧؛ ارواء الغليل للألبانی ٦/٢١٠، ٢١١، رقم الحديث: ١٨٠٦۔

2 صحیح مسلم، كتاب الطلاق، باب المطلقه البائن لا نفقة لها، رقم الحديث: ١٤٨٠؛ سنن ابی داؤد، كتاب الطلاق، باب فی نفقة المبتوتة، رقم الحديث: ٢٢٨٤؛ مسند احمد بن حنبل ٦/٤١٢، رقم الحديث: ٢٧٣٢٧۔

Marfat.com
Marfat.com

”نبی ﷺ نے فاطمہ بنت قیس کو ام شریک کے گھر میں عدت گزارنے کا حکم دیا۔ بعد میں آپ نے اس سے رجوع کرتے ہوئے فرمایا: اس عورت کے پاس میرے اصحاب رضی اللہ عنہم کی آمد و رفت رہتی ہے، لہٰذا تم ابن ام مکتوم کے ہاں عدت گزارو۔ وہ نابینا ہیں تم وہاں اپنی اوڑھنی وغیرہ اتارو گی تو تمہیں کوئی دیکھ نہ سکے گا۔“

عورت شوہر کے مہمانوں کی خدمت کر سکتی ہے

مذکورہ بحث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کے مہمانوں کی خدمت کر سکتی ہے بشرطیکہ لباس، زینت، گفتگو اور چال ڈھال میں اسلامی آداب کو ملحوظ رکھے۔ قدرتی بات ہے کہ اس حال میں مہمان اسے دیکھ لیں گے اور وہ مہمانوں کو دیکھ لے گی۔ لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ [1]

شیخین (بخاری و مسلم) نے سہل بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

((لَمَّا اَعْرَسَ اَبُوْ اُسَیْدِ السَّاعِدِیُّ دَعَا النَّبِیَّ ﷺ وَاَصْحَابَهٗ فَمَا صَنَعَ لَهُمْ طَعَامًا وَلَا قَدَّمَ اِلَیْهِمْ اِلَّا امْرَاَتُهٗ اُمُّ اُسَیْدٍ بَلَّتْ تَمَرَاتٍ فِیْ تَوْرٍ مِنْ حِجَارَةٍ مِنَ اللَّیْلِ. فَلَمَّا فَرَغَ النَّبِیُّ ﷺ مِنَ الطَّعَامِ اَمَاثَتْهُ لَهٗ فَسَقَتْهُ تُتْحِفُهٗ بِذٰلِکَ.)) [2]

”ابو اُسید ساعدی نے شادی کی تقریب میں نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے

---

[1] مصنف نے علی الاطلاق شوہر کی موجودگی میں عورت کے لیے مہمانوں کی خدمت کو جائز کہا ہے جب کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس عورت کے لئے آٹھ شروط بیان کی ہیں۔ (۱) تمام بدن کو اچھی طرح ڈھانپا جائے (۲) یہ پردہ زینت کا باعث نہ ہو (۳) کپڑا موٹا ہو باریک نہ ہو (۴) تنگ نہ ہو کہ جسم کی بناوٹ ظاہر ہو (۵) عورت نے خوشبو نہ لگا رکھی ہو۔ (۶) لباس مردوں سے مشابہ نہ ہو (۷) کافر عورتوں کا لباس نہ ہو (۸) لباس شہرت (سب کی توجہ کا مرکز نہ ہو) دیکھئے [آداب الزفاف للألبانی]۔

[2] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب قیام المرأة علی الرجال فی العرس، رقم الحدیث: ۵۱۸۲؛ صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب اباحة النبیذ الذی لم یشتد، رقم الحدیث: ۲۰۰۶۔

Marfat.com
Marfat.com

اصحاب نبی ﷺ کو بلایا۔ اس موقع پر کھانا تیار کرنے اور اس کو پیش کرنے کی خدمت ان کی بیوی اُم اُسید نے انجام دی۔ انہوں نے پتھر کے ایک برتن میں کچھ چھوہارے رات سے بھگونے کے لیے چھوڑ دیئے۔ جب نبی ﷺ کھانے سے فارغ ہوگئے تو ان کو اپنے ہاتھ سے گھول کر آپ ﷺ کی خدمت میں اس کا تحفہ نوش کرنے کے لیے پیش کر دیا۔"

اس حدیث سے "جیسا کہ شیخ الاسلام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" اس بات کا جواز نکلتا ہے کہ عورت اپنے شوہر کے علاوہ اس کے مہمانوں کی بھی خدمت کر سکتی ہے۔ ظاہر ہے اس کا موقع وہی ہو سکتا ہے جبکہ فتنہ کا احتمال نہ ہو اور عورت پر ستر کی جو پابندیاں عائد ہوتی ہیں ان کا لحاظ کرے۔ ایسی صورت میں مرد کا اپنی بیوی سے مہمانوں کی تواضع کی خدمت لینا جائز ہے۔ لیکن اگر عورت ستر کے سلسلہ میں اسلام کی عائد کردہ پابندیوں کا لحاظ نہ کرے جیسا کہ موجودہ زمانہ کی اکثر عورتوں کا حال ہے تو ایسی صورت میں ان کا مردوں کے سامنے آنا حرام ہو جاتا ہے۔

خلافِ فطرت فعل کبائر میں سے ہے

جنسی خواہش کی جو تنظیم اسلام نے کی ہے اس سلسلہ کی ایک بات یہ ہے کہ جس طرح زنا اور اس کے ذرائع کو حرام ٹھہرایا ہے اسی طرح خلافِ فطرت فعل کو بھی جسے لوگ "لواطت" یا "عمل قوم لوط" کے نام سے جانتے ہیں حرام کر دیا ہے۔

یہ فعل خبیث خلافِ فطرت، گندگی سے آلودہ کرنے والا، مردانگی کو خراب کرنے والا اور عورت کے حق میں ظلم ہے۔

کسی سوسائٹی میں اس خباثت کے پھیلنے سے ان کی زندگی میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ اس فعل کے غلام بن جاتے ہیں اور پھر اخلاق، عرف، ذوقِ سلیم سب کو بھلا بیٹھتے ہیں۔ اس معاملہ میں ہمارے لیے قرآن کا بیان کردہ قصہ قومِ لوط کافی ہے۔ اس قوم نے اس گندے اور بے حیائی کے کام کا آغاز کر کے اسے رواج دیا تھا۔ وہ جائز اور پاکیزہ

Marfat.com
Marfat.com

عورتوں کو چھوڑ دیتے تھے تاکہ خبیث اور حرام شہوت کا ارتکاب کریں۔ اسی لیے اللہ کے نبی حضرت لوط علیہ السلام نے ان سے کہا:

﴿اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ، وَتَذَرُوْنَ مَاخَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ. بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُوْنَ.﴾ [1]

”دنیا والوں میں سے تم ہی ہو جو مردوں کے پاس جاتے ہو، اور تمہارے لیے جو بیویاں اللہ نے پیدا کی ہیں ان کو چھوڑ دیتے ہو؟ بلکہ تم حد سے گزرنے والے لوگ ہو۔“

اور قرآن نے اس کا ابطال کرتے ہوئے اسے ظلم وزیادتی، جہالت وفساد اور جرم قرار دیا۔

جو شخص اس بے حیائی کا مرتکب ہو اس کی سزا کے بارے میں فقہا کے درمیان اختلاف ہے۔ آیا فاعل ومفعول دونوں پر زنا کی حد جاری کی جائے؟ یا دونوں کو قتل کر دیا جائے؟ قتل کرنے کا کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟ تلوار سے قتل کیا جائے یا آگ میں ڈال دیا جائے یا دیوار پر سے گرا دیا جائے؟

اتنی سخت سزا اس لیے تجویز کی گئی ہے کہ اسلامی معاشرے کو ان فاسد اور مضر جراثیم سے پاک رکھا جائے جن سے مہلک عناصر ہی جنم لیتے ہیں۔

اِستمناء (ہاتھ سے منی خارج کرنا) کا حکم

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نوجوانوں کے خون میں طبعی طور پر تحریک پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اپنے ہاتھ سے منی خارج کرتے ہیں تاکہ ان کے اعصاب کو آرام ملے اور جوش ٹھنڈا پڑ جائے۔ اسے آج کل ”عادت سریہ“ کہتے ہیں۔

اکثر علما کے نزدیک یہ حرام ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَامَلَكَتْ

[1] ۲۶/الشعراء:۱۶۵، ۱۶۶۔

Marfat.com
Marfat.com

اَیۡمَانُهُمۡ فَاِنَّهُمۡ غَیۡرُ مَلُوۡمِیۡنَ. فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡعٰدُوۡنَ. ﴾ [1]

''جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں بجز اپنی بیویوں اور اپنی لونڈیوں کے کہ اس بارے میں ان پر کوئی ملامت نہیں ہے لیکن جو اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے گا تو ایسے ہی لوگ زیادتی کرنے والے ہیں۔''

جو شخص اپنے ہاتھ سے منی خارج کرتا ہے وہ قضائے شہوت کے لیے بیوی یا لونڈی کے علاوہ اور طریقہ اختیار کرنے کا مرتکب ہوتا ہے۔

اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ منی کو جسم کے دیگر فضلات کی طرح ایک فضلہ خیال کرتے تھے اور اس بنا پر اس کا اخراج جائز سمجھتے تھے جیسا کہ فصد کھولنا جائز ہے۔ اس مسلک کی تائید ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔ اور فقہائے حنابلہ نے اس کا جواز دو شرطوں کے ساتھ تسلیم کیا ہے۔

ایک یہ کہ آدمی کے زنا میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو اور دوسرے یہ کہ نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ایسے حالات میں اختیار کی جا سکتی ہے جبکہ شہوانی خواہشات کا غلبہ ہو اور حرام کے ارتکاب کا اندیشہ پیدا ہو جائے۔ مثال کے طور پر کوئی نوجوان جو زیر تعلیم ہو یا وطن سے دور نئے مقام پر کام کاج کرتا ہو اور جنسی ترغیبات والے ماحول سے اسے واسطہ پڑ رہا ہو اور اس بنا پر وہ تکلیف اور پریشانی محسوس کرتا ہو تو ایسی صورت میں اگر وہ اس ذریعہ کو اختیار کر کے جوش طبع کو ٹھنڈا کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس معاملہ میں حد سے تجاوز نہ کرے اور اس کا عادی نہ بن جائے۔

لیکن اس سے بہتر طریقہ وہ ہے جس کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنمائی فرمائی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جو مسلمان نوجوان نکاح نہ کر سکتا ہو وہ بکثرت روزے رکھے کہ روزہ

---

[1] ۲۳/المومنون: ۵،۷۔

Marfat.com
Marfat.com

قوتِ ارادی کی پرورش کرتا ہے، صبر کی تعلیم دیتا ہے، تقویٰ کی صلاحیت اور اللہ کی نگرانی کا تصور ذہن میں پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ.)) [1]

''اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص نکاح کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ شادی کرے کیونکہ یہ نظروں کو نیچا رکھنے کا اور شرمگاہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ لیکن جو شخص نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہو اسے روزہ رکھنا چاہیے کہ روزہ شہوت کو توڑ دیتا ہے۔''

❋❋❋

[1] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب قول النبی ﷺ من استطاع منکم الباءة، رقم الحدیث: ٥٠٦٥؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح، رقم الحدیث: ١٤٠٠۔

Marfat.com

Marfat.com

شادی بیاہ

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے

اسلام نے جنسی خواہش کو بے لگام نہیں چھوڑا ہے کہ بلا قید و بند جس راہ پر چاہے چل پڑے بلکہ اس پر مضبوط گرفت رکھی ہے، چنانچہ اس نے زنا ہی کو نہیں اس کے اسباب و متعلقات کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ لیکن دوسری جانب اسلام ایسے رجحانات کا مخالف ہے جو اس فطری خواہش سے متصادم ہوں یا اس کو سرے سے ختم کر دینا چاہتے ہوں۔ اسی لیے اسلام نے نکاح کی ترغیب دی ہے اور غیر شادی شدہ رہنے یا اپنے کو خصی کر لینے کی ممانعت کی ہے۔ لہٰذا کسی مسلمان کے لیے روا نہیں کہ وہ استطاعت کے باوجود نکاح سے اس بنا پر اعراض کرے کہ وہ دنیا سے قطع تعلق کر کے اللہ کا ہو کر رہنا چاہتا ہے یا یکسو ہو کر عبادت کرنا چاہتا ہے۔

بعض اصحابِ رسول ﷺ میں ترک دنیا کا رجحان پیدا ہو گیا تھا لیکن جوں ہی نبی ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ ترکِ دنیا اسلام کی راہ سے انحراف اور سنت نبوی سے اِعراض ہے۔ اس طرح آپ ﷺ نے ان نصرانی افکار کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا۔ ابو قلابہ سے روایت ہے کہ:

((اَرَادَ اُنَاسٌ مِنْ اَصْحٰبِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَنْ یَرْفُضُوا الدُّنْیَا وَیَتْرُکُوا النِّسَاءَ وَ یَتَرَھَّبُوْا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَغَلَّظَ فِیْھِمُ الْمَقَالَةَ ثُمَّ قَالَ: اِنَّمَا ھَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ بِالشَّدِیْدِ، شَدَّدُوْا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ فَشَدَّدَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ فَاُولٰئِکَ بَقَایَاھُمْ فِی الْاَدْیَارِ وَالصَّوَامِعِ، فَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ، وَحُجُّوْا وَاعْتَمِرُوْا وَاسْتَقِیْمُوْا یَسْتَقِمْ بِکُمْ.)) [1]

---

[1] [ضعیف] تفسیر طبری ۹/۷؛ الدر المنثور للسیوطی، ۳/۱٤٠؛ کتاب الزھد لابن المبارک، ص ۳٦۵، رقم الحدیث: ۱٠۳۱؛ ولہ شاھد من سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی الحسد، رقم الحدیث: ٤۹٠٤۔

Marfat.com
Marfat.com

''کچھ اصحابِ رسول نے تارک الدنیا بننے، عورتوں کو چھوڑ دینے اور رُہبانیت اختیار کرنے کا ارادہ کیا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس پر سخت گرفت کرتے ہوئے فرمایا: تم سے پہلے لوگ دین میں تشدد اختیار کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ انہوں نے جب تشدد اختیار کیا تو اللہ نے بھی ان کے ساتھ تشدد کا معاملہ کیا۔ ان ہی کے یہ اخلاف ہیں جو ادیار اور خانقاہوں میں پائے جاتے ہیں، پس اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، حج کرو، عمرہ کرو اور راستی اختیار کرو کہ تمہارے ساتھ بھی راستی کا معاملہ کیا جائے۔''

راوی کہتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ.﴾ [1]

''اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں انہیں حرام نہ ٹھہراؤ، اور نہ حد سے تجاوز کرو۔ اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

اور مجاہد کہتے ہیں کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ جیسے لوگوں نے چاہا کہ وہ تجرد کی زندگی گزاریں اور اپنے کو خصی بنالیں اور ٹاٹ کا کپڑا پہنیں۔ اس پر مذکورہ آیت اور اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی۔ [2]

بخاری وغیرہ کی روایت ہے کہ:

((اَنَّ رَهْطًا مِنَ الصَّحَابَةِ ذَهَبُوْا اِلٰى بُيُوْتِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْاَلُوْنَ اَزْوَاجَهُ عَنْ عِبَادَتِهِ، فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِهَا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا ثُمَّ قَالُوْا اَيْنَ نَحْنُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَاَخَّرَ. فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَمَّا اَنَا فَاَصُوْمُ الدَّهْرَ فَلَا اُفْطِرُ، وَقَالَ الثَّانِيْ وَاَنَا اَقُوْمُ اللَّيْلَ فَلَا اَنَامُ، وَقَالَ الثَّالِثُ وَاَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا

[1] ۵/المائدہ:۸۷۔ [2] تفسیر طبری، ۷/۱۰/۱۱۔

Marfat.com
Marfat.com

اَتَزَوَّجُ اَبَدًا. فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِکَ النَّبِیَّ ﷺ بَیَّنَ لَھُمْ خَطَأَھُمْ وَعِوَجَ طَرِیْقِھِمْ وَقَالَ لَھُمْ اِنَّمَا اَنَا اَعْلَمُکُمْ بِاللّٰہِ وَاَخْشَاکُمْ لَہٗ وَلٰکِنِّیْ اَقُوْمُ وَاَنَامُ وَاَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ. فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ.)) [1]

"صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ نبی ﷺ کے گھر گیا تا کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے آپ ﷺ کی عبادت کا حال معلوم کرے۔ جب ان کو آپ ﷺ کی عبادت کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے خیال کیا کہ یہ عبادت کم ہے اور کہنے لگے کہاں ہم اور کہاں اللہ کا پیغمبر۔ آپ ﷺ کے تو تمام اگلے پچھلے گناہ اللہ معاف کر چکا ہے، پھر ایک شخص نے کہا: میں تو مسلسل روزے رکھوں گا۔ اور دوسرے نے کہا: میں رات بھر عبادت کروں گا، بالکل نہیں سوؤں گا۔ اور تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے کنارہ کشی اختیار کروں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔ جب نبی ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ان کی غلطی اور کجروی ان پر واضح کرتے ہوئے فرمایا: میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا اور اس سے ڈرنے والا ہوں لیکن رات کو عبادت بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ روزہ رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جو کوئی میرے طریقہ سے انحراف کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔"

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((رَدَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلٰی عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ اَلتَّبَتُّلَ وَلَوْ اَذِنَ لَہٗ لَاخْتَصَیْنَا.)) [2]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، رقم الحدیث: ۵۰۶۳؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح، رقم الحدیث: ۱۴۰۱۔ [2] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب مایکرہ من التبتل، رقم الحدیث: ۵۰۷۳؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح، رقم الحدیث: ۱۴۰۲۔

Marfat.com
Marfat.com

''رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن مظعون کو تجرد کی زندگی گزارنے سے منع فرمایا۔ اگر آپ ﷺ انہیں اجازت دے دیتے تو ہم اپنے کو خصی کر لیتے۔''

آپ ﷺ نے نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

((یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الْبَاءَۃَ فَلْیَتَزَوَّجْ فَإِنَّہُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ.)) [1]

''اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص نکاح کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نکاح کرلے کیونکہ نکاح غضِ بصر اور شرمگاہ کی حفاظت کا باعث ہے۔''

اسی بنا پر بعض علما کہتے ہیں کہ نکاح کرنا مسلمان پر فرض ہے۔ باوجود استطاعت کے نہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اور دیگر علما کی رائے میں اس شخص پر فرض ہے جو نکاح کا مشتاق ہو اور اپنے لیے اندیشہ محسوس کرتا ہو۔

مسلمان کے لیے مناسب نہیں ہے کہ رزق کی تنگی یا ذمہ داریوں کے اندیشہ کے پیش نظر اپنے کو نکاح سے روکے رکھے بلکہ اسے کوشش کرنی چاہیے اور اللہ کے فضل و اعانت کا امیدوار ہونا چاہیے جس کا وعدہ اس نے ان لوگوں سے کیا ہے جو عفت و پاکدامنی کی خاطر نکاح کرتے ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۗ﴾ [2]

''تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں ان کا نکاح کردو۔ اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کردے گا۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((ثَلَاثَۃٌ حَقٌّ عَلَی اللّٰہِ عَوْنُہُمْ. اَلنَّاکِحُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الْعِفَافَ،

---

[1] صحیح البخاری، کتاب النکاح باب قول النبی ﷺ من استطاع منکم الباءۃ، رقم الحدیث: ۵۰۶۵؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح، رقم الحدیث: ۱۴۰۰۔

[2] ۲۴/النور: ۳۲۔

Marfat.com
Marfat.com

وَالْمُکَاتَبُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الْاَدَاءَ وَالْغَازِیُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ.)) [1]

''تین اشخاص ایسے ہیں کہ ان کی مدد اللہ کے ذمہ ہے۔ایک وہ نکاح کرنے والا جو طالبِ عفت ہو، دوسرا وہ مکاتب غلام جو مال ادا کر کے آزاد ہونا چاہتا ہو اور تیسرا اللہ کی راہ کا مجاہد۔''

جس عورت کو نکاح کا پیغام دینا ہو اس پر نظر ڈالنا

مسلمان جب شادی کا عزم کر لے اور کسی مخصوص عورت کو نکاح کا پیغام دینے کا ارادہ کر لے تو نکاح کے سلسلہ میں کوئی قدم اٹھانے سے پہلے وہ اس عورت کو دیکھ سکتا ہے۔ ایسی صورت میں اس عورت پر نظر ڈالنا جائز ہے تاکہ وہ سوچ سمجھ کر قدم اٹھائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آنکھیں بند کر کے چل پڑے اور بعد میں پچھتانے لگے کہ اس مصیبت سے کس طرح چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔

آنکھیں درحقیقت دل کی پیغامبر ہیں اور آنکھوں کے ملنے سے دل ملنے لگتے ہیں اور اَرواح کے درمیان انسیت پیدا ہو جاتی ہے۔امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

((کُنْتُ عِنْدَالنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَاَخْبَرَهُ اَنَّهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: اَنَظَرْتَ اِلَیْهَا؟ قَالَ: لَا. قَالَ: فَاذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَیْهَا فَاِنَّ فِیْ اَعْیُنِ الْاَنْصَارِ شَیْئًا.)) [2]

---

[1] [صحیح] مسند احمد بن حنبل، ۲/۲۵۱،۲۳۷، رقم الحدیث: ۷۴۱۶،۹۶۳۱؛ جامع ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی المجاهد والناکح، رقم الحدیث: ۱۶۵۵؛ سنن نسائی، کتاب النکاح، باب معونة اللہ الناکح الذی یرید العفاف، رقم الحدیث: ۳۲۲۰؛ سنن ابن ماجة، کتاب العتق، باب المکاتب، رقم الحدیث: ۲۵۱۸۔

[2] صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب ندب النظر الی وجه المرأة، رقم الحدیث: ۱۴۲۴؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۷/۸۴۔ سنن نسائی، کتاب النکاح، باب إذا استشار رجل رجلا فی المرأة، رقم الحدیث: ۳۲۴۹؛ سلسلة الاحادیث الصحیحة للألبانی، رقم الحدیث: ۹۵۔

Marfat.com
Marfat.com

''میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ اس نے انصار کی ایک خاتون سے نکاح کر لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تم نے اسے دیکھا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ فرمایا: جاؤ اور اسے دیکھ لو کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ نقص ہوتا ہے۔''

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((اَنَّهُ خَطَبَ امْرَأَةً فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اُنْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهُ اَحْرىٰ اَنْ يُّؤْدَمَ بَيْنَكُمَا فَاَتٰى اَبَوَيْهَا فَاَخْبَرَهُمَا بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَكَاَنَّهُمَا كَرِهَا ذٰلِكَ...... فَسَمِعَتْ ذٰلِكَ الْمَرْأَةُ وَهِيَ فِيْ خِدْرِهَا فَقَالَتْ: اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَكَ اَنْ تَنْظُرَ فَانْظُرْ.... قَالَ الْمُغِيْرَةُ: فَنَظَرْتُ اِلَيْهَا فَتَزَوَّجْتُهَا.)) [1]

''انہوں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اسے دیکھ لو کہ ایسی صورت میں تمہارے درمیان موافقت پیدا ہو جانے کا قوی امکان ہے۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ عورت کے والدین کے پاس آئے اور آپ ﷺ کے ارشاد سے ان کو مطلع کیا۔ انہوں نے نامناسب سا خیال کیا۔۔۔ لیکن جب عورت نے پردہ کے اندر سے سنا تو کہا: اگر رسول اللہ ﷺ نے دیکھنے کے لیے کہا ہے تو دیکھ لیجیے۔۔۔ مغیرہ کہتے ہیں یہ جواب سن کر میں نے اسے دیکھ لیا اور اس سے شادی کر لی۔''

مخطوبہ (وہ عورت جس کو شادی کا پیغام دیا جائے) کو کس حد تک دیکھا جا سکتا ہے؟ اس کی کوئی صراحت نبی ﷺ نے نہیں فرمائی ہے۔ بعض علما کہتے ہیں کہ چہرے اور ہتھیلیوں

---

[1] [صحیح] جامع ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی النظر الی المخطوبة، رقم الحدیث: ۱۰۸۷؛ سنن نسائی، کتاب النکاح، باب اباحة النظر قبل التزویج، رقم الحدیث: ۳۲۳۷؛ سنن ابن ماجة، کتاب النکاح، باب النظر الی المرأة إذا أرادان یتزوجها، رقم الحدیث: ۱۸۶۶؛ سنن الدارمی ۱۳۴/۲، رقم الحدیث: ۲۱۷۶۔

Marfat.com
Marfat.com

کو دیکھا جا سکتا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس میں پیغام کی کیا خصوصیت ہوئی؟ ان اعضا پر تو پیغام کے بغیر بھی نظر ڈالی جا سکتی ہے! پیغام کے لیے دیکھنے کا جو استثنا ہے اس سے تو یہی متبادر ہوتا ہے کہ عام حالات میں جس حد تک دیکھنا جائز ہے اس سے کچھ زیادہ ہی دیکھنا اس موقع پر جائز ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

((اِذَا خَطَبَ اَحَدُکُمُ الْمَرْاَۃَ فَقَدِرَ اَنْ یَنْظُرَ مِنْھَا بَعْضَ مَایَدْعُوْہُ اِلٰی نِکَاحِھَا فَلْیَفْعَلْ.)) [1]

''جب کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے اور اس کے لیے یہ ممکن ہو کہ اس کو کسی قدر دیکھ لے یعنی جس قدر دیکھنا نکاح کے لیے ضروری ہے تو وہ ایسا کر لے۔''

ایک طرف بعض علما اس حد تک رخصت کے قائل ہیں اور دوسری طرف کچھ دوسرے علما کا اس معاملہ میں مسلک بہت تنگ ہے۔ بہتر صورت توسط اور اعتدال کی ہے۔ بعض محققین کی رائے میں پیغام دینے والے شخص کو اس حد تک اجازت ہونی چاہیے کہ وہ مخطوبہ کو ایسے لباس میں دیکھے جس میں کہ وہ اپنے باپ، بھائی اور دیگر محرموں کے سامنے بلا تکلف آتی ہے بلکہ اس بات کی بھی اجازت ہونی چاہیے کہ مخطوبہ کے فہم، ذوق اور امتیازی خصوصیات کا مشاہدہ کرنے کی غرض سے کسی محرم کی معیت میں اس کے ساتھ کسی ایسی جگہ چلا جائے جہاں معمولاً اس مخطوبہ کی آمد ورفت رہتی ہو بشرطیکہ وہ مقام جائز نوعیت کا ہو اور مخطوبہ شرعی لباس میں ہو۔ اس لیے کہ یہ باتیں مذکورہ حدیث ''جس قدر دیکھنا نکاح کے لیے ضروری ہے۔'' کے مفہوم میں شامل ہیں۔ [2]

پیغام دینے والا شخص مخطوبہ اور اس کے گھر والوں کو مطلع کر کے بھی اسے دیکھ سکتا ہے

---

[1] [حسن] مسند احمد بن حنبل، ۳/۳٦۰، رقم الحدیث: ۱٤۸٦۹ واللفظ لہ؛ سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی الرجل ینظر إلی المرأۃ، رقم الحدیث: ۲۰۸۲؛ السنن الکبریٰ للبیھقی، ۷/۸٤۔

[2] المرأۃ بین البیت والمجتمع، للاستاذ البھی الخوفی، ص ۲٤۔

Marfat.com
Marfat.com

اور بغیر اطلاع کے بھی، بشرطیکہ ارادہ واقعی پیغام دینے کا ہو۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے بارے میں کہتے ہیں کہ میں ایک درخت کے نیچے چھپ کر اسے دیکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ [1]

مغیرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان باپ کے لیے روا نہیں ہے کہ وہ رسم ورواج کے نام پر اپنی بیٹی کو دیکھنے سے کسی ایسے شخص کو روکے جو واقعی اس کو نکاح کا پیغام دینا چاہتا ہو۔ ضروری ہے کہ رسم ورواج شریعت کے تابع رہیں۔ شریعت کو رسم ورواج کے تابع کرنا بڑی غلط بات ہے۔

اسی طرح یہ بات بھی جائز نہیں ہے، نہ باپ کے لیے اور نہ پیغام دینے والے کے لیے اور نہ ہی مخطوبہ کے لیے کہ وہ رخصت سے فائدہ اٹھا کر کسی نوجوان لڑکے یا لڑکی کے گلے میں ہاتھ ڈالیں اور پیغام کے نام پر تھیٹروں، تفریح گاہوں اور بازاروں کی سیر کریں اور ساتھ میں کوئی محرم بھی نہ ہو۔ آج کل مغربی تہذیب کے دلدادہ ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ انتہا پسندی خواہ وہ دائیں جانب ہو یا بائیں جانب اسلام کے مزاج سے قطعاً مناسبت نہیں رکھتی۔

پیغام دینے کی حرام صورتیں

مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی ایسی عورت کو نکاح کا پیغام دے جو طلاق یا شوہر کی وفات کی عدت گزار رہی ہو۔ چونکہ عدت کی مدت سابقہ رشتہ زوجیت کے احترام کے لیے ہوتی ہے اس لیے اس معاملہ میں زیادتی کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو دوران عدت اس کے ذہن میں یہ بات اشارے کنایہ میں ڈال سکتا ہے کہ وہ نکاح کے لیے آمادہ ہے۔ مگر صراحت کے ساتھ وہ پیغام نہیں دے سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا

---

[1] [حسن] مسند احمد بن حنبل، ۳/۳۳۴، رقم الحدیث: ۱۴۵۸۶؛ شرح معانی الآثار للطحاوی، ۲/۳۷۱، رقم الحدیث: ۴۱۹۵؛ سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی الرجل ینظر الی المرأة وھو یرید تزویجھا، رقم الحدیث: ۲۰۸۲۔

Marfat.com
Marfat.com

ارشاد ہے:

﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ.﴾ [1]

''اور اس بات میں تم پر کوئی گناہ نہیں کہ پیغام نکاح کی بات اشارہ کنایہ میں کہو۔''

دوسری بات یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے پیغام پر پیغام دینا حرام ہے جبکہ بات چیت کامیابی کے مرحلہ میں پہنچ گئی ہو۔ کیونکہ جس شخص نے پہلے پیغام دیا ہے اس کو ایک قسم کا حق حاصل ہو گیا ہے جس کا خیال رکھنا چاہیے نیز لوگوں کے ساتھ تعلقات کی بہتری اور خلافِ مروت کام کرنے سے احتراز کے پیش نظر بھی ایسا کرنا ضروری ہے ورنہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلے شخص کا حق چھین لیا گیا اور یہ ایک طرح کی زیادتی ہوگی۔ لیکن اگر پہلا شخص جس نے پیغام دیا ہے اپنا ارادہ ترک کر دے یا خود ہی دوسرے شخص کو پیغام کی اجازت دے دے تو ایسی صورت میں دوسرے شخص کے پیغام دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((اَلْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ فَلَا يَحِلُّ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يَبْتَاعَ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ وَلَا يَخْطِبَ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ.)) [2]

''مومن مومن کا بھائی ہے۔ کسی مومن کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرے اور نہ یہ بات جائز ہے کہ اپنے بھائی کے پیغام پر پیغام دے۔''

نیز فرمایا:

((لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ الرَّجُلِ حَتّٰى يَتْرُكَ الْخَاطِبُ قَبْلَهُ اَوْ يَأْذَنَ لَهُ.)) [3]

---

[1] ٢/البقرة: ٢٣٥۔ [2] صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم الخطبة على خطبة أخيه، رقم الحديث: ١٤١٤؛ السنن الكبرى للبيهقي، ٣٤٦/٥؛ مسند احمد بن حنبل، ١٤٧/٤، رقم الحديث: ١٧٣٢٨۔

[3] صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب لا يخطب على خطبة أخيه، رقم الحديث: ٥١٤٢؛ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم الخطبة أخيه، رقم الحديث: ١٤١٤؛ سنن ابی داؤد، كتاب النكاح، باب فى كراهية أن يخطب الرجل على خطبة اخيه، رقم الحديث: ٢٠٨٠۔

Marfat.com
Marfat.com

''کوئی شخص کسی کے پیغام پر پیغام نہ دے تاوقتیکہ جس نے پیغام دیا ہے وہ اپنا ارادہ ترک نہ کرے یا دوسرے شخص کو اجازت نہ دے۔''

کنواری لڑکی سے نکاح کی اجازت لی جائے اور جبر نہ کیا جائے

جوان لڑکی اپنے نکاح کے معاملہ میں اولین اہمیت رکھتی ہے۔ اس کی رائے کو کوئی اہمیت نہ دینا اور اس کی رضامندی کی پرواہ نہ کرنا اس کے باپ یا ولی کے لیے جائز نہیں ہے۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

((اَلثَّیِّبُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِیِّهَا وَالْبِکْرُ تُسْتَأْذَنُ فِیْ نَفْسِهَا وَ اِذْنُهَا صِمَاتُهَا.)) [1]

''شوہر دیدہ عورت ولی کے مقابلہ میں اپنے نفس کی زیادہ حق دار ہے اور کنواری عورت سے اس کے نفس کے معاملہ میں اجازت لی جائے اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے۔''

((وَجَاءَتْ فَتَاةٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَاَخْبَرَتْهُ اَنَّ اَبَاهَا زَوَّجَهَا مِنِ ابْنِ اَخِیْهِ وَهِیَ لَهُ کَارِهَةٌ فَجَعَلَ النَّبِیُّ ﷺ الْاَمْرَ اِلَیْهَا فَقَالَتْ: قَدْ اَجَزْتُ مَا صَنَعَ اَبِیْ وَلٰکِنْ اَرَدْتُ اَنْ اُعْلِمَ النِّسَاءَ اَنْ لَیْسَ لِلْاٰبَاءِ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ.)) [2]

''ایک لڑکی نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس کے والد نے اس کا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا ہے لیکن یہ رشتہ اسے پسند نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے اسے فیصلہ کرنے کا اختیار دے دیا۔ اس نے کہا:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استئذان الثیب فی النکاح بالنطق، رقم الحدیث: ۱۴۲۱؛ سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی الثیب، رقم الحدیث: ۲۰۹۹؛ سنن نسائی، کتاب النکاح، باب استئمار الأب البکر فی نفسها، رقم الحدیث: ۳۲۶۶۔

[2] [اسنادہ ضعیف] سنن ابن ماجة، کتاب النکاح، باب من زوج ابنته و هی کارهة، رقم الحدیث: ۱۸۷۴۔

Marfat.com
Marfat.com

میرے والد نے جو رشتہ کر دیا ہے میں اسے برقرار رکھتی ہوں۔ دراصل میں عورتوں کو یہ بتانا چاہتی تھی کہ باپ کو لڑکی کی مرضی کے بغیر رشتہ کر دینے کا اختیار نہیں ہے۔"

باپ کے لیے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ لڑکی کا نکاح کسی ایسے شخص کا پیغام آ جانے پر موخر کر دے جو دیندار، بااخلاق اور اس کی برابری کا ہو۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((ثَلٰثٌ لَا یُؤَخَّرْنَ: اَلصَّلٰوۃُ اِذَا اَتَتْ، وَالْجَنَازَۃُ اِذَا حَضَرَتْ، وَالْاَیِّمُ اِذَا وَجَدَتْ لَھَا کُفْئًا.)) [1]

"تین چیزوں کو موخر نہیں کرنا چاہیے: نماز جبکہ وقت ہو جائے، جنازہ جبکہ حاضر ہو، مجرد عورت کا نکاح جبکہ اس کی برابری کا رشتہ مل جائے۔"

نیز فرمایا:

((اِذَا اَتَاکُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِیْنَہٗ وَخُلُقَہٗ فَزَوِّجُوْہُ اِلَّا تَفْعَلُوْہُ تَکُنْ فِی الْاَرْضِ فِتْنَۃٌ وَفَسَادٌ کَبِیْرٌ.)) [2]

"جب ایسا رشتہ سامنے آ جائے جس کے دین و اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کر دو ورنہ زمین میں بڑا فتنہ اور فساد برپا ہوگا۔"

جن عورتوں سے نکاح حرام ہے

جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے وہ یہ ہیں:

① باپ کی بیوی

(یعنی سوتیلی ماں) خواہ باپ نے اسے طلاق دی ہو یا بیوہ ہو گئی ہو۔

---

[1] [ضعیف] جامع ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی تعجیل الجنازۃ، رقم الحدیث: ۱۰۷۵۔

[2] [حسن] جامع ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فیمن ترضون دینہ فزوجوہ، رقم الحدیث: ۱۰۸۵؛ السنن الکبریٰ للبیہقی، ۸۲/۷؛ سنن ابن ماجۃ، کتاب النکاح، باب الأکفاء، رقم الحدیث: ۱۸۶۷؛ مستدرک حاکم، ۱۶۴/۲، ۱۶۵۔

Marfat.com
Marfat.com

زمانۂ جاہلیت میں یہ نکاح جائز تھا لیکن اسلام نے اس کو باطل قرار دیا کیونکہ باپ کی منکوحہ ماں کے درجہ میں ہوتی ہے۔ اس لیے مناسب یہی تھا کہ باپ کے احترام کے پیش نظر اسے حرام کر دیا جائے۔ یہ حرمت ابدی ہے جس کے بعد نہ بیٹے کے دل میں خواہش پیدا ہو سکتی ہے نہ سوتیلی ماں کے دل میں۔ اس طرح دونوں کے درمیان احترام وعظمت کے تعلقات استوار ہو سکتے ہیں۔

② ماں

اسی طرح دادی اور نانی اور جو اس سے اوپر کے درجہ میں ہوں۔

③ بیٹی

اسی طرح پوتی اور نواسی اور جو اس سے نیچے کے درجہ میں ہوں۔

④ بہن

خواہ سگی ہو یا علاتی یا اخیافی۔

⑤ پھوپھی

یعنی باپ کی سگی، علاتی یا اخیافی بہن۔

⑥ خالہ

یعنی ماں کی سگی، علاتی یا اخیافی بہن۔

⑦ بھتیجیاں ⑧ بھانجیاں

یہ رشتہ دار خواتین اسلام میں ''محارم'' کہلاتی ہیں کیونکہ یہ مسلمان کے لیے ابدی طور پر حرام ہیں۔ کسی وقت اور کسی حال میں ان سے نکاح جائز نہیں ہو سکتا۔ مرد کو بھی ان کی نسبت سے ''محرم'' کہا جاتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

ان رشتوں کو حرام قرار دینے کی مصلحتیں

(ا) مہذب انسان کی فطرت کبھی اس بات کو گوارا نہیں کرتی کہ وہ اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنے کے لیے اپنی ماں، بہن اور بیٹی سے تعلق قائم کر لے۔ انسان تو انسان بعض حیوانات بھی ایسا نہیں کرتے۔ خالہ اور پھوپھی کے بارے میں بھی آدمی اپنی ماں ہی کی طرح احترام کے جذبات رکھتا ہے۔ اور چچا اور ماموں عورت کے لیے بمنزلہ والد کے ہوتے ہیں۔

(ب) اگر شریعت نے ان محرمات کے سلسلہ میں احکام نہ دیے ہوتے جس نے شہوانی تعلق کے تصور ہی کو ختم کر کے رکھ دیا ہے تو ان کے ساتھ خلوت میں رہنے اور شدتِ اختلاط کی وجہ سے عجب نہیں تھا کہ ان کے ساتھ جنسی تعلقات پیدا ہو جاتے۔

(ج) ان اقربا کے ساتھ گہری جذباتی وابستگی ہوتی ہے جس کی بنا پر آدمی ان کا احترام کرتا ہے اور ان کے ساتھ ہمدردی وشفقت سے پیش آتا ہے۔ اس لیے مناسب یہی تھا کہ آدمی محبت کے جذبات کے ساتھ اجنبی عورتوں سے ازدواجی تعلق قائم کرے۔ اس طرح نئے تعلقات قائم ہو جاتے ہیں اور لوگوں کے درمیان محبت ومودت کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے:

﴿وَ جَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً﴾ [1]

''اور تمہارے درمیان مودّت ورحمت پیدا کر دی۔''

(د) جو فطری جذبہ ان رشتہ داروں کے بارے میں انسان کے اندر پایا جاتا ہے اس کا برقرار رہنا اشد ضروری ہے تاکہ ان کے درمیان جو دائی رشتہ ہے وہ پختہ ہو سکے اور ان سے محبت اور ان کی سرپرستی وغیرہ کے لیے بنیاد فراہم ہو سکے۔ اس کے برعکس ان کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم کرنے کا مطلب ان سے اختلاف اور نزاع کے لیے بنیاد فراہم کرنا ہے جس کا نتیجہ علیحدگی اور تعلقات کے انقطاع کی شکل میں ظاہر ہوگا۔

(ھ) ان رشتہ داروں سے ازدواجی تعلقات قائم کرنے کی صورت میں جو نسل پیدا ہوگی اس کا کمزور ہونا اغلب ہے۔ اور اگر کسی کنبہ میں جسمانی یا عقلی عیب ہوگا تو اس کی نسل میں وہ منتقل ہو سکتا ہے۔

---

[1] ۳۰/الروم: ۲۱۔

Marfat.com
Marfat.com

(و) عورت اس بات کی ضرورت مند ہوتی ہے کہ اس کی طرف سے کوئی مقدمہ لڑنے والا ہو اور اس کے شوہر کے پاس اس کے مفاد کی حمایت کرنے والا ہو خاص طور سے ایسی صورت میں عورت اس کی شدید ضرورت محسوس کرتی ہے جبکہ میاں بیوی کے تعلقات خراب ہو جائیں۔ لیکن جب پوزیشن یہ ہو کہ اس کا حامی ہی حریف بن جائے تو پھر عورت کا کیا حال ہو گا؟

رضاعت کی بنا پر حرام رشتے

9 جس عورت نے بچپن میں دودھ پلایا ہو اس سے نکاح کرنا مسلمان کے لیے حرام ہے۔ دودھ پلانے کی وجہ سے عورت ماں کے حکم میں ہو گئی۔ دودھ نے اس کے گوشت اور ہڈیوں کے بننے میں حصہ لیا ہے اور رضاعت نے دونوں کے درمیان ماں بیٹے کا جذباتی تعلق پیدا کر دیا ہے۔ رضاعت کے مؤثر ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ بچپن میں یعنی بچہ کی عمر دو سال ہونے سے قبل اسے دودھ پلایا گیا ہو۔ یہ زمانہ بچہ کے دودھ پینے کا ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ بچہ نے کم از کم پانچ مرتبہ شکم سیر ہو کر دودھ پیا ہو۔ ایک مرتبہ شکم سیر ہو کر دودھ پینے کا مطلب یہ ہے کہ بچہ خود سیری کے احساس سے پستان چھوڑ دے۔

پانچ مرتبہ کی قید مختلف روایتوں کے پیش نظر راجح اور مبنی بر اعتدال ہے۔

10 رضاعی بہنیں

جس طرح عورت بچہ کی رضاعی ماں بن گئی اسی طرح اس کی لڑکیاں بچہ کی رضاعی بہنیں بن گئیں۔ نیز اس عورت کی بہنیں بچہ کی رضاعی خالائیں بن گئیں۔

اسی طرح عورت کے دوسرے رشتہ دار بھی اس کے رضاعی رشتہ دار بن گئے۔

حدیث نبوی ہے:

((يُحَرَّمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يُحَرَّمُ مِنَ النَّسَبِ.)) [1]

---

[1] صحيح البخاری، کتاب الشهادات، باب الشهادة، على الانساب، رقم الحديث: ٢٦٤٥؛ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب تحريم ابنة الأخ من الرضاعة، رقم الحديث: ١٤٤٧؛ سنن ابی داؤد، کتاب النكاح، باب يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب، رقم الحديث: ٢٠٥٥۔

Marfat.com
Marfat.com

''جو رشتے نسب سے حرام ہو جاتے ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔''

جس طرح نسب سے پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی کا رشتہ حرام ہے اسی طرح رضاعت سے بھی یہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں۔

مصاہرت سے رشتوں کی حرمت

11 بیوی کی ماں

(ساس) کا رشتہ بھی حرام رشتوں میں شامل ہے۔ اسلام میں یہ رشتہ اس کی بیٹی کے ساتھ محض عقد ہو جانے کی بنا پر حرام ہو جاتا ہے خواہ اس بیٹی سے زن وشو کا تعلق قائم نہ ہوا ہو، کیونکہ ساس ماں کے درجہ میں ہے۔

12 ربیبہ

یعنی جس بیوی سے مرد زن وشو کا تعلق قائم کر چکا ہو اس کی لڑکی (جو دوسرے شوہر سے ہو) لیکن اگر اس سے زن وشو کا تعلق قائم نہ کر چکا ہو تو اس کی لڑکی سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

13 بیٹے کی بیوی

بیٹے سے مراد صلبی بیٹا ہے نہ کہ متبنیٰ۔ کیونکہ اسلام نے تبنیت (لے پالک) کے قاعدہ کو باطل قرار دیا ہے کہ یہ خلافِ حقیقت اور خلافِ واقعہ بات ہے۔ اور اس سے حلال حرام اور حرام حلال ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآئَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ.﴾ [1]

''اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو حقیقی بیٹا نہیں بنایا ہے۔ یہ محض تمہارے

---

[1] ۳۳/الاحزاب:٤۔

Marfat.com
Marfat.com

منہ سے نکلی ہوئی باتیں ہیں۔“

یعنی یہ محض منہ سے نکلی ہوئی بات ہے۔ اس سے حقیقت بدلتی نہیں ہے اور نہ اجنبی آدمی رشتہ دار بن سکتا ہے۔

ان تینوں کی حرمت مصاہرت کی وجہ سے ہے۔ مصاہرت سے جو رشتہ استوار ہوتا ہے وہ اس بات کا متقاضی ہے کہ یہ رشتے حرام قرار پائیں۔

14 دو بہنوں کو جمع کرنا

اسلام نے دو بہنوں کو جمع کرنا حرام ٹھہرایا ہے حالانکہ زمانہ جاہلیت میں یہ جائز تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دو بہنوں کا باہمی رشتۂ محبت جس کو اسلام دائمی طور پر برقرار رکھنا چاہتا ہے ایسی صورت میں برقرار نہیں رہ سکتا جبکہ دو بہنیں آپس میں سوکنیں ہوں۔

قرآن نے دو بہنوں کو جمع کرنے کی حرمت صراحت کے ساتھ بیان کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مزید یہ حکم دیا ہے کہ:

((لَا یُجْمَعُ بَیْنَ الْمَرْأَۃِ وَ عَمَّتِھَا وَلَا بَیْنَ الْمَرْأَۃِ وَ خَالَتِھَا)) [1]

”عورت کو اس کی پھوپھی کے ساتھ جمع نہ کیا جائے اور نہ اسے اس کی خالہ کے ساتھ جمع کیا جائے۔“

جیسا کہ صحیحین وغیرہ میں ہے۔ نیز فرمایا:

((اِنَّکُمْ اِنْ فَعَلْتُمْ ذٰلِکَ قَطَعْتُمْ اَرْحَامَکُمْ.)) [2]

”اگر تم ایسا کرو گے تو قطع رحمی کرو گے۔“

اسلام نے صلۂ رحمی کی سخت تاکید کی ہے لہٰذا وہ ایسی بات کو کس طرح جائز قرار دے سکتا ہے جو قطع رحمی کا باعث ہو؟

---

[1] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لاتنکح المرأۃ علی عمتھا، رقم الحدیث: ۵۱۰۹؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم الجمع بین المرأۃ وعمتھا، رقم الحدیث: ۱۴۰۸۔

[2] [حسن] صحیح ابن حبان، ۴۲۶/۹، رقم الحدیث: ۴۱۱۶؛ المعجم الکبیر للطبرانی، ۲۶۷/۱۱، رقم الحدیث: ۱۱۹۳۱۔

Marfat.com
Marfat.com

شادی شدہ عورتیں

15 شادی شدہ عورت کے لیے جب تک کہ وہ اپنے شوہر کے نکاح میں ہے دوسرے شخص سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔اس کا جواز دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے:

(ا) شوہر کا انتقال ہو جائے یا وہ طلاق دے دے۔

(ب) اللہ تعالیٰ نے جس عدت کا حکم دیا ہے وہ پوری ہو جائے۔ یہ عدت سابق زوجیت کے حق میں وفا اور عورت کے لیے تحفظ کا ذریعہ ہے۔

حاملہ کے لیے عدت کی مدت وضع حمل تک ہے خواہ یہ مدت کم ہو یا زیادہ۔

اور جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔

اور مطلقہ کی عدت تین حیض ہے۔تین حیض کی قید اس لیے رکھی گئی ہے تا کہ رحم پاک ہو جائے اور سابق شوہر سے حمل قرار پانے کا جو امکان ہوتا ہے اس کے پیشِ نظر یہ حکم احتیاط کے طور پر ہے تا کہ اختلاط نسب سے روکا جائے۔ یہ عدت ان عورتوں کے لیے نہیں ہے جو اس قدر کم سن یا اتنی بوڑھی ہو چکی ہوں کہ ان کو حیض نہ آتا ہو۔ایسی عورتوں کی عدت تین ماہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾ [1]

''مطلقہ عورتیں تین حیض تک اپنے کو روکے رکھیں۔''

اور فرمایا:

﴿وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ﴾ [2]

''تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تم کو ان کے

---

[1] ۲/البقرۃ:۲۲۸۔ [2] ۶۵/الطلاق:۴۔

Marfat.com
Marfat.com

معاملہ میں شبہ ہے تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور یہی عدت ان کی بھی ہے جن کو ابھی حیض نہ آیا ہو اور حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وضع حمل ہو جائے۔"

نیز فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا.﴾ [1]

"اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ بیویاں چار مہینے دس دن اپنے کو روکے رکھیں۔"

عورتوں کی ان پندرہ اصناف سے نکاح حرام ہے۔ یہ پندرہ اصناف قرآن کریم کی سورۂ نساء میں مذکور ہیں:

﴿وَلَا تَنْكِحُوْا مَانَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَّسَآءَ سَبِيْلًا ۝ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ز فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ز وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ لا وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ [2]

"جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں ان سے نکاح نہ کرو۔ مگر جو کچھ پہلے ہو چکا۔ بے شک یہ کھلی بے حیائی ہے، ناپسندیدہ بات ہے اور نہایت برا چلن ہے۔ تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں، تمہاری خالائیں، تمہاری بھتیجیاں، تمہاری

[1] ٢/البقرة: ٢٣٤۔ [2] ٤/النسآء: ٢٢، ٢٤۔

Marfat.com
Marfat.com

بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو اور تمہاری رضاعی بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں (ساسیں) اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جو تمہاری گودوں میں پلی ہوں اور تمہاری ان بیویوں سے ہوں جن سے تمہارا تعلق زن وشو ہو چکا ہو۔ اگر ان سے تمہارا تعلق زن وشو نہ ہوا ہو تو (ان کی لڑکیوں سے نکاح کر لینے میں) تم پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں اور یہ کہ تم دو بہنوں کو بیک وقت جمع کرو مگر جو کچھ پہلے ہو چکا۔ بے شک اللہ غفور ورحیم ہے اور وہ عورتیں بھی حرام ہیں جو قیدِ نکاح میں ہوں۔''

مشرک عورتیں

16 مشرک عورتوں سے بھی نکاح حرام ہے۔ مشرکہ یعنی بت پرست عورت، مثلاً عرب کی مشرک عورتیں اور ان جیسی دوسری عورتیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ. اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ.﴾ [1]

''اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں۔ ایک مومن لونڈی ایک آزاد مشرکہ سے بہتر ہے اگرچہ تمہیں بھلی معلوم ہو۔ اور اپنی عورتیں مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں۔ ایک مومن غلام ایک آزاد مشرک سے بہتر ہے، اگرچہ وہ تمہیں بھلا لگے۔ یہ لوگ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے اِذن سے تمہیں جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے۔''

[1] ٢/البقرۃ:٢٢١۔

Marfat.com
Marfat.com

اس آیت نے واضح طور سے بیان کر دیا کہ مسلمان کا مشرک عورت سے نکاح اسی طرح جائز نہیں ہے جس طرح کہ مسلمان عورت کا نکاح مشرک مرد سے جائز نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دو ادیان کے درمیان اختلافات کی وسیع خلیج حائل ہے۔ ایک گروہ جنت کی طرف بلاتا ہے اور دوسرا آگ کی طرف۔ یہ اللہ، رسالت اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور وہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے، نبوت کا انکار کرتا ہے اور آخرت کا منکر ہے۔ رشتۂ ازدواج تو باعثِ سکون اور ذریعہ مودت ہے۔ مگر یہ دونوں سرے جن کے درمیان کافی فاصلہ ہے کس طرح ایک دوسرے سے مل سکتے ہیں؟

کتابیہ سے نکاح

یہودی اور نصرانی کتابیہ سے نکاح ان کے اہل کتاب ہونے کی بنا پر قرآن نے جائز ٹھہرایا ہے۔ اور ان کے ساتھ خصوصی معاملہ کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اگر چہ انہوں نے اپنے دین میں تحریف کی ہے لیکن بہر حال وہ آسمانی مذہب کے حامل ہیں۔ اسلام نے جس طرح ان کا ذبیحہ جائز قرار دیا ہے اسی طرح ان عورتوں سے رشتۂ مصاہرت قائم کرنا بھی جائز ٹھہرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ.﴾ [1]

''جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی ان کی پاکدامن عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔''

اسلامی رواداری کی یہ ایک نادر مثال ہے جو مشکل سے دیگر مذاہب وملل میں مل سکے گی۔ اسلام نے اہل کتاب کو کافر اور گمراہ قرار دینے کے باوجود مسلمان کے لیے جائز کر دیا ہے کہ کتابیہ اس کی بیوی اور اس کے گھر کی مالکہ ہو جس سے وہ سکون حاصل کر سکتا ہے، جو اس کی راز دار بن سکتی ہے اور جو اس کی اولاد کی ماں ہو سکتی ہے۔ اسلام نے اس کی اجازت دی ہے جبکہ زوجیت کے تعلق کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ:

---

[1] ۵/المائدہ:۵۔

Marfat.com
Marfat.com

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً.﴾ [1]

''اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان مودت ورحمت پیدا کی۔''

یہاں ہم اس بات پر متنبہ کرنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ دیندار مسلمان خاتون جو دین سے گہرا لگاؤ رکھتی ہو ایک مسلمان کے لیے اس مسلمان عورت سے بہتر ہے جس نے اسلام کو محض وراثت میں پایا ہو۔ نبی ﷺ نے اسی کی تعلیم دی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((اُظْفُرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ.)) [2]

''دیندار خاتون سے نکاح کرو کہ یہ کامیابی کا باعث ہے۔ تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔ (اگر ایسا نہ کرو)''

اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ مسلمان عورت خواہ وہ کیسی ہی ہو مسلمان مرد کے لیے کتابی عورت کے مقابلہ میں بہتر ہے۔ نیز جب کوئی مسلمان اپنی اولاد کے عقیدہ اور تربیت کے تعلق سے ایسی بیوی کی طرف سے اندیشہ محسوس کرے تو دین کی خاطر اس سے احتیاط کرنا اور اس اندیشہ سے بچنا ضروری ہو جاتا ہے۔

علاوہ ازیں اگر کسی ملک میں مسلمانوں کی تعداد کم ہو تو ایسی صورت میں مسلمان مردوں پر کتابی عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس صورت میں اگر مسلمان اپنی عورتوں کو چھوڑ کر کتابی عورتوں سے نکاح کریں گے جبکہ مسلمان عورتیں صرف مسلمان مردوں ہی سے نکاح کر سکتی ہیں تو گویا مسلمان لڑکیوں کو مبتلائے مصیبت کرنا ہوگا کہ ان کو

---

[1] ۳۰/الروم: ۲۱۔ [2] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین، رقم الحدیث: ۵۰۹۰؛ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب استحباب نکاح ذات الدین، رقم الحدیث: ۱۴۶۶؛ سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب یؤمر به من تزویج ذات الدین، رقم الحدیث: ۲۰۴۷۔

Marfat.com
Marfat.com

کوئی پوچھنے والا نہ ہو اور وہ تباہ ہو کر رہ جائیں۔ یہ صورت مسلم معاشرہ کے لیے سخت مضر ہے اور اس ضرر کا ازالہ اسی طرح ممکن ہے کہ اس مباح چیز کو مشروط مانا جائے اور ایک وقت تک کے لیے اس پر عمل درآمد موقوف رکھا جائے۔

مسلمان عورت کا غیر مسلم سے نکاح

مسلمان عورت پر غیر مسلم سے نکاح کرنا حرام ہے خواہ غیر مسلم کتابی ہو یا غیر کتابی۔ اس کے لیے کسی حال میں غیر مسلم سے نکاح جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا.﴾ [1]

''اپنی عورتوں کو مشرکین کے نکاح میں نہ دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں۔''

اور مومن مہاجر عورتوں کے بارے میں فرمایا:

﴿فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ، لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ.﴾ [2]

''پھر جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ مومن عورتیں ہیں تو انہیں کفار کی طرف واپس نہ کرو۔ نہ وہ کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ کفار ان کے لیے حلال۔''

اور کوئی نص ایسی وارد نہیں ہوئی ہے جس میں اہل کتاب کو اس حکم سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہو، لہٰذا مسلمانوں کا اس کی حرمت پر اجماع ہے۔

اسلام نے مسلمانوں کو یہودی اور نصرانی عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہے لیکن مسلمان عورتوں کو یہودیوں اور نصرانیوں سے نکاح کی اجازت نہیں دی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد گھر کا مالک ہوتا ہے اور عورت کے لیے قوام کی حیثیت رکھتا ہے نیز اس کے بارے میں جوابدہ ہوتا ہے۔ مزید برآں یہ حقیقت ہے کہ اسلام نے کتابیہ بیوی کو آزادیٔ عقیدہ کی ضمانت دی ہے اور شرعی قوانین و احکامات کے ذریعہ اس کے حقوق متعین کیے ہیں

---

[1] ۲/البقرة: ۲۲۱۔

[2] ۶۰/الممتحنة: ۱۰۔

Marfat.com
Marfat.com

اور اس کی حرمت کا تحفظ کیا ہے۔ لیکن دیگر مذاہب مثلاً یہودیت اور نصرانیت نے کسی اور مذہب سے تعلق رکھنے والی بیوی کے لیے نہ کسی قسم کی آزادی کی ضمانت دی ہے اور نہ اس کے حقوق کا تحفظ کیا ہے۔ ایسی صورت میں اسلام کس طرح اپنی بیٹیوں کے مستقبل کو خطرہ میں ڈال سکتا ہے اور ان کو ایسے لوگوں کے حوالے کر سکتا ہے جو ان عورتوں کے دین کے معاملہ میں نہ رشتہ داری کا خیال کریں اور نہ عہد کا؟

دراصل مرد کو اپنی بیوی کے عقیدہ کا احترام کرنا چاہیے تاکہ دونوں کے درمیان بہتر تعلقات قائم رہیں۔ جہاں تک مسلمان کے عقیدہ کا تعلق ہے وہ یہودیت ونصرانیت کو اپنی اصل کے اعتبار سے۔ ان کی تحریفات سے قطع نظر کرتے ہوئے۔۔۔ آسمانی مذہب خیال کرتا ہے، وہ تورات وانجیل پر ایمان رکھتا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے اُولوالعزم رسولوں کو بھی مانتا ہے۔ اس لیے کسی کتابی عورت کے لیے ایسے مرد کے پہلو میں زندگی گزارنا مشکل نہیں ہے جو اس کے اصل دین، اس کی کتاب اور اس کے نبی کا احترام کرتا ہو، اور احترام ہی نہیں بلکہ ان باتوں کو مانے بغیر ایمان ہی صحیح نہ قرار پاتا ہو۔ اس کے برخلاف یہودی اور نصرانی اسلام کا ادنیٰ اعتراف نہیں کرتے، نہ اسلام کی کتاب کا اور نہ اس کے رسول کا، لہٰذا یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک مسلمان عورت اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے مرد کے زیر سایہ زندگی گزارے؟ جبکہ مسلمان عورت کا دین اس سے شعائر وعبادات اور فرائض وواجبات کا مطالبہ کرتا ہے اور کتنی چیزوں کو حلال اور کتنی ہی چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے؟ ایسی صورت میں مسلمان عورت کے لیے اپنے عقیدہ اور اپنے دین کا تحفظ کرنا جبکہ مرد قوّام ہو کر اس کا پوری طرح منکر ہو، ایک امر محال ہے۔

یہاں اسلام کی اس معقولیت کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس نے مسلمان کا بت پرست مشرکہ سے نکاح کیوں حرام ٹھہرایا ہے! واقعہ یہ ہے کہ اسلام شرک اور بت پرستی کا سخت مخالف ہے۔ بنابریں زوجین کے درمیان سکون، مودت اور رحمت کی صورت کس طرح پیدا ہو سکتی ہے؟

Marfat.com
Marfat.com

زانی عورتیں

یہاں زانی عورتوں سے مراد قحبہ گری کرنے والی عورتیں ہیں جو علانیہ زنا کا پیشہ اختیار کرتی ہیں۔ روایت ہے کہ مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک زنا کار عورت سے جس کے ساتھ زمانہ جاہلیت میں ان کا تعلق تھا اور جس کا نام عناق تھا، نکاح کرنے کی اجازت طلب کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً ز وَّالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُھَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ ج وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ o﴾ [1]

''زانی نکاح نہیں کرتا مگر زانیہ یا مشرکہ کے ساتھ، اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہیں کرتا مگر زانی یا مشرک۔ اور یہ اہل ایمان پر حرام کر دیا گیا ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت انہیں سنائی اور فرمایا:

((لَا تَنْکِحُھَا.)) [2]

''اس سے نکاح نہ کرو۔''

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پاکدامن مومن عورتوں اور پاکدامن کتابی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ٹھہرایا ہے۔ اسی طرح مردوں کے لیے نکاح اس شرط کے ساتھ جائز ٹھہرایا ہے کہ وہ۔

﴿مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ.﴾ [3]

''قید نکاح میں لانے والے ہوں نہ کہ بدکاری کرنے والے۔''

تو جو شخص کتاب اللہ کے اس حکم کو تسلیم نہ کرے اور اس کی پابندی قبول نہ کرے وہ

---

[1] ۲۴/النور:۳۔ [2] [صحیح] سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی قولہ تعالیٰ ﴿الزانی لاینکح إلا زانیۃ﴾، رقم الحدیث: ۲۰۵۱؛ جامع ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ النور، رقم الحدیث: ۳۱۷۷؛ سنن نسائی، کتاب النکاح، باب تزویج الزانیۃ، رقم الحدیث: ۳۲۳۰۔ [3] ٤/النساء:۲٤۔

Marfat.com
Marfat.com

مشرک ہے۔ اس سے نکاح کرنا وہی شخص پسند کرتا ہے جو اسی کی طرح مشرک ہو۔ لیکن جس نے اس حکم کو تسلیم کیا اور اس کی پابندی کو قبول کیا لیکن عمل اس کے خلاف کیا اور جس عورت سے نکاح حرام ہے اس سے نکاح کر لیا تو وہ زانی ہے۔

سورۂ نور کی مذکورہ آیت درج ذیل آیت کے بعد بیان ہوئی ہے:

﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ [1]

''زانی عورت اور زانی مردان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔''

یہ جسمانی سزا ہے اور وہ تادیبی سزا کیونکہ زانی یا زانیہ سے نکاح کی حرمت اس بات کی متقاضی ہے کہ اسے اہم مقامات پر رہنے نہ دیا جائے، اس کی قومیت (Nationality) کو ختم کر دیا جائے یا موجودہ عرف کے لحاظ سے جو حقوق مقرر ہیں ان سے اسے محروم کر دیا جائے۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ حکم جو قرآن کی رو سے بالکل صریح اور واجب ہے وہ مقتضائے عقل و فطرت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کے لیے یہ بات حرام ٹھہرائی ہے کہ وہ کسی فاحشہ عورت کا شوہر یا دیوث یا رفیق ہو۔ اللہ نے انسان کو جس فطرت پر پیدا کیا ہے وہ ایسی باتوں کو قبیح اور معیوب خیال کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی شخص کو بہت زیادہ برا بھلا کہنا ہو تو بولتے ہیں ''یہ فاحشہ عورت کا شوہر ہے۔'' لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے لیے حرام ٹھہرایا کہ وہ واقعی ایسا بن جائے۔ اس تحریم سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ۔۔۔ عورت کا یہ گناہ شوہر کے بستر کی خرابی اور نسب کی خرابی کا موجب ہے حالانکہ اللہ نے نسب کو عظیم مصلحتوں پر قائم فرمایا ہے اور اس کو اپنی نعمتوں میں شمار کیا ہے لیکن زنا نطفہ کے اختلاط کا باعث ہے اور اس سے نسب مشتبہ ہو جاتا ہے، لہٰذا شریعت کی یہ خوبی ہے کہ اس نے زانیہ سے نکاح حرام

[1] ۲۴/النور:۲۔

Marfat.com
Marfat.com

ٹھہرایا جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے اور اپنے رحم کو پاک نہ کرے۔ (یعنی کم از کم ایک حیض نہ آئے)۔'' [1]

زانیہ سے نکاح کی حرمت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ زانیہ خبیث عورت ہوتی ہے۔۔۔ اللہ سبحانہٗ نے نکاح کو باعث مودّت و رحمت بنایا ہے۔ اور مودّت خالص محبت کا نام ہے، لہٰذا ایک خبیث عورت کس طرح ایک پاکیزہ مرد کی محبوب بیوی بن سکتی ہے؟ زوج کو زوج اس لیے کہتے ہیں کہ وہ باہم متشابہ (ہم آہنگ) ہوتے ہیں۔ لیکن طیب اور خبیث کے درمیان شرعاً اور عقلاً کامل منافرت پائی جاتی ہے اس لیے دونوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے اور نہ ہمدردی اور محبت کے جذبات۔ اللہ تعالیٰ نے بالکل صحیح فرمایا ہے:

﴿اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ﴾ [2]

''خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے، پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے۔''

نکاحِ متعہ

اسلام میں نکاح کی حیثیت ایک مضبوط عقد اور پختہ عہد کی ہے جس کی پشت پر زوجین کا ابدی زندگی گزارنے کا ارادہ کارفرما ہوتا ہے تاکہ باہم نفسیاتی سکون اور مودت و رحمت کی فضا پیدا ہو۔ علاوہ ازیں اس کا مقصد عمرانی بھی ہے یعنی سلسلۂ تناسل کو جاری رکھنا تاکہ نوعِ انسانی کی بقا کا سامان ہو۔

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً﴾ [3]

''اور اللہ نے تمہاری جنس سے تمہارے لیے بیویاں پیدا کیں اور تمہاری

---

[1] اغاثة اللهفان، ج، ص ٦٦، ٦٧۔ [2] ٢٤/النور: ٢٦۔ [3] ١٦/النحل: ٧٢۔

Marfat.com
Marfat.com

بیویوں سے تمہارے لیے بیٹے اور پوتے پیدا کیے۔"

رہا متعہ کا نکاح جو مرد کے کسی عورت سے مقررہ مدت کے لیے مقررہ اُجرت پر تعلق پیدا کرنے کا نام ہے تو وہ اس حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔ اس کی اجازت شریعت کی تکمیل سے پہلے سفر اور غزوات وغیرہ کے موقع پر دی گئی تھی لیکن بعد میں آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور ابدی طور پر اس کو حرام قرار دیا۔

شروع میں متعہ کو اس لیے جائز قرار دیا گیا تھا کہ مسلمان جاہلیت سے اسلام کی طرف بڑھتے ہوئے عبوری دور سے گزر رہے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں زنا آسان اور عام تھا۔ جب اسلام آیا اور غزوات و جہاد کے لیے سفر کا معاملہ درپیش ہوا تو عورتوں سے دوری لوگوں پر شاق گزرنے لگی۔ مسلمانوں کے اندر ایمان کے لحاظ سے قوی اور ضعیف دونوں طرح کے لوگ تھے۔ ضعیف الایمان لوگوں کے زنا میں مبتلا ہو جانے اور بے حیائی کے راستہ پر جا پڑنے کا اندیشہ تھا، لیکن جو لوگ قوی الایمان تھے انہوں نے اپنے کو خصی کر لینے کا ارادہ کر لیا تھا۔ چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَيْسَ مَعَنَا نِسَاءٌ، فَقُلْنَا اَلَا نَسْتَخْصِيْ؟ فَنَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ وَرَخَّصَ لَنَا اَنْ نَنْكِحَ الْمَرْاَةَ بِالثَّوْبِ اِلٰى اَجَلٍ.)) [1]

"ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں جایا کرتے تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں نہیں ہوتی تھیں اس لیے ہم نے عرض کیا: کیا ہم اپنے کو خصی نہ کر لیں؟ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا اور ہمیں اجازت دی کہ ہم کسی عورت سے ایک مدت تک کے لیے کپڑے کے عوض نکاح کر سکتے ہیں۔"

متعہ کا یہ جواز رخصت کی حیثیت رکھتا تھا تا کہ ضعیف الایمان اور قوی الایمان

---

[1] صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب مايكره من التبتل والخصاء، رقم الحديث: ٥٠٧٥؛ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب نكاح المتعة، رقم الحديث: ١٤٠٤؛ مسند احمد بن حنبل، ١/٣٨٥، رقم الحديث: ٣٦٥٠۔

Marfat.com
Marfat.com

دونوں گروہوں کی مشکلات کا حل نکل آئے۔ اسلام مسلمان کی ازدواجی زندگی کے لیے جو شرعی قوانین بنانا چاہتا تھا اس راہ میں یہ ایک قدم تھا۔ وہ ایسی ازدواجی زندگی عطا کرنا چاہتا تھا جو نکاح کے جملہ مقاصد کو پورا کرے مثلاً پاکدامنی، رشتۂ نکاح کی مستقل حیثیت، سلسلۂ تناسل، مودت و رحمت نیز خاندان کے دائرہ کی مصاہرت (سسرال) کے ذریعہ توسیع وغیرہ۔

جس طرح قرآن نے شراب اور سُود کی حرمت کے بارے میں تدریجاً احکام دیے جبکہ زمانۂ جاہلیت میں ان چیزوں کا بڑا رواج اور غلبہ تھا اسی طرح نبی ﷺ نے شرمگاہوں کی حرمت کے سلسلہ میں بھی احکام دینے میں تدریج کا لحاظ فرمایا۔ چنانچہ مجبوری کی صورت میں متعہ کی اجازت دی لیکن بعد میں نکاح کی اس قسم کو بھی حرام قرار دیا جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور صحابہ کے ایک گروہ کا بیان ہے اور صحیح مسلم نے سبرہ جہنی سے روایت بیان کی ہے کہ:

((اَنَّهُ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِیْ فَتْحِ مَكَّةَ فَاَذِنَ لَهُمْ فِیْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ قَالَ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتّٰى حَرَّمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ.)) [1]

''وہ نبی ﷺ کے ساتھ فتح مکہ کے موقع پر غزوہ میں شریک تھے۔ آپ ﷺ نے شرکائے غزوہ کو عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے وہاں سے نکلنے سے پہلے ہی اسے حرام کر دیا۔''

دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَاِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ ذٰلِكَ اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ.)) [2]

''اللہ نے اسے قیامت تک کے لیے حرام کر دیا ہے۔''

---

[1] صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ، رقم الحدیث: ١٤٠٦؛ مسند احمد بن حنبل، ٣/٤٠٤، ٤٠٥، رقم الحدیث: ١٥٣٣٧، ١٥٣٤٦؛ ارواء الغلیل للالبانی، ٦/٣١٥، رقم الحدیث: ١٩٠٢۔ [2] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب نهی النبی ﷺ عن نکاح المتعۃ أخيراً، رقم الحدیث: ٥١١٦؛ السنن الکبری للبیهقی، ٧/٢٠٥ [اسنادہ ضعیف]؛ جامع ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی تحریم نکاح المتعۃ، رقم الحدیث: ١١٢٢۔ [اسنادہ ضعیف]

Marfat.com
Marfat.com

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ حرمت ایسی قطعی ہے جیسے ماں، بیٹی وغیرہ سے نکاح کرنا یا یہ حرمت مردار، خون اور سور کے گوشت کی طرح ہے کہ یہ چیزیں مجبوری کی صورت میں اور مشقت میں پڑنے کے اندیشہ کے پیش نظر جائز ہو جاتی ہیں؟

جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے میں یہ تحریم قطعی ہے جس میں رخصت کے لیے کوئی گنجائش شریعت کے اس حکم کو مستقل حیثیت دینے کے بعد باقی نہیں رہی۔ البتہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے اختلاف کیا تھا۔ ان کی رائے میں مجبوری کی صورت میں جائز تھا، چنانچہ کسی نے ان سے متعہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس کو جائز کہا۔ ان کے غلام نے پوچھا کیا یہ حکم شدید مجبوری کی صورت میں ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں۔

لیکن جب ابن عباس رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو گیا کہ لوگوں نے اس معاملہ میں کافی گنجائش پیدا کر لی ہے اور بات مجبوری کی حد تک نہیں رہی تو انہوں نے جواز کا فتویٰ دینا بند کر دیا اور اس سے رجوع کر لیا۔ [1]

تعدّدِ ازدواج

اسلام ایک ایسا دین ہے جو فطرت سے ہم آہنگ اور تمام مصائب کا علاج ہے۔ وہ انسان کو مہذب بناتا ہے اور افراط و تفریط سے باز رکھتا ہے۔ اُس کی اس خوبی کا مشاہدہ ہم اُس کے اس موقف سے کرتے ہیں جو اس نے تعددِ ازدواج کے سلسلہ میں اختیار کیا ہے۔ اسلام نے انسانیت، فرد اور اجتماعیت سب کا لحاظ کرتے ہوئے مسلمان کے لیے ایک سے زائد بیویاں کرنا جائز کر دیا ہے۔

قبل اسلام مختلف قوموں اور ملتوں میں بہ کثرت عورتوں سے شادی کرنے کا رواج تھا۔ کبھی تو ایک شخص دس دس بیویاں کر لیتا اور کبھی یہ تعداد بلا شرط و بلا قید سینکڑوں تک پہنچ جاتی۔ لیکن جب اسلام آیا تو اس نے تعددِ ازدواج کے لیے قید اور شرط عائد کر دی۔

جہاں تک قید کا تعلق ہے، اسلام نے زیادہ سے زیادہ چار بیویوں کی حد مقرر کر دی۔

---

[1] زادالمعاد، ج٤، ص٧ بحواله بيهقى۔

Marfat.com
Marfat.com

چنانچہ جب غیلان ثقفی نے اسلام قبول کیا تو ان کی دس بیویاں تھیں۔ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا:

((اِخْتَرْ مِنْهُنَّ اَرْبَعًا وَفَارِقْ سَائِرَهُنَّ.)) 1

''ان میں سے کوئی سی چار بیویاں رکھ لو اور بقیہ کو چھوڑ دو۔''

اسی طرح جس شخص کے پاس قبول اسلام کے وقت آٹھ یا پانچ بیویاں تھیں ان کو بھی آپ ﷺ نے چار سے زیادہ رکھنے سے منع فرمایا۔ 2

رہا نبی ﷺ کی نو (۹) ازواج کا مسئلہ تو آپ ﷺ کی زندگی میں دعوتی ضرورت اور آپ ﷺ کے بعد امت کی ضرورت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خصوصی اجازت دے دی تھی۔

تعددِ ازواج کے جواز کے لیے عدل کی شرط

تعددِ ازواج کے لیے اسلام نے جو شرط عائد کی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان کو اپنے نفس پر یہ اعتماد ہو کہ وہ اپنی بیویوں کے درمیان کھانے پینے، رہنے، سونے اور خرچ کرنے کے معاملہ میں عدل کرے گا لیکن جس شخص کو اپنے نفس پر یہ اعتماد نہ ہو کہ وہ ان حقوق کو عدل اور مساوات کے ساتھ ادا کر سکے گا اس کے لیے ایک سے زائد بیوی کرنا حرام ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً.﴾ 3

---

1 [صحیح] جامع ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی الرجل یسلم وعنده عشرة نسوة، رقم الحدیث: ۱۱۲۸؛ سنن ابن ماجة، کتاب النکاح، باب الرجل یسلم و عنده اکثر من اربع نسوة، رقم الحدیث: ۱۹۵۳؛ السنن الکبری للبیهقی، ۷/۱۴۹،۱۸۱؛ ارواء الغلیل للالبانی، ۶/۲۹۱، رقم الحدیث: ۱۸۸۳۔ 2 [حسن] سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب فی من اسلم وعنده نساء اکثر من اربع، رقم الحدیث: ۲۲۴۱؛ سنن ابن ماجة، کتاب النکاح، باب الرجل یسلم وعنده اکثر من اربع نسوة، رقم الحدیث: ۱۹۵۲؛ ارواء الغلیل للألبانی، ۶/۲۹۵، رقم الحدیث: ۱۸۸۵۔ 3 ٤/النساء:۳۔

Marfat.com
Marfat.com

''لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک پر اکتفا کر لو۔''

اور نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ يَمِيلُ لِإِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ جَاءَ يَوْمَ الْقِيمَةِ يَجُرُّ أَحَدَ شِقَّيْهِ سَاقِطًا أَوْ مَائِلًا.)) [1]

''جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ صرف ایک کی طرف مائل ہو کر رہ جائے وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک بازو گر رہا ہوگا اور وہ اسے گھسیٹ رہا ہوگا۔''

جس میلان اور جھکاؤ سے اس حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے اس کا مطلب حقوق کے معاملہ میں زیادتی کرنا ہے۔ مجرد قلبی میلان مراد نہیں ہے کیونکہ یہ نا قابل استطاعت عدل میں داخل ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے صَرفِ نظر فرمایا ہے:

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ.﴾ [2]

''اور بیویوں کے درمیان تم اگر چاہو بھی تو پورا پورا عدل نہیں کر سکتے لہٰذا کسی ایک کی طرف جھک نہ پڑو۔''

اسی لیے رسول اللہ ﷺ شب باشی وغیرہ میں عدل کرنے کے باوجود فرماتے:

((اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِي فِيمَا أَمْلِكُ فَلَا تُؤَاخِذْنِي فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ.)) [3]

---

[1] [صحیح] سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی القسم بین النساء، رقم الحدیث: ۲۱۳۳؛ جامع ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی تسویة بین الضرائر، رقم الحدیث: ۱۱۴۱؛ سنن ابن ماجة، کتاب النکاح، باب القسمة بین النساء، رقم الحدیث: ۱۹۶۹؛ سنن نسائی، کتاب عشرة النساء، باب میل الرجل الی بعض نسائه، رقم الحدیث: ۳۳۹۴۔

[2] ٤/النسآء: ۱۲۹۔

[3] [ضعیف] سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی القسم بین النساء، رقم الحدیث: ۲۱۳۴؛ جامع ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی تسویة بین الضرائر، رقم الحدیث: ۱۱۴۰؛ سنن نسائی، کتاب عشرة النساء، باب میل الرجل إلیٰ بعض نسائه، رقم الحدیث: ۳۳۹۵؛ سنن ابن ماجة، کتاب النکاح، باب القسمة بین النساء، رقم الحدیث: ۱۹۷۱؛ ارواء الغلیل للألبانی، ۸۱/۷، رقم الحدیث: ۲۰۱۸۔

Marfat.com

Marfat.com

”خدایا یہ میری تقسیم ہے جہاں تک میرے بس میں ہے تو جو تیرے بس میں ہے اور میرے بس میں نہیں ہے اس پر گرفت نہ فرما۔“

یعنی کسی ایک بیوی کی طرف جو جذباتی اور قلبی میلان ہو جاتا ہے وہ انسان کے بس میں نہیں ہے۔ آپ ﷺ کی یہ دعا اسی سلسلہ میں تھی۔

جب آپ ﷺ سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ ڈالتے جس کے حق میں قرعہ نکل آتا اس کو ہم سفر بنا لیتے۔ یہ طریقہ آپ ﷺ نے دلوں کی خلش کو دور کرنے اور سب کو خوش رکھنے کے لیے اختیار فرمایا تھا۔[1]

تعددِ ازواج کے جواز کی مصلحت

اسلام اللہ کا آخری دین ہے جس پر سلسلۂ رسالت ختم ہو جاتا ہے اس لیے اسلامی شریعت بھی دوامی اور ہمہ گیر ہے جو تمام زمانوں اور تمام انسانوں کے لیے ہے۔ اس میں افراد اور گروہوں کی مجبوریوں اور ضرورتوں نیز ان کی مصلحتوں کا پورا پورا لحاظ کیا گیا ہے۔

بعض مردوں کو اولاد سے زبردست رغبت ہوتی ہے لیکن وہ عورت کے بانجھ یا بیمار ہونے کی وجہ سے اولاد سے محروم رہتے ہیں۔ کیا ایسی صورت میں اس عورت کے لیے باعزت اور اس شخص کے لیے بہتر طریقہ یہ نہیں ہے کہ وہ پہلی بیوی کو اپنے پاس رکھتے ہوئے اور اس کے حقوق ادا کرتے ہوئے دوسری بیوی کر لے تاکہ اس کی اولاد کی خواہش پوری ہو؟

بعض مردوں کی قوت باہ شدید ہوتی ہے اور ان پر شہوت کا غلبہ ہوتا ہے لیکن بیوی کو مرد سے رغبت نہیں ہوتی یا وہ بیمار ہوتی ہے یا اس کے حیض کی مدت طویل ہوتی ہے اور مرد عورت کے معاملہ میں زیادہ صبر نہیں کر سکتا تو کیا ایسی صورت میں کسی گرل فرینڈ (Girl Friend) کو تلاش کرنے کے بجائے دوسری بیوی کر لینا بہتر نہ ہوگا؟

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلہ میں بڑھ جاتی ہے۔

---

[1] صحيح البخاری، كتاب النكاح، باب القرعة، بين النساء إذا اراد سفرا، رقم الحديث: ٥٢١١؛ صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ام المؤمنين عائشة، رقم الحديث: ٢٤٤٥؛ مسند احمد بن حنبل، ١١٧/٦، رقم الحديث: ٢٤٨٥٩۔

Marfat.com
Marfat.com

خاص طور سے جنگ کے ایام میں تو کتنے ہی ممتاز افراد اور نوجوانوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ایسے موقع پر سماج کی مصلحت اور خود عورتوں کی مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے کہ وہ عمر بھر زوجیت کی زندگی سے محروم اور کنواری بڑھیائیں ہو کر رہ جانے کے مقابلہ میں سوکن کی حیثیت سے رہنے کو ترجیح دیں کہ یہ سکون، مودت اور پاکدامنی کی زندگی ہے اور اس طرح اسے ماں بن جانے کا شرف بھی حاصل ہو سکتا ہے اور درحقیقت ایسی ہی زندگی ان کی فطرت کی آواز ہے۔

نکاح کی استطاعت رکھنے والے مردوں کی تعداد کے مقابلہ میں عورتوں کی تعداد جب بڑھ جائے تو وہ تین میں سے کوئی ایک صورت اختیار کر سکتی ہیں۔

(۱) یا تو وہ پوری عمر محرومی کی تلخیوں میں گزار دیں۔

(۲) یا ان کو آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ مردوں کے لیے کھیل تماشا بن جائیں۔

(۳) یا یہ کہ ان کا نکاح ایسے شادی شدہ مردوں کے ساتھ جائز قرار دیا جائے جو نفقہ ادا کرنے پر قادر ہوں اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کر سکتے ہوں۔

بے شک یہی آخری طریقہ ایک عادلانہ حل اور نسخۂ شفاء ہے اور اسلام نے اسی کا حکم دیا ہے۔

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ.﴾ [1]

''جو لوگ اللہ پر یقین کرنے والے ہیں ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کس کا ہو سکتا ہے؟۔''

یہ ہے تعددِ ازواج کی حقیقت جس کے سلسلہ میں مسیحی مغرب مسلمانوں پر اعتراض کرتا ہے جبکہ ان لوگوں کا اپنا حال یہ ہے کہ انہوں نے مردوں کے لیے تعددِ معشوقات اور تعددِ محبوبات کو بلا تحدید اور کسی قسم کی قانونی یا اخلاقی پابندی کو تسلیم کیے بغیر جائز کر لیا ہے۔ اس لادینی اور لااخلاقی کا ثمرہ انہیں جس (حرام) اولاد کی شکل میں مل رہا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں ہے۔ ان حقائق کے پیشِ نظر غور فرمایئے کہ کس گروہ کی بات وزنی ہے اور کون راہ راست پر گامزن ہے؟

[1] ۵/المائدہ: ۵۰۔

Marfat.com
Marfat.com

زوجین کے باہمی تعلقات

قرآن کریم نے نکاح کے مقاصد نہایت مہتم بالشان طریقہ پر بیان کیے ہیں۔ یہ وہ ستون ہیں جن پر ازدواجی زندگی کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ جنسی اضطراب کی جگہ زوجین کے درمیان پیار و محبت اور سکون نفس، بیوی اور شوہر کے خاندانوں کے درمیان مودت و الفت کے تعلقات، انسانی ہمدردی اور مشفقانہ جذبات کا مکمل ظہور اور والدین کی حیثیت میں اولاد کے ساتھ جذباتی وابستگی وغیرہ وہ مقاصد ہیں جو رشتۂ نکاح کے ذریعہ مطلوب ہیں۔ ان مقاصد کی طرف سورۂ روم کی درج ذیل آیت اشارہ کر رہی ہے۔

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝﴾ [1]

''اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان مودت و رحمت پیدا کی۔ یقیناً اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔''

مذکورہ مقاصد کے علاوہ قرآن نے حسی پہلو اور زوجین کے درمیان جسمانی تعلق کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے بلکہ اس معاملہ میں بھی بالکل سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کی ہے جس پر چل کر انسان گندے اور غلط طریقوں سے بچتے ہوئے اپنی فطری خواہش کو پورا کر سکتا ہے۔

روایتوں میں آیا ہے کہ یہودی اور مجوسی عورتوں سے حالتِ حیض میں کنارہ کشی اختیار کرنے کے معاملہ میں بڑا غلو کرتے تھے اور نصاریٰ حیض کی پرواہ کیے بغیر عورتوں سے مجامعت کرتے تھے۔ رہے اہل جاہلیت تو وہ حائضہ کے ساتھ نہ کھاتے پیتے تھے اور نہ اٹھتے

---

[1] ۳۰/الروم: ۲۱۔

Marfat.com
Marfat.com

بیٹھتے تھے بلکہ اس کو گھر سے باہر نکال دیتے تھے۔ ان کا سلوک بالکل یہودیوں اور مجوسیوں جیسا تھا۔

اس صورت حال کے پیش نظر بعض مسلمانوں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ حائضہ کے ساتھ کیا رویہ اختیار کیا جائے؟ اس معاملہ میں حلال کیا ہے اور حرام کیا؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ ۖ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ۖ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ [1]

''وہ تم سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہو وہ گندگی ہے۔ اس میں عورتوں سے الگ رہو اور ان سے قربت نہ کرو جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ اس طرح جس طرح کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔ اللہ توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہنے کا مطلب بعض بدؤں نے یہ سمجھا کہ ان کے ساتھ رہنا سہنا جائز نہیں ہے لیکن نبی ﷺ نے آیت کا مفہوم واضح کرتے ہوئے فرمایا:

''میں نے تمہیں عورتوں سے حالتِ حیض میں مجامعت سے باز رہنے کا حکم دیا تھا۔ عجمیوں کی طرح انہیں گھر سے نکالنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ جب یہودیوں نے یہ بات سنی تو کہا، اس شخص نے ہر معاملہ میں ہماری مخالفت کرنے کی ٹھان لی ہے۔'' [2]

مسلمان اپنی بیوی سے حالت حیض میں متمتع ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ حیض کی جگہ سے

[1] ۲/البقرۃ:۲۲۲۔ [2] قال الشیخ الألبانی: "لم أجده بهذا السياق فی شیئ من كتب السنة التي عندي" وقريب منه ماذكر في الدر المنثور للسيوطي، ۱/۲۵۸؛ بلفظ مختلف فی صحيح مسلم، كتاب الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها، رقم الحديث: ۳۰۲۔

Marfat.com
Marfat.com

دور رہے۔اس طرح اسلام نے جیسا کہ اس کا مستقل اصول ہے۔دو انتہاؤں کے درمیان اعتدال کا موقف اختیار کیا یعنی حائضہ سے اس قدر دوری بھی نہیں کہ اس کو گھر سے نکال دیا جائے اور اس حد تک اختلاط بھی نہیں کہ مجامعت کو جائز سمجھ لیا جائے۔

جدید علم طب نے اس بات کا اکتشاف کیا ہے کہ حیض کے خارج شدہ خون میں ایک قسم کا مسموم مادہ ہوتا ہے جو اگر جسم کے اندر رہ جائے تو مضر ہوتا ہے۔اسی طرح حالت حیض میں جماع سے اجتناب کرنے کے راز پر سے بھی پردہ اٹھایا ہے چنانچہ عورت کے صنفی اعضاء دورانِ حیض خون کے مجتمع ہونے کی وجہ سے سکڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ایسی صورت میں جنسی اختلاط اس کے لیے مضر ہوتا ہے اور کبھی حیض کی رکاوٹ کا سبب بن جاتا ہے جس سے اسے عصبی تکلیف ہوتی ہے اس کے علاوہ بعض اوقات صنفی اعضاء میں سوزش بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ [1]

دُبر سے اجتناب

عورتوں سے جسمانی تعلق کے سلسلہ میں سورۂ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ.﴾ [2]

''عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ اور اپنے مستقبل کا سامان کرو اور اللہ سے ڈرو اور یہ جان لو کہ تمہیں اس سے لازماً ملنا ہے۔اور ایمان والوں کو خوشخبری سنادو۔''

مذکورہ آیت کے سبب نزول اور اس کی حکمت پر علامۂ ہند شاہ ولی اللہ دہلوی نے اس طرح روشنی ڈالی ہے:

''یہودیوں نے طریقۂ مباشرت کے سلسلہ میں کسی آسمانی حکم کے بغیر خواہ مخواہ تنگی پیدا کر لی تھی۔اور انصار وغیرہ جو اُن سے قریب رہتے تھے ان ہی

[1] ملاحظہ ہو الاسلام والطب الحدیث از ڈاکٹر عبدالعزیز اسماعیل۔

[2] ۲/البقرۃ:۲۲۳۔

Marfat.com
Marfat.com

کے طریقہ کو اختیار کیے ہوئے تھے۔ یہ لوگ اس بات کے قائل تھے کہ جب آدمی پشت کی جانب سے مجامعت کرتا ہے تو اولاد بھینگی پیدا ہوجاتی ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ یعنی مجامعت اگلے حصہ ہی میں کی جائے خواہ اس کا طریقہ آگے کی جانب سے آنے کا ہو یا پیچھے کی جانب سے آنے کا۔ [1]

طریقہ مباشرت کا کوئی تعلق تمدنی یا ملی مصلحت سے نہیں ہے۔ رہی ذاتی مصلحت تو انسان اپنی مصلحت کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اس معاملہ میں یہودیوں کی تنگ نظری ان کی موشگافیوں کا نتیجہ تھی اس لیے اس کو رد ہی کیا جانا چاہیے تھا۔"

دین نے اس کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی کہ وہ مباشرت کے طریقوں اور اس کی کیفیتوں کی تحدید کرے۔ اس کی نظر میں اصل اہمیت اس بات کی ہے کہ آدمی اللہ سے ڈرے اور یہ جان لے کہ اسے اللہ سے بہرحال ملنا ہے اور اس تصور کے پیش نظر دُبر سے اجتناب کرے کیونکہ وہ گندی جگہ ہے اور یہ فعل خبیث لواطت کے مشابہ ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ شریعت اسے ممنوع قرار دیتی، چنانچہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا تَاْتُوا النِّسَاءَ فِيْ اَدْبَارِهِنَّ.)) [2]

"عورتوں کے دُبر میں صحبت نہ کرو۔"

اور جو شخص عورت کے دُبر میں صحبت کرتا ہے اس کو آپ ﷺ نے

((هُوَ اللُّوْطِيَّةُ الصُّغْرٰى.)) [3]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب سورة البقرة (نساء کم حرث لکم)، رقم الحدیث: ٤٥٢٨؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح باب جواز جماعه امرأته فی قبلها......، رقم الحدیث: ١٤٣٥۔ [2] [صحیح] سنن ابن ماجة، کتاب النکاح، باب النهی عن اتیان النساء فی ادبار هن، رقم الحدیث: ١٩٣٤؛ مسند احمد بن حنبل ٢١٣/٥، رقم الحدیث: ٢١٨٥٨؛ السنن الکبری للبیهقی، ١٩٨/٧۔ [3] [حسن] مسند احمد بن حنبل ١٨٢/٢، رقم الحدیث: ٦٧٠٦؛ السنن الکبری للبیهقی ١٩٨/٧؛ مجمع الزوائد للهیثمی ٢٩٨/٤، رقم الحدیث: ٧٥٩١۔

Marfat.com
Marfat.com

''یہ بھی ایک قسم کی لواطت ہے'' سے تعبیر فرمایا ہے۔

انصار کی ایک عورت نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ پشت کی جانب سے اگلے حصہ میں مجامعت کرنے کا کیا حکم ہے۔تو آپ ﷺ نے آیت ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ﴾ تلاوت فرمائی۔ [1]

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكْتُ قَالَ فَمَا اَهْلَكَكَ؟ قَالَ حَوَّلْتُ رَحْلِيَ الْبَارِحَةَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا حَتّٰى نَزَلَتِ الْاٰيَةُ السَّابِقَةُ فَقَالَ لَهٗ اَقْبِلْ وَاَدْبِرْ وَاتَّقِ الْحَيْضَةَ وَالدُّبُرَ.)) [2]

''یارسول اللہ ﷺ میں ہلاک ہوگیا۔فرمایا کیا بات ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔گزشتہ شب میں نے اپنی سواری کا رخ بدل دیا۔یعنی پشت کی طرف سے مجامعت کرلی۔آپ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ مذکورہ آیت نازل ہوئی۔اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا آگے سے آؤ یا پیچھے سے مگر حیض اور دبر میں مجامعت کرنے سے اجتناب کرو۔''

زن وشوئی کے رازوں کی حفاظت

قرآن نے نیک بیویوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ.﴾ [3]

''فرمانبردار اور اللہ کی حفاظت کے تحت رازوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔''

جن پوشیدہ باتوں کی حفاظت کرنا ضروری ہے ان میں زوجین کے درمیان خصوصی

---

[1] [اسنادہ حسن] مسند احمد بن حنبل، ٦/٣٠٥، رقم الحديث: ٢٦٦٠١؛ مسند الدارمي، ١/٧٢٥، رقم الحديث: ١١٥٩، باب إتيان النساء في أدبارهن ؛ تفسير طبری، سورة البقرة آیت نمبر ٢٢٣ ٢/٩٢۔ [2] [اسنادہ حسن] مسند احمد بن حنبل، ١/٢٩٧، رقم الحديث: ٢٧٠٣؛ جامع ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة البقرة، رقم الحديث: ٢٩٨٠؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي، ٧/١٩٨۔ [3] ٤/النساء: ٣٤۔

Marfat.com
Marfat.com

تعلق رکھنے والی باتیں بھی شامل ہیں۔ان رازدارانہ باتوں کا تذکرہ دوستوں اور سہیلیوں کی مجلسوں اور انجمنوں میں کرنا صحیح نہیں ہے۔حدیث شریف میں ہے:

((اِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَاللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الرَّجُلُ يُفْضِيْ اِلَى الْمَرْأَةِ وَتُفْضِيْ اِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا.)) [1]

"قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدترین شخص وہ ہوگا جو عورت سے اپنی حاجت پوری کر لیتا ہے اور بعد میں اس کے راز افشاء کرتا ہے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی اور جب سلام پھیرا تو ہماری طرف رخ کر کے فرمایا بیٹھے رہو اور سنو۔کیا تم میں کوئی شخص ایسا بھی ہے جو اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے تو دروازہ بند کر لیتا ہے اور پردہ ڈال دیتا ہے، پھر جب باہر نکلتا ہے تو لوگوں سے بیان کرتے پھرتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی کے ساتھ ایسا اور ایسا کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سوال کا جواب کسی نے نہیں دیا۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا تم میں بھی ایسی عورتیں ہیں جو اس طرح کی باتیں کرتی ہوں؟ ایک نوعمر لڑکی نے جو اپنے گھٹنوں کے بل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سننے کی کوشش کر رہی تھی کہا قسم بخدا: مرد بھی ایسی باتیں کرتے ہیں اور عورتیں بھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((هَلْ تَدْرُوْنَ مَا مَثَلُ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ؟ اِنَّ مَثَلَ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ مَثَلُ شَيْطٰنٍ وَشَيْطَانَةٍ لَقِيَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ بِالسِّكَّةِ فَقَضٰى حَاجَتَهُ مِنْهَا وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ.)) [2]

"جانتے ہو جو شخص ایسی باتیں کرتا ہے اس کی مثال کیسی ہے؟ اس کی مثال

---

[1] صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم افشاء سر المرأۃ، رقم الحدیث: ۱٤۳۷؛ کنز العمال للمتقی الهندی، رقم الحدیث: ٤٤۹۷۳۔ [2] [اسنادہ ضعیف] مسند احمد بن حنبل ۲/٥٤۰، رقم الحدیث: ۱۰۹۷۷؛ سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب مایکرہ من ذکر الرجل مایکون من إصابته أهله، رقم الحدیث: ۲۱۷٤۔

Marfat.com
Marfat.com

شیطان یا شیطانہ جیسی ہے جو اپنی بیوی سے سرِ راہ ملتا ہے اور اپنی حاجت پوری کرتا ہے، درآنحالیکہ لوگ یہ (تماشا) دیکھ رہے ہوتے ہیں۔''

یہ مثال ایک مسلمان کے لیے اس لحاظ سے بہت کافی ہے کہ وہ اس قسم کی حماقتوں سے متنفر ہو جائے کیونکہ یہ نہایت ذلیل حرکت ہے اور کوئی مسلمان شیطان یا شیطانہ بننا پسند نہیں کر سکتا۔

خاندانی منصوبہ بندی

(Family Planing)

نوعِ انسانی کا بقاء ازدواج کا اولین مقصد ہے اور اس بقاء کا انحصار سلسلۂ تناسل کے جاری رہنے پر ہے۔ اسی لیے اسلام نے افزائش نسل کو نہایت پسندیدہ قرار دیا ہے۔ اسلام کی نظر میں لڑکے ہوں یا لڑکیاں سب خیر و برکت کا باعث ہیں لیکن اس کے ساتھ اسلام نے اس بات کی بھی اجازت دی ہے کہ معقول وجوہ اور قابلِ لحاظ ضرورتوں کی بناء پر خاندانی منصوبہ بندی کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ عہد رسالت میں سلسلۂ پیدائش کو روکنے یا کم کرنے کے لیے عزل۔ یعنی انزال کے وقت منی رحم کے باہر خارج کرنے کا طریقہ رائج تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عہد رسالت میں اس طریقہ کو اختیار کرتے تھے، چنانچہ صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ.)) [1]

''ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عزل کیا کرتے تھے درآنحالیکہ قرآن نازل ہو رہا ہوتا۔''

اور صحیح مسلم میں ہے:

((كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

---

[1] صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب العزل، رقم الحديث: ٥٢٠٩؛ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب حكم العزل، رقم الحديث: ١٤٤٠۔

Marfat.com
Marfat.com

فَلَمْ یَنْهَنَا.)) [1]

''ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں عزل کیا کرتے تھے۔ جب نبی ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے ہمیں اس سے منع نہیں فرمایا۔''

ایک اور حدیث میں ہے:

((وَجَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اِنَّ لِیْ جَارِیَۃً وَاَنَا اَعْزِلُ عَنْهَا وَاِنِّیْ اَکْرَهُ اَنْ تَحْمِلَ وَاَنَا اُرِیْدُ مَا یُرِیْدُ الرِّجَالُ وَاِنَّ الْیَهُوْدَ تُحَدِّثُ اَنَّ الْعَزْلَ الْمَوْؤُدَۃُ الصُّغْرٰی. فَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ: کَذَبَتِ الْیَهُوْدُ، لَوْ اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَخْلُقَهٗ مَا اسْتَطَعْتَ اَنْ تَصْرِفَهٗ.)) [2]

''ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میری ایک لونڈی ہے جس سے میں عزل کرتا ہوں۔ مجھے اس سے وہی رغبت ہے جو مردوں کو عورتوں سے ہوتی ہے۔ لیکن میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ وہ حاملہ ہو جائے۔ یہود عزل کو موودہ صغریٰ (ایک درجہ میں قتل اولاد) سے تعبیر کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہود غلط کہتے ہیں۔ اگر اللہ بچہ پیدا کرنا چاہے تو تم اس کو ٹال نہیں سکتے۔''

آپ ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ عزل کرنے کے باوجود ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ منی کا قطرہ نکل کر رحم میں پہنچ جاتا ہے اور لاعلمی میں حمل ٹھہر جاتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں عزل کا ذکر چھڑ گیا تو ایک شخص نے کہا کہ لوگ اسے موودہ صغریٰ سمجھتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: موودہ (زندہ در گور

---

[1] صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب حکم العزل، رقم الحدیث: ۱۴۴۰۔

[2] [صحیح] سنن ابی داؤد ، کتاب النکاح، باب ماجاء فی العزل، رقم الحدیث: ۲۱۷۱؛ الدر المنثور للسیوطی، ۲۶۷/۱؛ مسند احمد بن حنبل، ۳۳/۳، رقم الحدیث: ۱۱۲۸۸۔ کتاب السنۃ لابن ابی عاصم، باب فی العزل و ما أراد اللہ کونہ کونہ، رقم الحدیث: ۳۵۹؛ مصنف عبدالرزاق، ۱۴۰/۷ ، رقم الحدیث: ۱۲۵۵۰۔

Marfat.com
Marfat.com

کرنا بالفاظ دیگر قتل اولاد) کا اطلاق اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ جنین سات اطوار سے گزر جائے۔ منی کا خلاصہ نطفہ بن جائے پھر جما ہوا خون پھر گوشت کا لوتھڑا پھر ہڈیاں پھر گوشت پوست۔ اور ان سب مدارج سے گزرنے کے بعد انسان کی شکل اختیار کر جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آپ نے بالکل صحیح کہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو طویل عمر عطا فرمائے۔'' [1]

خاندانی منصوبہ بندی کے جواز کی صورتیں

خاندانی منصوبہ بندی کا جواز چند ضرورتوں کی بنا پر ہے۔ ایک ضرورت تو یہ ہے کہ ماں کی زندگی یا صحت کو مرض یا زچگی کی وجہ سے خطرہ لاحق ہو۔ یہ بات تجربہ سے معلوم ہو جائے یا قابل اعتماد ڈاکٹر بتا دے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ﴾ [2]

''اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔''

﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۝﴾ [3]

''اپنے کو ہلاک نہ کرو یقیناً اللہ تم پر مہربان ہے۔''

دوسری ضرورت یہ ہے کہ دنیوی حرج میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو جس کے نتیجہ میں دینی حرج پیدا ہو جائے اور آدمی اولاد کی خاطر حرام چیز کو قبول کرنے اور ناجائز باتوں کا ارتکاب کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ﴾ [4]

''اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے تم پر سختی کرنا نہیں چاہتا۔''

﴿مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ﴾ [5]

''اللہ تم پر تنگی مسلط کرنا نہیں چاہتا۔''

---

[1] مصنف عبدالرزاق ۷/۱٤۱، رقم الحدیث: ۱۲۵۵۲۔ [2] ۲/البقرۃ: ۱۹۵۔

[3] ٤/النسآء: ۲۹۔ [4] ۲/البقرۃ: ۱۸۵۔ [5] ٥/المآئدۃ: ٦۔

Marfat.com
Marfat.com

تیسری ضرورت اولاد کی صحت کے خراب ہو جانے یا ان کی صحیح تربیت نہ ہونے کا احتمال ہے۔ صحیح مسلم میں ہے:

((عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّىْ اَعْزِلُ عَنِ امْرَأَتِىْ. فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِمَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ اُشْفِقُ عَلٰى وَلَدِهَا. اَوْ قَالَ. عَلٰى اَوْلَادِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ كَانَ ضَارًّا لَضَرَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ)) [1]

''اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس نے کہا بچہ کو (یا یہ کہا کہ بچوں کو) نقصان پہنچنے کے اندیشہ سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر نقصان پہنچنے کی بات صحیح ہوتی تو فارس و روم والوں کو ضرور نقصان پہنچتا۔''

گویا نبی ﷺ کے نزدیک افراد کا یہ طرز عمل امت کے لیے بحیثیت مجموعی مضر نہیں تھا اور مضر نہ ہونے کی دلیل یہ تھی کہ فارس و روم کی قوموں کو جو اس وقت کی بڑی طاقتور حکومتیں تھیں، اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔

شرعاً جو ضرورتیں معتبر ہیں ان میں سے ایک ضرورت یہ ہے کہ دودھ پیتے بچہ کو نئے حمل کی وجہ سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، کیونکہ ایسی صورت میں اس بات کا امکان ہے کہ ماں کا دودھ خراب ہو جائے اور بچہ کمزور ہو جائے۔

نبی ﷺ امت کو ایسی باتیں اختیار کرنے کی ہدایت فرماتے تھے جو اُمت کے حق میں مفید ہوں اور ان باتوں کو اختیار کرنے سے منع فرماتے تھے جو امت کے حق میں مضر ہوں۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

---

[1] صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب جواز الغيلة، رقم الحديث: ١٤٤٣؛ كنز العمال للمتقى الهندى، رقم الحديث: ٤٥٨٥٧؛ مسند احمد بن حنبل، ٥/٢٠٣، رقم الحديث: ٢١٧٧٠۔

Marfat.com
Marfat.com

((لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ سِرًّا فَاِنَّ الْغَيْلَ يُدْرِكُ الْفَارِسَ فَيُدَعْثِرُهٗ.)) 1

''اپنی اولاد کو خفیہ طریقہ پر ہلاک نہ کرو کیونکہ دودھ پیتے بچے کی موجودگی میں بیوی سے صحبت کرنے سے بچہ کو نقصان پہنچتا ہے۔''

لیکن نبی ﷺ نے اس کی ممانعت حرمت کے درجہ میں نہیں فرمائی کیونکہ آپ ﷺ کے زمانہ میں دوسری قوموں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا اور انہیں اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔ نیز اگر دودھ پلانے کی وجہ سے جماع کی قطعی ممانعت کر دیجاتی تو ان کے شوہروں کو اس سے تکلیف ہوتی جبکہ دودھ پلانے کا سلسلہ دو سال تک جاری رہتا ہے۔ ان تمام باتوں کا لحاظ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَنْهٰى عَنِ الْغِيْلَةِ ثُمَّ رَاَيْتُ فَارِسَ وَالرُّوْمَ يَفْعَلُوْنَهٗ وَلَا يَضُرُّ اَوْلَادَهُمْ شَيْئًا.)) 2

''میں چاہتا تھا کہ دودھ پیتے بچوں کی ماؤں سے مباشرت کرنے سے منع کروں لیکن فارس اور روم کے لوگوں کے بارے میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایسا کرتے ہیں اور ان کے بچوں کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔''

ابن قیم رحمہ اللہ نے ان دونوں حدیثوں میں تطابق کی صورت یہ بیان فرمائی ہے کہ:

''نبی ﷺ کے سامنے دونوں پہلو تھے۔ ایک یہ کہ دودھ پیتے بچہ کی موجودگی میں اس کی ماں سے مباشرت بچہ کے حق میں نقصان دہ ہوگی اگرچہ یہ نقصان بچہ کو قتل کرنے یا ہلاک کرنے کے مترادف نہیں ہے۔ تاہم

---

1 [ضعيف] سنن ابی داؤد، كتاب الطب، باب فی الغيل، رقم الحديث: ٣٨٨١؛ مسند احمد بن حنبل ٦/٤٥٣، رقم الحديث: ٢٧٥٦٢؛ سنن ابن ماجة، كتاب النكاح، باب الغيل، رقم الحديث: ٢٠١٢۔

2 صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب جواز الغيلة، رقم الحديث: ١٤٤٢؛ سنن ابی داؤد، كتاب الطب فی الغيل، رقم الحديث: ٣٨٨٢؛ سنن نسائی، كتاب النكاح، باب الغيلة، رقم الحديث: ٣٣٢٨؛ مسند احمد بن حنبل، ٦/٣٦١، رقم الحديث: ٢٧٠٣٥۔

Marfat.com
Marfat.com

نقصان کے اندیشہ کے پیش نظر آپ ﷺ نے ممانعت فرمائی لیکن یہ ممانعت حرمت کے درجہ میں نہیں تھی۔ پھر آپ ﷺ نے سدِ ذریعہ کے طور پر اس سے روکنا چاہا لیکن دوسرا پہلو آپ ﷺ کے سامنے یہ آیا کہ اس ذریعہ کا انسداد اس مفسدہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا جو مدتِ رضاعت میں مباشرت کی ممانعت کی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے۔ خاص طور سے نوجوانوں اور اربابِ شہوت کے مفسدہ میں مبتلا ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کی رائے یہ ہوئی کہ یہ مصلحت سدِ ذریعہ کے مفسدہ کے مقابلہ میں راجح ہے نیز اس دور کی دو بڑی قوموں کا طرز عمل بھی پیش نظر تھا جو اس سے احتراز نہیں کرتی تھیں۔ ان امور کے پیش نظر آپ ﷺ نے اس کی ممانعت نہیں فرمائی۔'' [1]

ہمارے زمانہ میں منع حمل کے نئے نئے ذرائع ایجاد [2] ہوئے ہیں جن کو استعمال کر کے اس مصلحت کا تحفظ کیا جا سکتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے پیش نظر تھی یعنی دودھ پیتے بچہ کو نقصان پہنچنے سے بچانا اور اس مفسدہ سے بھی بچانا جو دوران رضاعت مباشرت کی ممانعت کی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے۔

اس کی روشنی میں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کی نظر میں دو ولادتوں کے درمیان کی مثالی مدت اس شخص کے لیے جو رضاعت کی تکمیل کرنا چاہتا ہو تیس (۳۰) یا تینتیس (۳۳) مہینے ہے۔

امام احمد کے نزدیک عزل جائز ہے بشرطیکہ بیوی کی اجازت سے کیا جائے کیونکہ اولاد اور تلذذ دونوں میں اس کا حق ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ

---

[1] زاد المعاد' ج ٤، ص ٦٦۔

[2] واضح رہے کہ مؤلف کی یہ بحث فیملی پلاننگ سے متعلق ہے نہ کہ نس بندی سے متعلق اس لیے اس کو نس بندی کے جواز پر محمول کرنا صحیح نہ ہوگا۔ نس بندی در حقیقت خلق اللہ میں تبدیلی ہے۔ اس لیے اس کا گناہ اور ناجائز ہونا بالکل واضح ہے مگر یہ کہ آدمی کے لیے جبر و اضطرار کی صورت پیدا ہو جائے۔ مترجم

Marfat.com
Marfat.com

نے بیوی کی اجازت کے بغیر عزل کرنے سے منع فرمایا۔ [1]

اس سے اسلام کا وہ ممتاز نقطۂ نظر نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے جو اس نے عورتوں کے حقوق کے سلسلہ میں ایسے زمانہ میں اختیار کیا جبکہ لوگ حقوق نسواں سے بالکل آشنا نہ تھے۔

اسقاطِ حمل

اسلام نے مانعِ حمل طریقے اختیار کرنا ایسی صورت میں جائز ٹھہرایا ہے جبکہ ضرورت اس کی متقاضی ہو لیکن جب حمل قرار پا چکا ہو تو اس کو نقصان پہنچانا کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نفخ روح کے بعد جنین کا اسقاط حرام اور جرم ہے۔ ایک مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ صورت جنین کے حق میں جو ایک زندہ وجود اور اپنی ساخت میں کامل ہے صریح ظلم ہے۔ اسی لیے فقہا کہتے ہیں کہ حمل ساقط کرانے کی صورت میں اگر جنین زندہ پیدا ہو کر مر جائے تو دیت لازم آئے گی اور اگر جنین مردہ پیدا ہو گیا تو جرمانہ ادا کرنا ہوگا جس کی مقدار دیت سے کم ہوگی۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ جب قابلِ اعتماد ذرائع سے یہ اندازہ ہو جائے کہ جنین کو بچانے کی صورت میں لامحالہ ماں کی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑے گا اور اسقاط کے سوا کوئی دوسری صورت جان بچانے کی ممکن نہیں ہے تو ایسی صورت میں اسقاط ضروری ہو جاتا ہے۔ شریعت کا عام قاعدہ یہ ہے کہ دو ضرر رساں چیزوں میں سے کم ضرر رساں چیز کو اختیار کیا جائے۔ اس قاعدے کے پیش نظر بچہ کی جان کو بچانے کی خاطر ماں کی زندگی کو خطرہ میں نہیں ڈالا جا سکتا کیونکہ ماں کی زندگی اصل ہے اور اس کا حق مقدم ہے۔ لہٰذا اس کی زندگی کو جنین کی زندگی پر ہرگز قربان نہیں کیا جا سکتا۔

اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''منعِ حمل اور اسقاط حمل میں فرق کیا جانا چاہیے۔ منع حمل قتل اولاد کے

---

[1] [اسناده ضعيف] السنن الكبرىٰ للبيهقي، ٢٣١/٧؛ مصنف عبدالرزاق، ١٤٣/٧، رقم الحديث: ١٢٥٦٣۔

Marfat.com
Marfat.com

مترادف نہیں ہے کیونکہ قتل اولاد کا اطلاق اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ بچہ وجود میں آچکا ہو۔ بچہ کے وجود میں آنے کے کئی مدارج ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ رحم میں نطفہ قرار پا جائے اور اس میں زندگی کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ ایسی صورت میں اس کو ضائع کرنا گناہ کا کام ہے۔ پھر جب خون کا لوتھڑا بن جائے تو اس کو ضائع کرنا اس سے زیادہ گناہ کی بات ہے۔ اور جب اس میں روح پھونکی جا چکی ہو اور وہ صحیح الخلقت انسان بن گیا ہو تو اس کو ضائع کرنا گناہ میں مزید اضافہ کا موجب ہے اور حد درجہ گناہ یہ ہے کہ بچہ کو پیدائش کے بعد قتل کر دیا جائے۔" [1]

❋❋❋

[1] احیاء العلوم، کتاب النکاح۔

Marfat.com
Marfat.com

زوجین کے معاشرتی حقوق

نکاح وہ پختہ عہد ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے درمیان ذریعۂ ارتباط بنایا ہے۔ دونوں میں سے ہر فرد نکاح کے بعد زوج کہلاتا ہے کیونکہ وہ دوسرے کا جوڑ ہوتا ہے اور اپنے دل میں اس کے درد کی چوٹ محسوس کرتا ہے۔ قرآن کریم نے اس بندھن کی تصویر کشی اس طرح کی ہے:

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ.﴾ [1]

''وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔''

یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ زوجین کو باہم متحد، ایک دوسرے کی ستر پوشی کرنے والا، ایک دوسرے کا حامی اور ایک دوسرے کے لیے باعث زینت ہونا چاہیے۔ گویا دونوں کے ایک دوسرے پر حقوق جن کو بغیر کسی کوتاہی کے ادا کرنا چاہیے۔ یہ حقوق مساوی ہیں بجز اُن باتوں کے جو مردوں کے ساتھ ان کی فطرت کے لحاظ سے مخصوص ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ.﴾ [2]

''عورتوں کے لیے بھی معروف طریقہ پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔''

یہ درجہ قوام اور ذمہ دار جوابدہ ہونے کا ہے۔ نبی ﷺ سے ایک شخص نے پوچھا ہماری بیویوں کا ہم پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوْهَا اِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِى الْبَيْتِ.)) [3]

---

[1] ٢/البقرة:١٨٧۔ [2] ٢/البقرة:٢٢٨۔ [3] [صحيح] سنن ابى داؤد ، كتاب النكاح، باب فى حق المرأة على زوجها ، رقم الحديث: ٢١٤٢؛ سنن ابن ماجة، كتاب النكاح، باب حق المرأة على الزوج ، رقم الحديث: ١٨٥٠؛ السنن الكبرىٰ للبيهقى ، ٧/٢٩٥؛ مسند احمد بن حنبل، ٤/٤٤٧ ، رقم الحديث: ٢٠٠١١؛ ارواء الغليل للألبانى، ٧/٩٧ ، رقم الحديث: ٢٠٣٣۔

Marfat.com
Marfat.com

"یہ کہ انہیں اپنے ساتھ کھلاؤ پلاؤ اور پہناؤ، اس کے چہرہ پر نہ مارو اور نہ اسے برا بھلا کہو اور اسے اس کے گھر کے سوا کہیں نہیں چھوڑو۔"

اس لیے کسی مسلمان شوہر کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کے نان نفقہ اور پوشش کی طرف سے بے اعتنائی برتے۔ حدیث میں ہے:

((كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يُضِيعَ مَنْ يَقُوتُ.)) [1]

"آدمی کے گنہگار ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ جن کے نان نفقہ کی اس پر ذمہ داری ہے ان کی طرف سے وہ بے پرواہ ہو جائے۔"

اسلام شوہر کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنی بیوی کے منہ پر مارے کیونکہ یہ انسانی احترام کے خلاف ہے اور اس سے جسم کے اشرف حصہ کو جس میں جسم کے جملہ محاسن جمع ہیں تکلیف پہنچتی ہے۔ گو نافرمان اور سرکش بیوی کو وقتِ ضرورت بغرض تادیب مارنا جائز ہے لیکن اس طرح زدوکوب کرنا کہ اسے اذیت پہنچے یا اس کے چہرہ کو مار لگے جائز نہیں ہے۔ اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے کہ بیوی کو برا بھلا کہا جائے اور اذیت دہ باتیں کی جائیں یا ایسی باتیں کی جائیں جو اسے ناگوار ہوں یا مثلاً یہ کہا جائے کہ اللہ تیرا برا کرے وغیرہ۔

رہا شوہر کا حق بیوی پر تو نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ اَنْ تَاْذَنَ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَهُوَ كَارِهٌ وَلَا تَخْرُجَ وَهُوَ كَارِهٌ وَلَا تُطِيعَ فِيهِ اَحَداً. وَلَا تَعْتَزِلَ فِرَاشَهُ وَلَا تَضْرِبُهُ فَاِنْ كَانَ هُوَ اَظْلَمَ فَلْتَاْتِهِ حَتّٰى تُرْضِيَهُ، فَاِنْ قَبِلَ مِنْهَا فَبِهَا وَنَعِمَتْ وَقَبِلَ اللّٰهُ عُذْرَهَا وَاَفْلَجَ حُجَّتَهَا، وَاِنْ هُوَ لَمْ يَرْضَ فَقَدْ اَبْلَغَتْ عِنْدَ اللّٰهِ عُذْرَهَا.)) [2]

---

[1] [صحیح لغیرہ] صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقة علی العیال والمملوك، رقم الحدیث: ۹۹٦؛ مستدرک حاکم، ۱/۴۱۵، رقم الحدیث: ۱۵۵۵؛ حلیة الأولیاء لابی نعیم، ۷/۱۵۳، رقم الحدیث: ۹۹۸٦؛ مسند احمد بن حنبل، ۲/۱٦۰، رقم الحدیث: ٦۴۹۵۔

[2] [اسنادہ ضعیف] مستدرک حاکم، ۲/۱۹۰، رقم الحدیث: ۲۸۲۴؛ السنن الکبری للبیهقی، ۷/۲۹۳؛ المعجم الکبیر للطبرانی، ۲۰/٦۲، ۱۰۷؛ مجمع الزوائد للهیثمی، ۴/۳۱۳، رقم الحدیث: ۷٦٦۵۔

Marfat.com
Marfat.com

''جو عورت اللہ پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں اس شخص کو آنے کی اجازت دے جسے وہ پسند نہ کرتا ہو اور نہ اس کی مرضی کے بغیر وہ باہر نکلے اور نہ اس معاملہ میں کسی کی بات مانے اور نہ اپنے شوہر کے بستر سے الگ رہے اور نہ اس کو مارے۔ اگر شوہر ظالم ہو تو اپنی حد تک اسے خوش رکھنے کی کوشش کرے۔ اگر اس کی یہ خدمت شوہر نے قبول کر لی تو فبہا۔ اللہ اس کے عذر کو قبول فرمائے گا اور اس کا برسر حق ہونا ظاہر فرمائے گا۔ اور اگر شوہر راضی نہ ہو تو اللہ کے حضور اس کا عذر پہنچ ہی جائے گا۔''

میاں بیوی کو ایک دوسرے کے مقابلہ میں صبر کرنا چاہیے

مسلمان شوہر کو اپنی بیوی کی ناپسندیدہ باتوں پر صبر کرنا چاہیے اور انسان میں انسان ہونے کی حیثیت سے جو نقائص ہوتے ہیں اور عورتوں میں نسوانیت کی بناء پر جو کمزوریاں ہوتی ہیں ان کو برداشت کرنے کی عادت ڈالنا چاہیے۔ اسی طرح بیوی کی برائیوں کے مقابلہ میں اچھائیوں اور عیوب کے مقابلہ میں اس کی خوبیوں پر نظر رکھنا چاہیے۔ حدیث میں ہے:

((لَا یَفْرَکْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ سَخِطَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْهَا غَیْرَهُ.)) [1]

''کوئی مؤمن کسی مؤمنہ سے نفرت نہ کرے۔ اگر اس میں ایک خصلت ناپسندیدہ ہوگی تو دوسری خصلت پسندیدہ ہوگی۔''

اور ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ کَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَهُوْا

[1] صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیة بالنساء، رقم الحدیث: ١٤٧٦؛ مسند احمد بن حنبل، ٣٢٩/٢، رقم الحدیث: ٨٣٦٣؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ٢٩٥/٧۔

Marfat.com
Marfat.com

شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا.﴾ [1]

''اُن کے ساتھ بھلے طریقہ سے رہو۔ اگر تمہیں وہ ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔''

اسلام نے جس طرح شوہر کو بیوی کی ناگوار باتوں پر صبر و تحمل سے کام لینے کی ہدایت کی ہے اسی طرح بیوی کو بھی یہ ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے شوہر کو ممکن حد تک خوش رکھنے کی کوشش کرے اور اپنے شوہر کو ناراضی کی حالت میں چھوڑ کر شب بسر نہ کرے۔ حدیث میں ہے:

((ثَلَاثَةٌ لَا تَرْتَفِعُ صَلَاتُهُمْ فَوْقَ رُؤُسِهِمْ شِبْرًا. رَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ وَامْرَاَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَاَخَوَانِ مُتَصَارِمَانِ.)) [2]

''تین اشخاص ایسے ہیں کہ ان کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت بھر بھی اوپر نہیں اُٹھتی۔ ایک وہ شخص جو لوگوں کی امامت کرے درآنحالیکہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں، دوسری وہ عورت جو اس حال میں شب بسر کرے کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو، تیسرے وہ دو بھائی جو ایک دوسرے سے لڑیں۔''

نافرمانی اور نزاع کی صورت میں

مرد گھر کا سردار اور خاندان کا سرپرست ہے اس بناء پر کہ اس کی تخلیق اسی طرز پر ہوئی ہے اور اس کے اندر اس کی استعداد پائی جاتی ہے اور کارگہِ حیات میں اس کی حیثیت بھی یہی کچھ ہے نیز وہ مہر اور نان نفقہ کا ذمہ دار ہے لہٰذا عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کی اطاعت سے خروج اختیار کرے اور اس سے سرکشی کرے ورنہ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تعلقات خراب ہو جائیں گے اور سفینۂ بیت ڈانواڈول ہونے لگے گا اور عجب نہیں کہ کسی

---

[1] ٤/النساء:١٩۔

[2] [حسن بشواهده] سنن ابن ماجة، كتاب اقامة الصلوات، باب من أم قوما وهم له كارهون، رقم الحديث: ٩٧١؛ جامع ترمذى، كتاب الصلوة، باب ماجاء فى من أم قوما و هم له كارهون، رقم الحديث: ٣٦٠؛ صحيح ابن حبان ٥/٥٣، رقم الحديث: ١٧٤٧۔

Marfat.com
Marfat.com

ناخدا کے نہ ہونے کی وجہ سے غرق ہو جائے۔

شوہر جب دیکھ لے کہ بیوی کی طرف سے نافرمانی کا صدور ہو رہا ہے اور بیوی اس کے خلاف سر اُٹھا رہی ہے تو کلماتِ خیر، موثر نصیحت اور حکیمانہ باتوں کے ذریعہ اس کی اصلاح کی ہر ممکن کوشش کرے۔ لیکن جب نصیحت کارگر ثابت نہ ہو تو اس کو اس کے بستر پر چھوڑ دے تاکہ نسوانی جذبات ابھر آئیں اور فرمانبرداری کرنے لگے۔

اور اگر یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہو تو پھر اس پر ہاتھ اٹھا سکتا ہے لیکن ایسی صورت میں اذیت دہ حد تک زدوکوب کرنے اور چہرے پر مارنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ بعض عورتوں کے لیے بعض حالات میں یہی علاج کارگر ہوتا ہے۔ مارنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوڑے یا لکڑی وغیرہ سے مارنا بلکہ اس کی نوعیت نبی ﷺ کے اس ارشاد سے واضح ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ایک خادم سے جس نے کسی کام کے سلسلہ میں آپ ﷺ کو غصہ دلایا تھا فرمایا کہ:

((لَوْلَا الْقِصَاصُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَاَوْجَعْتُكَ بِهٰذَا السِّوَاكِ.)) [1]

''اگر قیامت کے دن بدلہ نہ لیا جانے والا ہوتا تو میں تجھے اس مسواک سے مارتا۔''

نبی ﷺ نے زدوکوب کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((عَلَامَ يَضْرِبُ اَحَدُكُمْ امْرَأَتَهُ ضَرْبَ الْعَبْدِ وَلَعَلَّهُ اَنْ يُجَامِعَهَا فِيْ اٰخِرِ الْيَوْمِ.)) [2]

''تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو اس طرح کیوں پیٹتا ہے جس طرح

---

[1] [اسنادہ ضعیف] المعجم الکبیر للطبرانی، ۲۳/۳۷۶، رقم الحدیث: ۸۸۹؛ طبقات ابن سعد، ۱/۳۸۲؛ کتاب الأدب المفرد للبخاری، ۱/۹۸، رقم الحدیث: ۱۸۴؛ سلسلة الاحادیث الضعیفة للالبانی، ۹/۳۵۲، رقم الحدیث: ۴۳۶۳۔

[2] [صحیح] مسند احمد بن حنبل، ۴/۱۷، رقم الحدیث: ۱۶۲۲۱؛ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورة والشمس، رقم الحدیث: ۴۹۴۲؛ صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب النار یدخلها الجبارون، رقم الحدیث: ۲۸۵۵۔

Marfat.com
Marfat.com

غلاموں کی پٹائی ہوتی ہے؟ اور اس کے بعد شاید وہ رات میں اس سے مجامعت بھی کر لے۔''

جو لوگ عورتوں کو مارتے ہیں ان کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

((لَا تَجِدُوْنَ اُولٰئِکَ خِیَارَکُمْ.)) [1]

''ایسے لوگوں کو تم اپنے میں بہتر نہ پاؤ گے۔''

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''آپ ﷺ کا یہ ارشاد کہ تم میں جو لوگ اچھے ہوں گے وہ کبھی اپنی بیویوں کو نہیں ماریں گے، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عورتوں کو مارنا فی الجملہ جائز ہے جس کا مناسب موقع اس وقت ہے جبکہ شوہر بیوی میں کوئی ایسی ناگوار بات دیکھ لے جس میں اس کی اطاعت کرنا اس پر واجب ہے۔ ایسی صورت میں وہ اسے تادیباً مار سکتا ہے۔ البتہ اگر دھمکی وغیرہ سے کام چل سکے تو اچھا ہی ہے اور جب ذو معنی الفاظ استعمال کرنے سے کام چلتا ہو مار پیٹ سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور یہ حسنِ معاشرت کے خلاف ہے، حالانکہ حسنِ معاشرت ازدواجی زندگی میں اصلاً مطلوب ہے۔ اِلّا یہ کہ کسی ایسے معاملہ میں اسے مارنا پڑے جو اللہ کی نافرمانی سے تعلق رکھتا ہو۔''

نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ:

((مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِمْرَاَۃً لَہٗ وَلَا خَادِمًا قَطُّ وَلَا ضَرَبَ بِیَدِہٖ شَیْئًا قَطُّ اِلَّا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ تُنْتَھَکُ حُرُمَاتُ اللّٰہِ

---

[1] [ضعیف] سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی ضرب النساء، رقم الحدیث: ۲۱۴۶۔ سنن ابی ماجة، کتاب النکاح، باب ضرب النساء، رقم الحدیث: ۱۹۸۵؛ مستدرک حاکم، ۲/۱۸۸، رقم الحدیث: ۲۸۱۹؛ السنن الکبریٰ للبیھقی، ۷/۳۰۴۔

Marfat.com
Marfat.com

فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ.)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے اپنی کسی بیوی یا خادم کو کبھی نہیں مارا اور نہ کسی اور شخص پر کبھی اپنا ہاتھ اٹھایا۔ ہاں اللہ کی راہ میں یا محرمات الٰہی کی بے حرمتی کی وجہ سے اللہ کی خاطر کسی کو سزا دی ہو تو یہ اور بات ہے۔''

لیکن اگر یہ سب باتیں غیر موثر ثابت ہو جائیں اور اختلافات کی خلیج وسیع ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر اسلامی معاشرہ اور اہل الرائے اور اصحاب خیر کو اس میں مداخلت کر کے اصلاح کی کوشش کرنا چاہیے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ شوہر کے اہل میں سے ایک حَکَم اور بیوی کے اہل میں سے ایک حَکَم جو خیر پسند ہو مقرر کر لیں۔ اگر انہوں نے میاں بیوی کو ملانا اور خرابی کی اصلاح کرنا چاہا تو اللہ ان کے درمیان ضرور موافقت پیدا کرے گا۔ ان امور کے سلسلہ میں ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا. اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا. وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا. اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا.﴾ [2]

''جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں نصیحت کرو، ان کو ان کے بستروں میں چھوڑ دو اور انہیں مارو۔ پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان کے خلاف بہانے نہ ڈھونڈو۔ یقین جانو کہ اللہ بالاتر اور بہت بڑا ہے۔ اور اگر تمہیں دونوں کے درمیان افتراق کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو۔ اگر

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب مباعدته ﷺ للآثام، رقم الحديث: ٢٣٢٨؛ نسائي في الكبرى، ٣٧١/٥، رقم الحديث: ٩١٦٤ واللفظ لهٗ؛ مسند احمد بن حنبل، ٢٢٩/٦، رقم الحديث: ٢٥٩٢٣۔ [2] ٤/النساء: ٣٤، ٣٥۔

Marfat.com
Marfat.com

دونوں اصلاح کے طالب ہوئے تو اللہ ان کے درمیان سازگاری پیدا کر دے گا، بے شک اللہ علیم و خبیر ہے۔"

صرف ایسی صورت میں طلاق جائز ہو جاتی ہے

ان تمام صورتوں اور تمام کوششوں کے ناکام ہو جانے کے بعد شوہر کے لیے جائز ہو جاتا ہے کہ وہ بہ تقاضائے ضرورت آخری چارۂ کار تلاش کرے جسے اسلام نے مشروع قرار دیا ہے تاکہ مشکلات کا حل نکل آئے اور یہ آخری چارۂ کار طلاق ہے۔ اسلام نے اس طریقہ کو اختیار کرنے کی اجازت بہ کراہت دی ہے۔ اسے نہ مندوب قرار دیا ہے اور نہ مستحب بلکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ.)) [1]

"اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے"

((مَا اَحَلَّ اللّٰهُ شَيْئًا اَبْغَضَ اِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ.)) [2]

"اللہ نے طلاق سے زیادہ کسی ناپسندیدہ چیز کو حلال نہیں قرار دیا۔"

اور طلاق کا حلال مگر ناپسندیدہ ہونا اس بات سے ظاہر ہے کہ طلاق ایک رخصت ہے جسے ضرورۃً جائز قرار دیا گیا ہے۔ اسے ایسی صورت میں اختیار کیا جا سکتا ہے جبکہ گھریلو زندگی متاثر ہو جائے اور زوجین کے دلوں میں نفرت بیٹھ جائے اور وہ اس قابل نہ رہیں کہ حدود اللہ پر قائم رہ سکیں اور حقوقِ زوجیت ادا کر سکیں۔ بقول کسے جب وفاق کی کوئی صورت نہ رہی تو فراق سہی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ.﴾ [3]

---

[1] [ضعيف] سنن ابى داؤد ، كتاب الطلاق، باب فى كراهية الطلاق، رقم الحديث: ٢١٧٨؛ سنن ابن ماجة، كتاب الطلاق، باب نمبر (١)، رقم الحديث: ٢٠١٨؛ السنن الكبرىٰ للبيهقى، ٣٢٢/٧؛ ارواء الغليل للألبانى، ١٠٦/٧، رقم الحديث: ٢٠٤٠۔ [2] [ضعيف] سنن ابى داؤد ، كتاب الطلاق، باب فى كراهية الطلاق، رقم الحديث: ٢١٧٧؛ السنن الكبرىٰ للبيهقى، ٣٢٢/٧؛ مستدرك حاكم، ١٩٦/٢، رقم الحديث: ٢٨٤٨۔ [3] ٤/النسآء: ١٣٠۔

Marfat.com
Marfat.com

"اگر دونوں جدا ہو جائیں گے تو اللہ ان میں سے ہر ایک کو اپنی وسعت سے بے نیاز کر دے گا۔"

اسلام سے قبل طلاق کا طریقہ

طلاق کو اسلام ہی نے تنہا جائز نہیں قرار دیا ہے بلکہ اسلام سے پہلے پوری دنیا میں طلاق کا طریقہ رائج تھا۔ بجز ایک دو قوموں کے۔ مرد جب عورت پر غصہ ہو جاتا، کسی معقول وجہ سے یا ناحق، تو اسے اس کے مکان سے باہر نکال دیتا اور عورت اپنی مدافعت میں کچھ نہ کر سکتی۔ نہ اس سے اس کا کوئی معاوضہ لے سکتی تھی اور نہ اس کو اور کسی قسم کا حق حاصل تھا۔

جس زمانہ میں یونانیوں نے شہرت حاصل کی اور ان کی تہذیب کا ڈنکا بج رہا تھا اس وقت ان میں بھی طلاق کسی قید اور شرط کے بغیر رائج تھی۔ اور رومانیوں کے نزدیک طلاق نکاح کے وجود میں آنے ہی سے معتبر سمجھی جاتی تھی یہاں تک کہ اگر زوجین عدمِ طلاق کی شرط لگاتے تو منصف نکاح کے باطل ہونے کا فیصلہ دے دیتا۔

رومانیوں کے قدیم قبائل کے نزدیک مذہبی نکاح کی صورت میں طلاق حرام ہو جاتی تھی البتہ شوہر کو اپنی بیوی پر لامحدود اختیارات حاصل ہو جاتے تھے یہاں تک کہ بعض حالات میں بیوی کو قتل کرنا بھی اس کے لیے روا ہو جاتا۔ بعد میں ان کے مذہب نے طلاق کو اسی طرح مباح قرار دیا جس طرح کہ شہری قانون کی رُو سے مباح تھی۔

یہودی مذہب میں طلاق

جہاں تک یہودی مذہب کا تعلق ہے اس نے بیوی کی حالت کو بہتر بنانے کا سامان کیا لیکن طلاق کو جائز قرار دے کر اُس کے جواز میں بڑی وسعت پیدا کر دی۔ شوہر عورت پر فسق کا جرم ثابت ہو جانے کی صورت میں شرعاً طلاق دینے کے لیے مجبور تھا یہاں تک کہ اگر شوہر اس کے جرم کو معاف کر دیتا تب بھی اس کے لیے طلاق دینا ضروری تھا نیز قانون کی رو سے بھی اگر دس سال گزر جانے کے باوجود عورت کو اولاد نہیں ہوئی ہے تو طلاق دینا ضروری تھا۔ [1]

---

[1] الاسلام دین عام خالد، از فرید وجدی، ص ۱۷۲۔

Marfat.com
Marfat.com

مسیحی مذہب میں طلاق

مسیحی مذہب طلاق کے معاملہ میں بالکل منفرد ہے۔ اس نے یہودی مذہب کی مخالفت کی اور انجیل نے حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے طلاق کو حرام قرار دیا نیز طلاق دینے والے مرد اور مطلقہ عورت کا نکاح حرام ٹھہرایا۔ متی کی انجیل میں ہے:

''یہ بھی کہا گیا تھا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑے اسے طلاق نامہ لکھ دے لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے وہ اس سے زنا کراتا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے۔'' 1

اور مرقس کی انجیل میں ہے:

''جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ اس پہلی کے برخلاف زنا کرتا ہے اور اگر عورت اپنے شوہر کو چھوڑ دے اور دوسرے سے بیاہ کرے تو زنا کرتی ہے۔'' 2

انجیل میں اس تحریم کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ:

''جسے خدا نے جوڑا ہے اسے آدمی جدا نہ کرے۔'' 3

یہ جملہ معناً اپنی جگہ بالکل صحیح ہے لیکن اسے طلاق کی حرمت کے لیے علت قرار دینا قابلِ تعجب ہے۔ اللہ کی طرف سے زوجین کے جوڑے جانے کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ اس نے نکاح کی اجازت دی ہے اور اسے مشروع ٹھہرایا ہے۔ اب اگر اس نے کچھ ضرورتوں کی بنا پر طلاق کی اجازت دے دی تو یہ تفریق بھی اللہ ہی کی طرف سے ہوئی اگرچہ انسان نے تفریق کا یہ کام انجام دیا ہو۔ اس سے واضح ہوا کہ جسے اللہ نے جوڑا ہے اسے جدا کرنے والا انسان نہیں ہے بلکہ اللہ ہی ہے۔ کیا زنا کی صورت میں دونوں کو جدا کرنے والا اللہ نہیں ہے؟ اسی طرح زنا کے علاوہ تفریق کے اور اسباب بھی ہو سکتے ہیں؟

---

1 متی، باب ۵، آیت ۳۱، ۳۲۔ 2 مرقس، ۱۰: ۱۱، ۱۲۔ 3 متی، ۱۹: ۶۔

Marfat.com
Marfat.com

طلاق کے مسئلہ میں مسیحی مذہب کا اختلاف

اگر چہ کہ انجیل نے زنا کی صورت میں طلاق کو حرمت سے مستثنیٰ کر دیا ہے لیکن کیتھولک مذہب نے اس استثناء کی تاویل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ درحقیقت یہاں کوئی استثناء ہے ہی نہیں اور نہ طلاق دینے کی کوئی گنجائش ہے۔ طلاق کا تو مسیحی مذہب میں وجود ہی نہیں ہے۔ رہی زنا کی علت تو وہ فی نفسہ عقد کو فسخ کرنے والی ہے اس لیے زنا کی صورت میں مرد کے لیے نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے کہ عورت کو چھوڑ دے۔

اس کے برعکس پروٹسٹنٹ مذہب کے پیرو طلاق کو مخصوص صورتوں میں مثلاً بیوی کے زنا کرنے یا شوہر کی خیانت وغیرہ کرنے کی صورت میں جائز قرار دیتے ہیں۔ انجیل متی کے بیان پر یہ اضافہ ہے جو انہوں نے کیا ہے۔ لیکن ایسی صورت میں طلاق دینے والے مرد اور مطلقہ عورت دونوں کا بعد میں رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونا حرام ٹھہرایا ہے۔

رہے آرتھوڈاکس (Orthodox) مذہب کے پیرو تو مصر میں اُن کی مذہبی مجالس نے بیوی کے زنا کے ارتکاب اور چند دیگر اسباب کی بناء پر طلاق کو جائز قرار دیا ہے۔ ان اسباب میں سے تین سال تک بیوی کا بانجھ رہنا، متعدی امراض اور جھگڑوں کا طویل سلسلہ جس میں صلح کی طرف سے ناامیدی جیسے اسباب شامل ہیں۔ لیکن یہ اسباب انجیل پر اضافہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس مذہب کے محافظ دوسروں سے ان اسباب کی بناء پر طلاق کا جواز منوا نہیں سکے ہیں۔ اور اسی بناء پر مصر کی مسیحی عدالت نے ایک مسیحی عورت کا دعویٰ جس کے ذریعہ اس نے اپنے تنگدست شوہر سے طلاق طلب کی تھی مسترد کرتے ہوئے یہ ریمارک دیا ہے کہ یہ عجیب معاملہ ہے کہ دین کے بعض علمبرداروں اور اس مجلس کے ممبروں نے ایسے اسباب کی بنا پر طلاق کو جائز قرار دیا ہے جس کی کوئی سند انجیل میں موجود نہیں ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

طلاق کے معاملہ میں مسیحیت کی ان پابندیوں کا نتیجہ

ان پابندیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسیحیت کے پیرو اپنے دین سے سرکشی کر بیٹھے اور انجیل کی ہدایت سے اس طرح نکل گئے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے اور جس کو اللہ نے جوڑا تھا اس کو جدا کر کے رہے۔ چنانچہ مسیحی مغرب نے ایسے شہری قوانین (Civil code) بنائے کہ ان کا اس قیدِ دوام سے نکلنا جائز ہو گیا اور امریکہ وغیرہ بہت سے ممالک نے تو طلاق کے جواز کے معاملہ میں بالکل چھوٹ دے دی گویا کہ وہ انجیل کو چیلنج کر رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ معمولی اسباب کی بناء پر لوگ طلاق کا ہتھیار استعمال کرنے لگے۔ اور جب اس انتہا پسندی کے نتیجہ میں ازدواجی زندگی اور خاندانی نظام میں انتشار پیدا ہوا تو اُن کے عقلاء کے نزدیک قابلِ شکایت قرار پایا یہاں تک کہ معاملاتِ طلاق کا ایک مشہور جج یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ عنقریب اُن کے ملک سے ازدواجی زندگی ختم ہو جائے گی اور عورت مرد کے درمیان اِباحت اور انارکی کی صورت میں تعلقات قائم ہوں گے۔ اور ازدواجی زندگی کی حیثیت آج تجارتی کمپنی کی ہے جس کے دونوں حصے دار معمولی اسباب کی بناء پر معاہدہ کو توڑ دیتے ہیں۔ یہ صورتِ حال تمام مذاہب کی ہدایت کے خلاف ہے۔

طلاق کے معاملہ میں مسیحیت کا منفرد رویہ

"دین کی تعلیمات سے ہٹ کر عائلی قوانین کو شہری قوانین کے مطابق ڈھالنے کی مثال غالباً مغربی مسیحیت کے سوا کہیں نہیں ملے گی۔ اہل مذاہب اپنی عائلی زندگی کو مذہبی تعلیم کے تابع رکھتے ہیں لیکن اہل مسیحیت ہی ایک ایسی قوم ہے کہ جس نے اس سلسلہ میں اپنے دین سے انحراف کیا اور خاص طور سے طلاق کے معاملہ میں، کیونکہ ان کا اپنا احساس یہ تھا کہ اس کی تعلیمات طلاق کے معاملہ میں خلافِ حقیقت ہیں۔ انسانی مزاج سے ناآشنا ہے اور انسانی زندگی پر اس کا انطباق درست نہیں۔" [1]

---

[1] حقوق الانسان فی الاسلام' از ڈاکٹر علی عبدالواحد وافی، ص ۸۸۔

Marfat.com

Marfat.com

مسیحیت وقتی علاج تھا نہ کہ شریعتِ عامہ

طلاق کے معاملہ میں انجیل میں جو کچھ مذکور ہے اگر وہ صحیح ہو اور بالفرض قرونِ اُولیٰ میں اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں کیا گیا تھا تب بھی یہ بات واضح ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے پیش نظر دوامی اور عمومی شریعت بنانا نہ تھا جو تمام انسانوں کے لیے ہو۔ آپ کا مقصد تو یہ تھا کہ یہود نے اللہ کی بخشی ہوئی رخصتوں کے معاملہ میں جو حد سے تجاوز کیا ہے جیسا کہ انہوں نے طلاق کے معاملہ میں کیا ہے اس کی مخالفت کی جائے۔ انجیل متی میں ہے کہ جب فریسیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کا امتحان لینا چاہا تو آپ سے پوچھا:

"کیا ہر ایک سبب سے اپنی بیوی کو چھوڑ دینا روا ہے؟ اس نے جواب میں کہا: کیا تم نے نہیں پڑھا کہ جس نے انہیں بنایا اس نے ابتداء ہی سے انہیں مرد اور عورت بنا کر کہا کہ اس سبب سے مرد باپ اور ماں سے جدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہے گا اور وہ دونوں ایک جسم ہوں گے۔ پس وہ دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں اس لیے جسے خدا نے جوڑا ہے اسے آدمی جدا نہ کرے۔ انہوں نے اس سے کہا: پھر موسیٰ نے کیوں حکم دیا ہے کہ طلاق نامہ دے کر چھوڑ دی جائے؟ اس نے ان سے کہا کہ موسیٰ نے تمہاری سخت دلی کے سبب سے تم کو اپنی بیویوں کو چھوڑ دینے کی اجازت دی مگر ابتداء سے ایسا نہ تھا۔ اور میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے اور جو کوئی چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے وہ بھی زنا کرتا ہے۔" [1]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طلاق کی جو اجازت دی تھی اس میں جب یہود نے غلو کیا تو حضرت مسیح علیہ السلام نے سزا کے طور پر طلاق ان پر حرام کر دی بجز زانیہ کے۔ یہ وقتی علاج تھا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور ایک ہمہ گیر اور دوامی شریعت کے

---

[1] متی' ۱۹:۱ تا ۱۰۔

Marfat.com
Marfat.com

ظہور تک کے لیے تھا۔

یہ بات معقول نہیں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام طلاق کے اس حکم کو دائمی شریعت کی حیثیت دینا چاہتے تھے کیونکہ آپ کے حواری اور مخلص تلامذہ نے خود اس حکم کو بوجھل قرار دیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا:

"اگر مرد کا بیوی کے ساتھ ایسا ہی حال ہے تو بیاہ کرنا ہی اچھا نہیں۔" [1]

کیونکہ ایسی صورت میں نکاح کرنے کا مطلب اپنی گردن میں ایسا طوق ڈال دینا ہے جس سے چھٹکارا کسی طرح ممکن نہیں خواہ مرد کا دل بیوی کی طرف سے کتنا ہی متنفر ہو اور وہ اس سے کتنا ہی کبیدہ خاطر ہو اور دونوں کے مزاج اور رجحانات میں کتنا ہی اختلاف ہو۔

طلاق کے سلسلہ میں اسلام کی قیود

اسلامی شریعت نے طلاق کے معاملہ میں متعدد قیود عائد کی ہیں جس سے طلاق کا دائرہ محدود ہو گیا ہے۔ جن ذرائع کا ذکر ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں ان سے کام لیے بغیر اور بلا ضرورت طلاق دینا اسلام میں حرام اور ممنوع ہے کیونکہ اس سے بیوی کے علاوہ خود شوہر کو بھی ضرر پہنچتا ہے اور خلافِ مصلحت بھی ہے اس لیے ایسی صورت میں طلاق دینا اسی طرح حرام ہے جس طرح کہ مال کو ضائع کرنا۔ نبی ﷺ کے ارشاد:

((لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ.)) [2]

"نہ اپنی ذات کو ضرر پہنچاؤ اور نہ دوسروں کو۔"

کی رُو سے بھی ایسی طلاق کے لیے کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔

رہے بہ کثرت طلاق دینے والے ذائقہ پرست تو یہ بات نہ اللہ کو پسند ہے اور نہ اس کے رسول ﷺ کو۔ ارشاد نبوی ہے:

---

[1] متی '۱۹: ۱۱۔

[2] [حسن] سنن ابن ماجة، كتاب الأحكام، باب من بنى فى حقه ما يضر بجاره، رقم الحديث: ۲۳٤۰؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي، ٦/ ٩٦؛ مسند احمد بن حنبل، ۱/ ۳۱۳، رقم الحديث: ۲۸٦٥؛ المعجم الكبير للطبراني، ۱۱/ ۲٤۰، رقم الحديث: ۱۱۸۰٦۔

Marfat.com
Marfat.com

((لَا اُحِبُّ الذَّوَّاقِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالذَّوَّاقَاتِ مِنَ النِّسَاءِ.)) [1]

''ذائقہ پرست مرد اور ذائقہ پرست عورتیں مجھے پسند نہیں ہیں۔''

((اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الذَّاوَّقِیْنَ وَلَا الذَّوَّاقَاتِ.)) [2]

''اللہ کو ذائقہ پرست مرد اور ذائقہ پرست عورتیں پسند نہیں ہیں۔''

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ طلاق ضرورت کو پورا کرنے ہی کی غرض سے مشروع کی گئی ہے۔

حالتِ حیض میں طلاق دینا حرام ہے

طلاق دینے کی ضرورت پیش آنے پر ہر وقت طلاق دینا جائز نہیں ہے بلکہ اس کے لیے مناسب وقت کا انتظار ضروری ہے۔ اور شرعاً اس کا مناسب وقت حالت طہر ہے یعنی عورت حیض اور نفاس کی حالت میں نہ ہو نیز اس حالتِ طہر میں اس نے مجامعت نہ کی ہو الاّ یہ کہ عورت حاملہ ہو اور اس کا حمل ظاہر ہو چکا ہو۔

یہ اس لیے کہ حالتِ حیض اور حالتِ نفاس میں شوہر بیوی سے علیحدہ رہتا ہے۔ قربت سے یہ محرومی ہو سکتا ہے کہ اسے طلاق دینے پر آمادہ کرے۔ اس امکان کے پیشِ نظر حکم دیا گیا ہے کہ شوہر حیض کے ختم ہو جانے اور بیوی کے پاک ہو جانے کا انتظار کرے اور پاک ہو جانے پر ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دے۔

جس طرح حالتِ حیض میں طلاق دینا حرام ہے اسی طرح اُس حالتِ طہر میں بھی طلاق دینا حرام ہے جس میں وہ مجامعت کر چکا ہو۔ کیا معلوم اسے حمل ٹھہر گیا ہو اور کیا عجب اگر اس حمل کا شوہر کو علم ہو جاتا تو وہ اپنی رائے بدل دیتا، طلاق نہ دیتا اور جنین کی وجہ سے بیوی کی رفاقت کو پسند کرتا!

لیکن جب بیوی حالتِ طہر میں ہو اور شوہر نے مجامعت نہ کی ہو یا حاملہ ہو اور حمل

[1] [ضعیف] المقاصد الحسنة للسخاوی، ص ٤٥٨، رقم الحدیث: ١٢٨١۔

[2] [اسنادہ ضعیف] المعجم الأوسط للطبرانی، ٨/٤١٣، رقم الحدیث: ٧٨٤٤؛ کشف الاستار عن زوائد البزار للهیثمی، ٢/١٩٢، رقم الحدیث: ١٤٩٧؛ مصنف ابن ابی شیبہ، ٥/٢٥٢،٢٥٣۔

Marfat.com
Marfat.com

ظاہر ہو گیا ہو تو ایسی صورت میں طلاق دینے کا مطلب یہ ہے کہ بیوی سے نفرت پختہ ہو گئی ہے اس لیے ایسی صورت میں طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عہد رسالت میں اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سے کہو کہ رجوع کریں پھر اگر چاہیں تو حالتِ طہر میں چھونے سے قبل طلاق دے دیں۔ یہ ہے عدت کے لیے طلاق جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے کہ اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو عدت کے لیے طلاق دو یعنی وہ اپنی عدت کا آغاز کر سکیں۔ اس سے مراد حالتِ طہر ہے۔ [1]

دوسری روایت میں ہے:

((مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا اَوْ حَامِلًا.)) [2]

''اُن سے کہو کہ رجوع کریں پھر حالتِ طہر یا حاملہ ہونے کی صورت میں طلاق دے دیں۔''

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حالتِ حیض میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟ مشہور یہ ہے کہ واقع ہوتی ہے لیکن طلاق دینے والا گنہگار ہوتا ہے۔

اور فقہا کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ایسی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی طلاق مشروع نہیں فرمائی ہے اور نہ اس کی اجازت دی ہے اس لیے ایسی طلاق طلاقِ شرعی نہیں ہے، پھر اسے صحیح کس طرح کہا جا سکتا ہے اور وہ نافذ کس طرح ہو سکتی ہے؟

ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا:

((كَيْفَ تَرىٰ فِيْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ حَائِضًا؟ فَقَصَّ عَلَى السَّائِلِ

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب نمبر ۱، رقم الحدیث: ۵۲۵۱؛ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب تحریم طلاق الحائض، رقم الحدیث: ۱۴۷۱؛ سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب فی طلاق السنة، رقم الحدیث: ۲۱۷۹۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب تحریم طلاق الحائض، رقم الحدیث: ۱۴۷۱/۵۔

Marfat.com
Marfat.com

قِصَّتَهُ حِينَ طَلَّقَ امْرأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ وَأَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ رَدَّهَا عَلَيْهِ وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا.)) 1

''تمہاری رائے اس شخص کے بارے میں کیا ہے جو اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دیتا ہے؟ انہوں نے اپنے طلاق دینے کا قصہ بیان کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طلاق کو رد کر دیا تھا اور اس کو طلاق شمار نہیں کیا تھا۔''

طلاق کی قسم کھانا حرام ہے

طلاق کو قسم قرار دینا یعنی یہ قسم کھا بیٹھنا کہ فلاں کام کے کرنے یا نہ کرنے کی صورت میں طلاق واقع ہوگی، جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اپنی بیوی کو ڈرا دھمکا کر یہ کہنا بھی جائز نہیں ہے کہ اگر تُو نے یہ کام کیا تو تجھے طلاق ہے۔ کیونکہ اسلام میں قسم کا ایک خاص صیغہ ہے جس کے علاوہ کسی اور صیغے میں قسم کی اجازت اسلام نے نہیں دی ہے۔ یہ صیغہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھانا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ أَشْرَكَ.)) 2

''جس نے اللہ کے سوا کسی اور چیز کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔''

((مَنْ كَانَا حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ.)) 3

''جس کو قسم کھانا ہو وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔''

---

1 [صحیح] سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق باب فی طلاق السنة، رقم الحدیث: ۲۱۸۵۔

2 سنن ابی داؤد، کتاب الایمان والنذور، باب کراهية الحلف بالأباء، رقم الحدیث: ۳۲۵۱؛ جامع ترمذی، کتاب النذور والإیمان، باب (۹)، رقم الحدیث: ۱۵۳۵؛ مسند احمد بن حنبل، ۲/ ۳۴، رقم الحدیث: ۴۹۰۴۔

3 [صحیح] مسند احمد بن حنبل ۲/ ۶، رقم الحدیث: ۴۵۲۳؛ صحیح البخاری، کتاب الشهادات، باب کیف یستحلف، رقم الحدیث: ۲۶۷۹؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب النهی عن الحلف بغیر الله، رقم الحدیث: ۳/ ۱۶۴۶۔

Marfat.com
Marfat.com

مطلقہ کو اپنے شوہر کے گھر میں عدت گزارنا چاہیے

اسلامی شریعت کی رُو سے مطلقہ پر واجب ہے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں عدت گزارے۔گھر سے باہر نکلنا اس پر حرام ہے۔اسی طرح مرد پر بھی حرام ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ناحق گھر سے باہر نکالے۔کیونکہ دورانِ عدت اس بات کا امکان ہے کہ مرد رجوع کرلے۔ جبکہ طلاق پہلی یا دوسری مرتبہ دی گئی ہو۔ایسی صورت میں اگر بیوی گھر میں اپنے شوہر سے قریب رہے گی تو اسے شوہر کے جذبات کو آمادہ کرنے کا موقع ملے گا اور شوہر کو بھی اچھی طرح غور کرنے کا موقع ملے گا۔

عدت کا حکم رحم کی پاکیزگی،شوہر کے حق کی رعایت اور اس کی زوجیت کے احترام کی غرض سے دیا گیا ہے۔جبکہ دلوں کا حال یہ ہے کہ وہ بدلتے بھی رہتے ہیں۔آدمی نئے انداز سے سوچنے بھی لگتا ہے،اور غصہ ختم ہوکر آدمی راضی بھی ہوجاتا ہے اور جذبات کی رو میں بہنے والا ٹھنڈا بھی پڑجاتا ہے اور ناگوار خیال کرنے والا شخص پسند بھی کرنے لگتا ہے۔

مطلقہ عورتوں کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا۝﴾ [1]

''اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں الا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوں۔یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں اور جو کوئی حدود اللہ سے تجاوز کرے گا وہ اپنے ہی نفس پر ظلم کرے گا۔تم نہیں جانتے شاید اس کے بعد اللہ کوئی صورت پیدا فرمائے۔''

لیکن اگر علیحدگی ناگزیر ہوجائے تو پھر دونوں کو معروف طریقہ پر اور خوبصورتی کے ساتھ علیحدگی اختیار کرنا چاہیے۔نہ اذیت دی جائے،نہ الزام تراشی کی جائے اور نہ حقوق

---

[1] ٦٥/الطلاق:١۔

Marfat.com
Marfat.com

تلف کیے جائیں۔ارشاد خداوندی ہے:

﴿فَامْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْفَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ.﴾ [1]

''تو بھلے طریقہ پر ان کو روک رکھو یا بھلے طریقہ پر ان سے علیحدگی اختیار کرو۔''

اور فرمایا:

﴿وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ ط حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ٥﴾ [2]

''اور مطلقہ عورتوں کو معروف طریقہ پر کچھ دینا ہے، یہ حق ہے متقیوں پر۔''

ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ طلاق

اسلام نے مسلمان کو اختیار دیا ہے کہ وہ تین طلاقیں تین مرتبہ دے۔اس طور سے کہ حالت طہر میں جس میں اس نے مجامعت نہ کی ہو ایک طلاق دے دے اور اسے اسی حال میں چھوڑ دے یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے۔اگر شوہر دوران عدت اسے رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے، لیکن اگر وہ رجوع نہ کرے اور عدت ختم ہو جائے تو پھر وہ نئے نکاح کے ساتھ اسے واپس لا سکتا ہے۔اور اگر شوہر ضرورت نہ سمجھے تو عورت دوسرے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔

اگر پہلی طلاق کے بعد شوہر نے اسے دوبارہ اپنی زوجیت میں لے لیا اور پھر دونوں کے درمیان تعلقات کشیدہ ہو گئے اور صلح صفائی کی صورت پیدا نہ ہو سکی تو وہ دوسری مرتبہ طلاق دے سکتا ہے۔اس طریقہ کے مطابق جس کا ذکر اوپر گزر چکا۔شوہر کو اب بھی یہ اختیار رہتا ہے کہ دورانِ عدت رجوع کرے یا عدت گزر جانے پر نئے نکاح کے ساتھ اپنی زوجیت میں لے لے۔

لیکن اگر اس نے دوبارہ واپس لینے کے بعد پھر تیسری مرتبہ طلاق دے دی تو یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ دونوں کے درمیان نفرت پختہ ہو گئی ہے اور موافقت کی صورت ممکن نہیں ہے۔ایسی صورت میں یعنی تیسری طلاق کے بعد شوہر کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ

---

[1] ٦٥/الطلاق:٢۔ [2] ٢/البقرة:٢٤١۔

Marfat.com
Marfat.com

اسے واپس لے لے۔ اب وہ اس کے لیے حلال نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔ ایسا نکاح جو صحیح بھی ہو اور شرعی طریقہ پر ہوا ہو نیز فی نفسہٖ نکاح مقصود ہو محض سابق شوہر کے لیے حلالہ کرنے کی غرض سے نہ کیا گیا ہو۔

اس طریقہ طلاق کے برخلاف جو شخص تین وقفوں کو ایک وقفہ میں جمع کر دیتا ہے اور بیک کلمہ تین طلاقیں دے دیتا ہے وہ شرعی طریقہ کے خلاف کرتا ہے اور راہ راست سے انحراف کرتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب معلوم ہوا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی ہیں تو غصہ میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

((أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟ حَتّٰى قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَا أَقْتُلُهُ.)) [1]

''کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے؟ درآنحالیکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ ایک شخص آپ ﷺ کی برہمی کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ کیا میں اسے قتل نہ کر دوں؟''

معروف طریقہ پر روکے رکھنا یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا

طلاق دے چکنے کے بعد جب عدت کی مدت پوری ہونے کو ہو تو شوہر کو دو میں سے کوئی ایک بات اختیار کرنی چاہیے۔

یا تو اُسے معروف طریقہ پر روکے رکھے یعنی حسن سلوک اور اصلاح کے ارادہ سے رجوع کر لے۔ لڑنے اور تکلیف دینے کا ارادہ نہ ہو۔

یا پھر معروف طریقہ پر علیحدگی اختیار کر لے یعنی عدت پوری ہونے تک اسے چھوڑے رکھے اور اس کے بعد کوئی الجھن پیدا کیے بغیر اور کسی قسم کا نقصان نہ پہنچاتے ہوئے نیز ادائیگی حقوق کے معاملہ میں بُخل سے کام نہ لیتے ہوئے جدا ہو جائے۔

---

[1] [صحيح] سنن نسائي، كتاب الطلاق، باب الثلاث المجموعة وما فيه من التغليظ، رقم الحديث: ٣٤٣٠؛ السنن الكبرىٰ للنسائي، ٥/٢٥٢، رقم الحديث: ٥٥٦٤۔

Marfat.com

Marfat.com

شوہر کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جب عدت کی مدت ختم ہونے کو ہو تو اذیت دہی اور عدت کو لمبا کرنے کی غرض سے رجوع کرلے اور بیوی کو ممکنہ طویل مدت تک دوسرے نکاح سے محروم رکھے۔

اہل جاہلیت اس قسم کی حرکتیں کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس طرح عورت کو تکلیف دینا حرام ٹھہرایا ہے اور یہ حرمت ایسے موثر پیرایہ میں بیان فرمائی ہے کہ دل دہل جاتے ہیں۔ فرمایا:

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ.... وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا.... وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ.... وَلَا تَتَّخِذُوٓا آيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا.... وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ. وَاتَّقُوا اللّٰهَ.... وَاعْلَمُوٓا أَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ.﴾

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی عدت پوری ہونے کو آجائے تو بھلے طریقہ سے انہیں روک لو یا بھلے طریقہ سے انہیں رخصت کردو...... ستانے کے لیے انہیں نہ روکو کہ یہ زیادتی ہوگی...... اور جو ایسا کرے گا وہ اپنے نفس پر ظلم کرے گا...... اور اللہ کی آیات کو مذاق نہ بناؤ۔۔ اور اللہ کے فضل کو نہ بھولو اور اس کتاب اور حکمت کو یاد رکھو جو اس نے تمہاری نصیحت کے لیے نازل کی ہے۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو...... اور جان لو کہ اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔''

مطلقہ کو اپنی مرضی سے دوسرا نکاح کرنے سے روکا نہ جائے

مطلقہ کی عدت جب پوری ہو جائے تو اسے اپنی مرضی سے کسی دوسرے کے ساتھ

Marfat.com
Marfat.com

نکاح کرنے سے روکنا نہ سابق شوہر کے لیے جائز ہے اور نہ ولی کے لیے اور نہ کسی اور شخص کے لیے، اور اگر منگیتر اپنی منسوبہ سے معروف اور عرفی طریقہ پر باہم راضی ہو جاتے ہیں تو عورت کے اس اندازِ رغبت پر کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔ بعض طلاق دینے والے مرد عورت پر اپنا اثر باقی رکھنا چاہتے ہیں اور دوسرے نکاح کے بارے میں اسے ڈراتے دھمکاتے رہتے ہیں۔ یہ سب جہالت اور جاہلیت کے کام ہیں۔

اسی طرح اگر عورت اپنے سابق شوہر کے پاس واپس جانا چاہتی ہو اور معروف طریقہ پر اس واپسی کے سلسلہ میں دونوں راضی ہوں تو ولی یا گھر والوں کا اس معاملہ میں رکاوٹ پیدا کرنا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ.﴾ [1]

''اور صلح کر لینا ہی بہتر ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ.﴾ [2]

''جب تم عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی عدت پوری کر چکیں تو تم اس بات میں مزاحم نہ بنو کہ وہ اپنے (ہونے والے) شوہروں سے نکاح کر لیں جبکہ وہ معروف طریقہ سے باہم نکاح کر لینے پر راضی ہو جائیں۔''

عورت کا حق جبکہ شوہر اسے پسند نہ ہو

عورت کو اگر شوہر پسند نہ ہو اور اس کے خیال میں اس کے ساتھ نباہ نہ ہو سکتا ہو تو وہ فدیہ دے کر اپنے نفس کو چھڑا سکتی ہے۔ شوہر کی طرف سے جو مہر، تحفہ وغیرہ ملا ہو اسے مفاہمت کے ذریعہ کم وبیش واپس کر کے اپنے کو زوجیت کے بندھن سے آزاد کرا سکتا ہے لیکن بہتر یہ

---

[1] ٤/النساء:١٢٨۔ [2] ٢/البقرة:٢٣٢۔

Marfat.com
Marfat.com

ہے کہ شوہر نے جو کچھ دیا تھا اس سے زیادہ واپس نہ لے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ.﴾ [1]

''اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ دونوں حدودِ الٰہی پر قائم نہیں رہ سکیں گے تو ان دونوں پر اس معاملہ میں کوئی گناہ نہیں کہ عورت فدیہ دے کر علیحدگی حاصل کر لے۔''

حدیث میں ہے:

((وَقَدْ جَاءَتِ امْرَأَةُ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ! ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا أَعِيبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ وَلَكِنِّي لَا أُطِيقُهُ بُغْضًا. فَسَأَلَهَا عَمَّا أَخَذَتْ مِنْهُ. فَقَالَتْ حَدِيقَةً. فَقَالَ لَهَا أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ؟ قَالَتْ نَعَمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِثَابِتٍ: اقْبَلِ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً.)) [2]

''ثابت بن قیس کی بیوی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! ثابت بن قیس کے اخلاق اور دینداری میں میں کوئی عیب نکالنا نہیں چاہتی لیکن مجھے وہ پسند نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا تمہیں اس سے کیا ملا تھا؟ اس نے کہا: باغ؟ فرمایا: تم اس باغ کو واپس کرنے کے لیے تیار ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے ثابت سے کہا، باغ واپس لے لو اور اسے ایک طلاق دے دو۔''

بیوی کے لیے جلد بازی سے کام لے کر شوہر سے طلاق طلب کرنا حرام ہے جبکہ اسے شوہر کی طرف سے نہ کوئی تکلیف پہنچ رہی ہو اور نہ علیحدگی اختیار کرنے کی کوئی معقول

---

[1] ۲/البقرة: ۲۲۹۔ [2] صحيح البخاري، كتاب الطلاق، باب الخلع، رقم الحديث: ۵۲۷۳؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي، ۳۱۳/۷؛ سنن النسائي، كتاب الطلاق، باب ماجاء في الخلع، رقم الحديث: ۳۴۹۳۔

Marfat.com
Marfat.com

وجہ ہو۔ ارشاد نبوی ہے:

((اَیُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ مِنْ غَيْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ.)) [1]

''جو عورت اپنے شوہر سے ایسی صورت میں طلاق طلب کرتی ہے جبکہ شوہر کی طرف سے اسے کوئی تکلیف نہ پہنچ رہی ہو تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔''

بیوی کو ستانا

بیوی کو ستانا اور اس کے ساتھ برا سلوک کرنا تا کہ وہ فدیہ دے کر چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے مجبور ہو جائے ہرگز جائز نہیں ہے الّا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کی مرتکب ہو جائے۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَّا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ.﴾ [2]

''تم نے جو کچھ اپنی بیویوں کو دیا ہے اس کا ایک حصہ واپس لینے کی غرض سے انہیں تنگ نہ کرو الّا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوں۔''

اور اگر شوہر کو بیوی پسند نہ ہو اور وہ خود اسے علیحدہ کر کے دوسری سے نکاح کا خواہشمند ہو تو ایسی صورت میں بیوی سے کچھ واپس لے لینا جائز نہیں ہے۔ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ۭ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۝﴾ [1]

''اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لانے کا ارادہ کر لو اور تم نے ایک کو

---

[1] [صحیح] سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب فی الخلع، رقم الحدیث: ۲۲۲۶؛ جامع ترمذی، کتاب الطلاق، باب ماجاء فی المختلعات، رقم الحدیث: ۱۱۸۷؛ سنن ابن ماجة، کتاب الطلاق، باب کراهية الخلع للمرأة، رقم الحدیث: ۲۰۵۵۔

[2] ٤/النسآء: ۱۹۔

Marfat.com
Marfat.com

ڈھیروں مال دے رکھا ہو تو بھی اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ کیا تم بہتان لگا کر اور صریح حق تلفی کر کے اسے واپس لو گے؟''

بیوی کو چھوڑنے کی قسم کھانا حرام ہے

اسلام نے حقوقِ نسواں کا بڑا لحاظ کیا ہے۔ اس کی ایک درخشندہ مثال یہ ہے کہ اس نے شوہر کے لیے اس بات کو حرام ٹھہرایا ہے کہ وہ اپنی بیوی پر غصہ ہو کر اس سے خواب گاہ میں اتنے طویل عرصہ کے لیے علیحدگی اختیار کر لے جس کی عورت متحمل نہ ہو سکتی ہو۔ شوہر جب بیوی سے علیحدہ رہنے کی قسم کھا بیٹھے تو اس کے لیے چار ماہ کی مہلت ہے۔ ممکن ہے اس مدت میں اس کا غصہ ٹھنڈا پڑ جائے اور وہ اپنا ارادہ بدل دے۔ اگر اس نے چار ماہ گزرنے سے پہلے اپنی بیوی سے تعلق قائم کر لیا تو اس سے جو گناہ سرزد ہوا ہو اس کو اللہ معاف کر دے گا اور اس کے لیے توبہ کی قبولیت کا وسیع دروازہ کھولے گا۔ ایسی صورت میں اس پر قسم کا کفارہ ادا کرنا واجب ہے۔ لیکن اگر یہ مدت گزر گئی اور اس نے اپنے ارادے سے رجوع نہیں کیا اور قسم نہیں توڑی تو اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائے گی۔ بیوی کے حقوق کی طرف سے بے اعتنائی برتنے کا یہ ٹھیک بدلہ ہے۔

بعض فقہا کے نزدیک مذکورہ مدت کے گزر جانے پر طلاق پڑ جاتی ہے۔ قاضی یا حاکم کے فیصلہ کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور بعض فقہا مدت گزر جانے پر حاکم کے سامنے معاملہ پیش کرنا ضروری قرار دیتے ہیں۔ حاکم اسے دو میں سے کوئی ایک بات اختیار کرنے کا موقع دے گا۔ یا تو وہ اپنے ارادے پر نظر ثانی کر کے اپنی بیوی کو رضامند کر لے یا پھر طلاق دے دے۔ دو میں سے جو چیز اسے شیریں معلوم ہو اسے اختیار کر لے۔

بیوی سے قربت نہ کرنے کی اس قسم کو شرعی اصطلاح میں ''اِیلاء'' کہا جاتا ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

---

[1] ٤/النساء: ٢٠۔

Marfat.com
Marfat.com

﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ. فَاِنْ فَآءُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. وَ اِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ.﴾ [1]

''جو لوگ اپنی عورتوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھا بیٹھیں ان کے لیے چار ماہ کی مہلت ہے۔ اگر وہ رجوع کر لیں تو اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے اور اگر طلاق کا فیصلہ کر لیں تو اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

چار ماہ کی مہلت اس لیے دی گئی ہے تاکہ شوہر کو نظر ثانی کرنے اور ہوش سے کام لینے کا پورا موقع مل جائے۔ ایک عورت اپنے شوہر سے عادۃً زیادہ سے زیادہ اس عرصہ تک صبر کر سکتی ہے۔

اس سلسلہ میں مفسرین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قصہ نقل کیا ہے کہ ایک رات جب آپ سراغ رسانی کے لیے نکلے تو ایک عورت کی آواز سنی جس کا شوہر جہاد کے لیے چلا گیا تھا۔ اس کی عدم موجودگی سے متاثر ہو کر وہ بے تابانہ اشعار گا رہی تھی:

''رات طویل ہو گئی اور ہر طرف تاریکی چھا گئی۔۔۔ اور مجھے یہ تصور رلا رہا ہے۔۔۔ کہ میرا خلیل میرے پاس موجود نہیں ہے کہ میں اس کے ساتھ کھیلوں۔۔۔ قسم بخدا اگر اللہ کے عذاب کا ڈر نہ ہوتا۔۔۔ تو اس چارپائی کے بازو حرکت میں آجاتے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ حال سن کر اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ شوہر کی موجودگی میں عورت کب تک صبر کر سکتی ہے؟ انہوں نے کہا، چار ماہ۔ اس وقت امیر المومنین نے یہ فیصلہ فرمایا کہ کسی شخص کو اس کی بیوی سے چار ماہ سے زیادہ دور نہ رکھا جائے۔

❁❁❁

---

[1] ۲/البقرۃ:۲۲۶،۲۲۷۔

Marfat.com
Marfat.com

والدین اور اولاد کے باہمی تعلقات

تحفظِ نسب

اولاد باپ کا راز، اُس کی خصوصیات کی حامل، زندگی میں اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور مرنے کے بعد اس کے وجود کا تسلسل باقی رکھنے والی، اس کی یاد کا مظہر، اس کے حسن و قبح اور امتیازی خصوصیات کی وارث، اس کے دل کا ٹکڑا اور جگر کا گوشہ ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ نے زنا کو حرام ٹھہرایا ہے اور نکاح کو فرض کر دیا ہے تا کہ نسب کا تحفظ ہو اور نطفوں کا اختلاط نہ ہو نیز اولاد اپنے باپ کو اور باپ اپنی اولاد کو پہچان سکے۔ نکاح ہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے عورت مرد کے لیے مختص ہو جاتی ہے اور اس پر شوہر کی خیانت حرام ہو جاتی ہے۔ نکاح کی صورت میں جو بچہ بھی زوجیت کے بستر پر پیدا ہوتا ہے وہ اس کے شوہر کی اولاد کہلاتا ہے۔ اس انتساب کے لیے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ہوتی کہ باپ کو اعلان کرنا پڑے یا ماں کو دعویٰ کرنے کی ضرورت پیش آئے کیونکہ ارشاد نبوی کے مطابق

((اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ.)) [1]

''بچہ اُس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا''

اپنے بیٹے کے نسب کا انکار کرنا جائز نہیں

بنا بریں شوہر کے لیے جائز نہیں کہ اس کی بیوی نے اس کے بستر پر یعنی اس کے ساتھ صحیح ازدواجی رشتہ قائم ہونے کی صورت میں جس بچہ کو جنم دیا ہو اس کے نسب کا انکار کرے۔ اس کا انکار کرنا بیوی بچہ کے حق میں سخت مضرت رساں اور باعث عار ہوگا لہٰذا محض وہم و گمان یا افواہ کی بناء پر اس قسم کا اقدام صحیح نہیں ہے، البتہ اگر ثبوت اور ناقابل انکار قرائن

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الحدود، باب للعاهر الحجر، رقم الحديث: ٦٨١٨؛ صحيح مسلم، كتاب الرضاع، باب الولد للفراش، رقم الحديث: ١٤٥٧؛ سنن ابي داؤد، كتاب الطلاق، باب الولد للفراش، رقم الحديث: ٢٢٧٣۔

Marfat.com
Marfat.com

کی بناء پراسے یقین ہو جائے کہ بیوی نے اس کے ساتھ خیانت کی ہے تو ایسی صورت میں اسلامی شریعت بچہ کو پرورش کے لیے زبردستی ایسے شخص کے حوالہ کرنا نہیں چاہتی جو اسے اپنا بچہ تسلیم نہ کرتا ہو اور نہ زبردستی اس کا وارث بنانا چاہتی ہے۔

غرضیکہ اسلامی شریعت اسے زندگی بھر کے لیے شک وشبہ میں مبتلا رکھنا نہیں چاہتی۔ اس الجھن سے نکلنے کی جو شکل اس نے تجویز کی ہے اسے ''لعان'' کہتے ہیں۔ لہٰذا جس کو اس بات پر وثوق یا غالب گمان ہو کہ اس کی بیوی نے اس کے بستر کو دوسرے کے نطفہ سے آلودہ کیا ہے اور بچہ کسی اور کے نطفہ سے ہے لیکن اس بات پر کوئی شہادت نہ پیش کر سکتا ہو تو ایسی صورت میں اسے اپنا مقدمہ قاضی کی عدالت میں پیش کرنا چاہیے۔ قاضی ان کے درمیان لعان کرائے گا جس کی تفصیل قرآن کریم نے سورہ نور میں بیان کی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ. وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ. وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ. وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ.﴾ [1]

''جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس بجز اپنے دوسرا کوئی گواہ نہ ہوں تو ایسے شخص کی شہادت یہ ہے کہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ گواہی دے کہ وہ اپنے الزام میں سچا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہے اور اس عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ گواہی دے کہ یہ مرد جھوٹا ہے، اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس پر (عورت پر) اللہ کا غضب ہو اگر وہ (مرد) اپنے الزام میں سچا ہے۔''

اس کے بعد ان کے درمیان ہمیشہ کے لیے تفریق کر دی جائے گی اور بچے کا الحاق

[1] ٢٤/النور: ٦-٩۔

Marfat.com
Marfat.com

ماں سے کر دیا جائے گا۔

تبنیت (لے پالک بنانا) اسلام میں حرام ہے [1]

جس طرح باپ کے لیے اپنی نسبی اولاد کا انکار کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح جو بچہ اس کی صلبی اولاد نہ ہو اس کو بیٹا بنا لینا بھی جائز نہیں ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عرب دوسری قوموں کی طرح اپنا نسب تبنیت کے ذریعہ جس شخص سے چاہتے ملاتے اور آدمی جس لڑکے کو چاہتا اپنا بیٹا بنا لیتا اور اس کے حقوق و فرائض بیٹوں ہی کی طرح ہوتے۔ یہ تبنیت اس صورت میں بھی اختیار کی جاتی جبکہ متبنیٰ کا باپ معلوم اور اس کا نسب معروف ہو۔

اسلام کی جب آمد ہوئی تو عرب سماج میں تبنیت کا یہ طریقہ رائج تھا۔

چنانچہ نبی ﷺ نے زید بن حارثہ کو دور جاہلیت میں متبنیٰ بنایا تھا۔ لیکن اسلام نے اس کو اس نظر سے دیکھا کہ یہ ایک خلاف واقعہ چیز ہے یعنی جعلی طور پر ایک اجنبی شخص کو خاندان کا فرد بنا دیا جاتا ہے اور وہ گھر کی عورتوں کے ساتھ اس طرح خلوت میں رہتا ہے گویا کہ وہ ان کا محرم ہے حالانکہ وہ ان کا محرم نہیں ہوتا اور یہ عورتیں اس کے لیے اجنبی ہوتی ہیں۔ [2]

جو شخص کسی کو متبنیٰ بناتا ہے وہ اس کو اپنا وارث بناتا ہے۔ ایسی صورت میں اصل قرابت دار وراثت کے مستحق ہونے کے باوجود اس سے محروم رہتے ہیں جس کی وجہ سے حقیقی رشتہ داروں کے دل میں منہ بولے بیٹے کے بارے میں کینہ پیدا ہو جاتا ہے اور اس کا

---

[1] قارئین کرام: بے اولاد حضرات کسی رشتہ دار، عزیز یا دوست سے بچہ لے کر اس کی پرورش کر سکتے ہیں مگر مؤلف جس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں شاید وہ یہ ہے کہ اس بچہ کی نسبت اس کے حقیقی باپ کی طرف ہو گی۔ محض بچے کی پرورش کی بنا پر کوئی انسان اس کی نسبت اپنی طرف نہیں کر سکتا یہ حرام ہے یعنی اس کی ولدیت اس کے حقیقی باپ کے نام سے لکھی جائے گی کسی اور نام سے لکھنا صحیح نہیں ہے۔ (محمد اختر صدیق)

[2] مستدرک حاکم، ۲۱۳/۳، رقم الحدیث: ۴۹۹۹؛ طبقات ابن سعد، ۳/۷۔۴۰۔ الاستیعاب لابن عبدالبر ۱۱۴/۲، رقم الترجمة: ۸۴۸؛ الإصابه فی تمیز الصحابه لابن حجر عسقلانی، ۴۹۴/۲، رقم الترجمة: ۲۸۹۷۔

Marfat.com
Marfat.com

نتیجہ فتنہ اور تعلقات کی خرابی کی شکل میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ان وجوہ سے قرآن نے اس جاہلی نظام کو باطل اور قطعی حرام قرار دیا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآئَكُمْ اَبْنَآءَ كُمْ ط ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ط وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ ○ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ج فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْآ اٰبَآئَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ط﴾ [1]

''اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا نہیں بنایا ہے۔ یہ تمہاری منہ سے نکلی ہوئی بات ہے لیکن اللہ حق بات فرماتا ہے اور صحیح طریقہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔اُن کو اُن کے باپ کی نسبت سے پکارو کہ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ بات ہے۔لیکن اگر تمہیں معلوم نہ ہو کہ اُن کے باپ کون ہیں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور رفیق ہیں۔''

قرآن کا یہ بیان کہ ''یہ تمہاری منہ سے نکلی ہوئی بات ہے۔'' اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ خالی خولی بات ہے جس کے پیچھے کوئی خارجی حقیقت نہیں ہے۔

فی الواقع زبان سے نکلی ہوئی بات نہ حقائق کو بدلتی ہے اور نہ واقعات کو۔اس سے اجنبی شخص رشتہ دار نہیں بن جاتا اور نہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا بن جاتا ہے۔منہ سے نکلی بات متبنیٰ کی رگوں میں گود لینے والے شخص کا خون نہیں دوڑا سکتی اور نہ گود لینے والے شخص کے دل میں شفقتِ پدری پیدا کرسکتی ہے۔اسی طرح لڑکے کے دل میں پسری جذبات بھی نہیں پیدا کر سکتی اور نہ اس میں اس خاندان کی جسمانی، عقلی اور نفسیاتی خصوصیات پیدا کرسکتی ہے۔

اس نظام کے جملہ نقوش مثلاً وراثت، متبنیٰ کی بیوی سے نکاح کی حرمت وغیرہ کو اسلام نے مٹا دیا۔چنانچہ وراثت کے سلسلہ میں قرآن نے کسی ایسے تعلق کو جو نہ خون کا ہو، نہ زوجیت کا ہو اور نہ حقیقی قرابت کا ہو کوئی اہمیت نہیں دی اور اس کو میراث میں حصہ دار نہیں بنایا:

﴿وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ﴾ [2]

[1] ۳۳/الاحزاب:۴،۵۔ [2] ۸/الانفال:۷۵۔

Marfat.com
Marfat.com

''اور خون کے رشتہ دار اللہ کے قانون میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔''

اور نکاح کے سلسلہ میں قرآن نے اعلان کیا کہ حقیقی بیٹوں کی بیویاں حرام ہیں نہ کہ منہ بولے بیٹوں کی:

﴿وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِکُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِکُمْ.﴾ [1]

''اور تمہارے اُن بیٹوں کی بیویاں جو تمہاری صلب سے ہوں۔''

لہٰذا گود لینے والے شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے متبنیٰ کی بیوی سے نکاح کرے کیونکہ وہ حقیقۃً اجنبی شخص کی بیوی ہے اور جب متبنیٰ نے اس کو طلاق دے دی تو اس کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عملی شہادت کے ذریعہ تبنیت کا ابطال

یہ بات لوگوں کے لیے آسان نہ تھی کیونکہ تبنیت کا اجتماعی نظام عربوں کی زندگیوں میں گہری جڑیں رکھتا تھا۔ اس کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ کی حکمت اس بات کی متقاضی ہوئی کہ اس کا ابطال نہ صرف قول سے بلکہ عمل سے بھی کیا جائے۔ اس اہم کام کے لیے نبی ﷺ کی ذات گرامی کا انتخاب عمل میں آیا تاکہ ہر قسم کے شک وشبہ کا ازالہ ہو جائے اور مسلمان اپنے منہ بولے بیٹوں کی مطلقہ عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج محسوس نہ کریں اور انہیں یقین ہو جائے کہ حلال وہ ہے جسے اللہ نے حلال ٹھہرایا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے۔

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جو زید بن محمد کہلاتے تھے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے جو نبی ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں نکاح کر لیا تھا لیکن دونوں کے تعلقات کشیدہ ہو گئے اور زید اپنی بیوی کی شکایت نبی ﷺ سے کرنے لگے۔ نبی ﷺ کو بذریعۂ الہام معلوم ہو گیا تھا کہ زید طلاق دے دیں گے اور اس کے بعد آپ ﷺ انہیں اپنی زوجیت میں لے لیں

---

[1] ٤/النساء: ٢٤۔

Marfat.com
Marfat.com

گے۔لیکن بعض اوقات بشری کمزوری غالب آجاتی اور آپ ﷺ اس کا اظہار لوگوں پر نہ کرتے بلکہ زید کی شکایت سن کر کہتے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اللہ سے ڈرو۔ اس موقع پر قرآن نازل ہوا اور اس نے اس قدیم نظام کا بالکل خاتمہ کر دیا۔ [1]

﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا.﴾ [2]

''پھر جب زید نے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے اس کا نکاح تم سے کر دیا تا کہ مؤمنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے معاملہ میں کوئی تنگی نہ رہے جبکہ وہ اُن سے اپنی حاجت پوری کر چکے ہوں۔ اور اللہ کا حکم تو عمل میں آنا ہی چاہیے تھا۔''

تبنیت بمعنی تربیت

یہ وہ تبنیت ہے جس کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔ تبنیت کا یہ طریقہ اختیار کر کے آدمی دوسرے کے لڑکے کو گود لیتا ہے اور اس کو اپنے نسب اور اپنے خاندان سے ملاتا ہے اور اس پر بیٹے کے احکام کا اطلاق کرتا ہے مثلاً گھر کی عورتوں کے اختلاط، جائز رشتوں کو اس پر حرام کر دینا اور میراث کا اُس کو مستحق بنانا وغیرہ، لیکن ایک صورت ایسی ہے جو اس سے مختلف ہے۔ لوگ اس صورت کو بھی تبنیت خیال کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ وہ تبنیت نہیں ہے جسے اسلام نے حرام ٹھہرایا ہے۔ وہ یہ کہ آدمی کسی یتیم یا لاوارث بچہ کو اپنے پاس رکھ لے اور اس کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ کرے نیز اس کی پرورش اور تربیت اس طرح کرے گویا کہ وہ اس کا حقیقی بیٹا ہے۔ اس کو کھلانے پلانے، کپڑے پہنانے اور تعلیم وغیرہ دینے کے معاملہ میں بالکل اپنے بیٹے ہی جیسا سلوک کرے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اسے اپنی طرف

---

[1] صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب قوله (وتخفي في نفسك......)، رقم الحديث: ٤٧٨٧؛ جامع ترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة الاحزاب، رقم الحديث: ٣٢٠٧۔

[2] ٣٣/الاحزاب: ٣٧۔

Marfat.com
Marfat.com

منسوب نہ کرے اور نہ بیٹے کے احکام کا اُس پر اطلاق کرے۔ اگر ان حدود میں رہ کر معاملہ کیا جاتا ہے تو یہ ایک پسندیدہ بات ہوگی جس پر وہ اجر کا مستحق ہوگا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((اَنَا وَ کَافِلُ الْیَتِیْمِ فِی الْجَنَّۃِ ھٰکَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَابَۃِ وَالْوُسْطٰی وَفَرَّجَ بَیْنَھُمَا.)) [1]

”میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔ آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے اور اس میں کشادگی پیدا کرتے ہوئے یہ بات ارشاد فرمائی۔“

گمشدہ بچہ جو کسی کو مل جائے یتیم ہی کے حکم میں ہے اور اس پر بدرجۂ اَولیٰ ابن السبیل یعنی مسافر کا اطلاق ہوتا ہے جس کا خیال رکھنے کی اسلام نے ہدایت کی ہے۔

لہٰذا جب کسی شخص کو اولاد نہ ہو اور وہ ایسے بچے کو مالی فائدہ پہنچانا چاہے تو وہ اپنی زندگی میں جس قدر چاہے ہبہ کر سکتا ہے اور اپنے انتقال سے پہلے اپنے ترکہ میں ایک تہائی کی حد تک اس کے لیے وصیت بھی کر سکتا ہے۔

حمل ٹھہرانے کا مصنوعی طریقہ

اسلام نے نسب کے تحفظ کا سامان کر کے اور تبنیت کو حرام قرار دے کر خاندان کو غلط عناصر سے پاک رکھنا چاہا ہے۔ اس کے پیش نظر حمل ٹھہرانے کا مصنوعی طریقہ حرام قرار پاتا ہے جبکہ حمل شوہر کے نطفہ کے علاوہ کسی اور کے نطفہ سے ٹھہرایا جائے بلکہ ایسی صورت میں جیسا کہ استاذِ محترم شیخ شلتوت نے کہا ہے۔ یہ قابل نفرت جرم ہے اور بہت بڑے گناہ کی بات ہے بلکہ یہ زنا ہی کی ایک شکل ہے کیونکہ دونوں کی اصلیت ایک ہی ہے اور نتیجہ بھی ایک یعنی کسی اجنبی شخص کا نطفہ رحم کے اندر رکھنا جبکہ دونوں کے درمیان شرعی زوجیت کا رشتہ نہ ہو

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب اللعان، رقم الحدیث: ٥٣٠٤؛ سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی من ضم یتیما، رقم الحدیث: ٥١٥٠؛ مسند احمد بن حنبل، ٥/٣٣٣، رقم الحدیث: ٢٢٨٢٠؛ جامع ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی رحمۃ الیتیم، رقم الحدیث: ١٩١٨۔

Marfat.com
Marfat.com

جس کی تائید طبیعی قانون اور آسمانی شریعت کرتی ہے۔

جہاں تک اس جرم کی ظاہری شکل کا تعلق ہے اس میں اگر قانونی سقم نہ ہوتا تو یہ زنا کے حکم میں ہوتا جو الٰہی قوانین کی رُو سے ایک ایسا جرم ہے جس پر حد جاری کی جانی چاہیے۔

اس میں شک نہیں کہ حمل ٹھہرانے کی یہ شکل بدترین جرم ہے اور تبنیت سے بھی بڑا منکر ہے۔ کیونکہ اس طریقہ سے جو بچہ پیدا ہوگا اس میں دونوں قباحتیں جمع ہو جائیں گی۔ ایک تو تبنیت میں پائی جانے والی قباحت یعنی نسب میں غیر متعلق عنصر کو داخل کرنا اور دوسری خِسّت یعنی زنا کا قالب اختیار کرنا، جس کو نہ کوئی شریعت پسند کرتی ہے اور نہ کوئی قانون۔ یہ انسانیت کے معیار سے گری ہوئی حرکت ہے اور اس سے انسان حیوانیت کے درجہ میں اتر آتا ہے جن کو سماجی روابط جیسی محترم چیزوں کا کوئی شعور نہیں ہے۔

باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے کو منسوب کرنا موجب لعنت ہے

اسلام میں جس طرح باپ کا اپنی اولاد کے نسب سے بلاوجہ انکار کرنا حرام ہے اسی طرح اولاد کا اپنے کو کسی دوسرے نسب کی طرف منسوب کرنا اور اپنے حقیقی باپ کے علاوہ کسی اور کو اپنا باپ قرار دینا بھی حرام ہے۔ نبی ﷺ نے اس کا شمار بدترین منکرات میں کیا ہے جس کے نتیجہ میں آدمی خالق اور مخلوق دونوں کی لعنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ اَوِ انْتَمٰی اِلٰی غَیْرِ مَوَالِیْهِ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ. لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا.)) [1]

"جس نے اپنے کو حقیقی باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا یا اپنے آقا کے علاوہ کسی اور آقا کا غلام ہونے کا دعویٰ کیا تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے دن اللہ اس سے نہ تو توبہ قبول

[1] صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب اثم من تبرا من موالیه، رقم الحدیث: ٦٧٥٥؛ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینة، رقم الحدیث: ١٣٧٠، واللفظ له۔

Marfat.com
Marfat.com

کرے گا اور نہ فدیہ۔"

اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُ اَنَّهُ غَیْرُ اَبِیْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ.)) [1]

"جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا جبکہ وہ جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو جنت اس پر حرام ہے۔"

اولاد کو قتل نہ کرو

اس طرح اسلام نے انساب کا تحفظ کرتے ہوئے اولاد اور والدین دونوں پر ایک دوسرے کے حقوق عائد کیے ہیں اور ان حقوق کے تحفظ کی غرض سے چند باتیں دونوں پر حرام کردی ہیں۔ چنانچہ اولاد کو زندہ رہنے کا حق ہے۔ ماں باپ کو اس کا اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی اولاد کو قتل کردیں یا زندہ درگور کریں۔ انہیں کسی طرح زندگی سے محروم کردینے کا حق نہیں پہنچتا۔ زمانہ جاہلیت میں بعض عربوں کے ہاں زندہ درگور کرنے کا دستور تھا۔ اسلام کی نظر میں لڑکا اور لڑکی دونوں کی زندگیاں یکساں طور پر محترم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِیَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِیْرًا.﴾ [2]

"اپنی اولاد کو مفلسی کے اندیشہ سے قتل نہ کرو۔ ہم اُن کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔ بے شک ان کا قتل بہت بڑا گناہ ہے۔"

﴿وَاِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ.﴾ [3]

"اور جب زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی؟"

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب من إدعی إلی غیر ابیه، رقم الحدیث: ٦٧٦٦؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان حال ایمان من رغب عن ابیه وهو یعلم، رقم الحدیث: ٦٣۔

[2] ١٧/الاسراء: ٣١۔ [3] ٨١/التکویر: ٩،٨۔

Marfat.com
Marfat.com

اس منکر کا داعیہ خواہ اقتصادی ہو یعنی مفلسی کا ڈر اور رزق کی تنگی یا غیر اقتصادی ہو مثلاً لڑکی کی پیدائش کو اپنے لیے باعث عار سمجھنا وغیرہ۔ اس وحشیانہ فعل کو بہر صورت اسلام نے شدید حرام ٹھہرایا ہے۔ کیونکہ یہ فعل قتل، قطع رحمی اور کمزور نفس پر ظلم جیسے منکرات پر مشتمل ہے۔ حدیث نبوی ہے:

((سُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَیُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ فَقَالَ : اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ، قِيلَ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ : اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ اَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ.)) [1]

''نبی ﷺ سے کسی نے پوچھا کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ کا ہمسر ٹھہراؤ حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ پوچھا اس کے بعد کون سا؟ فرمایا یہ کہ تم اپنی اولاد کو قتل کرو اس اندیشہ سے کہ وہ تمہارے کھانے میں شریک ہوگی۔''

نبی ﷺ نے عورتوں سے اس بات پر بیعت لی تھی کہ وہ اس جرم کے ارتکاب سے باز رہیں گی:

﴿وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ.﴾ [2]

''اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی۔''

باپ پر بچہ کا ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ اس کا نام اچھا رکھے۔ ایسا نام نہ رکھے کہ جب وہ بڑا ہو جائے تو اپنے نام سے اسے کوفت ہونے لگے۔ اسی طرح ایسا نام بھی نہ رکھے کہ غیر اللہ کا بندہ کہلائے جیسے عبد النبی، عبد المسیح وغیرہ۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورة البقرة باب قوله تعالیٰ ﴿فلا تجعلوا لله اندادا﴾، رقم الحدیث: ٤٤٨٧؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الشرک اقبح الذنوب، رقم الحدیث: ٨٦۔

[2] ٦٠/الممتحنه: ١٢؛ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورة الممتحنه، رقم الحدیث: ٤٨٩١، ٤٨٩٥؛ صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب کیفیة بیعة النساء، رقم الحدیث: ١٨٧٧۔

Marfat.com
Marfat.com

اولاد کا یہ حق بھی ہے کہ اس کی نگہداشت اور تربیت کی جائے اور اس پر خرچ کیا جائے۔ ان حقوق کی طرف سے بے اعتنائی برتنا یا ان کو ضائع کرنا جائز نہیں ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.)) [1]

"تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور ہر ایک سے اس کے زیر نگرانی افراد کے بارے میں پرسش ہوگی۔"

((كَفٰى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضِيعَ مَنْ يَقُوتُ.)) [2]

"آدمی کے گنہگار ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اس پر جن کو کھلانے کی ذمہ داری ہے اُن کی طرف سے بے پرواہ ہو جائے۔"

بخشش کے معاملہ میں مساویانہ سلوک

باپ پر لازم ہے کہ بخشش کے معاملہ میں اپنی اولاد کے ساتھ مساویانہ سلوک کرے تا کہ سب بچے اپنے باپ کے ساتھ نیک سلوک کر سکیں۔ بخشش کے معاملہ میں اپنی بعض اولاد کو بلا ضرورت اور کسی وجہ جواز کے بغیر ترجیح دینا حرام ہے کیونکہ اس سے اشتعال پیدا ہو جاتا ہے اور آپس میں بغض و عداوت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ یہ ہدایت جس طرح باپ کے لیے ہے اسی طرح ماں کے لیے بھی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((اِعْدِلُوْا بَيْنَ اَبْنَائِكُمْ، اِعْدِلُوْا بَيْنَ اَبْنَائِكُمْ، اِعْدِلُوْا بَيْنَ

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القریٰ والمدن، رقم الحدیث: ۸۹۳؛ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب الفضیلة الامیر العادل، رقم الحدیث: ۱۸۲۹۔

[2] [صحیح لغیره] سنن ابی داؤد، کتاب الزکاة باب فی صلة الرحم، رقم الحدیث: ۱۶۹۲۔[بلفظ آخر] صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب فضل النفقة علی العیال والمملوک، رقم الحدیث: ۹۹۶؛ مستدرک حاکم، ۱/ ۴۱۵، رقم الحدیث: ۱۵۵۵۔ حلیة الاولیاء لابی نعیم ۷/ ۱۵۳، رقم الحدیث: ۹۹۸۷؛ مسند احمد بن حنبل، ۲/ ۱۶۰، رقم الحدیث: ۶۴۹۵۔

Marfat.com
Marfat.com

اَبْنَائِکُمْ.)) [1]

''اپنے بیٹوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کرو، اپنے بیٹوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کرو، اپنے بیٹوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کرو۔''

واقعہ یہ ہے کہ بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کی بیوی نے خاص طور سے اپنے لڑکے نعمان بن بشیر کے لیے مالی عطیہ کا مطالبہ کیا اور اس بخشش کی توثیق کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنانے کے لیے کہا۔ بشیر بن سعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری بیوی چاہتی ہے کہ میں اس کے بیٹے کو اپنا غلام ہبہ کر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُس کے اور بھائی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا:

((فَکُلَّھُمْ اَعْطَیْتَ مِثْلَ مَا اَعْطَیْتَهُ؟ قَالَ لَا: قَالَ فَلَیْسَ یَصْلُحُ هٰذَا وَاِنِّي لَا اَشْهَدُ اِلَّا عَلَی الْحَقِّ.)) [2]

''کیا اسی طرح سب کو ہبہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، فرمایا: پھر یہ بات درست نہیں ہے اور میں سوائے حق کے کسی اور چیز کا گواہ نہیں بنتا۔''

دوسری روایت میں ہے:

((لَاتُشْهِدْنِیْ عَلٰی جَوْرٍ، اِنَّ لِبَنِیْکَ عَلَیْکَ مِنَ الْحَقِّ اَنْ تَعْدِلَ بَیْنَهُمْ کَمَا لَکَ عَلَیْهِمْ مِنَ الْحَقِّ اَنْ یُّبِرُّوْکَ)) [3]

''مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ۔ تمہارے بیٹوں کا تم پر یہ حق ہے کہ ان کے ساتھ

---

[1] [صحیح] مسند احمد بن حنبل، ٤/٢٧٥، رقم الحدیث: ١٨٤٢٢؛ سنن ابی داؤد، کتاب البیوت، باب فی الرجل یفضل بعض و لده فی النحل، رقم الحدیث: ٣٥٤٤؛ سنن نسائی، کتاب النحل، باب ذکر اختلاف الفاظ الناقلین، رقم الحدیث: ٣٧١٧؛ التمهید لابن عبدالبر ٢٢٨/٧، ٢٢٩۔ [2] صحیح مسلم، کتاب الهبات، باب کراهیة تفضیل بعض الاولاد فی الهبة، رقم الحدیث: ١٦٢٤ [بلفظ مختلف] صحیح البخاری، کتاب الهبة، باب الهبة للولد، رقم الحدیث: ٢٥٨٦، ٢٥٨٧، ٢٦٥٠۔ [3] [صحیح] سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی الرجل یفضل بعض ولده فی النحل، رقم الحدیث: ٣٥٤٢؛ صحیح مسلم، کتاب الهبات، باب کراهة تفضیل بعض الاولاد فی الهبة، رقم الحدیث: ١٦٢٣/١٨۔ [معناه]

Marfat.com
Marfat.com

یکساں سلوک کرو جس طرح تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے ساتھ نیک سلوک کریں۔''

تیسری روایت میں ہے:

((اِتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا فِيْ اَوْلَادِكُمْ.)) [1]

''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے معاملہ میں عدل اختیار کرو۔''

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ کسی سبب کی بنا پر اپنی اولاد میں سے کسی کو ترجیح دینا جائز ہے، کسی لڑکے کے معذور یا حاجت مند ہونے کی بنا پر اسے ترجیح دینا۔

''مغنی'' میں ہے:

''اگر اولاد میں سے کسی کو کسی خاص وجہ سے ترجیح دی مثلاً حاجت مند، معذور، نابینا یا کثیر العیال ہونے یا مصروفیتِ علم وغیرہ کی ترجیح دی، یا کسی لڑکے کو فسق اور بدعت وغیرہ میں مبتلا ہونے یا معصیت کی راہ میں خرچ کرنے کی وجہ سے بخشش سے محروم رکھا تو ایسی صورت میں امام احمد جواز کے قائل ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جہاں تک بعض اولاد کے لیے وقف کر دینے کا تعلق ہے ضرورۃً ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر بلا ضرورت بعض اولاد کو بعض کے مقابلہ میں ترجیح دی جائے تو میں اسے مکروہ خیال کرتا ہوں۔ رہا بخشش کا معاملہ تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔'' [2]

میراث کے معاملہ میں قانون الٰہی کی پابندی

اسی طرح میراث کے معاملہ میں اپنی کسی اولاد کو یا اپنی لڑکیوں کو یا اپنی غیر محبوب بیوی کی اولاد کو میراث سے محروم کر دینا جائز نہیں ہے۔ اور نہ کسی رشتہ دار کا مستحقِ میراث

[1] صحیح البخاری، کتاب الھبة، باب الاشهاد فی الھبة، رقم الحدیث: ۲۵۸۷؛ صحیح مسلم، کتاب الھبة، باب کراهة تفضیل بعض الاولاد فی الھبة، رقم الحدیث: ۱۶۲۳/۱۳۔

[2] مغنی، ج ۵، ص ۶۰۵۔

Marfat.com
Marfat.com

رشتہ دار کو کسی حیلہ کے ذریعہ محروم کر دینا روا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میراث کا نظام اپنے علم، عدل اور حکمت کی بناء پر مرتب فرمایا ہے اور ہر حق دار کو اس کا حق عطا کیا ہے اور لوگوں کو قانون الٰہی اور شریعت کی پابندی کرنے کی ہدایت کی ہے لہٰذا جو شخص اس نظامِ وراثت کی مخالفت کرتا ہے وہ اپنے رب کو الزام دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے میراث کے مسائل تین آیتوں میں بیان فرمائے ہیں اور پہلی آیت کے خاتمہ پر فرمایا ہے:

﴿اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا. فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ. اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا.﴾ [1]

"تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹوں میں سے کون بلحاظِ نفع تم سے قریب تر ہے۔ یہ فریضہ من جانبِ اللہ ہے۔ بے شک اللہ علم وحکمت والا ہے۔"

دوسری آیت کے خاتمہ پر ارشاد فرمایا:

﴿غَيْرَ مُضَآرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ. تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ، وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ.﴾ [2]

"بغیر کسی کو ضرر پہنچائے۔ یہ اللہ کی طرف سے وصیت ہے اور اللہ علم وحلم والا ہے۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے اللہ انہیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے تلے نہریں رواں ہوں گی اور ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہیں گی۔ یہی بڑی کامیابی

[1] ٤/النساء: ١١۔

[2] ٤/النساء: ١٢، ١٣۔

Marfat.com
Marfat.com

ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرے گا اسے ایسی آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔''

اور تیسری آیت کے اختتام پر واضح فرمایا:

﴿يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ.﴾ [1]

''اللہ وضاحت کے ساتھ بیان فرماتا ہے تاکہ تم بھٹکو نہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔''

لہٰذا جو شخص میراث کے معاملہ میں شریعت کی مخالفت کرتا ہے وہ اللہ کے واضح کردہ حق سے منحرف ہو کر گمراہی میں جا پڑتا ہے اور حدود الٰہی سے تجاوز کرتا ہے۔ ایسی صورت میں اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اس وعید کا انتظار کرے:

﴿نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ.﴾ [2]

''آگ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔''

والدین کے ساتھ بدسلوکی گناہِ کبیرہ ہے

اولاد پر والدین کا یہ حق ہے کہ وہ اُن کے ساتھ نیک سلوک کرے، ان کی اطاعت کرے اور ان کا احترام کرے۔ یہ حق درحقیقت فطرت کی آواز ہے اور اس کو خوبصورتی کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے۔ خاص طور سے ماں کے حق کا زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔ کیونکہ ماں نے حمل، زچگی، دودھ پلانے اور پرورش کرنے کے سلسلہ میں جو مصیبتیں جھیلی ہیں وہ محتاجِ بیان نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا. حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا.﴾ [3]

''ہم نے انسان کو تاکید کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

---

[1] ٤/النساء:١٧٦۔ [2] ٤/النساء:١٣۔ [3] ٤٦/الاحقاف:١٥۔

Marfat.com
Marfat.com

اس کی ماں نے مشقت اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور مشقت اٹھا کر اس کو جنا۔اس کا حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس مہینے لگ گئے۔''

ایک شخص نے نبی ﷺ سے پوچھا:

((مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ؟ قَالَ اُمُّکَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اُمُّکَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اُمُّکَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اَبُوْکَ.)) [1]

''میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں۔اس نے کہا اس کے بعد کون؟ فرمایا تمہاری ماں۔اس نے کہا اس کے بعد کون؟ فرمایا تمہاری ماں۔اس نے کہا اس کے بعد کون؟ فرمایا تمہارا باپ۔''

آپ ﷺ نے والدین کے ساتھ بدسلوکی کو کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا کبیرہ گناہ قرار دیا ہے۔شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ یہی ہے۔صحیحین کی حدیث ہے:

((اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ ثَلَاثًا. قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَکَانَ مُتَّکِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ: اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ.)) [2]

'کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑے گناہ کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔صحابہ نے عرض کیا ضرور بتایئے یا رسول اللہ! فرمایا کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا، والدین کے

[1] صحیح البخاری، کتاب الأدب ،باب من أحق الناس بحسن الصَّحَابَة ، رقم الحدیث: ۵۹۸۱؛ صحیح مسلم ، کتاب البر والصلة ، باب بر الوالدین ، رقم الحدیث: ۲۵۴۸؛ سنن ابن ماجة ، کتاب الوصایا ، باب النهی عن الإمساك فی الحیاة...... ، رقم الحدیث: ۲۷۰۶۔

[2] صحیح البخاری، کتاب الأدب ، باب حقوق الوالدین من الکبائر، رقم الحدیث: ۵۹۷۷؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر وأکبرها، رقم الحدیث: ۸۷۔

Marfat.com
Marfat.com

ساتھ برا سلوک کرنا۔ آپ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے کہ اٹھ بیٹھے اور فرمایا سنو! قولِ زُور اور شہادتِ زُور بھی۔''

نیز فرمایا:

((كُلُّ الذُّنُوبِ يُؤَخِّرُ اللّٰهُ مِنْهَا مَاشَاءَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ إِلَّا عُقُوقَ الْوَالِدَيْنِ فَإِنَّ اللّٰهَ يُعَجِّلُهُ لِصَاحِبِهٖ فِي الْحَيَاةِ قَبْلَ الْمَمَاتِ)) [1]

''اللہ جن گناہوں کو چاہتا ہے قیامت تک کے لیے مؤخر کر دیتا ہے سوائے والدین کے ساتھ قطعِ تعلق کے کہ اللہ اس کا بدلہ موت سے پہلے اس زندگی ہی میں دے دیتا ہے۔''

والدین جب بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی آپ ﷺ نے بڑی تاکید فرمائی ہے کیونکہ اس وقت وہ کمزور ہو چکے ہوتے ہیں اور ان کا زیادہ خیال رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ قرآن نے ہدایت کی ہے کہ:

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا، اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا. وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا.﴾ [2]

''تیرے رب نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو نہ انہیں اُف کہو اور نہ جھڑکو بلکہ ان سے شریفانہ بات کہو۔ اور اُن کے لیے رحمدلی کے ساتھ پستی کے بازو

[1] [اسناده ضعيف] مستدرک حاکم، ۴/۱۵۶، رقم الحديث: ۷۳۴۵؛ سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی النهی عن سب الموتیٰ، رقم الحديث: ۴۹۰۲ [معنا] [حسن]؛ جامع ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب فی عظم الوعيد على البغی و قطيعة الرحم، رقم الحديث: ۲۵۱۱۔

[2] ۱۷/الاسراء: ۲۳،۲۴۔

Marfat.com
Marfat.com

جھکائے رہو اور دعا کرتے رہو کہ اے میرے رب! ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں مجھے پالا تھا۔''

والدین کو گالیاں دینا کبائر میں سے ہے

والدین کو لعنت ملامت کرانا یعنی اس کا سبب بننا نہ صرف حرام بلکہ گناہ کبیرہ ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

((اِنَّ مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ فَاسْتَغْرَبَ الْقَوْمُ اَنْ يَلْعَنَ رَجُلٌ عَاقِلٌ مُؤْمِنٌ وَالِدَيْهِ وَ هُمَا سَبَبُ حَيَاتِهِ، فَقَالُوْا وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ يَسُبُّ الرَّجُلَ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهُ فَيَسُبُّ اُمَّهُ.)) ❁

''کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو لعنت ملامت کرے۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ ایک عقلمند مومن کس طرح اپنے والدین کو لعنت ملامت کر سکتا ہے جبکہ اسے زندگی ان ہی کے ذریعہ ملی ہے؟ چنانچہ انہوں نے پوچھا کہ آدمی اپنے والدین کو کس طرح لعنت ملامت کر سکتا ہے؟ فرمایا: آدمی کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے اور یہ جواب میں اس کے باپ کو گالی دیتا ہے وہ اُس کی ماں کو گالی دیتا ہے اور یہ جواب میں اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔
تو اُس شخص کے گناہ کا کیا ٹھکانا جو اپنے ماں باپ کو دوبدو گالی دیتا ہے!''

والدین کی اجازت کے بغیر جہاد کیلئے جانا جائز نہیں جبکہ جہاد فرض عین نہ ہو

چونکہ اسلام والدین کی رضامندی کا بے حد خواہاں ہے اس لیے اس نے والدین کی

❁ [صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب لا يسب الرجل والدين، رقم الحديث: ٥٩٧٣؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الكبائر واكبرها، رقم الحديث: ٩٠]

Marfat.com
Marfat.com

اجازت کے بغیر جہاد کے لیے نکلنا جبکہ جہاد تطوع کے طور پر ہو یعنی فرض عین نہ ہو حرام ٹھہرایا ہے، حالانکہ اسلام میں جہاد فی سبیل اللہ کا مقام اتنا بلند ہے کہ اس کا بدل نہ رات بھر کی عبادت ہوسکتی ہے اور نہ دن بھر کا روزہ۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں؟

((جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی نَبِیِّ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاسْتَأْذَنَہُ فِی الْجِهَادِ فَقَالَ: اَحَیٌّ وَالِدَاکَ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَفِیهِمَا فَجَاهِدْ.)) 1

''ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت مانگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: تمہارے والدین حیات ہیں؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: تو پھر ان ہی میں جہاد کرو۔''

یعنی والدین کی خدمت اور اُن کے ساتھ نیک سلوک کو میدان جہاد بنالو۔

اسی طرح ایک شخص کو جو ہجرت اور جہاد پر بیعت کرنے کی غرض سے حاضر ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَفَتَبْتَغِی الْاَجْرَ مِنَ اللّٰہِ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَارْجِعْ اِلٰی وَالِدَیْکَ فَاَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا.)) 2

''کیا تم اللہ سے اجر کے طالب ہو؟ اس نے کہا جی ہاں! فرمایا: تو اپنے والدین کے پاس چلے جاؤ اور ان کی اچھی طرح خدمت کرو۔''

ایک اور شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں ہجرت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں اور والدین کو اس حال میں چھوڑ آیا ہوں کہ وہ رو رہے تھے۔ فرمایا:

---

1 صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الجهاد باذن الابوین، رقم الحدیث: ۳۰۰۴؛ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب بر الوالدین، رقم الحدیث: ۲۵۴۹۔

2 صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب بر الوالدین، رقم الحدیث: ۶/۲۵۴۹؛ سنن سعید بن منصور، ۲/۱۳۱، رقم الحدیث: ۲۳۳۵۔

Marfat.com
Marfat.com

((اِرْجِعْ اِلَیْهِمَا فَاَضْحِكْهُمَا كَمَا اَبْكَیْتَهُمَا.)) ❶

"اپنے والدین کے پاس واپس چلے جاؤ اور جس طرح انہیں رُلایا ہے اسی طرح انہیں ہنساؤ۔"

اسی طرح یمن سے ایک شخص ہجرت کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا کہ آیا وہ والدین کی اجازت سے آیا ہے۔ اُس نے جب نفی میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَارْجِعْ اِلَیْهِمَا فَاسْتَأْذِنْهُمَا فَاِنْ اَذِنَا لَكَ فَجَاهِدْ وَاِلَّا فَبِرَّهُمَا.)) ❷

"اُن کے پاس واپس چلے جاؤ اور اُن سے اجازت طلب کرو۔ اگر وہ اجازت دیں تو جہاد کرو ورنہ اُن کی خدمت میں لگے رہو۔"

مشرک والدین

والدین کے معاملہ میں اسلام نے نہایت اعلیٰ تعلیم دی ہے اور ان کے ساتھ بدسلوکی کو بہر صورت حرام ٹھہرایا ہے یہاں تک کہ اگر والدین مشرک و کافر ہوں اور شرک کے داعی بن کر اپنے بیٹے کو اس کے دین سے پھیرنے کے لیے دباؤ ڈالیں تب بھی ان کے ساتھ بدسلوکی روا نہیں ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ ط اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ۝ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا ز وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ

---

❶ سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الرجل یغزو وأبواه کارهان، رقم الحدیث: ۲۵۲۸؛ سنن نسائی، کتاب البیعة، باب البیعة علی الهجرة، رقم الحدیث: ۴۱۶۸؛ سنن ابن ماجة، کتاب الجهاد، باب الرجل یغزو وله أبوان، رقم الحدیث: ۲۷۸۲۔

❷ [ضعیف] سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الرجل یغزو وأبواه کارهان، رقم الحدیث: ۲۵۳۰؛ التلخیص الحبیر لابن حجر العسقلانی، ۲/۲۹۰، رقم الحدیث: ۱۱۱۴۔

Marfat.com
Marfat.com

فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ. ﴾ [1]

''میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی میری طرف تجھے پلٹ کر آنا ہے اور اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے، جس کی تیرے پاس کوئی علمی دلیل نہیں ہے تو ان کی بات نہ مان اور دنیا میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کر مگر اتباع اُس شخص کے راستہ کی کر جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔ پھر تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اس وقت میں تمہیں بتا دوں گا کہ تم کیسے عمل کرتے رہے ہو؟''

مذکورہ آیات میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ شرک کے معاملہ میں اپنے والدین کی اطاعت نہ کریں کہ خالق کی معصیت کے معاملہ میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ اور شرک سے بڑھ کر معصیت اور کیا ہو سکتی ہے؟ البتہ دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس طور سے کہ کوئی مسلمان ایمان کے معاملہ میں ان کی رائے سے متاثر نہ ہو بلکہ مومنین صالحین کی راہ کی اتباع کرے اور اس کے اور والدین کے درمیان دین کا جو اختلاف ہے اس کا فیصلہ احکم الحاکمین پر چھوڑ دے اس دن کے لیے جب نہ باپ بیٹے کے کچھ کام آسکے گا اور نہ بیٹا باپ کے۔

رواداری کی اس اعلیٰ تعلیم کی مثال دنیا کے کسی مذہب میں نہیں مل سکتی!

❋❋❋

---

[1] ۳۱/لقمان: ۱۴، ۱۵۔

Marfat.com
Marfat.com

باب چہارم

اعتقاد و تقلید

معاملات

کھیل اور تفریح

اجتماعی روابط

غیر مسلموں سے تعلقات

Marfat.com
Marfat.com

اعتقاد و تقلید

صحیح عقیدہ اسلامی معاشرہ کی اساس ہے اور توحید اس عقیدہ کا جوہر اور پورے دین کی روح ہے۔ صحیح عقیدہ اور توحید خالص کا تحفظ وہ اوّلین مقصد ہے جس کو اسلام نے اپنی تشریع و تعلیم میں پیش نظر رکھا ہے۔ ساتھ ہی ان جاہلی معتقدات کی مخالفت بھی ضروری ہے جن کو بت پرستوں نے رائج کر رکھا ہے تاکہ مسلم معاشرہ کو شرک کی آلائشوں اور گمراہی کے اثرات سے پاک رکھا جاسکے۔

سُننِ الٰہی کا احترام

اولین عقیدہ جس کو اسلام اپنے فرزندوں کے دلوں میں راسخ کرتا ہے یہ ہے کہ اس عظیم کائنات کا نظام جس کی زمین کے اوپر اور جس کے آسمان کے نیچے انسان زندگی بسر کرتا ہے کوئی اٹکل پچو چیز نہیں ہے جو بغیر رہنمائی کے چل رہا ہو اور نہ یہ ممکن ہے کہ کسی مخلوق کی خواہش کے مطابق چلے کیونکہ خواہشات باہم متناقض ہوتی ہیں:

﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآئَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ.﴾ [1]

''اگر حق اُن کی خواہشات کے پیچھے چلتا تو زمین اور آسمان اور جو اُن میں ہیں سب درہم برہم ہو جاتے۔''

واقعہ یہ ہے کہ یہ کائنات قوانینِ قدرت اور سننِ الٰہی سے مربوط ہے جن میں کسی قسم کا تغیّر و تبدّل ممکن نہیں جیسا کہ قرآن نے متعدد مقامات پر واضح کیا ہے:

﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا.﴾ [2]

''تم اللہ کی سنت میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔''

کتاب و سنت کی تعلیم یہ ہے کہ مسلمان ان سنتوں کا احترام کریں اور اسباب کے ذریعہ نتائج کو حاصل کرنے کی کوشش کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسباب کو نتائج کے ساتھ

---

[1] ۲۳/المومنون: ۷۱۔ [2] ۳۵/فاطر: ۴۳۔

Marfat.com
Marfat.com

مربوط کر رکھا ہے، اوران مزعومہ خفیہ اسباب کی طرف مطلق توجہ نہ کریں جن کو عبادت گاہوں کے مجاور، پیشہ وران مکر وفریب اور مذہب کی دکان چلانے والے مقصد براری کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔

اوہام وخرافات کے خلاف جنگ

جب نبی ﷺ کی بعثت ہوئی تو سوسائٹی میں فریب کاروں کا ایک گروہ موجود تھا جسے کاہن یا نجومی کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ غیب کی سابقہ یا آئندہ ہونے والی باتیں جنات کے ذریعہ جاننے کا دعویٰ کرتے تھے۔ اس دجل وفریب کے خلاف جس کو علم وہدایت اور کتابِ الٰہی سے کوئی واسطہ نہ تھا آپ ﷺ نے اعلانِ جنگ کیا اور انہیں اللہ کا کلام سنایا:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ.﴾ [1]

"کہو اللہ کے سوا زمین اور آسمانوں میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا۔"

درحقیقت غیب کا علم نہ فرشتے رکھتے ہیں، نہ جن اور نہ انسان۔ آپ ﷺ نے اپنے رب کا یہ فرمان سنایا:

﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ.﴾ [2]

"اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت زیادہ خیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی گزند نہ پہنچتا۔ میں تو بس خبردار کرنے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائیں۔"

اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے جنوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا کہ:

﴿اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ.﴾ [3]

"اگر وہ غیب کے جاننے والے ہوتے تو اس رُسوا کن عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔"

---

[1] ۲۷/النمل:٦٥۔ [2] ۷/الاعراف:۱۸۸۔ [3] ۳٤/سبا:۱٤۔

Marfat.com
Marfat.com

لہٰذا جو شخص اس بات کا مدعی ہو کہ حقیقتاً اس کو غیب کا علم ہے وہ اللہ، حقیقت اور لوگ سب کو فریب دینے کی کوشش کرتا ہے۔

ایک وفد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جو خیال کر رہا تھا کہ آپ ﷺ بھی علمِ غیب کے مدعی ہوں گے، اس لیے ان لوگوں نے اپنے ہاتھ میں کوئی چیز چھپائی اور آپ ﷺ سے پوچھا: بتلایئے، ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے واضح طور سے فرمایا: ''میں کاہن نہیں ہوں۔ کاہن، کہانت اور کہان سب آگ میں ہوں گے۔'' [1]

کاہنوں کی تصدیق کرنا کفر ہے

اسلام نے کاہنوں اور دجالوں کی مخالفت پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ان لوگوں کو بھی گناہ میں شریک ٹھہرایا جو اُن کے پاس جا کر سوالات کرتے ہیں اور ان کے اوہام اور گمراہ کن باتوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ ارشادِ نبوی ہے:

((مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَاَلَهُ عَنْ شَیْءٍ فَصَدَّقَهُ بِمَا قَالَ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا.)) [2]

''جو شخص نجومی کے پاس گیا اور سوالات کیے پھر اس کی باتوں کی تصدیق کی اس کی نماز چالیس دن تک قبول نہیں ہوگی۔''

نیز فرمایا:

((مَنْ اَتٰی کَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا قَالَ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی

---

[1] [اسناده ضعیف] الدر المنثور للسیوطی، ٥/٣٣٦۔

[2] صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکهانة واتیان الکهانة، رقم الحدیث: ٢٢٣٠۔ سنن ابی داؤد، کتاب الکهانة والتطیر، باب فی الکهان، رقم الحدیث: ٣٩٠٤؛ مسند احمد بن حنبل، ٤/٦٨، رقم الحدیث: ١٦٦٣٨؛ السنن الکبری للبیهقی، ٨/١٣٨؛ حلیة الأولیاء لابی نعیم، ١٠/٤٤٢، رقم الحدیث: ١٥٧٩٠؛ شرح السنة للبغوی، ١٢/١٨٢۔

Marfat.com
Marfat.com

مُحَمَّدٍ ﷺ.)) ❶

"جو شخص کاہن کے پاس گیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ ہدایت سے کفر کیا۔"

کفر اس وجہ سے کہ نبی ﷺ پر یہ ہدایت نازل کی گئی ہے کہ غیب اللہ وحدہٗ ہی کے لیے ہے اور محمد ﷺ کو غیب کا علم نہیں ہے اور کسی اور کو تو بدرجہ اولیٰ نہیں ہے۔

﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَیَّ.﴾ ❷

"کہو، میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اس وحی کی اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر کی جاتی ہے۔"

قرآن کی اس صریح اور واضح ترین بات کو جاننے کے باوجود اگر ایک مسلمان اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ بعض لوگ پردہ ہٹا کر تقدیر کو دیکھ سکتے ہیں اور غیب کے راز ہائے سربستہ معلوم کر سکتے ہیں تو وہ اس ہدایت کے ساتھ کفر کرتا ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔

پانسوں کے ذریعہ قسمت معلوم کرنا

پانسوں کے ذریعہ قسمت معلوم کرنا جس مصلحت سے حرام کر دیا گیا ہے اس کو ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

پانسے یعنی تیر جن کو عرب زمانۂ جاہلیت میں قسمت کا حال معلوم کرنے کی غرض سے استعمال کرتے تھے۔ ایک تیر پر یہ عبارت کندہ ہوتی "میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے" اور

❶ [صحیح] مسند احمد بن حنبل، ۲/۴۲۹، رقم الحدیث: ۹۵۳۶؛ جامع ترمذی، کتاب الطهارة، باب ماجاء فی کراهیة إتیان الحائض، رقم الحدیث: ۱۳۵؛ سنن ابی داؤد، کتاب الكهانة والتطیر، باب فی الكهان، رقم الحدیث: ۳۹۰۴؛ کشف الاستار للهیثمی، ۳/۴۰۰، رقم الحدیث: ۳۰۴۵۔ ❷ ٦/الانعام: ٥٠۔

Marfat.com
Marfat.com

دوسرے پر ہوتی "میرے رب نے مجھے منع کیا ہے۔" اور تیسرا تیر سادہ ہوتا۔ جب سفر یا شادی وغیرہ کا ارادہ کر لیتے تو بتوں کے پاس جا کر پانسوں کے ذریعہ قسمت کا لکھا معلوم کرنا چاہتے۔ اگر حکم دینے والا تیر نکل آتا تو اس کام کے لیے قدم اٹھاتے اور اگر ممانعت والا تیر نکل آتا تو رک جاتے اور اگر سادہ تیر نکل آتا تو پھر سے قرعہ اندازی کرتے یہاں تک کہ امر یا نہی والا تیر نکل آتا۔

ہماری سوسائٹی میں اس سے ملتی جلتی چیزیں یہ ہیں۔ رمل، کوڑیاں، کتاب کھول کر فال نکالنا، تاش کے پتے اور فنجان پڑھنا۔ اس قسم کی تمام چیزیں اسلام میں حرام اور منکر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ.﴾ [1]

"اور یہ کہ پانسوں کے ذریعہ قسمت معلوم کرو کہ یہ فسق ہے۔"

اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((لَا يَنَالُ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰى مَنْ تَكَهَّنَ اَوِاسْتَقْسَمَ اَوْ رَجَعَ مِنْ سَفَرٍ تَطَيُّرًا.)) [2]

"وہ شخص بلند درجات کو نہیں پہنچ سکتا جو کہانت کرے یا پانسوں کے ذریعہ قسمت کا حال معلوم کرے یا بدشگونی کی وجہ سے سفر سے واپس لوٹ آئے۔"

جادو

اسلام جادو کا سخت مخالف ہے۔ جو لوگ جادو سیکھتے ہیں اُن کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

﴿وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ.﴾ [3]

---

[1] ٥/المائدہ:٣۔ [2] [صحيح] المعجم الأوسط للطبرانی، ٣/٣٢٠، ٣٢١، رقم الحديث: ٢٦٨٤۔ شعب الايمان للبيهقی، ٧/٣٩٨، رقم الحديث: ١٠٧٣٩۔ حلية الاولياء لابی نعيم، ٥/١٩٨، رقم الحديث: ٦٨١٤۔ [3] ٢/البقرة:١٠٢۔

Marfat.com
Marfat.com

''مگر وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو اُن کے حق میں مفید نہیں بلکہ مُضر تھی۔''

نبی ﷺ نے جادو کا شمار مہلک اور کبیرہ گناہوں میں کیا ہے۔ (1)

جو افراد ہی کو نہیں قوموں کو بھی ہلاک کر دیتا ہے اور آخرت سے پہلے دنیا ہی میں تباہی لاتا ہے۔ بعض فقہا نے سحر کو کفر یا موجب کفر قرار دیا ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک جادوگر کا قتل واجب ہے تا کہ سماج کو اس کے شر سے پاک کیا جا سکے۔

قرآن نے جادوگروں کے شر سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے:

﴿وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ.﴾ (2)

''اور پناہ مانگتا ہوں گرہوں میں پھونکنے والوں (نفوس) کے شر سے۔''

گرہوں میں پھونکنا جادو کے طریقوں اور اس کی خصوصیات میں سے ہے۔ حدیث میں ہے:

((مَنْ نَفَثَ فِيْ عُقْدَةٍ فَقَدْ سَحَرَ وَمَنْ سَحَرَ فَقَدْ اَشْرَكَ.))

(اسناده ضعيف) (3)

''جس نے گرہ میں پھونکا اس نے جادو کیا اور جس نے جادو کیا وہ شرک کا مرتکب ہوا۔''

اسلام نے جس طرح نجومی کے پاس غیب اور راز کی باتیں معلوم کرنے کی غرض سے جانا حرام ٹھہرایا ہے اسی طرح جادو سیکھنے یا جادوگروں کے پاس کسی مرض کے علاج یا کسی مشکل کو حل کرنے کے لیے جانا بھی حرام قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے اپنی برأت ظاہر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ اَوْتُطُيِّرَ لَهُ اَوْتَكَهَّنَ لَهُ اَوْسَحَرَ اَوْسُحِرَ

---

(1) صحيح البخارى، كتاب الطب، باب الشرك والسحر من الموبقات، رقم الحديث: ٥٧٦٤۔ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الكبائر وأكبرها، رقم الحديث: ٨٩۔

(2) ١١٣/الفلق: ٤۔ (3) سنن نسائى، كتاب تحريم الدم، باب الحكم فى السحرة، رقم الحديث: ٤٠٨٤۔المعجم الأوسط للطبرانى، ٢/ ٢٨٠، رقم الحديث: ١٤٩٢۔

Marfat.com
Marfat.com

لَهُ.)) ❶

''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو براشگون لے یا جس کے لیے براشگون لیا جائے یا جس کے لیے کہانت کی جائے یا جو جادو کرے یا جادو کرائے۔''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے جوتشی یا ساحر یا کاہن کے پاس جا کر سوالات کیے اور اس کی باتوں کو سچ مانا اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ ہدایت سے کفر کیا۔ ❷

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ خَمْرٍ وَلَا مُؤْمِنٌ بِسِحْرٍ وَلَا قَاطِعُ رَحِمٍ.)) ❸

''جنت میں شرابی داخل نہ ہوگا اور نہ جادو پر اعتقاد رکھنے والا اور نہ قطع رحمی کرنے والا۔''

یہ حرمت صرف جادوگر ہی کی حد تک نہیں ہے بلکہ اس میں جادو پر اعتقاد رکھنے والے، اس کی حوصلہ افزائی کرنے والے اور جادوگر کی باتوں کو صحیح سمجھنے والے بھی شامل ہیں۔ اور یہ حرمت اس صورت میں اور بڑھ جاتی ہے جبکہ جادو کا استعمال ایسے اغراض کے لیے ہو جو فی نفسہ حرام ہیں مثلاً میاں بیوی کے درمیان تفریق پیدا کرنے، کسی کو جسمانی نقصان پہنچانے وغیرہ کے لیے ہو۔

❶ [اسنادہ ضعیف] مجمع الزوائد للهيثمي، ١١٧/٥، رقم الحديث: ٨٤٧٩؛ كشف الاستار عن زوائد البزار للهيثمي، ٣٩٩/٣، رقم الحديث: ٣٠٤٣۔

❷ [صحيح] المعجم الكبير للطبراني، ٧٦/١٠، رقم الحديث: ١٠٠٠٥۔ مجمع الزوائد للهيثمي، ١١٨،١١٧/٥، رقم الحديث: ٨٤٨٢۔ مسند ابي يعلىٰ الموصلي، ٢٨٠/٩، رقم الحديث: ٥٤٠٨۔ المعجم الأوسط للطبراني، ٢٧٠/٢، رقم الحديث: ١٤٧٦۔

❸ [اسنادہ حسن بشواهده] مسند احمد بن حنبل، ٣٩٩/٤، رقم الحديث: ١٩٥٦٩۔ مستدرك حاكم، ١٤٦/٤، رقم الحديث: ٧٣١٦۔ صحيح ابن حبان، ١٦٦،١٦٥/١٢، رقم الحديث: ٥٣٤٦؛ مجمع الزوائد للهيثمي، ٧٤/٥، رقم الحديث: ٨٢٠٦۔ مسند ابي يعلى الموصلي، ٢٢٤/١٣، رقم الحديث: ٧٢٤٨۔

Marfat.com
Marfat.com

تعویذ باندھنا

اسی قسم کی ایک چیز تعویذ اور منکے وغیرہ ہیں جو بیماری سے شفایابی یا تحفظ کے اعتقاد سے باندھے جاتے ہیں۔ بیسویں صدی میں بھی ایسے لوگ ہیں جو اپنے دروازہ پر گھوڑے کا نعل لگاتے ہیں، اور آج دنیا کے مختلف گوشوں میں گمراہ کرنے والوں کی بھی کمی نہیں جو عوام کی جہالت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور انہیں تعویذیں لکھ لکھ کر دیتے ہیں۔ ان تعویذوں میں لکیریں اور طلسم ہوتے ہیں اور گنڈوں پر قسمیں کھا کر اور منتر پڑھ کر پھونکتے ہیں اور اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ تعویذ گنڈا باندھنے والوں پر جنوں کا اثر نہیں ہوگا اور وہ آسیب، نظرِ بد اور حسد وغیرہ سے محفوظ رہے گا۔

جہاں تک اپنے تحفظ اور علاج کا تعلق ہے اس کے کچھ معروف طریقے ہیں جن کو اسلام نے جائز ٹھہرایا ہے لیکن ان معروف طریقوں کو چھوڑ کر گمراہ دجالوں کے طریقوں کو اختیار کرنا اسلام کے نزدیک سخت منکر ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

((تَدَاوَوْا فَإِنَّ الَّذِیْ خَلَقَ الدَّاءَ خَلَقَ الدَّوَاءَ.)) [1]

''علاج کرو کیونکہ جس نے بیماری پیدا کی ہے اسی نے دوا بھی پیدا کی ہے۔''

نیز فرمایا:

((إِنْ كَانَ فِیْ شَیْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ خَيْرٌ فَفِیْ هٰذِهِ الثَّلَاثَةِ: شُرْبَةُ عَسَلٍ أَوْ شِرْطَةُ مُحَجِّمٍ أَوْ كَيَّةُ بِنَارٍ.)) [2]

''تمہاری ان دواؤں میں مفید تین چیزیں ہیں: شہد پینا، پچھنے لگوانا اور آگ سے داغ دینا۔''

---

[1] [صحیح لغیرہ] مسند احمد بن حنبل، ۱۵۶/۳، رقم الحدیث: ۱۲۵۹۶؛ السنن الکبری للبیھقی، ۳۴۳/۹؛ التمھید لابن عبدالبر، ۲۸۵/۵۔ صحیح ابن حبان، ۴۲۸/۱۳، ۴۲۹، رقم الحدیث: ۶۰۶۴۔۶۰۶۳۔ [2] [صحیح] مسند احمد بن حنبل، ۳۴۳/۳، رقم الحدیث: ۱۴۷۰۱۔ صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الدواء بالعسل، رقم الحدیث: ۵۶۸۳۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب لکل داء دواء، رقم الحدیث: ۲۲۰۵۔

Marfat.com
Marfat.com

ان تین چیزوں کی اسپرٹ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اوران پر قیاس کرتے ہوئے موجودہ زمانہ کے علاج کے یہ طریقے جائز قرار پاتے ہیں۔

(۱) دوا پینا۔

(۲) آپریشن کے ذریعہ علاج۔

(۳) داغ کے ذریعہ علاج جس میں الیکٹرک شاک کے ذریعہ علاج کرنا بھی شامل ہے۔

رہا علاج یا تحفظ کے لیے تعویذ اور منکے وغیرہ باندھنا یا طلسمی منتر پڑھنا تو یہ جہالت اور گمراہی ہے جو سنن الٰہی کے خلاف اور توحید کے منافی ہے۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دس افراد پر مشتمل ایک قافلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے نو افراد سے بیعت کی لیکن ایک شخص سے نہیں کی۔ ان کے دریافت کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ فِیْ عَضُدِهٖ تَمِیْمَةً، فَقَطَعَ الرَّجُلُ التَّمِیْمَةَ فَبَایَعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ قَالَ مَنْ عَلَّقَ فَقَدْ اَشْرَکَ.)) [1]

"اس کے بازو میں تعویذ بندھی ہے۔ جب اس شخص نے تعویذ کاٹ ڈالی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کی اور فرمایا: "جس نے تعویذ باندھی اس نے شرک کیا۔"

دوسری حدیث میں ہے:

((مَنْ عَلَّقَ تَمِیْمَةً فَلَا اَتَمَّ اللّٰهُ لَهٗ ، وَمَنْ عَلَّقَ وَدْعَةً فَلَا اَوْدَعَ اللّٰهُ لَهٗ.)) [2]

"جس نے تعویذ باندھی اللہ اس کو کامیاب نہ کرے اور جس نے منکے

---

[1] [صحیح] مسند احمد بن حنبل، ٤/١٥٦، رقم الحدیث: ١٧٤٢٢؛ المعجم الکبیر للطبرانی، ١٧/٣١٩، رقم الحدیث: ٨٨٥١؛ مجمع الزوائد للھیثمی، ٥/١٠٣، رقم الحدیث: ٨٣٩٩؛ مستدرک حاکم، ٤/٢١٩، رقم الحدیث: ٧٥٨٨۔

[2] [صحیح] مسند احمد بن حنبل، ٤/١٥٤، رقم الحدیث: ١٧٤٠٤؛ مستدرک حاکم، ٤/٢١٦، رقم الحدیث: ٧٥٧٦؛ صحیح ابن حبان، ١٣/٤٥٠، رقم الحدیث: ٦٠٨٦؛ السنن الکبری للبیهقی، ٩/٣٥٠۔

Marfat.com
Marfat.com

باندھے اللہ اسے سکون نصیب نہ کرے۔“

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

”رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے بازو میں پیتل کا چھلہ دیکھا تو فرمایا: افسوس تم پر، یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: یہ کمزوری کو دور کرنے کے لیے پہنا ہے۔ فرمایا: یہ تمہاری کمزوری میں مزید اضافہ کرے گا۔ اسے نکال کر پھینک دو ورنہ اگر تمہاری موت اسی حالت میں ہوئی تو تم ہرگز فلاح نہ پا سکو گے۔“ [1]

ان تعلیمات نے اصحابِ رسول ﷺ پر اس قدر گہرا اثر ڈالا تھا کہ وہ اس قسم کی گمراہیوں سے بہت دور رہے اور ان بے حقیقت چیزوں کو انہوں نے کوئی اہمیت نہیں دی۔

عیسیٰ بن حمزہ کہتے ہیں: میں عبداللہ بن حکیم کے پاس گیا، وہاں حمزہ موجود تھے۔ میں نے کہا: آپ تعویذ نہیں باندھتے؟ انہوں نے کہا: اس سے اللہ کی پناہ! اور ایک دوسری روایت میں ہے ”موت اس سے قریب تر ہے۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((مَنْ عَلَّقَ شَيْئًا وُكِّلَ اِلَيْهِ.)) [2]

”جو شخص (اپنے گلے میں) کوئی چیز لٹکائے اس کو اسی کے حوالہ کر دیا جائے گا۔“

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کے گلے میں گنڈا بندھا ہوا دیکھا تو اسے کھینچ کر کاٹ ڈالا اور فرمایا: آلِ عبداللہ شرک سے بے پرواہ ہو گئے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((اِنَّ الرُّقىٰ وَالتَّمَائِمَ وَالتُّوَلَةَ شِرْكٌ.)) [3]

---

[1] [اسنادہ، ضعیف] مسند احمد بن حنبل، ٤/٤٤٥، رقم الحديث: ٢٠٠٠٠؛ سنن ابن ماجة، كتاب الطب، باب تعليق التمائم، رقم الحديث: ٣٥٣١۔
صحيح ابن حبان، ١٣/٤٤٩، رقم الحديث: ٦٠٨٥۔ المعجم الكبير للطبرانی، ١٨/١٧٢، رقم الحديث: ٣٩١۔ [2] [حسن] جامع ترمذی، كتاب الطب، باب ماجاء فی كراهية التعليق، رقم الحديث: ٢٠٧٢۔ سنن نسائی، كتاب المحاربة، باب الحكم فی السحرة، رقم الحديث: ٤٠٨٤۔ [3] [اسناده ضعيف] مستدرک حاكم، ٤/٤١٧، رقم الحديث: ٨٣٣٩۔
صحيح ابن حبان، ١٣/٤٥٦، رقم الحديث: ٦٠٩٠۔

Marfat.com
Marfat.com

منتر، تعویذ اور تولہ سب شرک ہیں۔‘‘

’’تولہ‘‘ ایک قسم کا جادو ہی ہے اور اس طریقہ کو عورتیں اپنے شوہروں کی نظروں میں محبوب بننے کے لیے اختیار کرتی ہیں۔ علما کہتے ہیں: ممنوع منتر وہ ہیں جو عربی میں نہ ہوں بلکہ کسی اور زبان میں ہوں اور زبان کی مغائرت کی وجہ سے ان کے معنی معلوم نہ ہوں۔ ایسے منتروں میں اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ جادو یا کفر کے قسم کی کوئی بات ہو، لیکن اگر اس کے معنی سمجھ میں آجائیں اور اس میں اللہ کا ذکر ہو تو وہ مستحب ہے۔ ایسے منتر اللہ سے دعا اور اس سے اُمید کے مترادف ہوتے ہیں۔ ان کی حیثیت علاج یا دوا کی نہیں ہوتی۔ البتہ اہلِ جاہلیت کے منتر جادو، شرک اور طلسم سے مرکب ہوتے تھے اور معنی مفہوم سے خالی ہوتے تھے۔

روایت ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کو ان جاہلی منتروں سے منع کیا تو اس نے یہ واقعہ سنایا: ایک روز میں باہر نکلی تو مجھے فلاں شخص نے دیکھ لیا اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ جب میں منتر پڑھتی ہوں تو آنسو رک جاتے ہیں اور جب منتر پڑھنا ترک کرتی ہوں تو آنسوؤں کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ شیطان ہے۔ جب تم اس کی بات مانتی ہو تو وہ تمہیں چھوڑ دیتا ہے۔ اور جب اس کی بات نہیں مانتی ہو تو اپنی انگلی تمہاری آنکھوں میں چبھوتا ہے لیکن اگر تم وہی کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا اور امید ہے کہ تمہیں شفا حاصل ہوگی۔ اپنی آنکھوں میں پانی چھڑکو اور یہ کلمات کہو:

((اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ، اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِيُ، لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا.)) [1]

’’اے انسانوں کے رب! تکلیف کو دور فرما اور شفایاب کر کہ تو ہی شفا دینے والا ہے، کوئی شفا نہیں بجز تیری شفا کے، ایسی شفا عطا فرما کہ کوئی بیماری باقی

[1] [اسنادہ ضعیف] سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی تعلیق التمائم، رقم الحدیث: ٣٨٨٣؛ سنن ابن ماجة، کتاب الطب، باب تعلیق التمائم، رقم الحدیث: ٣٥٣٠۔

Marfat.com
Marfat.com

نہ رہے۔''

بدشگونی

بدشگونی، جگہ، وقت اور اشخاص وغیرہ سے لی جاتی ہے۔ یہ اُن اوہام میں سے ہے جن کا رواج قدیم زمانہ سے چلا آ رہا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اُن سے کہا تھا:

﴿اِطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ.﴾ ❶

''ہمارے خیال میں تو تم اور تمہارے ساتھی شگونِ بد ہیں۔''

اور فرعون اور اس کی قوم پر جب کوئی مصیبت آتی تو

﴿يَطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ.﴾ ❷

''وہ موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے۔''

اکثر کفار جو گمراہی میں مبتلا رہے ہیں کسی مصیبت کے نازل ہو جانے پر یہی کہتے رہے ہیں کہ:

﴿اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ.﴾ ❸

''ہم تمہیں اپنے لیے شگونِ بد سمجھتے ہیں۔''

اور اس کا جواب انبیا علیہم السلام یہ دیتے رہے ہیں کہ:

﴿طَائِرُكُمْ مَّعَكُمْ.﴾ ❹

''تمہاری بدشگونی تمہارے ساتھ لگی ہوئی ہے۔''

یعنی تمہاری مصیبت کا سبب تمہارے ساتھ لگا ہوا ہے اور وہ ہے تمہارا کفر و عناد اور تمہاری سرکشی۔

بدشگونی کے بارے میں زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے عقائد مختلف تھے لیکن اسلام نے ان کو باطل قرار دے کر لوگوں کو عقلیت (Rationality) کی راہ پر لگایا۔۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ ۲۷/النمل:۴۷۔ ❷ ۷/الاعراف:۱۳۱۔

❸ ۳۶/یٰس:۱۸۔ ❹ ۳۶/یٰس:۱۹۔

Marfat.com
Marfat.com

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ اَوْ تُطُيِّرَ لَهُ اَوْ تَكَهَّنَ لَهُ اَوْ سَحَرَ اَوْ سُحِرَ لَهُ.)) [1]

''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو براشگون لے یا جس کے لیے براشگون لیا جائے یا جس کے لیے کہانت کی جائے یا جو جادو کرے یا جو جادو کرائے۔''

نیز فرمایا:

((اَلْعِيَافَةُ وَالطِّيَرَةُ وَالطَّرَقُ مِنَ الْجِبْتِ.)) [2]

''رمل، پرندہ سے براشگون لینا اور کنکریاں مار کر براشگون لینا جبت (وہم پرستی) کے قبیل سے ہے۔''

یہ بدشگونی نہ علم کی بنیاد پر ہوتی ہے اور نہ واقعات کی بنیاد پر بلکہ محض ضعفِ اعتقاد اور وہم پرستی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ورنہ اس کے کیا معنی کہ ایک عقلمند آدمی سچ مچ یہ خیال کرنے لگے کہ فلاں شخص یا فلاں جگہ منحوس ہے یا وہ کسی پرندے کی آواز سن کر یا آنکھوں کی حرکت دیکھ کر یا کوئی کلمہ سن کر گھبراہٹ محسوس کرنے لگے۔

اصل بات یہ ہے کہ اگر انسان کی طبیعت میں کمزوری ہو تو وہ اسے بدشگونی پر آمادہ کرتی ہے۔ لہٰذا انسان کو اس کمزوری کے آگے سپر نہیں ڈالنا چاہیے۔

ایک مرفوع حدیث میں ہے:

''تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان سے کسی کا بچنا مشکل ہے: بدگمانی، بدشگونی اور حسد۔ لہٰذا جب بدگمانی پیدا ہو جائے تو اس پر یقین نہ کرو اور جب بدشگونی تردّد پیدا کرے تو راستہ سے واپس نہ لوٹو اور جب حسد کا احساس ہونے

---

[1] [حسن لغیرہ] المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۸/۱٦۲، رقم الحدیث: ۳٥٥؛ مجمع الزوائد للھیثمی، ٥/۱۰۳،۱۰٤؛ مسند البزار، ۹/٥۲، رقم الحدیث: ۳٥۷۸۔

[2] [اسناد ضعیف] سنن ابی داؤد، کتاب الکھانۃ، باب فی الخط وزجر الطیر، رقم الحدیث: ۳۹۰۷؛ صحیح ابن حبان، ۱۳/٥۰۲، رقم الحدیث: ٦۱۳۱ واللفظ لہٗ۔

Marfat.com
Marfat.com

لگے تو ویسا نہ چاہو۔'' ❶

اس احتیاط پر عمل کرنے کی صورت میں ان تینوں باتوں کی حقیقت دل میں گزرنے والے خیالات اور وساوس سے زیادہ کچھ نہ ہوگی۔ اور ان باتوں کا کوئی اثر عمل پر مرتب نہ ہوگا۔ ایسی باتوں سے اللہ تعالیٰ نے درگزر فرمایا ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے۔'' ❷

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کے دل میں بدشگونی کے خیالات نہ پیدا ہوتے ہوں لیکن اللہ پر توکل کرنے سے اس قسم کے خیالات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔''

جاہلیت کی تقلید کے خلاف جہاد

اسلام نے جس طرح جاہلی اعتقادات واوہام کے خلاف جنگ کی، کیونکہ یہ چیزیں عقل، اخلاق اور برتاؤ سب کے لیے خطرناک ہیں۔ اسی طرح اس نے جاہلیت کی تقلید کے خلاف بھی جہاد کیا جو عصبیت، فخر وغرور اور قبائلی نخوت پر قائم تھی۔

اسلام میں عصبیت نہیں

اس سلسلہ میں اسلام نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ عصبیت کی تمام صورتوں کو دفن کر دیا اور عصبیت کے جذبات کو پیدا کرنا اور اس کی طرف بلانا حرام ٹھہرایا۔ ارشادِ نبوی ہے:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰى عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلٰى عَصَبِيَّةٍ

❶ [اسناده ضعيف] فتح الباري، ١٠/٢١٣۔ بالفاظ متقاربة، مصنف عبدالرزاق، ١٠/٤٠٣، رقم الحديث: ١٩٥٠٤ بلفظ مختلف۔ شعب الايمان للبيهقي، ٢/٦٣، رقم الحديث: ١١٧٢۔

❷ [صحيح] سنن ابي داؤد، كتاب الطب، باب في الطيرة، رقم الحديث: ٣٩١٠۔ جامع ترمذی، كتاب السير باب ما جاء في الطيرة، رقم الحديث: ١٦١٤؛ سنن ابن ماجة، كتاب الطب، باب من كان يعجبه الفال ويكره الطيرة، رقم الحديث: ٣٥٣٨۔

Marfat.com
Marfat.com

وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلٰى عَصَبِيَّةٍ.)) [1]

''جو عصبیت کی طرف لائے وہ ہم میں سے نہیں ہے، جو عصبیت پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جو عصبیت پر مرے وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے۔''

اسلام رنگ، قوم اور خطۂ زمین کی بنیاد پر انسان اور انسان کے درمیان امتیاز کرنے کا قائل نہیں ہے۔ اور اس کے نزدیک یہ بات جائز نہیں ہے کہ مسلمان لونی، قومی اور ملکی تعصب سے کام لیں۔ حق اور باطل، انصاف اور ظلم دونوں صورتوں میں اپنی قوم کی حمایت کریں۔ واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا الْعَصَبِيَّةُ؟ قَالَ: اَنْ تُعِيْنَ قَوْمَكَ عَلَى الظُّلْمِ.)) [2]

''میں نے کہا: یا رسول اللہ! عصبیت کیا ہے؟ فرمایا: یہ کہ تم اپنی قوم کی ظلم کے معاملہ میں بھی مدد کرو۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ.﴾ [3]

''اے ایمان لانے والو! انصاف کے علمبردار اور اللہ کی خاطر گواہی دینے والے بنو اگرچہ کہ اس شہادت کی زد تمہاری اپنی ذات یا تمہارے والدین اور تمہارے رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔''

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا.﴾ [4]

''کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ عدل نہ کرو۔''

---

[1] [اسناده ضعيف] سنن ابی داؤد ، كتاب الأدب ، باب فی العصبية، رقم الحديث: ٥١٢١۔ شرح السنة للبغوی، ١٢٢/١٣، رقم الحديث: ٣٥٤٣۔ الكامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ١٠٠٥/٣۔ [2] [اسناد ضعيف] سنن ابی داؤد، كتاب الأدب، باب فی العصبية ، رقم الحديث: ٥١١٩؛ السنن الكبرىٰ للبيهقی، ٢٣٤/١٠؛ شرح السنة للبغوی، ١٢٣/١٣، رقم الحديث: ٣٥٤٣۔ [3] ٤/النساء: ١٣٥۔ [4] ٥/المائدة: ٨۔

Marfat.com
Marfat.com

اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا. قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! ھٰذَا نَنْصُرُہُ مَظْلُوْمًا فَکَیْفَ نَنْصُرُہُ ظَالِمًا قَالَ: تَمْنَعُہُ مِنَ الظُّلْمِ فَذٰلِکَ نَصْرٌ لَہُ.)) [1]

''اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! مظلوم ہونے کی صورت میں تو ہم مدد کریں گے لیکن ظالم ہونے کی صورت میں کس طرح مدد کریں؟ فرمایا: اپنے بھائی کو ظلم سے روکنا درحقیقت اس کی مدد کرنا ہے۔''

اس سے واضح ہوتا ہے کہ جو دعوت مسلمانوں کو ان کے درمیان ملکی اور گروہی عصبیت پیدا کرنے کی غرض سے دی جائے مثلاً وطن پرستی یا قوم پرستی کی دعوت تو وہ جاہلیت کی دعوت ہے۔ جس سے اسلام، اس کا رسول اور اس کی کتاب بَری ہے۔

اسلام دوسرا عقیدہ رکھنے والوں کے ساتھ ولایت کے تعلقات قائم کرنے کا قائل نہیں ہے اور نہ کفر و ایمان کے علاوہ کسی اور بنیاد پر لوگوں کے درمیان فرق و امتیاز کا قائل ہے۔ اسلام کا دشمن اور کافر مسلمانوں کا بھی دشمن ہے خواہ اس کا سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَھُمْ اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ.﴾ [2]

''تم کبھی نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں کے ساتھ محبت رکھتے ہوں خواہ

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب اعن أخاك ظالماً أو مظلوماً، رقم الحدیث: ۲۴۴۴، ۶۹۵۲؛ مسند احمد بن حنبل، ۳/ ۲۰۱، رقم الحدیث: ۱۳۰۷۹؛ السنن الکبری للبیھقی، ۱۰/ ۹۰؛ جامع ترمذی، کتاب الفتن، باب أنصر أخاك ظالماً أو مظلوماً، رقم الحدیث: ۲۲۵۵۔ [2] ۵۸/المجادلۃ: ۲۲۔

Marfat.com
Marfat.com

وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے اہلِ خاندان۔"

رنگ ونسب کی کوئی اہمیت نہیں

بخاری کی روایت ہے کہ:

"ابوذر رضی اللہ عنہ اور بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے غصہ میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے غصہ میں بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: "اے سیاہ فام کی اولاد"! بلال رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم نے ان کی ماں کو برا بھلا کہا؟ تمہارے اندر جاہلیت کی بُو ابھی باقی ہے۔" [1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اپنے آپ کو دیکھو، کیونکہ سرخ یا سیاہ رنگ کے لوگوں کے مقابلہ میں تمہیں کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے البتہ تقویٰ کی بنا پر تم فضیلت حاصل کر سکتے ہو۔" [2]

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كُلُّكُمْ بَنُوْ آدَمَ وَآدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ.)) [3]

"تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔"

اس طرح اسلام نے اس بات کو حرام ٹھہرایا کہ مسلمان جاہلی خواہشات کے پیچھے پڑ کر حسب ونسب پر ناز کرنے لگے اور اپنے باپ دادا کی بڑائیاں ہانکنے لگے۔

نسب اور خاندان کی کیا حیثیت جبکہ سب کی اصل ایک ہے۔ اور اگر بالفرض نسب کی

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب المعاصي من أمر الجاهلية، رقم الحديث: ٣٠۔ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب إطعام المملوك مما يأكل، رقم الحديث: ١٦٦١؛ مسند احمد بن حنبل، ١٦١/٥، رقم الحديث: ٢١٤٣٢۔

[2] [صحيح لغيره] مسند احمد بن حنبل، ١٥٨/٥، رقم المحدث: ٢١٤٠٧۔

[3] مجمع الزوائد ١٢٣/٨، رقم الحديث: ١٣٠٨٩۔ كشف الاستار للهيثمي، ٤٣٤/٢، رقم الحديث: ٢٠٤٣، باب التفاخر۔

Marfat.com
Marfat.com

حیثیت تسلیم کی جائے تو اِس باپ یا اُس باپ سے پیدا ہونے میں انسان کی اپنی کیا فضیلت ہے یا اُس کا اِس میں کیا قصور ہے؟

نبی ﷺ نے آباء واجداد پر فخر کرنے والوں کو نہایت سخت انداز میں متنبہ فرمایا ہے۔

''لوگ اپنے باپ داداؤں پر فخر کرنا چھوڑ دیں۔ اُن باپ داداؤں پر جو مر کر جہنم کا کوئلہ بن گئے ہیں ورنہ وہ کیڑے سے زیادہ ذلیل ہوں گے۔ اللہ نے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا پر فخر کے طریقہ کو مٹا دیا ہے۔ اب یا تو آدمی متقی مومن ہوگا یا بدبخت فاجر، سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی تھی۔'' [1]

اس حدیث میں اُن لوگوں کے لیے بڑا سبق ہے جو اپنے قدیم اجداد اور عربی و عجمی جاہلیت کے علمبردار فرعون و کسریٰ پر ناز کرتے ہیں، حالانکہ ان کی حقیقت ارشادِ نبوی کے مطابق جہنم کے کوئلہ سے زیادہ نہیں ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر جبکہ ہزار ہا افراد نہایت توجہ کے ساتھ اسلام کا پیغام سن رہے تھے، آپ ﷺ نے اپنے خطبہ میں چند اصولی باتوں کا اعلان فرمایا:

((یَآ اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، اَلا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰى اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰى اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰى. اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ.)) [2]

''لوگو! تمہارا رب ایک ہی ہے۔ سنو کسی عربی کو عجمی پر فضیلت حاصل نہیں ہے اور نہ عجمی کو عربی پر فضیلت ہے، نہ گورا کالے پر فضیلت رکھتا ہے نہ کالا

---

[1] [حسن] مسند احمد بن حنبل، ۳۲۱/۲، رقم الحدیث:۷۸۳۶؛ سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی التفاخر بالأحساب، رقم الحدیث: ۵۱۱۶؛ جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل الشام والیمن، رقم الحدیث: ۳۹۵۵؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۲۳۲/۱۰۔

[2] [حسن] مسند احمد بن حنبل، ۴۱۱/۵، رقم الحدیث:۲۳۴۸۹؛ حلیة الاولیاء لأبی نعیم اصفهانی، ۱۱۹/۳، رقم الحدیث: ۳۳۹۳؛ شعب الایمان للبیهقی، ۲۸۹/۴، رقم الحدیث: ۱۵۳۷۔ واللفظ لهٗ۔

Marfat.com
Marfat.com

گورے پر بجز تقویٰ کے۔ اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی ہے۔"

نوحہ کرنا

کسی کی موت پر نوحہ کرنا، واویلا مچانا، جزع فزع کرنا اور اظہارِ غم میں غلو کرنا جاہلیت کے طور طریقوں کی تقلید ہے جس کا اسلام سخت مخالف ہے۔

اسلام نے اپنے پیروں کو اس بات کی تعلیم دی ہے کہ موت درحقیقت اس دنیا سے دوسری دنیا میں منتقل ہونے کا نام ہے نہ کہ بالکل فنا اور معدوم ہو جانے کا۔ اور جزع فزع سے نہ مردہ زندہ ہوسکتا ہے اور نہ قضائے الٰہی ٹل سکتی ہے، لہٰذا ایک مومن کو موت کا اسی طرح سامنا کرنا چاہیے جس طرح کہ وہ دوسری مصیبتوں کا صبر واحتساب کے ساتھ سامنا کرتا ہے اسے اس بات سے عبرت حاصل کرنا چاہیے اور آخرت میں ابدی ملاقات کی امید رکھنا چاہیے نیز اس کی زبان پر یہ کلمات ہونے چاہئیں:

﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.﴾ [1]

"ہم اللہ کے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔"

لیکن اگر وہ اہل جاہلیت کا سا طریقہ اختیار کرتا ہے تو یہ منکر اور حرام ہوگا۔ اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.)) [2]

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو اپنا منہ پیٹے، دامن پھاڑے اور جاہلیت کی پکار بلند کرے۔"

---

[1] ۲/البقرة:۱۵۶۔

[2] صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب لیس منامن شق الجیوب، رقم الحدیث:۱۲۹۴۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم ضرب الخدود، رقم الحدیث:۱۰۳۔ سنن ابن ماجة، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی النهی ضرب الخدود، رقم الحدیث:۱۵۸٤۔

Marfat.com
Marfat.com

مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اظہارِ غم کے لیے ماتمی لباس پہنے یا زینت ترک کرے یا معمول کے لباس اور ہیئت میں تبدیلی کرے، البتہ بیوی پر واجب ہے کہ وہ اپنے شوہر کا سوگ چار ماہ دس دن تک منائے کہ یہ حقِ زوجیت کے ایفاء کا تقاضا ہے اور اس میں اس مقدس رشتہ کا احترام ہے جس نے دونوں کو جمع کیا۔ لہٰذا اسے چاہیے کہ زینت کا اظہار نہ کرے اور عدت کے زمانہ میں پیغام دینے والوں کی نگاہوں میں کُھب جانے کا باعث نہ بنے۔ لیکن اگر میت شوہر کے علاوہ کوئی اور ہو مثلاً باپ، بیٹا، بھائی تو ایسی صورت میں عورت کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے۔ وہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ جب ان کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور جب زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی کا انتقال ہو گیا تو دونوں میں سے ہر ایک نے خوشبو منگوا کر لگائی اور کہا: اللہ کی قسم! مجھے خوشبو کی ضرورت نہیں تھی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

((لَایَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تَحِدَّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَیَالٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا.)) [1]

"جو عورت اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ تین دن سے زیادہ کسی میت پر سوگ کرے، البتہ اپنے شوہر کا سوگ چار ماہ دس دن تک اس سے منانا چاہیے۔"

یہ سوگ بیوی پر واجب ہے جس کے سلسلہ میں اسے تساہل سے کام نہیں لینا چاہیے۔

ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میری بیٹی کے شوہر کا انتقال

[1] صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب تحد المتوفی عنها اربعة اشهر وعشراً، رقم الحدیث: ٥٣٣٤؛ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الاحداد فی عدة الوفاة، رقم الحدیث: ١٤٨٦، ١٤٨٧؛ سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب احداد المتوفی عنها زوجها، رقم الحدیث: ٢٢٩٩۔

Marfat.com
Marfat.com

ہو گیا ہے اور اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے تو کیا وہ سرمہ لگا سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ [1]

آپ ﷺ کا یہ ارشاد اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دورانِ عدت زیبائش و آرائش حرام ہے البتہ بغیر جزع فزع کے اظہارِ غم اور بغیر چیخ پکار کے رونا کوئی گناہ کی بات نہیں ہے بلکہ ایک فطری امر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعض عورتوں کے رونے کی آواز سنی جو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر رو رہی تھیں۔ کچھ لوگوں نے انہیں روکنا چاہا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہیں ابوسلیمان پر رونے دو بشرطیکہ وہ سر پر مٹی نہ ڈالیں یا چیخ چیخ کر نہ روئیں۔ [2]

❋❋❋

[1] صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب تحد المتوفی عنها زوجها اربعة أشهر وعشراً، رقم الحدیث:٥٣٣٦؛ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الاحداد فی عدة الوفاة، رقم الحدیث:١٤٨٨۔

[2] صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب مایکره من النیاحة علی المیت، رقم الحدیث:١٢٩١ [تعلیقاً]؛ مستدرک حاکم، ٢٩٧/٣، رقم الحدیث: ٥٣٤١ [هذا أثر صحیح] السنن الکبریٰ للبیهقی، ٧١/٤۔

Marfat.com
Marfat.com

معاملات

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اس طور سے فرمائی ہے کہ افراد ایک دوسرے کے ضرورت مند ہیں۔ کوئی شخص بھی خود مکتفی اور دوسروں سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ کسی کے پاس ایسی چیزیں ہوتی ہیں جن سے وہ خود بے نیاز ہوتا ہے اور جن چیزوں سے دوسرے لوگ بے نیاز ہوتے ہیں ان کا وہ ضرورت مند ہوتا ہے۔ اس تمدنی ضرورت کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی ہے کہ وہ اموالِ تجارت اور منفعت بخش چیزوں کا بیع وشراء کے ذریعہ تبادلہ کریں تا کہ زندگی استوار رہو اور معاملات مفید اور نتیجہ بخش طریقہ پر انجام پاسکیں۔

جب نبی ﷺ کی بعثت ہوئی تو عربوں میں بیع وشراء اور مبادلہ کی مختلف شکلیں رائج تھیں۔ ان میں سے جو شکلیں شرعی اصول سے ہم آہنگ تھیں ان کو آپ ﷺ نے برقرار رکھا اور جو شکلیں ہم آہنگ نہ تھیں ان سے منع فرمایا۔ یہ ممانعت چند اسباب کی بنا پر تھی، مثلاً معصیت کے کام میں تعاون، دھوکہ دہی، نفع اندوزی، معاملہ کے کسی فریق کے ساتھ ظلم و زیادتی وغیرہ۔

حرام چیزوں کی بیع حرام ہے

(۱) اشیائے ممنوعہ سے فائدہ اٹھانا معصیت کے قبیل سے ہے اس لیے اس کی خرید و فروخت اور تجارت حرام ہے، مثلاً خنزیر، شراب، خورد ونوش کی حرام چیزیں، بت، صلیب اور مجسمے وغیرہ۔ اگر ان چیزوں کی خرید وفروخت اور ان کی تجارت کو جائز قرار دیا جاتا تو معصیت کے ان کاموں کو فروغ حاصل ہوتا، لوگوں کو ان چیزوں کے قریب جانے کا موقع ملتا، ان کا حصول آسان ہو جاتا اور لوگوں کے اندر ان کی رغبت پیدا ہو جاتی۔ لیکن چونکہ ان کی خرید وفروخت اور ان کا حصول حرام کر دیا گیا ہے اس لیے وہ ان چیزوں سے گریز کرسکتے ہیں۔ اب نہ ان چیزوں کی طرف توجہ مبذول ہوسکتی ہے اور نہ ان کی یاد تازہ ہوسکتی ہے۔ اسی

Marfat.com
Marfat.com

لیے نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ حَرَّمَ بَیْعَ الْخَمْرِ وَالْمَیْتَةِ وَالْخِنْزِیْرِ وَالْاَصْنَامِ.)) [1]

''اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، سور اور بتوں کی خرید وفروخت حرام کردی ہے۔''

نیز فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ اِذَا حَرَّمَ شَیْئًا حَرَّمَ ثَمَنَهٗ.)) [2]

''اللہ جب کسی چیز کو حرام کر دیتا ہے تو اس کی قیمت کو بھی حرام کر دیتا ہے۔''

دھوکہ کی بیع ممنوع ہے

(ب) ہر وہ معاملۂ بیع جس میں مال کے مجہول ہونے یا دھوکہ کی صورت پیدا ہو جانے یا ایک فریق کے دوسرے فریق کو گھاٹا دینے کی بنا پر نزاع کے لیے گنجائش پیدا ہوتی ہو سدِّ ذریعہ کے طور پر ممنوع ہے، مثلاً نر کی صلب میں یا اونٹنی کے بطن میں جو بچہ ہو اس کا سودا کرنا یا اڑتے ہوئے پرندے یا پانی کے اندر مچھلیوں اور اس قسم کی ہر مجہول چیز کی خرید وفروخت۔

نبی ﷺ کے زمانہ میں پھلوں کو کھیتوں اور باغوں میں ان کے پختہ ہونے سے پہلے ہی فروخت کر دیا جاتا تھا اور معاملہ طے ہو جانے کے بعد کبھی ایسا ہوتا کہ آفتِ سماوی کی وجہ سے پھل تباہ ہو جاتے اور ایسی صورت میں بائع اور مشتری کے درمیان نزاع پیدا ہو جاتا۔ بائع کہتا میں سودا مکمل کر چکا ہوں اور خریدار کہتا تو نے پھل فروخت کیے اور پھل

---

[1] صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب بیع المیتة والاصنام، رقم الحدیث:٢٢٣٦؛ صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم بیع الخمر والمیتة۔۔۔، رقم الهدیث:١٥٨١۔ جامع ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی بیع جلود المیتة والاصنام، رقم الحدیث:١٢٩٧۔

[2] سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی ثمن الخمر والمزیتة، رقم الحدیث:٣٤٨٨؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ٦/١٣؛ مسند احمد بن حنبل، ١/٢٤٧، رقم الحدیث: ٢٢٢١۔

Marfat.com
Marfat.com

ہی غائب ہیں۔ 1

اس لیے آپ ﷺ نے منع فرمایا کہ پھلوں کو ان کی پختگی ظاہر ہونے سے پہلے فروخت نہ کیا جائے اِلاّ یہ کہ معاملہ فوری طور سے پھل توڑنے کی شرط پر کیا جائے۔ 2

اسی طرح آپ ﷺ نے خوشوں کی بیع کی بھی ممانعت فرمائی یہاں تک کہ وہ سفید ہو جائیں اور آفت کا خطرہ باقی نہ رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے یہ بھی سوچا کہ جب اللہ نے پھلوں کو روک دیا ہو تو تمہارے لیے اپنے بھائی کا مال لینا کس طرح جائز ہوگا؟ 3

ہر مجہول چیز ممنوع نہیں ہے، کیونکہ بعض چیزیں اس سے خالی نہیں ہوتیں، مثلاً اگر کوئی شخص مکان خریدتا ہے تو اس کی بنیاد اور دیواروں کے اندر کا حال اسے معلوم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جو چیز ممنوع ہے وہ کسی چیز کا صریح مجہول ہوتا ہے جس کے باعث نزاع یا باطل طریقہ پر لوگوں کا مال کھانے کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

اگر کوئی چیز معمولی درجہ میں مجہول ہو تو اس کی بیع حرام نہیں ہے۔ مثال کے طور پر ان چیزوں کی بیع جو زمین کے اندر ہوتی ہیں جیسے مولی، گاجر، پیاز وغیرہ۔ اسی طرح ککڑی اور خربوزے کے کھیتوں کی بیع جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق ہے۔ امام موصوف ان تمام چیزوں کی خرید و فروخت کو جائز کہتے ہیں جو بہ تقاضائے ضرورت ہوں اور جن میں مجہول ہونے کا پہلو بہت معمولی ہو۔

---

1 صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب بيع الثمار قبل أن يبدو صلاحها، رقم الحديث: ٢١٩٣؛ صحيح مسلم، كتاب البيوع، باب النهي عن بيع الثمار قبل أن يبدو صلاحها، رقم الحديث: ١٥٣٤؛ سنن ابى داؤد، كتاب البيوع، باب في بيع الثمار قبل أن يبدو صلاحها، رقم الحديث: ٣٣٦٧۔ 2 صحيح مسلم، كتاب البيوع، باب النهي عن بيع الثمار قبل يبدو صلاحها، رقم الحديث: ١٥٣٥۔ سنن ابى داؤد، كتاب البيوع، باب في بيع الثمار قبل أن يبدو صلاحها، رقم الحديث: ٣٣٦٨؛ مسند احمد بن حنبل، ٢/٥، رقم الحديث: ٤٤٩٣۔

3 صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب إذا باع الثمار قبل أن يبدو صلاحها، رقم الحديث: ٢١٩٨؛ صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب وضع الجوائح، رقم الحديث: ١٥٥٥۔ سنن النسائي، كتاب البيوع، باب شراء الثمار قبل أن يبدو صلاحها، رقم الحديث: ٤٥٣٠۔

Marfat.com
Marfat.com

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''بیع کے سلسلہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اصول دوسرے فقہا کے اصولوں کے مقابلہ میں بہتر ہیں، کیونکہ ان کا مسلک سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک سے ماخوذ ہے جو بیع کے مسائل میں سب سے بڑے فقیہ مانے جاتے تھے۔''

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بھی قریب قریب یہی ہے۔

قیمتوں سے کھیلنا

(ج) اسلام نے بازار کو آزاد چھوڑنا پسند کیا ہے کہ طبعی قوانین اپنا کام کرتے رہیں۔ بازار میں اشیاء کی آمد اور ان کی مانگ کی مناسبت سے قیمتوں میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں عہدِ رسالت میں جب قیمتیں چڑھ گئیں اور لوگوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے لیے اشیاء کے نرخ مقرر کر دیجیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ وَ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَلْقَى اللّٰهَ وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْكُمْ لِيُطَالِبَنِي بِمَظْلِمَةٍ فِي دَمٍ وَلَا مَالٍ.)) [1]

''اللہ ہی قیمتوں کا مقرر کرنے والا ہے۔ گرانی اور ارزانی وہی پیدا کرتا ہے اور رزق دینے والا بھی وہی ہے۔ میں اللہ سے اس حال میں ملنا چاہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی شخص بھی خون یا مال کے سلسلہ میں مجھ سے کوئی مطالبہ نہ کرے۔''

پیغمبر اسلام نے اس حدیث کے ذریعہ اعلان فرمایا کہ افراد کی آزادی میں بلا ضرورت مداخلت کرنا ظلم ہے، لیکن اگر بازار میں غیر طبعی عوامل داخل ہو جائیں مثلاً ذخیرہ اندوزی اور قیمتوں سے کھیلنا تو ایسی صورت میں اجتماعی مصلحت کو افراد کی آزادی کے مقابلہ

[1] مسند احمد بن حنبل، ۲۸۶/۳، رقم الحدیث: ۱۴۰۵۷؛ سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی التسعیر، رقم الحدیث: ۳۴۵۱؛ جامع ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی التسعیر، رقم الحدیث: ۱۳۱۴؛ سنن ابن ماجة، کتاب التجارات، باب من کرہ أن یسعر، رقم الحدیث: ۲۲۰۰۔

Marfat.com
Marfat.com

میں مقدم سمجھنا چاہیے۔ اور ایسی صورت میں نرخ مقرر کرنا سماج کی ضرورت کا تقاضا ہے تاکہ نفع اندوزی کرنے والے حریصوں سے سماج کو بچایا جاسکے۔

مذکورہ حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نرخ مقرر کرنا ہر حال میں ممنوع ہے خواہ رفعِ حرج اور صریح ظلم سے روکنے کے لیے کیوں نہ کیے جائیں بلکہ محقق علما اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ نرخ مقرر کرنا بعض حالات میں تو حرام اور ظلم ہے لیکن بعض حالات میں منصفانہ اور جائز کام ہے۔ لہٰذا اگر ناروا طریقہ پر ظلم وزیادتی کر کے لوگوں کو ایسی قیمت پر چیزیں فروخت کرنے کے لیے مجبور کردیا جائے جس سے وہ راضی نہیں ہیں یا مباحات سے انہیں روکا جائے تو یہ حرام ہوگا۔ اور اگر لوگوں کے درمیان عدل قائم کرنے کی غرض سے نرخ مقرر کیے جائیں مثلاً مروجہ قیمت (Standard Price) کے مطابق معاوضہ لے کر فروخت کرنے کے لیے انہیں مجبور کردیا جائے یا معروف معاوضہ سے زیادہ معاوضہ وصول کرنے سے انہیں روکا جائے تو ایسا کرنا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہوگا۔

پہلی صورت کے بارے میں مذکورہ حدیث وارد ہوئی ہے۔ لہٰذا جب لوگ معروف طریقہ پر بغیر ظلم وزیادتی کے مال فروخت کرتے ہوں اور اشیاء کی قلت یا آبادی میں اضافہ کی وجہ سے قیمتیں چڑھ جائیں تو معاملہ اللہ کے حوالہ کرنا چاہیے۔ ایسی صورت میں لوگوں کو مجبور کرنا کہ وہ مقررہ قیمت پر چیزیں فروخت کریں ناحق کی زیادتی ہوگی۔

رہی دوسری صورت یعنی لوگوں کے ضرورت مند ہونے کے باوجود تُجّار اشیاء فروخت نہ کریں اور معروف قیمت سے زیادہ کا مطالبہ کریں تو ایسی صورت میں مروّجہ نرخ کے مطابق اشیاء فروخت کرنا واجب ہے۔ اور نرخ مقرر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مروّجہ نرخ کو ان پر لازم کردیا جائے۔ ایسے موقع پر قیمتوں کی تعیین کا مطلب بھی اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس عدل کو لازم کردیا ہے اس پر کاربند ہونے کے لیے تاجروں کو مجبور کردیا جائے۔

ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے

Marfat.com
Marfat.com

اگرچہ کہ اسلام افراد کو بیع و شراء اور فطری مقابلہ (Natural Competition) کی آزادی دیتا ہے لیکن اس بات سے اسے شدید انکار ہے کہ لوگ خود غرضی اور لالچ میں مبتلا ہو کر اپنی دولت میں اضافہ کرتے چلے جائیں خواہ غذائی اجناس اور قوم کی دیگر اشیائے ضرورت ہی کے ذریعہ کیوں نہ دولت سمیٹی جا سکے۔

اسی لیے نبی ﷺ نے ذخیرہ اندوزی کی سختی کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے۔

((مَنِ احْتَكَرَ الطَّعَامَ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فَقَدْ بَرِئَ اللّٰهُ مِنْهُ.)) [1]

''جس نے چالیس دن تک غلہ روکے رکھا اس سے اللہ بری الذمہ ہے۔''

اور فرمایا:

((لَا يَحْتَكِرُ اِلَّا خَاطِئٌ.)) [2]

''ذخیرہ اندوزی کرنے والا گنہگار ہے۔''

آپ ﷺ نے ذخیرہ اندوزی کرنے والے شخص کی نفسیات اس طرح بیان کی ہیں:

((بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَكِرُ اِنْ سَمِعَ بِرُخْصٍ سَاءَهُ وَ اِنْ سَمِعَ بِغَلَاءٍ فَرِحَ.)) [3]

''بہت برا ہے وہ بندہ جو ذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔ جب ارزانی ہوتی ہے تو برا محسوس کرنے لگتا ہے اور جب گرانی ہوتی ہے تو خوش ہو جاتا ہے۔''

نیز فرمایا:

((اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ.)) [4]

---

[1] [ضعیف] مسند احمد بن حنبل، ۳۳/۲، رقم الحدیث: ۴۸۸۰۔ مستدرک حاکم، ۱۲،۱۱/۲؛ مجمع الزوائد للهيثمی، ۱۰۰/۴، باب الاحتكار، رقم الحديث: ۶۴۷۶۔

[2] صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب تحريم الاحتكار فی الأقوات، رقم الحديث: ۱۶۰۵۔ سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی النهی عن الحكرة، رقم الحديث: ۳۴۴۷؛ سنن ابن ماجة، کتاب التجارات باب الحكرة والجلب، رقم الحديث: ۲۱۵۴۔ [3] [اسناد ضعیف] مجمع الزوائد للهيثمی، ۱۰۱/۴، رقم الحديث: ۶۴۸۰؛ المعجم الكبير للطبرانی، ۹۵/۲۰؛ الكامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۵۳۰/۲۔ [4] [اسناده ضعیف] سنن ابن ماجة، کتاب التجارات، باب الحكرة جلب، رقم الحديث: ۲۱۵۳؛ مستدرک حاکم، ۱۱/۲؛ سنن الدارمی، ۲۴۹/۲۔

Marfat.com
Marfat.com

"بازار میں مال درآمد کرنے والے کو رزق دیا جاتا ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والے پر لعنت بھیجی جاتی ہے۔"

اصل میں تاجر کے نفع کمانے کی دو صورتیں ہیں: ایک صورت یہ ہے کہ وہ اشیائے تجارت جمع کر رکھے تاکہ مہنگے داموں فروخت کر سکے یعنی جب چیزیں بازار سے غائب ہو جائیں تو شدید ضرورت مند لوگ منہ مانگے دام دے کر خریدنے کے لیے مجبور ہو جائیں۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ تاجر اشیائے تجارت بازار میں لے آئے اور تھوڑے نفع کے ساتھ اسے فروخت کر دے۔ پھر دوسرا مال لائے اور تھوڑے نفع کے ساتھ اسے بھی فروخت کر دے۔ اسی طرح اپنا کاروبار جاری رکھے۔ اس منافع میں تمدنی مصلحت بھی ہے اور برکت بھی اور ایسا تاجر رزق بھی پاتا ہے، جس کی خوشخبری نبی ﷺ نے دی ہے۔

ذخیرہ اندوزی اور قیمتوں کے ساتھ کھیلنے سے متعلق ایک اہم حدیث معقل بن یسار رضی اللہ عنہ صحابی سے مروی ہے۔ جب وہ بیمار ہوئے تو ان کی عیادت کے لیے اُموی حاکم عبیداللہ بن زیاد تشریف لائے تو حضرت معقل رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جس نے مسلمانوں کے لیے گرانی پیدا کرنے کی غرض سے قیمتوں میں مداخلت کی تو اللہ پر یہ حق ہے کہ قیامت کے دن اسے آگ پر بٹھائے۔" [1]

اس قسم کی احادیث کی روشنی میں علماء نے یہ حکم مستنبط کیا ہے کہ ذخیرہ اندوزی کی حرمت دو باتوں کے ساتھ مشروط ہے۔ ایک یہ کہ کسی ایسی جگہ ایسے وقت ذخیرہ کیا جائے جبکہ وہاں کے باشندوں کو اس سے تکلیف پہنچے۔ دوسرے اس سے مقصود قیمتیں چڑھانا ہو تاکہ خوب نفع کمایا جا سکے۔

بازار کی آزادی میں مصنوعی مداخلت

ذخیرہ اندوزی سے تعلق رکھنے والی ایک بات یہ ہے کہ شہر میں رہنے والا شخص دیہاتی

---

[1] مسند احمد بن حنبل، ۲۷/۵۔ رقم الحدیث: ۲۰۳۱۳؛ مستدرک حاکم، ۱۲/۲، ۱۳؛ المعجم الکبیر للطبرانی، ۴۷۹/۲؛ مجمع الزوائد للهیثمی، ۱۰۱/۴، رقم الحدیث: ۶۴۷۸۔

Marfat.com
Marfat.com

کا مال فروخت کرے۔ نبی ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ باہر کا کوئی شخص ضرورت کی اشیاء بازار بھاؤ سے فروخت کے لیے لائے لیکن اس کے پاس کوئی شہری پہنچ کر یہ کہے کہ مال میرے حوالہ کرتا کہ میں بعد میں اسے زیادہ قیمت پر فروخت کروں۔ اگر دیہاتی خود فروخت کرتا تو چیز سستے میں فروخت ہو جاتی اور وہ خود بھی نفع کماتا اور دوسرے لوگ بھی فائدے میں رہتے۔

اس زمانہ میں اس کا بہت زیادہ رواج تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((نُهِينَا اَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَلَوْ كَانَ اَخَاهُ لِاَبِيهِ وَاُمِّهِ.)) [1]

''ہمیں اس بات سے منع کیا گیا تھا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت کرے خواہ وہ اس کا سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔''

معلوم ہوا کہ مصلحتِ عامہ ذاتی تعلقات پر فوقیت رکھتی ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ، دَعُوا النَّاسَ يَرْزُقُ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ.)) [2]

''کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے۔ لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ اللہ ان کو ایک دوسرے کے ذریعہ رزق دے گا۔''

اس سے تجارت کے سلسلہ میں ایک اہم اصول ہاتھ آتا ہے اور وہ یہ کہ بازار، قیمتوں اور مبادلہ کو بغیر کسی مداخلت کے اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تاکہ فطری مقابلہ اور طبعی عوامل کے ذریعہ قیمتوں میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ

---

[1] صحيح البخاری، كتاب البيوع، باب يشتری حاضر لباد بالسمسرة، رقم الحديث: ٢١٦١۔ مختصراً؛ صحيح مسلم، كتاب البيوع، باب تحريم بيع الحاضر لبادی، رقم الحديث: ١٥٢٣ بلفظ مختلف؛ السنن الكبرىٰ للبيهقی، ٥/٣٤٦٦۔

[2] صحيح مسلم، كتاب البيوع، باب تحريم بيع الحاضر لبادی، رقم الحديث: ١٥٢٢؛ سنن ابی داؤد، كتاب البيوع، باب فی النهی أن يبيع حاضر لباد، رقم الحديث: ٣٤٤٢؛ سنن ابن ماجة، كتاب التجارات، باب النهی أن يبيع حاضر لباد، رقم الحديث: ٢١٧٦۔

Marfat.com
Marfat.com

لِبَادٍ کے معنی پوچھے گئے تو انہوں نے فرمایا:

''اس کا مطلب یہ ہے کہ درمیان میں کوئی دلال نہ ہو۔'' [1]

دلال کو عام طور سے اپنی اجرت کی فکر ہوتی ہے اور اس قسم کے معاملات میں وہ مصلحتِ عامہ کو بھول جاتا ہے۔

دلالی جائز ہے

دلالی اگر دوسرے کاموں کے سلسلہ میں کی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ دلال بائع اور مشتری کے درمیان واسطہ ہوتا ہے اور دونوں یا کسی ایک فریق کے لیے سہولت پیدا کر دیتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں درآمد و برآمد کے سلسلہ میں اور تھوک فروش اور خوردہ فروش تاجروں کے درمیان واسطہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ واسطہ دلال ہوتے ہیں جو بہت اہم پارٹ (کردار) ادا کرتے ہیں۔ ان کو اپنی طے شدہ اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ وہ نقد کی شکل میں ہو یا منافع سے متناسب کمیشن کی شکل میں یا کسی ایسی شکل میں جس پر دونوں متفق ہو جائیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''ابن سیرین، عطاء، ابراہیم اور حسن رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک دلال کی اجرت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، ''یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ یہ کپڑا فروخت کرا اور اس سے زیادہ جو کچھ وصول ہو وہ تیرے لیے ہے۔'' اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''اس طرح کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ اسے فلاں قیمت پر فروخت کرا اور جو منافع ہو گا وہ تجھے ملے گا یا میرے اور تیرے درمیان مشترک ہو گا۔'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الاجارۃ، باب اجر السمسرۃ، رقم الحدیث: ۲۲۷۴ (تعلیقاً)۔ سنن ابی داؤد، کتاب القضاء، باب فی الصلح، رقم الحدیث: ۳۵۹۴؛ جامع ترمذی، کتاب الاحکام، باب نمبر۱۷، رقم الحدیث: ۱۳۵۲؛ سنن ابن جامۃ، کتاب التجارات، باب النھی أن یبیع حاضر لباد، رقم الحدیث: ۲۱۷۷۔

Marfat.com
Marfat.com

اَلْمُسْلِمُوْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ. (مسلمان اپنی شرطوں کے پابند ہیں۔)"

نفع اندوزی اور دھوکہ دہی حرام ہے

خارجی اور مصنوعی مداخلت کے سلسلہ کی ایک چیز "نجش" ہے، جس سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اور "نجش" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی تشریح کے مطابق یہ ہے کہ تمہارا ارادہ مال خریدنے کا نہ ہو لیکن تم قیمت سے زیادہ بولی بولو تا کہ دوسرا شخص زیادہ قیمت دے کر مال خرید لے۔ یہ طریقہ عام طور سے دوسروں کو دھوکہ دینے کی غرض سے اختیار کیا جاتا ہے۔ [1]

معاملاتِ بیع کو نفع اندوزی سے اور قیمتوں کو دھوکہ وغیرہ کی آلائشوں سے پاک رکھنے کی غرض سے نبی ﷺ نے منڈی میں مال آنے سے پہلے اس کو باہر ہی باہر خریدنے سے منع فرمایا ہے، ورنہ منڈی میں مال کی آمد ٹھیک طور پر نہیں ہو سکے گی اور اس کے نتیجہ میں مناسب نرخ مقرر نہ ہو سکیں گے، کیونکہ نرخ کا تعین مال کی منڈی میں آمد اور اس کی مانگ کی مناسبت سے ہوتا ہے۔ [2]

مذکورہ صورت ایسی ہے کہ بائع کو بازار کے نرخ کا علم نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے بازار میں مال آجانے پر بائع کو سابق سودا فسخ کرنے کا اختیار دیا ہے۔ [3]

جس نے ہمارے ساتھ دھوکہ دہی کی وہ ہم میں سے نہیں ہے

اسلام نے فریب اور دھوکہ کی تمام صورتوں کو حرام ٹھہرایا ہے خواہ وہ بیع وشراء سے متعلق ہوں یا دوسرے انسانی معاملات سے متعلق۔ اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ مسلمان ہر

---

[1] صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب النجش، رقم الحدیث: ٢١٤٢؛ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم بیع الرجل علی بیع أخیه، رقم الحدیث: ١٥١٦؛ سنن ابن جامة، کتاب التجارات، باب ماجاء فی النهی عن النجش، رقم الحدیث: ٢١٧٣۔ [2] صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم تلقی الجلب، رقم الحدیث: ١٥١٧۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب النهی للبائع أن لایحفل الابل، رقم الحدیث: ٢١٤٩۔ [3] صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم تلقی الجلب، رقم الحدیث: ١٥١٩، واللفظ له؛ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب النهی عن تلقی الرکبان، رقم الحدیث: ٢١٦٤، ٢١٦٥۔

Marfat.com
Marfat.com

معاملہ میں سچائی اختیار کریں۔ دین کی مخلصانہ پیروی ہر دنیوی مفاد کے مقابلہ میں زیادہ قیمتی ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

((اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَالَمْ یَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَ بَیَّنَا بُوْرِکَ لَهُمَا فِیْ بَیْعِهِمَا وَإِنْ كَذَبَا وَ كَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَیْعِهِمَا.)) [1]

''بائع اور مشتری دونوں کو سودا فسخ کرنے کا اختیار ہے جب تک کہ دونوں جدا نہیں ہو جاتے۔ اگر دونوں سچائی سے کام لیں اور عیب بیان کریں تو اُن کے سودے میں برکت دی جاتی ہے اور اگر جھوٹ بولیں اور عیب چھپائیں تو سودے کی برکت اٹھا دی جاتی ہے۔''

((وَمَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِرَجُلٍ یَبِیْعُ طَعَامًا فَأَعْجَبَهُ فَأَدْخَلَ یَدَهُ فِیْهِ فَرَاٰیٰ بَلَلًا فَقَالَ: مَا هٰذَا یَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟ قَالَ أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ. فَقَالَ ﷺ فَهَلَّا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰی یَرَاهُ النَّاسُ. مَنْ غَشَّنَا فَلَیْسَ مِنَّا.)) [2]

''رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک غلہ فروش کے پاس سے ہوا۔ آپ ﷺ کو غلہ اچھا معلوم ہوا لیکن جب ہاتھ ڈال کر دیکھا تو نمی محسوس ہوئی۔ فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے کہا: بارش کی وجہ سے نمی پیدا ہو گئی ہے۔ فرمایا: پھر اس کو غلہ کے اوپر کیوں نہیں رکھا کہ لوگ دیکھ لیتے؟ جو ہمارے ساتھ دھوکہ بازی کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

مسلمانوں کے اسلاف معاملہ کرتے وقت مال کا عیب بیان کر دیتے تھے، سچ بولتے

---

[1] صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب اذابین لبیان ولم یکتما ونصحا کتاب البیوع، باب الصدق فی البیع والبیان، رقم الحدیث: ۱۵۳۲۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قول ﷺ، من غشنا فلیس منا، رقم الحدیث: ۱۰۲؛ جامع ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی کراھیة الغش فی البیوع، رقم الحدیث: ۳۱۳۵؛ سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی النہی عن الغش، رقم الحدیث: ۳۴۵۲؛ ارواء الغلیل للألبانی، ۱۶۱/۵، رقم الحدیث: ۱۳۱۹۔

Marfat.com
Marfat.com

اور جھوٹ سے پرہیز کرتے ، خلوص کا ثبوت دیتے اور دھوکہ دہی سے اجتناب کرتے۔

چنانچہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ جب انہوں نے ایک بکری فروخت کی تو خریدار سے کہا: ''میں اس کا عیب بیان کر کے بری الذمہ ہوتا ہوں۔ یہ بکری پاؤں سے چارہ ادھر اُدھر پھیلا دیتی ہے۔''

اسی طرح حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے کہ انہوں نے ایک لونڈی فروخت کی تو خریدنے والے سے کہا: ''اس لونڈی نے ایک بار خون تھوکا تھا۔''

بہ کثرت قسمیں کھانا

حرمت اس صورت میں شدید ہو جاتی ہے جبکہ دھوکہ دہی کے ساتھ جھوٹی قسم بھی کھائی جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تاجروں کو بہ کثرت قسمیں کھانے سے اور خاص طور سے جھوٹی قسمیں کھانے سے منع فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((اَلْحَلْفُ مُنْفِقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِلْبَرَكَةِ.)) [1]

''قسم کھانے سے مال تو فروخت ہو جاتا ہے لیکن برکت اٹھ جاتی ہے۔''

کاروبار میں بہ کثرت قسمیں کھانا اس لیے ناپسندیدہ ہے کہ ایسی صورت میں غلط بیانی کا زیادہ احتمال ہے نیز اس کے نتیجہ میں دل سے اللہ کی عظمت بھی زائل ہو جاتی ہے۔

ناپ تول میں کمی کرنا

دھوکہ دہی کی ایک قسم ناپ تول میں کمی ہے۔ قرآن نے معاملہ کے اس پہلو کا بڑے اہتمام سے ذکر کیا ہے:

﴿وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ، لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا.﴾ [2]

---

[1] صحیح البخاری ، البیوع، باب یمحق الله الربا ویربی الصدقات، رقم الحدیث:۲۰۸۷۔ صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب النھی عن الحلف فی البیع، رقم الحدیث:۱۶۰۶؛ سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی کراھیة الیمین فی البیع، رقم الحدیث: ۳۳۳۵۔ [2] ۶/الانعام:۱۵۲۔

Marfat.com
Marfat.com

''اور ناپ تول میں پورا انصاف کرو، ہم کسی نفس پر اس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔''

﴿وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ط ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلاً.﴾ [1]

''اور جب تم ناپو تو ناپ بھر کر دو اور صحیح ترازو سے تولو۔ یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے خوب تر ہے۔''

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ [2]

''تباہی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے یہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھاٹا دیتے ہیں۔ کیا وہ نہیں سمجھتے کہ انہیں ایک بڑے دن اٹھایا جائے گا؟ جس دن کہ لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔''

عدلِ حقیقی کا تصور تو مشکل ہے البتہ ایک مسلمان کی یہ ذمہ داری ضرور ہے کہ جہاں تک ہو سکے وہ عدل کرے۔ اسی لیے قرآن میں ناپ تول میں پورے انصاف سے کام لینے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

﴿لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [3]

''ہم کسی نفس پر اس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔''

ایک ایسی قوم کا قصہ بھی قرآن میں بیان کیا گیا ہے جس نے معاملات کے سلسلہ میں ظالمانہ روش اختیار کی تھی اور لوگوں کو گھاٹا دینے لگی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے عدل اور اصلاح کی راہ پر لگانے کے لیے رسول بھیجا۔ یہ قوم شعیب تھی جس کو دعوت دیتے ہوئے اور انجامِ بد سے آگاہ کرتے ہوئے حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا:

---

[1] ۱۷/الاسراء:۳۵۔ [2] ۸۳/المطففین:۱۔۶۔ [3] ۶/الانعام:۱۵۲۔

Marfat.com
Marfat.com

﴿اَوۡفُوا الۡكَيۡلَ وَلَا تَكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُخۡسِرِيۡنَ. وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِيۡمِ وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ.﴾ [1]

''ناپ پورا دو اور گھاٹا دینے والے نہ بنو۔ صحیح ترازو سے تولو اور لوگوں کو اُن کی چیزیں کم نہ دو، اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔''

یہ واقعہ ایک مثال کی حیثیت سے ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کو کس طرح زندگی بسر کرنا چاہیے اور اسے اپنے تعلقات اور اپنے تمام معاملات میں کن باتوں کا پابند ہونا چاہیے۔ مسلمانوں کا یہ کام نہیں کہ دو پیمانوں سے ناپے اور دو ترازوؤں سے تولے۔ لینے کے پیمانے اور ہوں اور دینے کے اور، لیتے وقت بھرپور وزن کر کے لے اور دوسروں کو دے تو گھاٹا دے۔

چوری کا مال خریدنا چور کے ساتھ مشارکت ہے

اسلام نے جرم کی مخالفت اور جرم کو مشکل بنانے کی غرض سے ایسی چیز کا خریدنا بھی حرام ٹھہرایا ہے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ غصب شدہ یا چوری کا مال ہے یا اصل مالک سے ناروا طریقہ پر حاصل کر لیا گیا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں غاصب، چور اور زیادتی کرنے والے شخص کے ساتھ غصب، چوری اور زیادتی کے معاملہ میں تعاون ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((مَنِ اشۡتَرٰى سَرِقَةً وَهُوَ يَعۡلَمُ اَنَّهَا سَرِقَةٌ فَقَدِ اشۡتَرَكَ فِىۡ اِثۡمِهَا وَعَارِهَا.)) [2]

''جس نے چوری کا مال خریدا یہ جانتے ہوئے کہ یہ چوری کا مال ہے وہ اس کے گناہ اور برائی میں شریک ہوا۔''

---

[1] ۲۶/الشعراء: ۱۸۱، ۱۸۳۔ [2] [اسناد ضعیف] السنن الکبریٰ للبیھقی، ۳۳۵/۵، ۳۳۶؛ مستدرک حاکم، ۳۵/۲۔

Marfat.com
Marfat.com

مسروقہ مال پر لمبی مدت گزر جانے سے گناہ زائل نہیں ہوتا کیونکہ اسلام میں وقت کی طوالت حرام کو حلال نہیں بناتی اور نہ معاملہ پرانا ہو جانے سے اصل مالک کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔ بعض انسانی قوانین بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔

سُود کی حرمت

اسلام نے تجارت کے ذریعہ مال کو نفع بخش بنانا جائز قرار دیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْآ اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ.﴾ [1]

"اے ایمان لانے والو! ایک دوسرے کے مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی مال باہمی رضا مندی سے تجارت کے ذریعہ حاصل ہو جائے۔"

اور تجارت کی غرض سے سفر کرنے والوں کی تعریف کی ہے لیکن اسلام نے سود کے ذریعہ مال کو نفع بخش بنانے کا ہر طریقہ ختم کر دیا ہے چنانچہ سود کی ہر مقدار خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر حرام ٹھہرائی ہے اور یہودیوں کی مذمت کی ہے کہ ممانعت کے باوجود وہ سود کھاتے رہے۔ سورۂ بقرہ کی درج ذیل آیتیں قرآن کے آخری نازل شدہ حصہ سے تعلق رکھتی ہیں:

﴿یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ. فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ. لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ.﴾ [2]

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود تمہارا باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر واقعی تم مومن ہو۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو خبردار ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔ اگر تم توبہ کر لو تو زرِ اصل لینے کا تمہیں حق ہے نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔"

---

[1] ٤/النساء:٢٩۔ [2] ٢/البقرة:٢٧٨،٢٧٩۔

Marfat.com
Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے سود اور سود خوار دونوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور واضح فرمایا کہ سود سماج کے لیے نہایت خطرناک ہے:

''جب کسی بستی میں سود اور زنا کا ظہور ہو جاتا ہے تو لوگ اللہ کے عذاب کو دعوت دیتے ہیں۔'' [1]

آسمانی مذاہب میں اسلام پہلا دین نہیں ہے جس نے سود کو حرام ٹھہرایا ہو، بلکہ یہودی مذہب میں بھی سود حرام تھا۔ چنانچہ عہد نامۂ قدیم میں ہے:

''جب تیرا بھائی محتاج ہو تو اس کی مدد کر، اس سے فائدہ اور نفع طلب نہ کر۔'' [2]

اور نصرانی مذہب کے بارے میں انجیل لوقا میں ہے:

''بھلائی کے کام کرو اور قرض دو اس کی واپسی کا انتظار کیے بغیر۔ ایسی صورت میں تمہارا اجر بڑا ہوگا۔'' [3]

افسوسناک بات یہ ہے کہ عہد نامۂ قدیم میں تحریف کر کے ''اپنے بھائی'' کا مفہوم خاص طور سے ''یہودی'' لے لیا گیا۔ چنانچہ ''سفرِ تثنیۃ الاشتراع'' میں ہے:

''تو پردیسی کو سود پر قرض دے تو دے پر اپنے بھائی کو سود پر قرض نہ دینا۔'' [4]

حرمتِ سود کی مصلحت

اسلام نے سود کو شدید حرام قرار دینے میں انسان کے اخلاقی، اجتماعی اور اقتصادی مصالح کا لحاظ کیا ہے۔ علمائے اسلام نے اس کے معقول وجوہ بیان کیے ہیں اور جدید تحقیقات نے بھی ان مصلحتوں کو مزید واضح کر دیا ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر جو روشنی ڈالی ہے اس کو بیان کرنے پر ہم اکتفا کریں گے:

''اولاً سود اس بات کا متقاضی ہے کہ انسان کا مال بلاعوض حاصل کیا جائے۔

---

[1] [حسن] مستدرک حاکم، ۲/۳۷؛ المعجم الکبیر للطبرانی، ۱/۷۸، رقم الحدیث: ۴۶۰۔ مجمع الزوائد للھیثمی، ۴/۱۱۸، رقم الحدیث: ۶۵۸۳۔ [2] خروج، ۲۲:۲۴۔

[3] لوقا، ۶:۲۴، ۲۵۔ [4] استثناء، ۲۳:۲۰۔

Marfat.com
Marfat.com

جو شخص ایک درہم کو دو درہم کے بدلہ فروخت کرتا ہے اس کو بلا عوض ایک درہم زیادہ مل جاتا ہے، حالانکہ انسان کا مال ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ہے اور بڑی حرمت والی چیز ہے، چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ ''انسان کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی طرح ہے۔'' [1]

لہٰذا بغیر معاوضہ کے مال حاصل کرنا حرام ہونا ہی چاہیے۔

ثانیاً سود پر اعتماد کرنے کے نتیجہ میں لوگ محنت کے ذریعہ کمانے سے جی چرانے لگیں گے، کیونکہ صاحبِ مال کے لیے سودی لین دین کے ذریعہ زائد مال حاصل کرنا خواہ نقد ہو یا اُدھار آسان ہوگا۔ ایسی صورت میں وہ کسب و تجارت اور دشوار کاموں کے لیے کیوں محنت مشقت کرنے لگے؟ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ عوام کا مفاد متاثر ہو جائے گا۔ اصل میں دنیا کا مفاد تجارت، صنعت وحرفت اور تعمیری کاموں ہی سے وابستہ ہے۔

(اور اس میں شک نہیں کہ یہ مصلحت اقتصادی نقطۂ نظر سے بالکل صحیح ہے۔)

ثالثاً اس کے نتیجہ میں قرض دینے کا جو معروف طریقہ لوگوں کے درمیان رائج ہے وہ ختم ہو جائے گا، کیونکہ سود کو حرام قرار دینے کی صورت میں تو طبیعت اس بات کے لیے آمادہ ہو جاتی ہے کہ ایک درہم قرض دے کر ایک درہم ہی واپس لیا جائے لیکن اگر سود کو جائز قرار دیا جائے تو حاجت مند کی ضرورت اسے اس بات پر آمادہ کرے گی کہ وہ ایک درہم لے کر دو درہم واپس کردے۔ اس کے نتیجہ میں انسانی ہمدردی اور احسان کا خاتمہ ہو جائے گا۔

(یہ علت اخلاقی نقطۂ نظر سے تسلیم شدہ ہے۔)

رابعاً قرض خواہ عام طور سے غنی اور قرض دار محتاج ہوتا ہے لہٰذا سودی لین دین جائز قرار دینے کی صورت میں غنی محتاج اور کمزور سے زائد مال حاصل کرے گا۔

---

[1] [اسناده ضعيف] [حلية الاولياء لابى نعيم، ٧/٣٣٤؛ مجمع الزوائد للهيثمى، ٤/١٧٢، رقم الحديث: ٦٨٧٥؛ مسند ابى يعلى الموصلى، ٩/٥٦، رقم الحديث: ٥١١٩۔

Marfat.com
Marfat.com

اس صورت کو رحمتِ خداوندی کس طرح جائز قرار دیتی؟
(اس میں اجتماعی پہلو مدنظر ہے)''

غرضیکہ سُود طاقتور کے مفاد کی خاطر غریب کا خون چُوس لینے کا نام ہے۔ اس سے دولتمند کی دولت میں اور غریب کی غریبی میں اور اضافہ ہوتا جاتا اور ایک طبقہ دوسرے طبقہ سے ناجائز فائدہ اٹھا کر مالدار ہو جاتا ہے۔ یہ چیز کینہ اور بُغض پیدا کرتی ہے اور سماج کے درمیان باہمی کشمکش کی آگ بھڑکاتی ہے اور اس کے نتیجہ میں انتہا پسندانہ انقلابات کے لیے راہ ہموار ہو جاتی ہے۔ چنانچہ تاریخ نے قریبی زمانہ ہی میں ثابت کر دکھایا ہے کہ سُود اور سُود خور سیاست، حکومت اور مقامی اور قومی امن کے لیے کس قدر خطرناک ہیں۔

سُود دینے والا اور لکھنے والا

سود کھانے والا قرض خواہ اور صاحب مال ہوتا ہے۔ وہ قرض دار کو روپیہ دیتا ہے تاکہ زر اصل پر فائدہ کا اضافہ کر کے لوٹائے۔ ایسے شخص کے عنداللہ اور عندالناس ملعون ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے لیکن اسلام نے جرم کو صرف سود خور تک محدود نہیں رکھا ہے بلکہ سود کھلانے والے کو بھی گناہ میں شریک قرار دیا ہے۔ اور سود کی دستاویز لکھنے والے اور اس کے گواہوں کو بھی گناہ میں حصہ دار ٹھہرایا ہے۔ حدیث میں ہے:

((لَعَنَ اللّٰهُ اٰكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَكَاتِبَهُ.)) [1]

''اللہ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، گواہ بننے والے اور کاتب سب پر لعنت فرمائی ہے۔''

البتہ اگر شدید ضرورت سودی معاملہ کرنے کی متقاضی ہو تو ایسی صورت میں سُود کھانے والا ہی گنہگار ہوگا۔

[1] [صحیح] مسند احمد بن حنبل، ۱/۳۹۳، رقم الحدیث: ۳۷۲۵؛ سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی آکل الربا وموکلہ، رقم الحدیث: ۳۳۳۳۔ جامع ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی آکل الربا، رقم الحدیث: ۱۲۰۶؛ سنن ابن ماجۃ، کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا، رقم الحدیث: ۲۲۷۷؛ سنن نسائی، کتاب الزینۃ، رقم الحدیث: ۵۱۰۷۔

Marfat.com
Marfat.com

۱:۔ بشرطیکہ ضرورت حقیقی ہو۔ مجرد اپنی حاجت یا ترقی کے کاموں میں توسیع پیشِ نظر نہ ہو۔ ضرورت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اس سے بے نیاز نہ ہو سکتا ہو الا یہ کہ اپنے کو ہلاک کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ مثلاً غذا، کپڑا اور علاج جو ناگزیر ہے۔

۲:۔ یہ رخصت بس اس حد تک ہے کہ اپنی ضرورت کو پورا کیا جائے مثلاً اگر نو روپے سے کام چلتا ہو تو دس روپے قرض نہ لیے جائیں۔

۳:۔ اس سے نکلنے کی ہر ممکن کوشش کی جانی چاہیے اور مسلمان بھائیوں پر لازم ہے کہ وہ ایسے شخص کی مدد کریں، لیکن اگر ضرورتمند شخص سودی قرض کے سوا دوسرا کوئی ذریعہ نہ پائے تو سودی قرض لے سکتا ہے بشرطیکہ اس کو نہ چاہنے والا ہو اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا۔ ایسی صورت میں اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

۴:۔ مجبوراً اسے یہ صورت اختیار کرنا پڑے تو وہ بہ کراہت یہ کام انجام دے اور اس پر ناراضی کا اظہار کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی دوسری صورت پیدا فرمادے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرض سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے

مسلمانوں کو اس بات سے واقف ہونا چاہیے کہ اسلام زندگی میں اعتدال پیدا کرنے اور معیشت میں میانہ روی اختیار کرنے کی ہدایت کرتا ہے:

﴿وَلَا تُسْرِفُوْٓا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ.﴾ [1]

"اور اسراف نہ کرو کہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا . اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ.﴾ [2]

"اور فضول خرچی نہ کرو فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔"

قرآن نے مومنوں سے (اللہ کی راہ میں) انفاق کا جو مطالبہ کیا ہے وہ اللہ کے بخشے ہوئے پورے کا مالک نہیں بلکہ اس کے کچھ حصہ کو خرچ کرنے کا مطالبہ ہے۔ جو شخص اپنی کمائی

[1] ٦/انعام: ١٤١۔ [2] ١٧/بنی اسرائیل: ٢٦، ٢٧۔

Marfat.com
Marfat.com

کا ایک حصہ خرچ کرے گا وہ شاید کبھی محتاج نہ ہوگا۔ اس اعتدال اور میانہ روی کا تقاضا ہے کہ مسلمان کو قرض کی ضرورت پیش نہ آئے۔ نبی ﷺ نے قرض کو ناپسند فرمایا ہے کیونکہ قرض شب وروز کی پریشانی کا باعث بن جاتا ہے۔ آپ ﷺ قرض سے پناہ مانگا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ.)) [1]

''خدایا! میں تیری پناہ مانگتا ہوں قرض کے غلبہ اور آدمیوں کے قہر سے۔''

اور دعا کرتے ہیں:

((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْکُفْرِ وَالدَّیْنِ. فَقَالَ رَجُلٌ اَتَعْدِلُ الْکُفْرَ بِالدَّیْنِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ نَعَمْ.)) [2]

''میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کفر اور قرض سے۔ ایک شخص نے کہا کیا کفر اور قرض برابر ہیں یارسول اللہ؟ فرمایا: جی ہاں۔''

نماز میں اکثر آپ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ فَقِیْلَ لَهُ اِنَّکَ تَسْتَعِیْذُ مِنَ الْمَغْرَمِ کَثِیْراً یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَکَذَبَ وَوَعَدَ فَاَخْلَفَ.)) [3]

''خدایا! میں تیری پناہ مانگتا ہوں گناہ اور قرض سے۔ کسی نے پوچھا یارسول اللہ کیا بات ہے آپ ﷺ اکثر قرض سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرمایا: آدمی جب مقروض ہوجاتا ہے تو اس کا حال یہ ہوجاتا ہے کہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔''

---

[1] [اسنادہ ضعیف] سنن ابی داؤد ، کتاب الوتر، باب فی الاستعاذة، رقم الحدیث:١٥٥٥۔ یغنی عن مارواہ البخاری ، کتاب الدعوات، باب التعوذ من غلبة الرجال، رقم الحدیث:٢٣٢٣۔ سنن نسائی، کباب الاستعاذة، باب الاستعاذة من غلبة العدو، رقم الحدیث:٥٤٨٩۔

[2] [ضعیف] سنن نسائی ، کتاب الاستعاذة، باب الاستعاذة من الدین، رقم الحدیث:٥٤٧٥۔ مستدرک حاکم: ١/٥٣٢۔

[3] صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الدعاء، قبل السلام، رقم الحدیث: ٨٣٢ ؛ صحیح مسلم ، کتاب المساجد، باب مایستعاذمنه فی الصلاة، رقم الحدیث: ٥٨٩۔

Marfat.com
Marfat.com

مذکورہ بالا حدیث اس بات پر روشنی ڈالتی ہے کہ قرض دار ہونا اخلاق کے لیے کس قدر نقصان دہ ہے۔ آپ ﷺ ایسے شخص کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھتے تھے جس کے ذمہ قرض ہوتا اور قرض کی ادائیگی کے بقدر ترکہ میں مال نہ چھوڑتا۔ آپ ﷺ کا یہ طریقہ لوگوں کو قرض کا خوف دلانے کے لیے تھا لیکن جب اللہ نے آپ ﷺ کو اموالِ غنیمت عطا فرمائے تو آپ ﷺ نے ایسے قرضوں کی ادائیگی کا خود اہتمام فرمایا [1] آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ شَيْئٍ إِلَّا الدَّيْنُ.)) [2]

"شہید کا ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے بجز قرض کے۔"

ان ہدایات کے پیشِ نظر ایک مسلمان کو شدید ضرورت کے بغیر قرض نہیں لینا چاہیے اور جب لے تو ہمیشہ ادائیگی ہی کی نیت رکھنی چاہیے۔ حدیث میں ہے:

((مَنْ اَدَانَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَاءَ هَا اَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ اَخَذَهَا يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ.)) [3]

"جس نے لوگوں کا مال قرض کے طور پر لیا اور اس کو ادا کرنا چاہا تو اس کا قرض اللہ ادا فرمائے گا۔ اور جس نے تلف کرنے کے ارادہ سے لیا تو اس کو اللہ تلف فرمائے گا۔"

پس جب مسلمان مجبوری کے بغیر جائز نوعیت کا قرض نہیں لے سکتا تو سُودی قرض

---

[1] صحيح البخاری، كتاب الكفالة، باب الدين، رقم الحديث:٢٢٩٨؛ صحيح مسلم، كتاب الفرائض، باب من ترك مالا فلورثته رقم الحديث:١٦١٩۔

[2] صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب من قتل فى سبيل الله كفرت خطاياه إلا الدين، رقم الحديث: ١٨٨٦؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي، ٩/٢٥؛ مسند احمد بن حنبل، ٢/٢٢٠، رقم الحديث: ٧٠٥١، ارواء الغليل للألبانی، ٥/١٨، رقم الحديث: ١١٩٦۔ [3] صحيح البخاری، كتاب الاستقراض، باب من أخذاموال الناس يريد أداء ها، رقم الحديث: ٢٣٨٧؛ سنن ابن ماجة، كتاب الصدقات، باب من ادان دينالم ينوقضاء ه، رقم الحديث: ٢٤١١۔ مسند احمد بن حنبل، ٢/٣٦١، رقم الحديث:٧٨٣٣۔

Marfat.com
Marfat.com

کس طرح لے سکتا ہے؟

زیادہ قیمت پر اُدھار بیع

یہاں یہ بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح کوئی چیز نقد خریدنا جائز ہے اسی طرح باہمی رضامندی سے اُدھار خریدنا بھی جائز ہے۔ [1]

نبی ﷺ نے ایک یہودی کے پاس ایک آہنی زرہ رہن رکھ کر اپنے گھر والوں کے لیے غلہ ادھار خریدا تھا۔

لیکن اگر بائع اُدھار کی وجہ سے قیمت بڑھا دے جیسا کہ بہت سے تاجر قیمت بڑھا کر قسط وار ادائیگی کی شرط پر فروخت کرتے ہیں تو بعض فقہا کے نزدیک یہ صورت حرام ہے، اس بناء پر کہ ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے جو زائد رقم وصول کی جاتی ہے وہ ایک طرح کا سُود ہے، مگر جمہور علما اس کی اجازت دیتے ہیں کیونکہ یہ اصلاً مباح ہے اور اس کی حرمت کے سلسلہ میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی ہے اور نہ اس میں سُود سے کامل یگانگت پائی جاتی ہے نیز اس لیے بھی کہ مختلف وجوہ سے بائع قیمت میں اضافہ کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ یہ قیمت کھلی نفع اندوزی اور صریح زیادتی کی حد تک نہ پہنچ جائے ورنہ ایسا کام کرنا حرام ہوگا۔

امام شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

> ''شافعیہ، حنفیہ، زید بن علی، مؤید باللہ اور جمہور کے نزدیک یہ صورت جواز کے عام دلائل کی بناء پر جائز ہے اور بظاہر یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔'' [2]

بیعِ سلم

اس کے برعکس جواز کی صورت یہ ہے کہ طے شدہ رقم پیشگی بائع کے حوالہ کر دی

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الرهن، باب من رهن درعه، رقم الحدیث:۲۵۰۹؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۳۶/۶؛ سنن ابن ماجه، کتاب الأحکام، ابواب الرهون، رقم الحدیث:۲۴۳۶؛ صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب الرهن، رقم الحدیث:۱۶۰۳۔ [2] نیل الاوطار، ج ۵، ص ۱۵۳۔

Marfat.com
Marfat.com

جائے تاکہ مقررہ مدت کے گزر جانے پر اس کے عوض مال حاصل کیا جاسکے۔ فقہی اصطلاح میں اسے "بیع سلم" کہتے ہیں۔ مدینہ میں اس کا عام رواج تھا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصلاح فرمائی اور شرعی تقاضوں کے پیش نظر اسے چند شرائط کے ساتھ مشروط کر دیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ اَسْلَفَ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ اِلٰى اَجَلٍ مَعْلُومٍ.)) [1]

"جو شخص پیشگی رقم دے کر معاملہ طے کرنا چاہے وہ ناپ، وزن اور مدت متعین کرلے۔"

ایسی صورت میں نزاع پیدا نہ ہوسکے گا اور دھوکہ کا احتمال بھی نہیں رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا کہ مخصوص درختوں کے پھلوں کا پیشگی سودا کیا جائے کیونکہ اس میں بھی دھوکہ کا اندیشہ ہے، ممکن ہے کسی آفت کی وجہ سے ان درختوں کو پھل ہی نہ آئیں۔ [2]

معاملہ کی صحیح صورت یہ ہے کہ مخصوص درخت یا مخصوص زمین کی پیداوار کی قید نہ لگائی جائے بلکہ صرف پیمانہ اور وزن کی تعیین کر کے معاملہ طے کرلیا جائے۔ لیکن اگر درخت یا زمین کے مالک سے صریح طور پر ناجائز فائدہ اٹھایا جائے یعنی ضرورت اسے سودا قبول کرنے پر مجبور کردے تو اغلب یہ ہے کہ یہ حرام ہوگا۔

محنت اور سرمایہ کا تعاون

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے مطابق انسانوں کو اپنی بخششوں سے نوازا ہے۔ چنانچہ کتنے ہی لوگوں کے اندر اہلیت اور صلاحیت موجود ہوتی

---

[1] صحیح البخاری، کتاب السلم، باب السلم فی کیل معلوم، رقم الحدیث: ۲۲۳۹؛ صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب السلم، رقم الحدیث: ۱۶۰۴۔ [2] صحیح البخاری، کتاب السلم، باب السلم الی من لیس عندہ اصل، رقم الحدیث: ۲۲۴۶؛ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب النھی عن بیع الثمار قبل بدو صلاحھا، رقم الحدیث: ۱۵۳۷، ۱۵۳۸۔

Marfat.com
Marfat.com

ہے لیکن ان کے پاس دولت نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس کچھ دوسرے لوگوں کے پاس دولت ہوتی ہے لیکن صلاحیت کا فقدان ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جس شخص کے پاس مال ہے وہ اپنا مال صاحبِ صلاحیت کے حوالہ کیوں نہیں کرتا کہ وہ محنت کے ذریعہ اس کو نفع بخش بنائے اور صاحبِ مال اپنے مال کے عوض منافع میں حصہ دار ہو، اس طرح دونوں فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔

اس کے جواب میں ہم عرض کریں گے کہ اسلامی شریعت نے سرمایہ اور صلاحیت یا مال اور محنت کے درمیان تعاون سے روکا نہیں ہے بلکہ عدل کی بنیاد پر اور صحیح نہج پر تعاون کی صورت پیدا کی ہے۔ چنانچہ اگر صاحبِ مال اپنے ساتھی کے ساتھ شرکت کا معاملہ کرنا چاہتا ہو تو اسے شرکت کی ذمہ داری اس کے جملہ نتائج کے ساتھ قبول کرنا چاہیے۔ اسی بناء پر اسلامی شریعت نے اس قسم کے معاملہ میں جسے فقہا ''مضاربت'' یا ''قراض'' کہتے ہیں یہ شرط عائد کی ہے کہ معاملہ کے دونوں فریق نفع اور نقصان میں شریک ہوں اور اس کا تناسب وہ آپس میں طے کرلیں مثلاً نصف یا ایک تہائی یا ایک چوتھائی ایک فریق کے لیے اور بقیہ حصہ دوسرے فریق کے لیے۔ اس طرح معاملہ طے ہوجانے کے بعد کاروبار میں نفع ہونے کی صورت میں معاہدہ کے مطابق وہ تقسیم کرلیں گے۔ اور خسارہ ہونے کی صورت میں خسارہ منافع میں سے وضع کرلیا جائے گا لیکن اگر منافع سے زیادہ خسارہ ہوا تو یہ زائد خسارہ سرمایہ میں سے وضع کرلیا جائے گا۔ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے کہ صاحبِ مال کو اپنے سرمایہ میں سے خسارہ برداشت کرنا چاہیے کیونکہ اس کے شریکِ کار کو بھی اپنی محنت اور کوشش کا خسارہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔

اس معاملہ میں اسلام کا قانون یہ ہے۔ رہی یہ صورت کہ صاحبِ مال کے لیے نفع کی تحدید کی جائے اور اس کی ضمانت دی جائے کہ خواہ نفع ہو یا نقصان اسے مقررہ منافع ملتا ہی رہے گا تو یہ بات صریحاً عدل کے خلاف ہے اور صلاحیت و محنت کے مقابلہ میں سرمایہ کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دینے کے مترادف ہے۔ نیز یہ اُن قوانینِ حیات کے بھی خلاف ہے جو انسان کے لیے نفع کا بھی سامان کرتے ہیں اور نقصان کا بھی اور اس سے اس رجحان

Marfat.com
Marfat.com

کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے کہ کمائی یقینی طور پر حاصل ہو۔ اس کے لیے نہ محنت کرنے کی ضرورت ہو اور نہ خطرہ مول لینا پڑے۔ یہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے خبیث سُود ہی ہے۔

نبی ﷺ نے زمین کو بٹائی پر دینے سے منع فرمایا ہے یعنی اس طرح معاملہ کرنا کہ ایک فریق کو زمین کے مخصوص حصہ کا غلہ ملے یا اس کے لیے غلہ کی مقدار متعین کر لی جائے کیونکہ یہ معاملہ سُود اور جوئے سے مشابہت رکھتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس مقدار سے زیادہ پیداوار نہ ہو اور ہوسکتا ہے کہ سرے سے پیداوار ہی نہ ہو۔ ایسی صورت میں ایک فریق پوری طرح فائدے میں رہے گا اور دوسرا فریق پوری طرح گھاٹے میں۔ ظاہر ہے کہ یہ صورت غیر منصفانہ ہے۔ [1]

مزارعت کی یہ فاسد شرط میں سمجھتا ہوں فقہا کے اس اجماع کی بنیاد پر ہے کہ مضاربت کے معاملہ میں نفع ونقصان کا لحاظ کیے بغیر ایک فریق کے لیے قطعی منافع کی شرط نہیں ہونی چاہیے۔ جس علت کی بناء پر مضاربت کا معاملہ فاسد قرار پاتا ہے اسی طرح مزارعت (بٹائی) کا معاملہ بھی فاسد قرار پاتا ہے۔ چنانچہ فقہا کہتے ہیں: ''اگر ایک فریق مقررہ درہم کے نفع کی شرط عائد کرتا ہے اور کاروبار میں نتیجۃً اتنا ہی نفع حاصل ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پورا نفع ایک ہی فریق لے جائے گا بلکہ امکان اس بات کا ہے کہ سرے سے نفع ہی نہ ہو۔ اگر زیادہ نفع حاصل ہوا تو جس نے مقررہ درہم کے نفع حاصل کرنے کی شرط پر معاملہ کیا ہے وہ گھاٹے ہی میں رہے گا۔'' [2]

مذکورہ علت اسلام کی روح کے عین مطابق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے تمام معاملات، محکم، واضح اور عدل پر مبنی ہیں۔

سرمایہ لگانے والوں کا اشتراک

جس طرح انفرادی طور پر اپنی مرضی سے اپنے مال کو کسی مباح کام میں لگانا اور اس

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب فی المزارعة، رقم الحدیث:۱۵۴۹؛ مسند احمد بن حنبل، ۳۳/۴، رقم الحدیث:۱۲۲۳۸۸؛ المعجم الکبیر للطبرانی ، ۷۶/۲، رقم الحدیث: ۱۳۴۲۔ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۱۲۸/۶۔ [2] مغنی، ج ۵ ، ص ۳۴۔

Marfat.com
Marfat.com

سے فائدہ اٹھانا نیز اپنا مال کسی تجربہ کار اور باصلاحیت شخص کے حوالہ کرکے اس کے ساتھ مضاربت کا معاملہ کرنا جائز ہے اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ سرمایہ لگانے والے اصحاب کسی صنعتی، تجارتی فرم یا کسی اور کاروبار میں باہم اشتراک کرلیں۔ بہت سے کاروبار اور اسکیمیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے لیے بہت سے ہاتھوں، دانشوروں اور کافی سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ ضرورت باہمی تعاون اور اشتراک ہی کے ذریعہ پوری ہوسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ [1]

''نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرو۔''

اور ہر وہ عمل جو افراد یا معاشرہ کی بھلائی کا باعث یا شر کو دفع کرنے والا ہو وہ نیکی اور تقویٰ کا کام ہے بشرطیکہ اس کو نیک نیتی کے ساتھ انجام دیا جائے۔

اسلام اشتراک کو نہ صرف جائز بلکہ باعثِ برکت قرار دیتا ہے اور دنیا میں معونتِ الٰہی اور آخرت میں اجر کا وعدہ کرتا ہے بشرطیکہ جواز کے دائرہ میں رہ کر اور سُود، دھوکہ بازی، ظلم، لالچ اور خیانت سے پوری طرح اجتناب کرتے ہوئے شرکت میں کاروبار کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایسے ہی کاروباری شرکاء کے بارے میں فرمایا ہے:

((يَدُ اللّٰهِ عَلَى الشَّرِيْكَيْنِ مَالَمْ يَخُنْ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ فَإِذَا خَانَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ رَفَعَهَا عَنْهُمَا.)) [2]

''اللہ کا ہاتھ اشتراک کرنے والوں پر ہے بشرطیکہ وہ ایک دوسرے کی خیانت نہ کریں لیکن اگر کوئی شریک اپنے ساتھی کے ساتھ خیانت کا معاملہ کرتا ہے تو اللہ اپنا ہاتھ اٹھالیتا ہے۔''

اللہ کے ہاتھ سے مراد اس کی توفیق، اعانت اور برکت ہے۔

نبی ﷺ اپنے رب سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتا ہے:

---

[1] ٥/المائدة: ٢۔ [2] [اسناد ضعیف] سنن دارقطنی، ٣/٣٥؛ اتحاف السادة المتقين مرتضیٰ الزبیدی: ٥/٤٨٧؛ الترغيب والترهيب للمنذری، ٥٩٣۔

Marfat.com
Marfat.com

((اَنَا ثَالِثُ الشَّرِیْکَیْنِ مَالَمْ یَخُنْ اَحَدُھُمَا صَاحِبَهٗ فَاِذَا خَانَ اَحَدُھُمَا صَاحِبَهٗ خَرَجْتُ مِنْ بَیْنِھِمَا وَجَاءَ الشَّیْطٰنُ.)) [1]

''دو اشتراک کرنے والوں کے ساتھ تیسرا میں ہوں جب تک کہ ایک شریک دوسرے کی خیانت نہیں کرتا لیکن جب خیانت کرتا ہے تو میں ان کے درمیان سے نکل جاتا ہوں اور شیطان وہاں پہنچ جاتا ہے۔''

بیمہ کمپنیاں

کاروبار کی ایک جدید صورت بیمہ کمپنیاں ہیں۔ بیمہ کی مختلف شکلیں ہیں مثلاً لائف انشورنس (بیمہ زندگی)، حادثات کا بیمہ وغیرہ۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ اور کیا اسلام اس کو برقرار رکھنا چاہتا ہے؟ اس کا جواب دینے سے پہلے مناسب ہو گا کہ ہم ان کمپنیوں کی نوعیت معلوم کر لیں اور یہ جان لیں کہ بیمہ کرانے والے کا بیمہ کمپنی سے کس قسم کا تعلق ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر کیا بیمہ کرانے والے کی حیثیت بیمہ کے ادارہ کے نزدیک ایک شریک کی ہوتی ہے؟ اگر ایسا ہے تو ہر بیمہ کرانے والے شخص کو جیسا کہ اسلام کی تعلیم ہے۔ نفع ونقصان میں شریک ہو جانا چاہیے۔ حوادث کے بیمہ میں بیمہ کرانے والا ایک مقررہ رقم سالانہ ادا کرتا ہے۔ جس کاروبار کا بیمہ کرایا گیا ہو وہ اگر کسی حادثہ کی زد میں نہ آئے تو اس پوری رقم پر کمپنی قابض ہو جاتی ہے اور اس میں سے کچھ بھی واپس نہیں کرتی۔ البتہ حادثہ کی زد میں آنے کی صورت میں طے شدہ رقم معاوضہ کے طور پر ادا کرتی ہے۔ یہ صورت کاروبار اور اشتراک کے مزاج سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔

بیمۂ زندگی کی صورت یہ ہے کہ اگر دو ہزار گنی کا بیمہ کرا لیا جائے اور پہلی قسط ادا کرنے پر موت واقع ہو جائے تو بیمہ کرانے والا پورے دو ہزار گنی کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اگر اس کی حیثیت کاروباری شریک کی ہوتی تو صرف اپنی قسط کی رقم اور اس کی نسبت سے منافع

---

[1] [اسناد ضعیف] سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی الشرکة، رقم الحدیث: ۳۳۸۳؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۲/۷۸،۷۷؛ مستدرک حاکم، ۲/۵۲، ارواء الغلیل للألبانی، ۵/۲۸۸، رقم الحدیث: ۱٤٦۸۔

Marfat.com
Marfat.com

کا مستحق ہوتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر بیمہ کرانے والا کمپنی کے قواعد کی پابندی نہ کرے اور اقساط کی ادائیگی سے قاصر رہے تو ادا شدہ رقم سے یا اس کے ایک حصہ سے اسے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ شرط بالکل فاسد ہے۔

رہی یہ بات کہ دونوں فریق اپنی رضامندی سے یہ معاملہ کرتے ہیں اور وہ خود اپنے مفاد کو اچھی طرح جانتے ہیں تو اس میں کوئی وزن نہیں ہے کیونکہ اسی طرح سود کھانے اور کھلانے والے فریق بھی تو باہم رضامندی سے معاملہ طے کرتے ہیں اور دو جوا کھیلنے والے بھی تو آپس کی رضامندی سے جوا کھیلتے ہیں۔ ایسی رضامندی کا کوئی اعتبار نہیں جب تک کہ وہ اپنا معاملہ واضح طور سے عدل کی بنیاد پر قائم نہیں کرتے کہ جس میں دھوکہ اور ظلم و زیادتی کا شائبہ تک نہ ہو اور نہ ایک فریق کو نفع کی ضمانت حاصل ہو اور دوسرے فریق کا نفع غیر یقینی ہو۔ بنیادی چیز عدل ہے جس کو تمام معاملات میں اس طرح ملحوظ رکھنا چاہیے کہ نہ اپنے کو نقصان پہنچے اور نہ دوسروں کو۔

کیا بیمہ کمپنیاں امدادِ باہمی کے ادارے ہیں؟

بیمہ کرانے والے اور بیمہ کمپنی کے درمیان جب تعلق کی نوعیت شرکت کی نہیں ہے تو پھر اس کی نوعیت کیا ہے؟ کیا ان کے درمیان باہمی تعاون کا تعلق ہے؟ اور کیا یہ ادارے امدادِ باہمی کے ادارے ہیں جنہیں عطیہ دہندگان کے اشتراک سے چلایا جاتا ہو اور مالی اشتراک ایک دوسرے کی مدد کی غرض سے وہ کرتے ہوں؟

لیکن اس مقصد کے پیش نظر کہ تعاون کی صحیح صورت اختیار کی جائے اور مصیبت زدگان کی مدد کی جائے، جو مال جمع کیا جائے اس کے سلسلہ میں درج ذیل امور کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ فرد مقررہ چندہ بھائی چارگی کی خاطر عطیہ کے طور پر ادا کرے اور اس فنڈ میں سے حسبِ ضرورت حاجت مندوں کی مدد کی جائے۔

۲۔ فنڈ سے استفادہ کے صرف جائز ذرائع اختیار کیے جائیں۔

Marfat.com
Marfat.com

۳۔ کسی شخص کا اسی بناء پر عطیہ دینا جائز نہیں کہ حادثہ کی صورت میں اسے ایک معین رقم معاوضہ میں ملے گی بلکہ ادارہ کے فنڈ میں سے حسبِ گنجائش اسے اتنا دیا جائے کہ نقصان کی مکمل یا کسی حد تک تلافی ہو سکے۔

۴۔ عطیہ بخشش ہے اور اس کو واپس لینا حرام ہے۔ لہٰذا جب کوئی حادثہ پیش آ جائے تو اس معاملہ میں شرعی احکام کو ملحوظ رکھا جائے۔ [1]

ان شرائط کا انطباق صرف چند انجمنوں اور اداروں پر ہوتا ہے جو اس غرض سے قائم ہوئے ہیں جن کو افراد عطیہ کے طور پر اپنا ماہانہ اشتراک پیش کرتے ہیں جس کو واپس لینے کا انہیں اختیار نہیں ہوتا اور نہ یہ شرط ہوتی ہے کہ حادثہ کی صورت میں انہیں معین رقم مل جانی چاہیے۔

رہ گئیں بیمہ کمپنیاں اور خاص طور سے بیمۂ زندگی (Life Insurence) تو ان پر ان شرائط کا کسی طرح انطباق نہیں ہوتا۔

۱۔ بیمہ کرانے والے (Policy Holder) عطیہ کی نیت سے (اقساط) ادا نہیں کرتے بلکہ اس کا خیال بھی ان کے دل میں نہیں آتا۔

۲۔ بیمہ کمپنیاں اپنا سرمایہ حرام سُودی کاموں میں لگا کر نفع کماتی ہیں اور ایک مسلمان کے لیے سُودی کام میں اشتراک جائز نہیں ہے۔ اس بات پر رخصت پسند اور تشدد پسند سب ہی متفق ہیں۔

۳۔ بیمہ کرانے والا معاہدہ کی مدت ختم ہو جانے پر تمام اقساط کی رقم واپس لے لیتا ہے اور اسے مزید رقم بھی ملتی ہے جو سُود نہیں تو اور کیا ہے؟

اسی طرح یہ بات بھی تعاون کی اسپرٹ کے خلاف ہے کہ کسی مالدار شخص کو جو قدرت رکھتا ہو عاجز محتاج کے مقابلہ میں زیادہ رقم دی جائے۔ یہ بات ضرور ہے کہ صاحبِ حیثیت آدمی بڑی رقم کا بیمہ کراتا ہے اس لیے وفات یا حادثہ کی صورت میں اسے زیادہ حصہ ملتا ہے لیکن تعاون کی اسپرٹ اس بات کی متقاضی ہے کہ محتاج کو دوسروں

[1] الاسلام والمناهج الاشتراكية از محمد غزالی، ص ۱۳۱۔

Marfat.com
Marfat.com

کے مقابلہ میں زیادہ دیا جائے۔

۴۔ جو شخص بیمہ کا معاہدہ ختم کرنا چاہے اسے ادا شدہ رقم کے بڑے حصہ کا نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس نقصان کے لیے شرعاً کوئی وجہِ جواز نہیں ہے۔

اصلاحات

ان تمام باتوں کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ حادثات کے بیمہ میں اصلاح کر کے اسے اسلامی معاملات سے قریب لایا جا سکتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ عطیہ معاوضہ کی شرط پر دینے کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ بیمہ کرانے والا کمپنی کو مالی عطیہ اس شرط پر دے کہ حادثہ کی صورت میں کمپنی اس کو معاوضہ دے جس سے اس کی اعانت ہو اور اس کی مصیبت میں تخفیف ہو۔ معاملہ کی یہ صورت بعض مسلکوں میں جائز ہے۔

اگر بیمہ کے معاملہ میں یہ اصلاح کر لی جائے اور بیمہ کمپنی کے معاملات سُود سے پاک ہوں تو میرا رجحان جواز کی طرف ہے۔ رہا بیمۂ زندگی تو میری رائے میں اس کی صورت شرعی معاملات سے بہت زیادہ بُعد رکھتی ہے۔

اسلام کا انشورنس سسٹم

ہم نے دیکھ لیا کہ اسلام موجودہ صورت میں بیمہ کمپنیوں کا مخالف ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسلام نفسِ بیمہ ہی کا مخالف ہے۔ نہیں بلکہ اسلام طریقہ اور ذریعہ کا مخالف ہے۔ اگر بیمہ کے لیے دوسرے طریقے اختیار کیے جائیں جو اسلامی معاملات کے منافی نہ ہوں تو اسلام اس کا خیر مقدم کرے گا۔

بہر حال یہ حقیقت ہے کہ اسلامی نظام نے اسلام کے فرزندوں اور اس کی حکومت کے زیر سایہ رہنے والوں کو اجتماعی تکافل کے ذریعہ یا حکومت اور بیت المال کے ذریعہ بیمہ کی ضمانت دے دی ہے۔ اسلام کا بیت المال عوامی بیمہ کمپنی کی حیثیت رکھتا ہے اور وہ ہر اس شخص کے لیے ہے جو اس کے اقتدار کے زیر سایہ رہنا چاہتا ہو۔

اسلامی شریعت حادثات اور مصائب میں افراد کی معاونت کرنے کی ذمہ داری قبول

Marfat.com
Marfat.com

کرتی ہے۔ جب کوئی شخص مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو وہ صاحبِ امر کے سامنے اپنا مسئلہ پیش کرسکتا ہے تاکہ وہ اس کی تلافی کا سامان کر سکے۔ اسی طرح مرنے کے بعد وارثوں کے لیے بھی ضمانت دی گئی ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((اَنَا اَوْلٰی بِکُلِّ مُسْلِمٍ مِنْ نَفْسِهٖ مَنْ تَرَکَ مَالاً فَلِوَرَثَتِهٖ وَ مَنْ تَرَکَ دَیْنًا اَوْ ضِیَاعًا فَاِلَیَّ وَعَلَیَّ.)) [1]

''میں ہر مسلمان سے اس کے نفس سے زیادہ قریبی تعلق رکھتا ہوں جو مسلمان مال چھوڑ دے وہ اس کے وارثوں کے لیے ہے اور جو قرض یا چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے تو قرض کی ادائیگی اور بچوں کی کفالت کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔''

مزید برآں اسلام نے اپنے فرزندوں کے بیمہ کے لیے جو سب سے بڑی چیز مشروع کی وہ زکوٰۃ کے مصارف میں غارمین (مقروض) کا حصہ ہے۔ اس کی تفسیر میں بعض مفسرین سلف سے یہ منقول ہے کہ غارم وہ شخص ہے جس کا گھر جل گیا ہو یا جس کے مال یا کاروبار کو سیلاب بہا لے گیا ہو وغیرہ۔ اور بعض فقہا اس بات کو جائز قرار دیتے ہیں کہ زکوٰۃ کی آمدنی سے ایسے شخص کو اتنا مال دیا جائے کہ اس کی سابقہ مالی پوزیشن بحال ہو جائے خواہ اسے ہزاروں کی رقم دینا پڑے۔

زراعتی زمین سے فائدہ اٹھانا

مسلمان جب زرعی زمین کا شرعی طریقہ پر مالک ہو تو اسے زمین کی کاشت کرنے یا درخت لگا کر اس سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ بغیر زراعت کے زمین کو بیکار چھوڑ دینا اسلام کے نزدیک ایک ناپسندیدہ بات ہے کیونکہ ایسی صورت میں نعمت

---

[1] صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم، رقم الحدیث: ٤٧٨١؛ صحیح مسلم، کتاب الفرائض باب من ترك مالاً فلورثته، رقم الحدیث: ١٦١٩ بلفظ مختلف؛ سنن ابی داؤد، کتاب الخراج باب فی ارزاق الزریة رقم الحدیث: ٢٩٥٤؛ سنن ابن ماجه، کتاب الاحکام، أرضیاعاً، رقم الحدیث: ٢٤١٦؛ ارواء الغلیل للألبانی، ٥/٢٤٩۔

Marfat.com
Marfat.com

خداوندی کی ناقدری ہوتی ہے۔ نیز یہ مال کا ضیاع بھی ہے جبکہ نبی ﷺ نے اضاعتِ مال سے منع فرمایا ہے۔ زمین کا مالک اس سے فائدہ اٹھانے کے مختلف طریقے اختیار کر سکتا ہے۔ [1]

زمین سے فائدہ حاصل کرنے کے طریقے

ا۔ خود زراعت کرے یا درخت لگائے اور اس کی آب پاشی اور نگہداشت کا اہتمام کرے یہاں تک کہ وہ برگ و بار لائے۔ یہ ایک پسندیدہ کام ہے اور جو انسان، پرندے اور حیوانات اُس کھیتی سے فائدہ اٹھائیں گے اس کا ثواب اسے ملے گا۔ اور یہ بھی واقعہ ہے کہ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم خود زراعت کی خدمت انجام دیتے تھے۔

دوسرا طریقہ

۲۔ خود زراعت نہ کر سکتا ہو تو اپنی زمین ایسے شخص کو عاریۃً دے دے جو اپنے آلات، مزدوروں، بیج اور جانوروں کے ذریعہ کاشت کر سکتا ہو اور اس سے وہ کچھ نہ لے۔ اس طرح عاریۃً زمین دینا اسلام میں مطلوب ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ کَانَتْ لَهُ اَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا اَوْ لِيَمْنَحْهَا اَخَاهُ.)) [2]

"جس کے پاس زمین ہو وہ خود کاشت کرے یا اپنے بھائی کو (بلا اجرت کاشت کے لیے) دے دے۔"

بعض سلف کا مسلک مذکورہ حدیث کے پیشِ نظر یہ ہے کہ زمین سے استفادہ کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ زمین کا مالک خود زراعت کرے اور دوسری یہ کہ بلا

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب مایکرہ من قیل و قال، رقم الحدیث:٦٤٧٣۔ صحیح مسلم، کتاب الأقضیة، باب النھی عن کثرۃ المسائل، رقم الحدیث:١٤/٥٩٣۔

[2] صحیح البخاری، کتاب الحرث، باب ما کان من اصحاب النبی ﷺ یواسی بعضھم، رقم الحدیث: ٢٣٤١؛ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب کراء الارض رقم الحدیث: ١٥٤٤؛ سنن ابن ماجة، کتاب الاحکام، باب المزارعة بالثلث و الربع، رقم الحدیث: ٢٤٥٢۔

Marfat.com
Marfat.com

معاوضہ کسی شخص کو زراعت کے لیے دے دے۔ اس صورت میں زمین تو اپنے مالک ہی کی رہے گی لیکن اس کی پیداوار کاشت کرنے والے کو ملے گی۔

ابن حزم نے اوزاعی کی طرف منسوب کر کے یہ روایت بیان کی ہے کہ عطاء، مکحول، مجاہد اور حسن بصری کہتے تھے کہ زمین کو درہم و دینار کے عوض دے دینا درست نہیں ہے اور نہ کسی اور قسم کا معاملہ کرنا درست ہے بجز اس کے کہ زمین کا مالک خود کاشت کرے یا دوسرے شخص کو کاشت کے لیے بلا معاوضہ دے دے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان احادیث میں زمین کو بلا معاوضہ کاشت کے لیے دینے کی جو ہدایت کی گئی ہے وہ وجوب کا حکم نہیں رکھتی بلکہ مندوب اور مستحب ہے چنانچہ بخاری نے عمر بن دینار سے روایت بیان کی ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے طاؤس سے پوچھا اگر میں مخابرہ (بٹائی) ترک کر دوں تو کیسا رہے گا؟ کیونکہ لوگ سمجھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ طاؤس نے کہا: سب سے بڑے عالم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے بتلایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت نہیں کی بلکہ اس طرح فرمایا ہے:

((لَاَنْ یَّمْنَحَ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ خَیْرٌ مِنْ اَنْ یَّاْخُذَ عَلَیْھَا خَرَاجًا مَعْلُوْمًا.)) [1]

"تمہارا اپنے بھائی کو بلا معاوضہ زمین دے دینا اس سے بہتر ہے کہ تم اس سے محصول وصول کرو۔"

مزارعت (بٹائی)

[1] صحیح البخاری، کتاب الحرث، باب نمبر ۱۰، رقم الحدیث: ۲۳۳۰؛ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب الأرض تمنح، رقم الحدیث: ۱۵۵۰؛ سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی المزارعة، رقم الحدیث: ۳۳۸۹؛ سنن ابن ماجة، کتاب الاحکام، باب الرخصة فی المزارعة بالثلث والربع، رقم الحدیث: ۲۴۶۲، ۲۴۶۴۔

Marfat.com
Marfat.com

۳۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ زمین کا مالک اپنی زمین کسی ایسے شخص کو دے دے جو اپنے آلات، بیج اور جانوروں کے ذریعہ اس کی کاشت اس شرط پر کرے کہ زمین کی پیداوار کا مقررہ حصہ جس پر وہ باہم متفق ہوں مثلاً نصف یا ایک تہائی اس کو ملے گا۔ زمیندار کا کاشتکار کو بیج، آلات اور جانور فراہم کرنا بھی جائز ہے۔ اس طریقہ کو مزارعت، مساقات اور مخابرہ کہتے ہیں۔

صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل خیبر کے ساتھ نصف پیداوار پر معاملہ کیا تھا۔ [1]

جو فقہا اس قسم کی مزارعت کو جائز کہتے ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ صحیح اور مشہور بات ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات تک عمل درآمد فرمایا۔ آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین اور ان کے بعد والے بھی اس طریقہ پر عمل کرتے رہے۔ اور مدینہ کا تو کوئی گھر ایسا نہیں تھا جس کے لوگوں نے اس طریقہ پر عمل نہ کیا ہو۔ نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات بھی آپ ﷺ کے بعد اس طریقہ پر عمل کرتی رہیں۔ ایسے ثابت شدہ معاملہ کو منسوخ قرار دینے کے لیے کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔ [2]

فاسد مزارعت

مزارعت (بٹائی) کی ایک قسم وہ ہے جو عہدِ رسالت میں رائج تھی اور جس سے آپ ﷺ نے صحابہ کو منع فرمایا کیونکہ اس میں ایک طرح کی مجہولیت پائی جاتی تھی اور دھوکہ دہی کا پہلو بھی تھا جس کی وجہ سے نزاع پیدا ہو سکتی تھی نیز یہ طریقہ صریحاً عدل کی روح کے خلاف تھا۔ چنانچہ زمیندار کاشتکاروں سے اس شرط پر معاملہ کرتے تھے کہ وہ زمین کے

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الحرث، باب المزارعة بالشطر ونحوه، رقم الحدیث:۲۳۲۸؛ صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب المساقاة، رقم الحدیث: ۱۵۵۱؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۱۱۶/۶۔ [2] المغنی، ج ۵، ص ۳۸۴۔

Marfat.com
Marfat.com

معینہ ایک چوتھائی حصہ کی پیداوار کے حق دار ہوں گے یا غلہ کی مقررہ مقدار ان کو ملے گی اور باقی حصہ یا تو کاشتکار کو پورا ملے گا یا دونوں کے درمیان تقسیم ہوگا مثلاً نصف نصف۔

نبی ﷺ کی رائے میں عدل کا تقاضا یہ تھا کہ جملہ پیداوار میں خواہ وہ کم ہو یا زیادہ دونوں فریق شریک ہوں اور یہ صورت صحیح نہیں تھی کہ ایک فریق کا حصہ متعین ہو اور وہ تنہا فائدہ میں رہے اور دوسرا نقصان اٹھائے کیونکہ ہوسکتا ہے زمین کے دوسرے حصہ میں پیداوار ہی نہ ہو ایسی صورت میں ضروری تھا کہ دونوں کو پیداوار میں طے شدہ تناسب کے مطابق حصہ ملے۔

بخاری نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے جن کے پاس زمین تھی وہ اکثر مزارعت کا معاملہ کرتے تھے۔ وہ زمین کو اس طرح کرایہ پر دیتے کہ اس کے ایک گوشہ کی پیداوار زمین کے مالک کے لیے مخصوص ہوتی لیکن کبھی زمین کے مخصوص حصہ میں پیداوار نہ ہوتی بلکہ بقیہ زمین میں ہوتی اور کبھی مخصوص حصہ میں ہوتی اور بقیہ زمین میں نہ ہوتی۔ اس لیے ہمیں اس طرح معاملہ کرنے سے منع کر دیا گیا۔ [1]

بخاری کی ایک دوسری حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”تم اپنے کھیتوں کو کیا کرتے ہو؟ لوگوں نے کہا، ہم بٹائی پر دیتے ہیں۔ یعنی ایک چوتھائی پیداوار کی شرط پر یا کھجور اور جو کی مقررہ مقدار پر۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کرو۔“ [2]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ معاشرہ میں مکمل عدل قائم کرنے کے بے حد خواہش مند تھے اور اسے ان تمام باتوں سے دور رکھنا چاہتے تھے جو نزاع کا باعث بن سکتی ہوں۔ زمین کے مالک اور کسان دونوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الحرث، باب المزارعۃ باب نمبر۷، رقم الحدیث: ۲۳۲۸؛ ارواء الغلیل للألبانی: ۳۰۲/۵، رقم الحدیث: ۱۴۷۹۔ [2] صحیح البخاری، کتاب الحرث، باب ما کان من اصحاب النبی ﷺ یواسی بعضهم، رقم الحدیث: ۲۳۳۹؛ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب کراء الارض بالطعام، رقم الحدیث: ۱۵۴۸۔

Marfat.com
Marfat.com

فیاضی کا معاملہ کریں اور نرمی برتیں۔ اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ:

"نبی ﷺ نے مزارعت (بٹائی) کو حرام نہیں کیا ہے بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔" [1]

اسی لیے جب طاؤس سے کہا گیا کہ "اے عبدالرحمٰن! اگر اس مخابرہ (بٹائی) کو ترک کر دیتے تو اچھا ہوتا کیونکہ لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا میں ان کی مدد کرتا ہوں اور انہیں دیتا ہوں۔" [2]

ان کو صرف کمانے کی فکر نہیں تھی کہ خواہ محنت مزدوری کرنے والے بھوکے مر جائیں انہیں اس کی پرواہ نہ ہو بلکہ وہ ان کی مدد کرتے تھے اور انہیں عطا کرتے تھے۔ یہ تھا حقیقی مسلم معاشرہ۔

بعض اوقات زمیندار زمین کو بغیر زراعت کے بے کار چھوڑ دینا پسند کرتے لیکن کسی کاشت کرنے والے کو تھوڑے معاوضہ پر دینے کے لیے آمادہ نہ ہوتے۔ اسی لیے عمر بن عبدالعزیز نے اُمرا کو ہدایت کی تھی کہ زمین کو پیداوار کے چوتھائی یا تہائی یا پانچویں یا دسویں حصہ کی شرط پر دے دیں اور اس کو غیر آباد نہ چھوڑیں۔

زمین کو نقد کرایہ پر دینا

۴۔ چوتھا طریقہ یہ ہے کہ زمین کاشت کرنے والے کو اس شرط پر دی جائے کہ وہ مالک زمین کو نقد کی صورت میں طے شدہ کرایہ ادا کرے گا۔

اس طریقہ کو بہت سے مشہور فقہا جائز کہتے ہیں لیکن دیگر فقہا منع کرتے ہیں۔ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہ نبی ﷺ نے زمین کو کرایہ پر دینے کی ممانعت فرمائی ہے۔ یہ روایت نبی ﷺ سے شیخین نے بیان کی ہے، اور رافع بن خدیج، جابر، ابوسعید، ابوہریرہ، ابن عمر رضی اللہ عنہم سب نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے زمین کو

---

[1] جامع ترمذی، کتاب الاحکام، باب:۴۲، من المزارعة، رقم الحدیث:۱۳۸۵۔

[2] سنن ابن ماجة، کتاب الرهون، باب الرخصة فی المزارعة بالثلث والربع، رقم الحدیث: ۲۴۶۲؛ صحیح البخاری، کتاب الحرث، باب نمبر ۱۰، رقم الحدیث: ۲۳۳۰۔

Marfat.com
Marfat.com

کرایہ پر دینے سے بالکل منع فرمایا ہے۔

کرایہ سے مستثنیٰ صورت مزارعت (بٹائی) کی ہے چنانچہ نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں اہل خیبر کے ساتھ مزارعت کا معاملہ کیا تھا اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی مزارعت کا معاملہ ہوتا رہا۔

جس شخص کی نظر اس مسئلہ کے تشریعی پہلو پر ہو وہ ابن حزم کے اس بیان سے اتفاق کرے گا کہ جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ اپنے کھیت کرایہ پر دیا کرتے تھے لیکن آپ ﷺ نے ان کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ منسوخ شدہ چیز یعنی کرایہ پر دینا مباح ہے وہ سراسر غلط بات کہتا ہے اور اسے ہرگز صحیح ثابت نہیں کر سکتا بجز اس بات کے کہ پیداوار کا طے شدہ حصہ دینا روا ہے کیونکہ نبی ﷺ سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے کرایہ پر دینے کی ممانعت کے بعد خیبر میں بٹائی کا معاملہ کیا اور اپنی وفات تک اس پر عمل درآمد فرمایا۔ [1]

سلف کے ایک گروہ کا یہی مسلک ہے چنانچہ طاؤس جو یمن کے فقیہ اور جلیل القدر تابعی تھے سونے چاندی کے عوض زمین کو کرایہ پر دینا مکروہ خیال کرتے تھے لیکن بٹائی یعنی ایک تہائی یا ایک چوتھائی پیداوار کی شرط پر زمین دینے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ جب بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ نبی ﷺ نے زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے تو انہوں نے کہا: ''ہمارے پاس حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تھے جنہیں نبی ﷺ نے یمن بھیجا تھا۔ انہوں نے زمین کو ایک تہائی اور ایک چوتھائی پیداوار کی شرط پر (بٹائی پر) دیا تھا۔ اس وقت سے ہم یہ معاملہ کرتے چلے آ رہے ہیں۔'' گویا حضرت طاؤس کے نزدیک ممانعت جس چیز کی ہے وہ یہ ہے کہ کرایہ سونے چاندی (نقدی) کی شکل میں لیا جائے۔ رہی بٹائی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الحرث، باب ما كان من اصحاب النبي ﷺ يواسي بعضهم، رقم الحديث: ٢٣٣٩، ٢٣٤٥؛ صحيح مسلم، كتاب البيوع، باب كراء الارض، الحديث: ١٥٣٦، ١٥٤٧۔

Marfat.com
Marfat.com

محمد بن سیرین، قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رحمۃ اللہ علیہما سے بھی یہی بات منقول ہے۔

البتہ تابعین کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ زمین کو کرایہ پر دینے کی ہر صورت ممنوع ہے خواہ نقدی کی صورت میں ہو یا بٹائی کی صورت میں، لیکن اس میں شک نہیں کہ ان کا موقف کمزور ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے بٹائی کا معاملہ کیا تھا جس سے بٹائی کا جواز ثابت ہے اور زمانہ سابق میں مسلمانوں کے لیے اسی کے مطابق عملاً قانون سازی کی جاتی رہی ہے البتہ زمین کو نقدی کی صورت میں کرایہ پر دینے کی ممانعت حدیث سے ثابت ہے اور یہ بات معقول بھی ہے۔

قیاس متقاضی ہے کہ زمین کو نقدی کے عوض کرایہ پر دینے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے

اسلام کے اصول اور صحیح وصریح نصوص کے پیش نظر قیاس اس بات کا متقاضی ہے کہ خالی زمین کو نقدی کے عوض کرایہ پر دینے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔

(ا) کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیداوار کے متعینہ حصہ مثلاً ایک قنطار یا دو قنطار کے عوض زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے [1] اور جائز صرف بٹائی کی صورت کو قرار دیا ہے یعنی پیداوار کا متناسب حصہ مثلاً چوتھائی، تہائی یا نصف یا ہماری تعبیر کے مطابق فی صد تناسب (percentage) مقرر کر کے معاملہ کیا جائے تاکہ پیداوار کے حصول کی صورت میں دونوں شرکاء فائدے میں رہیں، اور کسی آفت کی وجہ سے نقصان کی صورت میں دونوں شرکاء نقصان میں بھی شریک رہیں۔ اس کے برخلاف ایک فریق کے حصہ کی تعیین کرنا تاکہ وہ قطعی طور پر فائدہ میں رہے اور دوسرے فریق کو اس غیر یقینی صورت کے حوالہ کرنا کہ اس کے حصہ میں شاید پسینہ بہانے کے سوا کچھ نہ آئے سود اور جوئے کے معاملہ سے کس قدر مشابہ ہے!

---

[1] [صحيح] سنن ابن ماجة، كتاب الرهون، باب الرخصة في المزارعة بالثلث والربع، رقم الحديث: ٢٤٦٢، ٢٤٦٣۔

Marfat.com
Marfat.com

اس کے پیشِ نظر جب ہم زمین کو نقدی کے عوض کرایہ پر دینے کے مسئلہ پر غور کرتے ہیں تو اس میں اور مزارعت کی مذکورہ ممنوع شکل میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ زمین کے مالک کو کرایہ کی صورت میں اپنا نقد حصہ یقینی طور سے ملتا ہے لیکن مستاجر (کرایہ پر لینے والا) اپنی محنت و مشقت کو داؤں پر لگاتا ہے۔ اسے نہیں معلوم کہ کمائے گا یا گھاٹے میں رہے گا اور پیداوار ہوگی بھی یا نہیں؟

(ب) مزید برآں جو شخص کرایہ پر کوئی چیز دیتا ہے وہ بالآخر اس کا مالک ہوتا ہے۔ اور کرایہ کا استحقاق اسے اس بنا پر حاصل ہوتا ہے کہ وہ اسے فائدہ اٹھانے کے قابل بنا کر مستاجر کے حوالہ کرتا ہے اور اس کو استعمال میں لانے سے جو گھس (Depreciation) ہوتی رہتی ہے اس کے معاوضہ کا اسے حق حاصل ہوتا ہے۔ لیکن زمین کو کرایہ پر دینے کے لیے کسی قسم کی تیاری نہیں کرنا پڑتی۔ زمین میں اگانے کی صلاحیت تو زمیندار نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے اور زراعت کے کام میں لانے سے زمین کی گھس نہیں ہوتی، نہ اسے آلات کی طرح زنگ لگتا ہے اور نہ وہ عمارتوں کی طرح بوسیدہ ہوتی ہے۔

(ج) یہ بھی حقیقت ہے کہ جب انسان مکان کرایہ پر لیتا ہے تو رہائش کے ذریعہ اس سے براہ راست فائدہ اٹھاتا ہے اور درمیان میں کوئی چیز حائل نہیں ہوتی۔ اسی طرح جب کوئی مشین کرایہ پر لیتا ہے تو اس سے بھی اسی طرح فائدہ اٹھاتا ہے لیکن زمین سے براہ راست استفادہ نہیں کرتا اور نہ اس کا فائدہ اٹھانا یقینی ہوتا ہے۔ زمین کا معاملہ مکان کی طرح نہیں ہے کہ وہ یقینی طور سے فائدہ اٹھا سکے بلکہ جب وہ زمین کرایہ پر لیتا ہے تو فائدہ کی امید پر لیتا ہے اور کوشش اور محنت کر کے کبھی فائدہ اٹھا پاتا ہے اور کبھی نہیں اٹھا پاتا۔ لہٰذا زمین کے کرایہ کو مکان وغیرہ کے کرایہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

(د) صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے پھلوں کو ان کے پختہ ہونے سے پہلے کھیتوں اور باغوں میں فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ "جب اللہ نے پھلوں سے محروم کر دیا تو تم اپنے بھائی کا مال کس طرح اپنے لیے جائز کر

Marfat.com
Marfat.com

کے لے سکتے ہو؟'' [1]

یہ ممانعت اس صورت میں ہے جب کہ پھلوں کے پختہ ہونے کا آغاز ہو گیا ہو لیکن ابھی ان کے صحیح سالم ہونے کی طرف سے اطمینان نہ کیا جا سکتا ہو۔ ممکن ہے وہ کسی آفت کی زد میں آ جائیں اور پک نہ سکیں۔ لہٰذا خالی زمین جس کو کلہاڑا تک نہ لگایا گیا ہو اور نہ اس میں بیج ڈالے گئے ہوں کرایہ پر دینا کیونکر ممنوع نہ ہو گا؟ اصل میں صحیح اور عادلانہ شکل مزارعت ہی ہے جس میں معاملہ کے دونوں فریق نفع میں بھی شریک ہوتے ہیں اور نقصان میں بھی۔ [2]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ مزارعت ہی شریعت کے اصول اور طریقہ عدل سے مطابقت رکھنے والی چیز ہے اور کرایہ کے مقابلہ میں مزارعت (بٹائی) کا معاملہ مبنی بر عدل اور اصولِ شریعت کے مطابق ہے کیونکہ اس صورت میں دونوں فریق نفع و نقصان میں شریک ہوتے ہیں بخلاف کرایہ کے کہ اس شکل میں زمین کے مالک کو تو کرایہ مل جاتا ہے لیکن مستاجر کے حصہ میں کبھی پیداوار آ جاتی ہے اور کبھی اسے محروم رہنا پڑتا ہے۔ [3]

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اُس مزارعت پر جو مبنی بر عدل ہے مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد میں عمل کرتے رہے ہیں۔ مہاجرین میں سے آل ابوبکر رضی اللہ عنہ، آل عمر رضی اللہ عنہ، آل عثمان رضی اللہ عنہ، آل علی رضی اللہ عنہ وغیرہ اس پر عمل کرتے رہے اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے جواز کے قائل ہیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہ اور یہی مسلک فقہائے حدیث احمد بن حنبل، اسحٰق بن راہویہ، امام بخاری، داؤد بن علی،

[1] صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب اذا باع الثمار قبل أن یبدو صلاحها، رقم الحدیث:۲۱۹۸،۲۱۹۹؛ صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب وضع الحوائج، رقم الحدیث: ۱۵۵۵، ۱۵۳۶؛ سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی بیع الثمار قبل أن یبدو صلاحها، رقم الحدیث: ۳۳۶۷۔ [2] اس موضوع پر ملاحظہ ہو ابن حزم کی ''المحلی، ج ۸، ابن تیمیہ کی ''القواعد النورانیہ'' اور ابوالاعلیٰ مودودی کی ''ملکیة الارض فی الاسلام۔''

[3] الحسبة فی الاسلام، از ابن تیمیہ، ص ۲۱۔

Marfat.com
Marfat.com

ابن خزیمہ، ابوبکر بن منذر، محمد بن نصر مروزی رحمۃ اللہ علیہم کا ہے۔ نیز مسلمانوں کے عام ائمہ مثلاً لیث بن سعد، ابن ابی لیلیٰ، ابو یوسف، محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کے ساتھ نصف پیداوار کی شرط پر معاملہ کیا تھا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک برقرار رکھا اور بعد میں بھی اس پر عمل درآمد ہوتا رہا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جلاوطن کیا۔ ان کے ساتھ معاملہ اس شرط پر طے ہوا تھا کہ وہ اس کی آبادکاری پر اپنا مال خرچ کریں گے اور بیج بھی ان ہی کے ذمہ ہوں گے۔ [1]

اسی لیے ان علما کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے جو بیج کے بارے میں دونوں صورتوں کو جائز کہتے ہیں۔ ایک صورت یہ کہ بیج کاشت کرنے والے کی طرف سے ہوں اور دوسری صورت یہ کہ کاشت کرنے والے اور مالکِ زمین دونوں کی طرف سے ہوں۔

مزارعت کے سلسلہ میں جتنی روایتیں آئی ہیں ان میں سے کوئی روایت بھی ایسی نہیں ہے جس میں زمین لگانے والے کا حصہ نصف سے کم بتلایا گیا ہو بلکہ بعض صورتوں میں اس سے بھی زیادہ ہوتا تھا۔ لہٰذا جس بات پر دل کو اطمینان ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ زمین لگانے والے کا حصہ نصف سے کم نہیں ہونا چاہیے چنانچہ خیبر کے یہودیوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے اسی طرح معاملہ کیا تھا۔

اصل میں یہ بات کسی طرح مناسب معلوم نہیں ہوتی کہ زمین جیسی جامد چیز کا حصہ انسان کے حصہ سے زیادہ قرار پائے۔

جانوروں کے پالنے میں شرکت

ہمارے ملک میں اور خاص طور سے دیہاتوں کی فضا میں ایک اور معاملہ کیا جاتا ہے اور وہ ہے جانوروں اور مویشیوں کو پالنے میں اشتراک۔ ایک فریق پوری قیمت یا اس کا

[1] صحیح البخاری، کتاب الحرث، باب المزارعۃ بالشطر ونحوہ، رقم الحدیث: ۲۳۲۸؛ صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب المساقاۃ، رقم الحدیث: ۱۵۵۱۔

Marfat.com
Marfat.com

ایک جزء ادا کرتا ہے اور دوسرا فریق نگرانی کا کام انجام دیتا ہے۔ اس کے بعد دونوں فریق اس سے حاصل ہونے والی چیزوں اور منافع کو آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔

شرکت کے اس معاملہ پر ہم اپنی رائے کے اظہار کے لیے ضروری سمجھتے ہیں کہ اس کی صورتوں کو بیان کریں۔

۱۔ **پہلی صورت** خالص تجارتی مقصد سے فریقین کا اشتراک مثلاً بچھڑوں کو فربہ کرنے کے لیے پالنا یا گائے بھینس کو دودھ حاصل کرنے کی غرض سے پالنا وغیرہ۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک فریق روپیہ لگائے دوسرا فریق محنت یعنی نگرانی کا کام کرے ان کے چارہ وغیرہ پر جو خرچ ہو وہ دونوں برداشت کر لیں اور فروخت کرنے کی صورت میں جو قیمت وصول ہو اس میں سے اخراجات وضع کر لیے جائیں اور جو منافع بچ جائے اس کو دونوں آپس میں حسبِ معاہدہ تقسیم کر لیں۔

یہ بات منصفانہ نہیں ہے کہ اخراجات صرف ایک فریق کے ذمہ ہوں اور منافع کی تقسیم کے وقت اس کی کوئی رعایت نہ کی جائے۔

۲۔ **دوسری صورت** ایک فریق قیمت ادا کرے اور دوسرا فریق نگرانی کے ساتھ اخراجات بھی کرے۔ ان اخراجات کے عوض وہ مویشیوں کا دودھ حاصل کرے اور ان سے کھیتی اور آب پاشی وغیرہ کی خدمت لے۔ اس میں استحساناً کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ جانور اتنا بڑا ہو کہ اس کا دودھ حاصل کیا جا سکتا ہو اور اس سے کام لیا جا سکتا ہو۔ یہ بات صحیح ہے کہ دوسرا فریق جو اخراجات برداشت کرتا ہے اس کا ان اخراجات کے مقابلہ میں دودھ وغیرہ سے فائدہ اٹھانا مساوی حیثیت میں نہیں ہوتا اور اس میں نقصان کا اندیشہ بھی ہوتا ہے لیکن ہم نے استحساناً اس کو جائز کہا ہے اور نقصان کے اس معمولی اندیشہ کو کوئی اہمیت نہیں دی کیونکہ اس قسم کی باتوں کو شریعت گوارا کرتی ہے چنانچہ صحیح حدیث میں رہن کے سلسلہ میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا وَعَلَى الَّذِي يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ

Marfat.com
Marfat.com

النَّفَقَةُ.)) ❶

"رہن رکھے ہوئے جانور پر اس کے اخراجات کے عوض سواری کی جا سکتی ہے اور اس کا دودھ پیا جا سکتا ہے اور اخراجات سواری کرنے اور دودھ پینے والے کے ذمہ ہوں گے۔"

اس حدیث میں نبی ﷺ نے جانور کے (چارہ وغیرہ کے) اخراجات کا معاوضہ اس کی سواری اور دودھ کو قرار دیا۔

جانور کے اخراجات اس کی سواری اور دودھ کے مقابلہ میں زیادہ بھی ہو سکتے ہیں اور کم بھی، لیکن تعامل کے پیش نظر جب رہن کے معاملہ میں اس صورت کو جائز قرار دیا گیا تو جانوروں سے متعلق شرکت کی مذکورہ صورت کو بھی لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر جائز قرار دینے میں کوئی حرج محسوس نہیں ہوتا۔

مذکورہ حدیث سے ہم نے جو استنتاج کیا ہے وہ خاص ہماری رائے ہے۔ خدا کرے کہ یہ رائے صائب ہو۔

رہا چھوٹے بچھڑوں سے متعلق اشتراک جن سے نہ خدمت لی جا سکتی ہو اور نہ ان کا دودھ حاصل کیا جا سکتا ہو اور اس کی یہ صورت کہ ایک فریق قیمت ادا کرے گا اور دوسرا فریق اخراجات برداشت کرے گا تو اسلام کے قواعد اس کو مباح تسلیم نہیں کرتے کیونکہ جس فریق کے ذمہ اخراجات ہوں گے وہ گھاٹے میں رہے گا اور دوسرے فریق کا فائدہ ہی فائدہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ مبنی برانصاف نہیں ہے جبکہ اسلام تمام معاملات میں انصاف کو جاری و ساری دیکھنا چاہتا ہے۔ ہاں اگر اخراجات برداشت کرنے والے فریق کے لیے انتفاع کی صورت پیدا ہونے تک دونوں فریق اخراجات باہم تقسیم کر لیں تو ہماری رائے میں جائز ہوگا۔

---

❶ صحیح البخاری، کتاب الرھن، باب الرھن مرکوب ومحلوب، رقم الحدیث: ۲۵۱۲؛ جامع ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی الانتفاع بالرھن، رقم الحدیث: ۱۲۵۴؛ تلخیص الحبیر لا بن حجر عسقلانی: ۳/۳۵۔

Marfat.com
Marfat.com

کھیل اور تفریح

اسلام واقعیت پسندانہ دین ہے۔ وہ انسان کو وہم وخیال کے دائرہ میں بند کر کے نہیں رکھتا بلکہ اسی زمین پر جو حقائق و واقعات کی زمین ہے رہنا سکھاتا ہے۔ وہ لوگوں کو آسمان میں پرواز کرنے والے فرشتے سمجھ کر معاملہ نہیں کرتا بلکہ کھانا کھانے والے اور بازار میں چلنے پھرنے والے انسان سمجھ کر معاملہ کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے لوگوں پر یہ فرضِ گراں عائد نہیں کیا ہے کہ اس کی ہر بات ذکر اور ہر خاموشی فکر ہو۔ سماعت وہ صرف قرآن کی کریں اور اپنے تمام فارغ اوقات مسجد میں گزاریں بلکہ وہ ان کی فطرت اور ان کے طبائع کا پورا پورا لحاظ کرتا ہے۔ اللہ تعالی نے انسان کی تخلیق ہی اس طور سے فرمائی ہے کہ جس طرح کھانا اور پینا تقاضائے فطرت ہے اسی طرح شاداں وفرحاں رہنا اور ہنسنا اور کھیلنا بھی اس کی سرِشت میں داخل ہے۔

ہر وقت یکساں کیفیت نہیں رہتی

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم روحانیت کے غلبہ کے نتیجہ میں یہ خیال کرنے لگے تھے کہ انہیں ہمیشہ عبادت میں سرگرم رہنا چاہیے اور دنیا کے فوائد ولذائذ سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہیے۔ کھیل اور تفریح سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں لینی چاہیے بلکہ تمام تر توجہ آخرت اور اس کے تقاضوں کی طرف مبذول ہونی چاہیے۔

اس سلسلہ میں ایک جلیل القدر صحابی حضرت حنظلہ اُسیدی رضی اللہ عنہ کا قصہ سننے کے قابل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے۔ موصوف فرماتے ہیں: مجھ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ملے اور پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے کہا، حنظلہ منافق ہو گیا۔ فرمایا سبحان اللہ! کیا کہتے ہو ؟ میں نے کہا جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے جنت و دوزخ کو دیکھ رہے ہیں۔ لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں نہیں رہتے تو عورتوں، بچوں اور کاروبار

Marfat.com
Marfat.com

میں دل لگ جاتا ہے اور جنت و دوزخ کو ہم بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، قسم بخدا! ہمارا بھی یہی حال ہے۔ حنظلہ کہتے ہیں پھر میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! حنظلہ منافق ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا بات ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت و دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے ان کو دیکھ رہے ہیں لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو بیوی بچوں اور کاروبار میں دل لگ جاتا ہے اور جنت و دوزخ کو ہم بھول جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری صحبت میں تم جو کیفیت محسوس کرتے ہو اگر اسی پر قائم رہتے اور (جنت و دوزخ کو) اسی طرح یاد رکھتے تو فرشتے آ کر تم سے بستروں اور راستوں میں مصافحہ کرتے۔ لیکن اے حنظلہ! ہمیشہ یکساں کیفیت نہیں رہتی۔ [1]

رسول انسان تھے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ انسانی زندگی کے لیے نہایت شاندار نمونہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلوت میں خشوع و خضوع کے ساتھ اس طرح نماز پڑھا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر ورم آ جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ حق کے معاملہ میں یہ تھا کہ اللہ کی خاطر کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایک انسان ہی کی زندگی تھی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ چیزوں کو پسند فرماتے، خوش ہونا، مسکرانا اور ہنسی دل لگی کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج مبارک کی خصوصیات تھیں البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسی بات نہ فرماتے جو خلافِ

[1] صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فضل دوام الذکر والتفکر فی امور الآخرة، رقم الحدیث: ۲۷۵۰؛ مسند احمد بن حنبل، ۱۷۸/٤، رقم الحدیث: ۱۷٦۰۹؛ سنن ابن ماجة، کتاب الزهد، باب والمداومة علی العمل، رقم الحدیث: ٤٢٣٩؛ سلسلة الاحادیث الصحیحة للألبانی، ٥٩٢/٤، رقم الحدیث: ١٩٤٨؛ جامع ترمذی، کتاب الزهد، باب حدیث حنظلة---، رقم الحدیث: ۲٥١٤۔

Marfat.com
Marfat.com

حق ہوتی۔ ❶

نبی ﷺ خوشی اور مسرت کو پسند فرماتے اور غم اور تکلیف کو ناپسند کرتے اور دعا فرماتے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ.)) ❷

''خدایا میں تیری پناہ مانگتا ہوں پریشانی اور غم سے۔''

آپ ﷺ جس طرح خوش طبعی فرماتے تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوگا کہ ایک بڑھیا حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے لیے جنت کی دعا کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں کوئی بڑھیا داخل نہیں ہوگی۔ یہ سن کر وہ بڑھیا گھبرا گئی اور رونے لگی۔ آپ ﷺ نے اس کا یہ حال دیکھ کر فرمایا: بڑھیا جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہیں ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ اسے نئی خلقت عطا فرمائے گا اور وہ نوجوان کنواری بن کر داخل ہوگی۔ ❸

آپ ﷺ نے (اس کی تائید میں) یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿اِنَّآ اَنْشَاْنٰھُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْکَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا﴾ ❹

''ہم ان کو خاص طور پر نئی خلقت عطا کریں گے اور انہیں باکرہ بنائیں گے۔
اپنے شوہروں کو محبوب رکھنے والیاں اور ہم عمر۔''

دل اکتا جاتے ہیں

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے پاکیزہ نفوس ہنستے کھیلتے اور دل لگی کی باتیں کرتے

---

❶ صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب قیام النبی ﷺ اللیل، رقم الحدیث: ۱۱۳۰؛ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب اکثار الاعمال، رقم الحدیث: ۲۸۱۹، ۲۸۲۰۔

❷ [اسنادہ ضعیف] سنن ابی داؤد، کتاب الوتر، باب فی الاستعاذۃ، رقم الحدیث: ۱۵۵۵؛ لکن اخرجہ البخاری، بھذا اللفظ فی کتاب الدعوات، باب التعوذ من غلبۃ الرجال، رقم الحدیث: ۶۳۶۳؛ سنن النسائی، کتاب الاستعاذۃ، باب الاستعاذۃ من الدین، رقم الحدیث: ۵۴۸۹۔

❸ الدر المنثور للسیوطی، ۶/۱۵۸؛ تفسیر بغوی، ۸/۱۹۲؛ تفسیر ابن کثیر، ۶/۶۰، سورۃ الواقعہ آیت نمبر ۳۵، ۳۶؛ شمائل ترمذی، رقم الحدیث: ۲۴۱۔

❹ ۵۶/الواقعہ: ۳۵، ۳۷۔

Marfat.com
Marfat.com

تھے۔ وہ اپنی فطرت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے نفس کو محظوظ کرتے اور راحتِ قلب کا سامان کرتے تا کہ تازہ دم ہو کر اور سبک رفتاری کے ساتھ کام کر سکیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جسم کی طرح دل کو بھی تکان لاحق ہوتی ہے لہٰذا تکان کو ہلکا کرنے کے لیے عجائبِ حکمت بیان کرو۔'' نیز فرمایا: ''دلوں کو وقفہ وقفہ سے آرام دو کیونکہ دل کی ناخوشگواری اسے اندھا بنا دیتی ہے۔''

اور ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اپنے نفس کو کسی قدر باطل سے دل لگی کرنے دیتا ہوں تا کہ اس سے حق پر چلنے میں مدد ملے۔''

غرضیکہ ہنسی مذاق کی باتیں کرنے میں جس سے انبساط کی کیفیت پیدا ہو کوئی حرج نہیں ہے۔ اور نہ اس بات میں کوئی حرج ہے کہ مباح کھیل کے ذریعہ اپنے دل کو اور اپنے ساتھیوں کے دل کو بہلانے کا سامان کیا جائے بشرطیکہ اسے مستقل عادت نہ بنا لیا جائے کہ صبح و شام کا مشغلہ یہی بن کر رہ جائے، اور جس کے نتیجہ میں آدمی اپنی ذمہ داریوں سے غفلت برتنے لگے، نیز جہاں سنجیدگی اختیار کرنے کی ضرورت ہو وہاں ہنسی مذاق کرنے لگے۔ اسی لیے کسی نے کہا ہے:

''بات چیت میں مذاق اسی قدر ہونا چاہیے جس قدر کہ کھانے میں نمک۔''

اسی طرح مسلمان کا یہ کام بھی نہیں کہ وہ لوگوں کی عزت اور ان کی قدر و منزلت کا خیال نہ کرے اور ان کا مذاق اڑانے لگے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ﴾ [1]

''اے ایمان والو! لوگ ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں ہو سکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔''

اور نہ یہ بات روا ہے کہ وہ لوگوں کو ہنسانے کی خاطر جھوٹ سے کام لے۔ اس سے بچنے کی ہدایت کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

---

[1] ٤٩/الحجرات: ١١۔

Marfat.com
Marfat.com

((وَيۡلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ بِالْحَدِيثِ لِيُضْحِكَ مِنْهُ الْقَوْمُ فَيَكْذِبُ وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ.)) [1]

''تباہی ہے اس شخص کے لیے جو لوگوں کو ہنسانے کی خاطر جھوٹی باتیں کرتا ہے۔اس کے لیے تباہی ہے، اس کے لیے تباہی ہے۔''

جائز کھیل کی قسمیں

تفریح کی کتنی ہی قسمیں اور کھیل کے کتنے ہی طور طریقے ایسے ہیں جن کو نبی ﷺ نے مسلمانوں کے لیے جائز قرار دیا ہے تا کہ ان کے بار خاطر کو ہلکا کرنے اور ان کے لیے تفریح طبع کا سامان ہو۔ یہ کھیل ایسے ہیں جو عبادات اور واجبات کی ادائیگی پر بلکہ ان کاموں میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لینے پر آمادہ کرتے ہیں نیز ان ورزشی کھیلوں کے ذریعہ ایسی ٹریننگ حاصل ہوتی ہے جو قوت میں اضافہ کا موجب ہے اور اس سے آدمی میدان جہاد کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ درج ذیل کھیل اسی قبیل کے ہیں:

دوڑ میں مقابلہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دوڑ میں مقابلہ کرتے تھے اور نبی ﷺ انہیں ایسا کرنے دیتے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دوڑ لگانے میں بہت تیز تھے۔ [2]

نبی ﷺ خود اپنی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کو خوش کرنے کی خاطر اور صحابہ کو تعلیم دینے کی غرض سے دوڑ میں مقابلہ کرتے تھے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے دوڑ میں میرا مقابلہ کیا تو میں آگے نکل گئی۔ پھر جب

---

[1] [حسن] سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی التشدید فی الکذب، رقم الحدیث: ٤٩٩٠؛ جامع ترمذی، کتاب الزهد، باب فیمن تکلم بکلمة یضحك بها الناس، رقم الحدیث: ٢٣١٥؛ مسند احمد بن حنبل، ٥/٢، رقم الحدیث: ٢٠٠٢١؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ١٩٦/١٠۔

[2] [اسناده ضعیف] السنن الکبریٰ للبیهقی، ٢٢/١٠، باب لاجلب ولاجنب فی الرهان؛ سنن دارقطنی: ٣٠٥/٤۔

Marfat.com
Marfat.com

میرا جسم بڑھ گیا تو آپ ﷺ نے مسابقت میں مجھے ہرا دیا اور فرمایا، یہ اُس وقت کا بدلہ ہے۔'' 1

کشتی لڑنا

نبی ﷺ نے مشہور پہلوان رکانہ کے ساتھ کشتی لڑی اور اس کو کئی بار پچھاڑ دیا۔ 2

فقہا نے ان احادیث سے یہ حکم مستنبط کیا ہے کہ دوڑ میں مقابلہ کرنا جائز ہے خواہ مرد باہم دوڑ لگائیں یا محرم عورتوں یا اپنی بیویوں کے ساتھ لگائیں۔ دوڑ کا یہ مقابلہ اور کشتی لڑنا وغیرہ وقار و شرف، علم و فضل اور عمر کی بزرگی کے خلاف نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑتے تھے تو آپ ﷺ کی عمر پچاس سے زیادہ تھی۔

تیراندازی

ایک جائز فنی کھیل تیراندازی اور نیزہ چلانا ہے۔

نبی ﷺ جب صحابہ کو تیراندازی میں مشغول دیکھتے تو ان کی حوصلہ افزائی فرماتے اور کہتے: ''تیر چلاؤ اور میں تمہارے ساتھ ہوں۔'' 3

آپ ﷺ کے نزدیک تیراندازی کھیل اور شوقیہ چیز نہیں تھی بلکہ یہ ایک قسم کی قوت تھی جس کی فراہمی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ.﴾ 4

---

1 [صحیح] مسند احمد بن حنبل، ٦/٢٦٤، رقم الحدیث: ٢٦٢٧٧؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ١٠/١٨؛ سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی السبق علی الرجل، رقم الحدیث: ٢٥٧٨؛ سنن ابن ماجة، کتاب النکاح، باب حسن معاشرة النساء، رقم الحدیث: ١٩٧٩، مختصراً جداً۔ 2 [حسن] سنن ابن داؤد، کتاب اللباس، باب فی العمائم، رقم الحدیث: ٤٠٧٨؛ جامع ترمذی، کتاب اللباس، باب العمائم علی القلانس، رقم الحدیث: ١٧٨٤؛ مستدرک حاکم، ٣/٤٥٢۔ 3 صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب التحریض علی الرمی، رقم الحدیث: ٢٨٩٩؛ مسند احمد بن حنبل، ٤/٥٠، رقم الحدیث: ١٢٥٢٨؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ١٠/١٧؛ المعجم الکبیر للطبرانی، ٧/٣٢، رقم الحدیث: ٦٢٩٢۔

4 ٨/الانفال: ٦٠۔

Marfat.com
Marfat.com

''اور جہاں تک ہو سکے ان کے مقابلہ کے لیے قوت فراہم کرو۔''

چنانچہ آپ ﷺ فرماتے:

((اَلا اِنَّ الْقُوَّۃَ الرَّمْیُ اَلا اِنَّ الْقُوَّۃَ الرَّمْیُ، اَلا اِنَّ الْقُوَّۃَ الرَّمْیُ.)) [1]

''سنو! قوت تیراندازی میں ہے۔ سنو! قوت تیراندازی میں ہے۔ سنو! قوت تیراندازی میں ہے۔''

نیز فرماتے:

((عَلَیْکُمْ بِالرَّمْیِ فَاِنَّہٗ مِنْ خَیْرِ لَھْوِکُمْ.)) [2]

''تم تیراندازی ضرور سیکھو یہ بہترین کھیل ہے۔''

البتہ آپ ﷺ نے پالتو جانوروں وغیرہ کو نشانہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔ بعض عرب زمانہ جاہلیت میں اس کے عادی تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو اس قسم کی حرکت کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''نبی ﷺ نے اُس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو کسی ذی روح کو ہدف بنالے۔'' [3]

آپ ﷺ نے اس وجہ سے لعنت فرمائی ہے کہ اس سے حیوان کو تکلیف پہنچتی ہے اور اس کی جان ضائع ہو جاتی ہے۔ مزید برآں یہ مال کا ضیاع ہے اور انسان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ کسی ذی روح کو تکلیف پہنچا کر اپنی تفریح کا سامان کرے۔

اور یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے جانوروں کو باہم لڑانے سے منع فرمایا ہے۔ عرب دو مینڈھوں یا دو بیلوں کو اشتعال دلا کر باہم سینگوں سے لڑاتے یہاں تک کہ وہ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الرمی والحث علیہ، رقم الحدیث:١٩١٧؛ سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الرمی، رقم الحدیث:٢٥١٤؛سنن ابن ماجة، کتاب الجهاد، باب الرمی فی سبیل الله، رقم الحدیث:٢٨١٣؛ مسند احمد بن حنبل :١٥٧/٤، رقم الحدیث: ١٧٤٣٢۔ [2] [صحیح] مجمع الزوائد للهیثمی، ٢٦٨/٥؛ المعجم الأوسط للطبرانی، ٣٩/٣، رقم الحدیث: ٦٠٧٠؛ کشف الأستار للهیثمی، ٢٧٩/٢، رقم الحدیث: ٧٠١۔

[3] صحیح البخاری، کتاب الذبائح، باب مایکره من المثلة والمصبورة، رقم الحدیث: ٥٥١٥؛ صحیح مسلم، کتاب الصید، باب النهی عن صبرالبهائم، رقم الحدیث: ١٩٥٨؛ مسند احمد بن حنبل، ٨٦/٢، رقم الحدیث: ٥٥٨٧۔

Marfat.com
Marfat.com

ہلاک ہو جاتے لیکن انہیں یہ تماشا دیکھ کر خوشی ہوتی۔ علما کہتے ہیں نبی ﷺ نے اس لیے جانوروں کو لڑانے سے منع فرمایا ہے کہ اس سے جانوروں کو تکلیف ہوتی ہے نیز یہ ایک بے فائدہ کام ہے۔ [1]

نیزہ چلانا

تیر اندازی کی طرح ایک کھیل نیزہ چلانا بھی ہے۔

نبی ﷺ نے حبشیوں کو مسجد میں نیزہ کا کھیل کھیلنے کی اجازت دی تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی اجازت دی تھی کہ ان کا کھیل دیکھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حبشیوں کو اس سے روکنا چاہا لیکن نبی ﷺ نے فرمایا: ''عمر انہیں چھوڑ دو۔'' [2]

مسجد میں اس کھیل کی اجازت دے کر آپ ﷺ نے بڑی فراخی کا ثبوت دیا تا کہ دین اور دنیا دونوں کو جمع کیا جا سکے۔ یہ محض کھیل نہیں تھا بلکہ ورزش بھی تھی اور ٹریننگ بھی۔ مذکورہ حدیث کے پیشِ نظر علما کہتے ہیں کہ مسجد جماعتِ مسلمین کے معاملات کا مرکز ہے لہٰذا جو کام دین اور اہل دین کی منفعت کے ہوں ان کو اس میں انجام دینا جائز ہے۔

موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ ان کی مسجدیں کس طرح زندگی کے حقائق اور قوت سے خالی ہو گئی ہیں!

گھڑ سواری

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً.﴾ [3]

---

[1] [ضعیف] سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی التحریش بین البهائم، رقم الحدیث: ۲۵۶۲؛ جامع ترمذی، کتاب الجهاد، باب ماجاء فی کراهیة التحریش بین البهائج، رقم الحدیث: ۱۷۰۸؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۱۰/۲۲۔

[2] صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب اللهو بالحراب ونحوها، رقم الحدیث: ۲۹۰۱؛ صحیح مسلم، کتاب صلاة العیدین، باب الرخصة فی اللعب الذی لامعصیة فیه، رقم الحدیث: ۸۹۳؛ مسند احمد بن حنبل، ۲/۳۰۸، رقم الحدیث: ۸۰۸۰۔ [3] ۱۶/النحل: ۸۔

Marfat.com
Marfat.com

''اس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کیے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور رونق کا کام دیں۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((اَلْخَیْلَ مَعْقُوْدٌ بِنَوَاصِیْهَا الْخَیْرُ.)) 1

''گھوڑوں کی پیشانیاں خیر سے بندھی ہوئی ہیں۔''

نیز فرمایا:

((اِرْمُوْا وَارْكَبُوْا.)) 2

''تیر چلاؤ اور سواری کرو۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اپنی اولاد کو تیراکی اور تیر اندازی سکھاؤ اور ان سے کہو کہ وہ گھوڑے پر چھلانگ لگا کر سوار ہو جائیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ''نبی ﷺ نے گھوڑوں کا مقابلہ کرایا اور آگے نکل جانے والے کو انعام دیا۔'' 3

یہ گھوڑ دوڑ کی حوصلہ افزائی کے لیے تھا، کیونکہ یہ ورزش بھی ہے اور ٹریننگ بھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ حضرات عہد رسالت میں بازی لگاتے تھے اور کیا رسول اللہ ﷺ بازی لگاتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں! قسم بخدا! آپ ﷺ نے ایک گھوڑے کی بازی لگائی تھی جس کا نام سبحہ تھا چنانچہ وہ لوگوں پر سبقت

1 صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الخیل معقود فی نواصیها الخیر، رقم الحدیث: ۲۸۵۰؛ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضیلة الخیل، رقم الحدیث: ۱۸۷۳؛ جامع ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء من ارتبط فرسا فی سبیل الله، رقم الحدیث: ۱۶۳۶۔

2 [اسناده ضعیف] مسند احمد بن حنبل، ۱۴۸/٤، رقم الحدیث: ۱۷۳۳۷؛ جامع ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی فضل الرمی فی سبیل الله، رقم الحدیث: ۱۶۳۷؛ سنن ابن ماجة، کتاب الجهاد، باب الرمی فی سبیل الله: ۲۸۱۱۔

3 [صحیح بشواهده] مسند احمد بن حنبل، ۹۱/۲، رقم الحدیث: ۵۰۵٦؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۲۰/۱۰؛ ارواء الغلیل، ۳۳٦/٥، رقم الحدیث: ۱۵۰۷۔

Marfat.com
Marfat.com

لے گیا اور یہ دیکھ کر آپ ﷺ خوش ہو گئے۔ 1

مباح بازی یہ ہے کہ انعام دوڑ میں حصہ لینے والے فریقین کی جانب سے نہ ہو بلکہ کسی اور کی جانب سے ہو یا صرف ایک فریق کی جانب سے ہو۔ لیکن اگر فریقین کی جانب سے انعام ہو کہ جو سبقت لے جائے گا اس کو انعام ملے گا تو یہ جوا ہے جو ممنوع ہے۔ اور اس قسم کے گھوڑے کو جو جوئے کے لیے استعمال کیا جائے آپ ﷺ نے شیطانی گھوڑے سے تعبیر فرمایا ہے اور اس کی قیمت وغیرہ کو گناہ قرار دیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ''گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک رحمٰن کے لیے، دوسرا انسان کے لیے اور تیسرا شیطان کے لیے۔ تو جو گھوڑا رحمٰن کے لیے ہوتا ہے وہ اللہ کی راہ میں باندھا جاتا ہے اور جو شیطان کے لیے ہوتا ہے وہ جوئے (ریس) کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور جو انسان کے لیے ہوتا ہے اسے آدمی افزائش نسل کے لیے پالتا ہے اور وہ اس کی محتاجی کو دور کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ 2

شکار کرنا

ایک مفید تفریح جس کو اسلام نے جائز قرار دیا ہے شکار کرنا ہے۔ اس سے آدمی فائدہ بھی اٹھاتا ہے اور ورزش بھی ہوتی ہے نیز یہ کمائی کا ذریعہ بھی ہے۔ شکار خواہ تیر، نیزہ وغیرہ کسی آلہ کے ذریعہ کیا جائے یا شکاری کتوں اور پرندوں کے ذریعہ دونوں صورتوں میں جائز ہے۔ رہے شرائط تو ان کا ذکر اس سے پہلے گزر چکا۔

اسلام نے شکار صرف دو حالتوں میں ممنوع قرار دیا ہے۔ ایک حج یا عمرہ کے احرام کی حالت میں اور دوسرے حرمِ مکہ کے اندر، کیونکہ اسلام نے اس کو امن وسلامتی کا علاقہ

---

1 [حسن] مسند احمد بن حنبل، ۳/ ۱۶۰، رقم الحدیث: ۱۲۶۲۷؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۱۰/ ۲۱؛ سنن الدارمی، ۲/ ۲۱۲، ۲۱۳، رقم الحدیث: ۲۴۳۰۔

2 [صحیح] مسند احمد بن حنبل، ۱/ ۳۹۵، ۴/ ۲۹، ۵/ ۳۸۱، نحوه المغنی، رقم الحدیث بالترتیب، ۳۷۵۶، ۱۶۶۴۵، ۲۳۲۲۳؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۱۰/ ۲۱؛ مجمع الزوائد للهیثمی، ۵/ ۲۶۱، رقم الحدیث: ۹۳۳۵، ۹۳۳۸۔

Marfat.com
Marfat.com

قرار دیا ہے۔

چوسر کا کھیل

ہر وہ کھیل جس میں جُوا ہو حرام ہے اور جُوا ہر وہ کھیل ہے جو نفع یا نقصان سے خالی نہ ہو۔ یہی وہ ''میسر'' ہے جس کا ذکر قرآن نے شراب، تھانوں اور پانسوں کے ساتھ کیا ہے۔ حدیثِ نبوی ہے۔ ''جو اپنے ساتھی سے کہے کہ آؤ ہم جوا کھیلیں اسے چاہیے کہ صدقہ کرے۔'' [1]

یعنی جوئے کی طرف مجرد بلانا بھی گناہ ہے جس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ صدقہ کرے۔

چوسر کا کھیل اسی قبیل سے ہے۔ جب اس کے ساتھ جُوا لگا ہوا ہو تو باتفاق رائے حرام ہے۔ اور اگر اس میں جُوا شامل نہ ہو تو علما کے ایک گروہ کے نزدیک حرام ہے لیکن بعض اسے حرام نہیں بلکہ مکروہ کہتے ہیں۔ جو علما حرمت کے قائل ہیں ان کی دلیل بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ شِيرِ فَكَأَنَّمَا صَبَغَ يَدَهُ فِي لَحْمِ خِنْزِيرٍ وَدَمِهِ.)) [2]

''جس نے نردشیر (چوسر) کا کھیل کھیلا اس نے گویا اپنے ہاتھ خنزیر کے گوشت اور اس کے خون میں رنگ لیے۔''

اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُولَهُ.)) [3]

---

[1] صحيح البخاری، كتاب الايمان، باب لايحلف باللات والعزى، رقم الحديث: ٦٦٥٠؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب من حلف باللات والعزى، رقم الحديث: ١٦٤٧؛ السنن الكبرى للبيهقي، ٣٠/١٠۔ [2] صحيح مسلم، كتاب الشعر، باب تحريم اللعب بالنرد، رقم الحديث: ٢٢٦٠؛ تلخيص الحبير لا بن حجر عسقلانی، ١٩٩/٤، رقم الحديث: ٢١١٢؛ نصب الراية للزيلعی، ٢٧٥/٤؛ شرح السنة للبغوی، ٣٨٥/١٢، رقم الحديث: ٣٤١٥۔ [3] [حسن] سنن ابی داؤد، كتاب الأدب، باب النهی عن اللعب بالنرد، رقم الحديث: ٤٩٣٨؛ سنن ابن ماجة، كتاب الأدب، باب اللعب بالنرد رقم الحديث: ٣٧٦٢؛ مسند احمد بن حنبل، ٣٩٤/٤، رقم الحديث: ١٩٥٢١۔

Marfat.com
Marfat.com

"جس نے چوسر کا کھیل کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔"

یہ دونوں حدیثیں صریح ہیں اور ہر چوسر کھیلنے والے پر منطبق ہوتی ہیں خواہ اس میں جُوئے کا عنصر شامل ہو یا نہ ہو۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: منقول ہے کہ ابن مغفل رحمۃ اللہ علیہ اور ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے چوسر کے کھیل کو جو جُوئے سے خالی ہو جائز کہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مذکورہ احادیث کو جُوئے کے کھیل پر محمول کیا ہے۔

شطرنج کا کھیل

کھیل کی ایک مشہور قسم شطرنج ہے جس کے حکم کے بارے میں فقہا کے درمیان اختلاف ہے۔ کوئی جواز کا قائل ہے تو کوئی کراہت کا اور کسی کے نزدیک حرام ہے۔

جو فقہا حرمت کے قائل ہیں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے استدلال کرتے ہیں، لیکن ناقدینِ حدیث نے ان احادیث کو رَد کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ شطرنج کا وجود صحابہ کے زمانہ سے پہلے نہ تھا اس لیے جو حدیثیں بھی اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں وہ باطل ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس معاملہ میں مختلف الرائے تھے۔ [1]

ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ چوسر سے بدتر ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ جوئے کی ایک قسم ہے۔ (غالباً آپ کی مراد اُس شطرنج سے ہے جس میں جُوا شامل ہو) اور بعض صحابہ سے کراہت منقول ہے۔

لیکن بعض صحابہ اور تابعین سے اس کا جواز منقول ہے مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ، ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ، سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ اور سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ۔

راقم السطور کی رائے بھی ان اصحاب ہی کے مسلک کے مطابق ہے یعنی اس معاملہ میں اصل جواز ہے اور کوئی نص ایسی وارد نہیں ہوئی ہے جو حُرمت پر دلالت کرتی ہو۔ علاوہ ازیں اس میں ذہنی ورزش اور فکری تربیت کا سامان بھی ہے۔ اس لیے اس کو چوسر سے

---

[1] الدر المنثور للسیوطی، ۳/۱۵۵ سورۃ مائدہ رقم الآیۃ: ۹۰، ۹۱۔

Marfat.com
Marfat.com

مختلف سمجھنا چاہیے اور اسی بنا پر ان اصحاب کا کہنا ہے کہ چوسر کی خصوصیت محظوظ ہونا ہے اس لیے وہ پانسوں سے مشابہ ہے، لیکن شطرنج کی خصوصیت ذہانت وتدبیر ہے اس لیے وہ تیر اندازی سے مشابہ ہے۔

جو حضرات جواز کے قائل ہیں وہ تین شرطوں کے ساتھ اس کی اجازت دیتے ہیں:

۱۔ اس کی وجہ سے نماز اپنے وقت سے مؤخر نہ ہونے پائے، کیونکہ اس میں سب سے بڑا خطرہ نماز کے اوقات کی پابندی نہ کرنے ہی کا ہے۔

۲۔ اس میں جوا شامل نہ ہو۔ [1]

۳۔ کھیلنے والا کھیل کے دوران اپنی زبان کو فحش اور بدکلامی سے محفوظ رکھے۔

اگر ان میں کسی ایک شرط کی بھی پابندی نہ کی جائے تو یہ کھیل حرام ہوگا۔

گانا اور موسیقی

کھیل کی ایک قسم ایسی ہے جو نفس کے لیے باعث سکون، دل کے لیے خوش کن اور کانوں میں رس گھولنے والی ہے اور وہ ہے گانا۔ اسلام نے اس کو مباح قرار دیا ہے بشرطیکہ وہ فحش، بدکلامی یا گناہ پر ابھارنے والی باتوں پر مشتمل نہ ہو۔ اگر اس کے ساتھ ایسی موسیقی

---

[1] مصنف کا شطرنج کو جائز قرار دینا اور اس کے لئے کچھ شروط عائد کرنا محل نظر ہے۔ فرض محال ہم مصنف کی بات کو تسلیم کر بھی لیں تو اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ شطرنج کھیلنے والے ان باتوں کا قطعاً خیال نہیں رکھتے۔ اس صورت میں شطرنج حرام میں واقع ہونے کا وسیلہ ہوگا۔ اس لئے اس پر حرام ہونے کا قول لازمی طور پر صادق آئے گا۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بات کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے ''ان تمام باتوں سے قطع نظر شطرنج اس لئے حرام ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شطرنج کھیلنے والوں کو مخاطب ہو کر فرمایا تھا: یہ کیسے بت ہیں جن پر تم گرے پڑے ہو۔''

وہ مزید فرماتے ہیں: ''ائمہ کرام نے بھی اسے حرام قرار دیا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے اسے مکروہ کہا ہے۔ اور یہ کہ شطرنج اور اس سے ملتے جلتے کھیلوں میں ایسی خرابیاں ہیں جن کا شمار اور ان کے نقصان کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔'' ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں کہ بعض لوگ اسے ذہنی ورزش کا نام دیتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی قطعاً اجازت نہیں دی بلکہ اس کے حرام ہونے پر ان کا اتفاق ہے۔ دیکھئے فتاویٰ ابن تیمیہ رحمہ اللہ [۳۲/۲۱۶۔۲۵۴]، اس کے علاوہ ابن قیم امام ذہبی رحمہما اللہ اور دیگر نامور محققین علمائے کرام نے اس کی لامحدود خرابیوں کی بنا پر اسے حرام کہا ہے، دیکھئے [اعلام بنقد كتاب الحلال والحرام للفوزان: ص۴۳]

Marfat.com
Marfat.com

ہے جس سے جذبات برانگیختہ نہ ہوتے ہوں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ 1

خوشی کے مواقع پر اظہارِ مسرت کے لیے یہ چیزیں پسندیدہ ہیں مثلاً عید، شادی، مہمان کی آمد، ولیمہ، عقیقہ اور بچوں کی ولادت وغیرہ کے موقع پر۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت کی انصار کے ایک شخص سے شادی ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

1 مصنف نے موسیقی کے لئے جو اصول وضع کیا ہے وہ قطعاً صحیح نہیں ہے۔ ہم چند امور کی طرف قارئین کی توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ نمبر (ا) مصنف کا یہ کہنا موسیقی اور گانا کھیل کی ایک قسم ہے جو نفس کے لئے باعث سکون، دل کے لئے خوش کن اور کانوں میں رس والی چیز ہے اس لئے یہ جائز ہے۔

ہم عرض کرتے ہیں دین اسلام میں جائز ناجائز کا معیار باعث سکونِ دل ہونا نہیں اور نہ ہی نفس کی راحت کا باعث ہونا معیار ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ دل کو اچھی لگنے والی اکثر چیزیں خرابی اور مفاسد کا باعث ہیں، کیا ہم ان کے حلال ہونے کا فتویٰ دیں گے۔ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''کسی چیز کا باعث لذت ہونا حلال حرام یا مکروہ ہونے کا معیار نہیں ہے۔ کیا زنا کرنے والا اس قبیح فعل میں لذت محسوس نہیں کرتا۔ کیا وہ بھی حلال ہے اور مزید یہ کہ لذت دینے والی چیزیں حرام ہیں۔ دیکھئے مدارج السالکین [۴۹۱/۱]

(۲) مصنف کی یہ بات بھی محل نظر ہے کہ اگر گانا فحش کلامی اور گناہ پر ابھارنے کا باعث نہ ہو تو وہ جائز ہے، یہ دعویٰ بالکل باطل ہے اور اس کو دین اسلام کی طرف منسوب کرنا اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر بغیر علم کے بات ہے اسلام نے قرآن وحدیث کے بے شمار دلائل کی بنیاد پر موسیقی، غنی اور گانے کو حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ''لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو لھو الحدیث خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے رستے سے بغیر علم کے بھٹکائیں۔ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے لئے صحابہ کرام اور تابعین کی تفسیر کافی ہے انہوں نے ''لھو الحدیث'' کی تفسیر غنی (موسیقی) سے کی ہے۔ ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے بھی یہی تفسیر بیان کی ہے۔ ابو صہباء کہتے ہیں میں نے جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ﴾ سے کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے کہا۔'' مجھے اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اس سے مراد غنی (موسیقی) ہے۔'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں سے کچھ لوگ ایسے ہونگے جو ریشم، شراب اور موسیقی کو حلال قرار دیں گے۔''...... [صحیح بخاری] علمائے اسلام نے اپنے اقوال میں غنی (موسیقی) کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ہمارے ہاں تو فاسق لوگ ہی غنی سنتے ہیں۔ مالک بن انس نے موسیقی اور اس کو سننے سے منع فرمایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر کوئی انسان ایسی لونڈی خریدے جو گانا گاتی ہو تو اس کو واپس کر دے کیونکہ اس میں یہ عیب ہے۔ ابو حنیفہ نے بھی اس کو مکروہ جانا ہے۔ ابراہیم نخعی عامر شعبی حماد اور امام ثوری نے متفقہ طور پر اسے حرام قرار دیا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے [اعلام بنقد کتاب الحلال والحرام للفوزان ص:۸۰]

(۳) مصنف کا یہ کہنا کہ گانے کے ساتھ ایسی موسیقی جس سے جذبات برانگیختہ ...... بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

Marfat.com
Marfat.com

((یَا عَائِشَةُ ، مَا کَانَ مَعَهُمْ مِنْ لَهْوٍ؟ فَإِنَّ الْأَنْصَارَ يُعْجِبُهُمُ اللَّهْوَ.)) [1]

''اے عائشہ! ان کے ساتھ لہو (تفریح طبع) کا کوئی سامان نہیں ہے؟ کیونکہ انصار لہو کو پسند کرتے ہیں''

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ایک قرابت دار انصاریہ کی شادی کر دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا: دلہن کو تم نے روانہ کر دیا۔ لوگوں نے کہا: جی ہاں! فرمایا: اس کے ساتھ کسی ایسی لڑکی کو نہیں بھیجا جو گائے؟ عرض کیا: نہیں فرمایا:

((إِنَّ الْأَنْصَارَ قَوْمٌ فِيهِمْ غَزَلٌ فَلَوْ بَعَثْتُمْ مَعَهَا مَنْ يَقُولُ: أَتَيْنَاكُمْ أَتَيْنَاكُمْ فَحَيَّانَا وَحَيَّاكُمْ.)) [2]

گزشتہ سے پیوستہ...... نہ ہوں، بالکل باطل ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آلات موسیقی کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ائمہ اربعہ کا موقف یہ ہے کہ لھو ولعب کے تمام آلات حرام ہیں اور اس کا ثبوت صحیح بخاری وغیرہ میں موجود ہے۔ [فتاویٰ ابن تیمیہ: ۱۱/۵۷۶] ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تمام آلات لھو اور موسیقی حرام ہیں (اس کے بعد انہوں نے احادیث کا تذکرہ کیا ہے جو اس موقف پر دلالت کرتی ہیں)[اغاثة اللفهان: ۱/۲۷۷۔۲۷۸] (۴) مصنف کا یہ کہنا کہ ''خوشی کے مواقع پر اظہار مسرت کے لئے مطلق طور پر (گانا موسیقی) وغیرہ جائز ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ مصنف نے یہ قول کہاں سے اخذ کیا ہے؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر بچیوں کو دف بجانے کے ساتھ اچھے اشعار کی اجازت ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی بیاہ کے موقع پر دف وغیرہ بجانے کی اجازت دی ہے جبکہ مردوں میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جو دف یا تالی بجانے والا ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تالی عورتوں اور تسبیح مردوں کے لئے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں سے اور ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں سے مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی وغیرہ کے موقع پر اس کی اجازت دی ہے۔ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دف بجانے والی بچیوں کو روکنے کی کوشش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوبکر انہیں چھوڑ دو ہر قوم کے لئے خوشی کا دن ہوتا ہے اور آج اہل اسلام کی عید ہے۔ اور آپ نے فرمایا: ''تاکہ مشرکوں کو پتہ چل جائے کہ ہمارے دین میں وسعت ہے۔'' فتاویٰ ابن تیمیہ: ۱۱/۵۶۵ حدیث جاریہ میں کہیں بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیقی کو سنا ہے۔ دیکھئے [اعلام بنقد كتاب الحلال والحرام: ۸۰،۹۵۔]

[1] صحيح البخاری، كتاب النكاح، باب نسوة التي يهدين المراة، رقم الحديث: ۵۱۶۲؛ اتحاف السادة المتقين للزبيدی، ۶/۴۹۳۔

[2] [حسن] سنن ابن ماجة، كتاب النكاح، باب الغناء والدف، رقم الحديث: ۱۹۰۰؛ السنن الكبرىٰ للبيهقی ۷/۲۸۹؛ مسند احمد بن حنبل: ۳/۳۹۱، رقم الحديث: ۱۵۲۰۹۔

Marfat.com
Marfat.com

''انصار کو گانے کا شوق ہے اس لیے اگر تم اس کے ساتھ کسی ایسی لڑکی کو بھیج دیتے جو یہ گاتی ''ہم تمہارے پاس آئے، ہم تمہارے پاس آئے اللہ ہمیں بھی زندہ رکھے اور تمہیں بھی۔'' تو اچھا ہوتا۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لائے تو دو لڑکیاں ایامِ منیٰ میں گا بجا رہی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑھے لیٹ گئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ سے کپڑا اٹھا لیا اور فرمایا: ''ابوبکر انہیں چھوڑ دو، کیونکہ یہ عید کے دن ہیں۔'' [1]

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اِحیاء علوم الدین میں مذکورہ حدیث اور حبشیوں کے مسجد میں کھیل والی حدیث نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنی سہیلیوں کے ساتھ گڑیوں کے کھیلنے کی حدیث بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ سب حدیثیں صحیحین کی ہیں اور اس بات کا صریح ثبوت ہیں کہ گانا [2] اور کھیل حرام نہیں ہے اور یہ جواز پر دلالت کرتی ہیں:

۱۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہ کھیل تھا اور حبشی رقص ولعب کے عادی ہوتے ہیں۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس فعل کا صدور مسجد میں ہوا۔

۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے بنی رافدہ! اپنا کھیل جاری رکھو۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب الحراب والدرق یوم العید، رقم الحدیث: ۹۴۹؛ صحیح مسلم، کتاب صلوۃ العیدین، باب الرخصة فی اللعب الذی لامعصیة فیه، رقم الحدیث: ۸۹۲؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۷/۹۲۔ ۱۰/۲۲۴؛ مسند احمد بن حنبل، ۶/۳۳، ۸۴، رقم الحدیث: ۲۴۰۴۹۔ [2] مصنف نے غزالی کی بات نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ گانا اور کھیل صریح احادیث (حبشہ کی حدیث وغیرہ) کی بنیاد پر جائز ہے۔ کیا مصنف یہ بات بھول گئے ہیں کہ مذکورہ احادیث سے غنٰی (موسیقی) کے جواز پر کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے۔ بلکہ اس میں فقط کھیل کا ذکر ہے گانے کے الفاظ نہیں ہیں۔ آلات حرب اور جہادی مشق غنٰی موسیقی نہیں کہلاتی ہے یہ اپنی تیاری اور دشمن پر رعب کے لئے جہادی اشعار ہیں موسیقی نہیں۔ یہ کلام امام نووی کا ہے۔ دیکھئے [اعلام بنقد کتاب الحلال والحرام ۹۰] حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اس حدیث کی تصریح خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرما رہی ہیں کہ وحشی کھیل کے دوران بے ڈھنگم آوازیں بلند کر رہے تھے، لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ موسیقی نہیں تھی فتح الباری: ۲/۴۴۲، معلوم ہوتا ہے کہ غزالی کو حدیث حبشہ سے موسیقی کے جواز کی زبردست غلطی لگی ہے: [اعلام بنقد کتاب الحلال والحرام: ۹۲]

Marfat.com
Marfat.com

''جب کھیل کو جاری رکھنے کا حکم دیا گیا تھا تو وہ کس طرح حرام ہوگا؟''

۴۔ چوتھی بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روکنے سے منع فرمایا اور اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ یہ عید کا دن ہے یعنی وقتِ سرور ہے اور یہ اسبابِ سرور میں سے ہے۔

۵۔ پانچویں بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشیوں کے کھیل کا مشاہدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دیر تک کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عورتوں اور بچوں کو کھیل دکھا کر اُن کے دلوں کو خوش کرنا حسنِ اخلاق ہے اور زہد وتقشف کی سختی اختیار کر کے اس سے رک جانے اور روکنے کے مقابلہ میں بہتر ہے۔

۶ چھٹی بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابتداء میں یہ فرمایا کہ کیا تم اسے دیکھنا پسند کرتی ہو؟ [1]

۷ ساتویں بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گانا گانے اور دف بجانے کی لڑکیوں کو اجازت دی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب السماع'' میں ان تمام باتوں کا ذکر کیا ہے۔

بہ کثرت صحابہ وتابعین سے روایت ہے کہ وہ گانا سنتے تھے اور اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے [2]۔ رہیں اس سلسلہ کی احادیث تو وہ سب مجروح ہیں اور کوئی حدیث بھی ایسی نہیں ہے کہ علما اور فقہائے حدیث نے اس پر کلام نہ کیا ہو۔ [3] قاضی

---

[1] صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب الحراب والدرق یوم العید، رقم الحدیث: ۹۵۰؛ صحیح مسلم، کتاب صلوۃ العیدین، باب الرخصۃ فی اللعب ۔۔۔ رقم الحدیث: ۸۹۲۔

[2] مصنف کا یہ قول سراسر باطل اور بے دلیل ہے کہ صحابہ کرام گانا سنتے تھے اور اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ مصنف اس دعویٰ پر سند اور دلیل پیش کریں۔ کیونکہ دلیل سے خالی دعویٰ خود مدعی پر دعویٰ ہے۔ یہ مصنف کی دیدہ دلیری ہے کہ وہ نفوس زکیہ پر گانا سننے کا بھونڈا الزام لگانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ دیکھئے: اعلام بنقد کتاب الحلال والحرام ص۹۶۔ [3] مصنف یہ بھول گئے ہیں غنی (موسیقی) کی حرمت پر دلالت کرنے والی نصوص فقط احادیث نبویہ ہی نہیں ہیں۔ قرآن مجید سے بھی غنی کی حرمت کا ثبوت ملتا ہے۔ جیسا کہ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾ اس کے علاوہ قرآن مجید کے کئی دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ غنی حرام ہے مصنف نے کہا ہے کہ تحریم غنی والی احادیث پر علمانے کلام کیا ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ جناب مصنف وہ کونسے علما ہیں ذرا ان کے نام تو ذکر کریں۔ کیا بخاری، مسلم، احمد بن حنبل، ابوداود، یحییٰ بن معین، ابوزرعہ، ابوحاتم رحمہم اللہ ہیں یا آپ ہوا میں فائر کر رہے ہیں۔ جناب حقیقت آپ کے دعویٰ کے خلاف ہے۔ ان احادیث میں بخاری کی احادیث بھی شامل ہیں جس کی صحت پر امت کا اجماع ہے۔ دیکھئے [اعلام بنقد کتاب الحلال والحرام ص۹۸]

Marfat.com
Marfat.com

ابوبکر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: گانے کی حرمت سے متعلق کوئی حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔

اور ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس سلسلہ کی تمام روایتیں باطل اور موضوع ہیں۔

اکثر گانے اور موسیقی کا استعمال عیش وعشرت کے موقع پر، شراب کی محفلوں اور شب بیداری کی مجلسوں میں ہوتا ہے، جس کی وجہ سے بہت سے علما اسے حرام یا مکروہ کہتے ہیں۔ 1 اور بعض علما کہتے ہیں کہ گانا ''لَهْوَ الْحَدِيْث'' میں شامل ہے جس کا ذکر قرآن میں اس طرح ہوا ہے۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝﴾ [۳۱/لقمان:۶]

''اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو ''لهو الحدیث' خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے بغیر علم کے بھٹکا دیں اور اس راستہ کا مذاق اڑائیں۔ ایسے لوگوں کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔''

ابن حزم کہتے ہیں: جو شخص ''لہوالحدیث'' کا مرتکب ہو اس کا وصف آیت نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ کافر ہے بلا اختلاف جبکہ وہ اللہ کی راہ کو مذاق بنالے۔ 2 اور اگر وہ کوئی

---

1 مصنف کا یہ قول سراسر باطل ہے کہ بہت سے علما نے گانے کو اس لئے حرام یا مکروہ کہتے ہیں کہ گانے اور موسیقی کا استعمال عیش وعشرت کے مواقع پر شراب کی محفلوں اور شب بیداری کی مجلسوں میں ہوتا ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ موسیقی کا حرام ہونا ان اشیاء کے ملنے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی حرمت تو مستقل دلائل کی بنا پر ثابت ہے۔ مصنف کا دعویٰ بلا دلیل اور بے بنیاد ہے۔ کتاب وسنت کے بے شمار دلائل غنٰی اور موسیقی کو حرام ثابت کرتے ہیں۔ اگر غنٰی کے ساتھ کوئی اور حرام چیز شامل نہ ہو تب بھی یہ حرام ہے جیسا کہ شراب نوشی حرام ہے اگرچہ اس کے ساتھ کسی اور حرام چیز کو شامل نہ بھی کیا جائے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی ایک دعویٰ کا جواب دیتے ہوئے اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ ''ریشم، موسیقی، غنٰی وغیرہ اس لئے حرام نہیں کہ انکے ساتھ شراب کا ذکر ہے'' [نیل الاوطار: ۸/۱۰۷] مذکورہ چیزیں حرام ہیں چاہے ان کے ساتھ شراب نوشی کی جائے یا نہیں دیکھئے [اعلام بنقد کتاب الحلال والحرام: ۱۱۰] 2 مصنف نے ''لهو الحدیث'' کی تفسیر پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ بعض علما گانے کو لھوالحدیث میں شمار کرتے ہیں اور پھر انہوں نے ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد وہ کافر ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ کو مذاق بنائے۔ ہم عرض کرنا چاہیں گے کہ مصنف کا یہ قول کہ بعض علما گانے کو لھو الحدیث میں شامل کرتے ہیں یہ تو اس گناہ کے حجم کو کم کرنے والی بات ہے اور اس سے یہ بات بھی واضح ہو رہی ہے۔ مصنف اکابر صحابۂ کرام کے موقف اور ان کی تفسیر سے بالکل ناواقف ہیں۔ ابن عباس، ابن عمر، ابن مسعود رضی اللہ عنہم جیسے کبار صحابہ اور مجاہد.........

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

Marfat.com
Marfat.com

کتاب خرید کر لوگوں کو گمراہ کرے اور اللہ کی راہ کا مذاق اڑائے تو وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کی مذمت کی ہے اس شخص کی ہرگز مذمت نہیں کی ہے جو ''لهو الحديث'' کو گمراہ کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ کھیلنے کی غرض سے خریدے اور اس سے خوش طبعی کا سامان کرے۔

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کو تردید میں جو کہتے ہیں کہ گانا جب حق نہیں ہے تو وہ لازماً گمراہی ہے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔'' [1] لہٰذا جس نے گانا اس نیت سے سنا کہ اس سے گناہ کے کام میں مدد ملے تو وہ فاسق ہے اور جس نے خوش طبعی کی نیت سے سنا تاکہ اطاعت الٰہی کے کاموں کو تقویت پہنچے اور نیکی کے کاموں سے دلچسپی پیدا ہو تو اس کا یہ فعل حق ہے [2] اور جو شخص نہ اطاعت کی نیت سے سنے

گزشتہ سے پیوستہ...... حسن، سعید بن جبیر اور نخعی رحمہم اللہ جیسے نامور تابعین نے موسیقی کو (لهو الحديث) کہا ہے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تین بار قسم اٹھا کر کہا کہ یہ لهو الحديث ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار محققین علمائے کرام نے اسے لهو الحديث کہا ہے۔ پھر مصنف نے ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا علمی مرتبہ اجاگر کرنے کے بعد ان کا قول نقل کیا ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا علمی مرتبہ اظہر من الشمس ہے، ہم ان کی علمی خدمات کا دل و جان سے اعتراف کرتے ہیں لیکن نہ ہی تو ہم ان کی غلطیوں کے پیچھے چلیں گے اور نہ ہی ان کے قول کو ان حضرات کے قول پر ترجیح دیں گے جو ان سے ہر لحاظ سے افضل ہیں۔ ویسے بھی ابن حزم ہی نے تو یہ بات لکھی ہے کہ لهو الحديث کی تفسیر میں ہمارے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی یہی بات کافی ہے کہ یہ غنٰی (موسیقی) ہے۔ طالب علم بھی یہ جانتا ہے کہ صحابی کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہے اور وہ نزول وحی کا بھی گواہ ہے۔ دیکھیے [اعلام بنقد كتاب الحلال والحرام:۱۰۲]

[1] صحيح البخاري، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، رقم الحديث:۱؛ صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب قول النبي ﷺ انما الأعمال بالنية، رقم الحديث:۱۹۰۷؛ جامع ترمذي، كتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فيمن يقاتل رياء وللدنيا، رقم الحديث:۱٦٤٧۔

[2] مصنف نے ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا کہ اگر گانا خوش طبعی کے لیے سنا جائے تاکہ اطاعت الٰہی کے کاموں میں تقویت پیدا ہو اور نیکی میں دلچسپی ہو تو ٹھیک ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ان کے اس مذہب کی بنیاد پر ہے کہ غنٰی مباح ہے۔ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب باطل ہے۔ کتاب و سنت کے دلائل اس موقف کی تردید کرتے ہیں۔ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے حقائق کو الٹ پلٹ کر دیا ہے۔ غنٰی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روکنے کا سبب ہے۔ وہ سماع جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر انسان کا مددگار ہے وہ قرآن مجید کا سماع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قرآن سننے کا حکم دیا ہے کہیں پہ بھی موسیقی، اشعار یا گانا سننے کا حکم نہیں دیا ہے۔ وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اور مالک کائنات کے غصہ کا سبب ہے وہ اطاعت الٰہی پر کیسے معاون ہو سکتی ہے؟ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شاید یہ...... بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

Marfat.com
Marfat.com

اور نہ معصیت کی نیت سے تو وہ لغو کے حکم میں ہے جو معاف ہے۔ ایسے شخص کا معاملہ اس شخص کا سا ہے جو تفریحاً باغ کی سیر کے لیے نکل پڑے یا اپنے دروازہ کے پاس تماش بین بن کر بیٹھ جائے۔ (1)

تاہم گانے کے معاملہ میں درج ذیل قیود کو لازماً ملحوظ رکھنا چاہیے۔

۱۔ گانے کا موضوع اسلام کی تہذیب اور اس کی تعلیم کے خلاف نہ ہو۔ مثال کے طور پر اگر گانے میں شراب کی تعریف کی گئی ہو یا اس کے پینے کی ترغیب موجود ہو تو ایسے گانے کو گانا بھی حرام ہوگا اور سننا بھی۔

۲۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ گانے کا موضوع اسلام کی ہدایت کے خلاف نہیں ہوتا لیکن گانے کا طریقہ ایسا ہوتا ہے جو اس کو دائرہ حلّت سے نکال کر دائرہ حرمت میں لے آتا ہے مثلاً ناز و ادا کے ساتھ گانا، غیر اخلاقی انداز اختیار کرنا نیز جذبات میں ہیجان پیدا کرنے والے، فتنہ پرور اور شہوت انگیز طور طریقے اختیار کرنا وغیرہ۔

۳۔ جس طرح دین ہر چیز میں غلو اور زیادتی کا مخالف ہے حتیٰ کہ عبادت کے معاملہ میں بھی، اسی طرح لہو کے معاملہ میں بھی وہ زیادتی کا مخالف ہے۔ اسمیں زیادہ وقت صرف کرنا صحیح نہیں جبکہ وقت سرمایۂ حیات ہے۔

اس میں شک نہیں کہ جائز چیزوں میں اسراف کرنے سے واجبات کی ادائیگی کے

❀❀❀ گذشتہ سے پیوستہ...... لوگ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور نہیں کرتے ((واذا قُری القرآن فاستمعوا لہٗ وانصتوا لعلکم ترحمون)) ''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو شائد کہ تم پر رحم کیا جائے۔'' نبی ﷺ بھی کلام الٰہی سنا کرتے تھے۔ غور کریں تو پتہ چلے گا کہ وہ انسان جو موسیقی اور گانے کا رسیا ہے وہ اس کو بڑے غور سے سنتا ہے اور خوش ہوتا ہے مگر قرآن مجید کو وہ بہت بے دلی کے ساتھ سنتا ہے، اس کو اشعار تو یاد ہوتے ہیں مگر آیات قرآنی یاد کرنا اس کے لئے ناممکن ہے۔ دیکھیے [اعلام بنقد کتاب الحلال والحرام: ۱۰۵]

(1) مصنف نے ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ جو شخص اطاعت یا معصیت کی غرض سے موسیقی نہ سُنے تو اس کا یہ کام لغو ہے اور معاف ہے۔ اس کا معاملہ اس شخص کا ہے جو تفریحاً باغ کی سیر...... قارئین ہم عرض کرنا چاہیں گے کہ ابن حزم نے کہا کہ یہ قیاس سرے سے ہی باطل ہے کیونکہ وہ حرام چیز کو مباح پر قیاس کر رہے ہیں۔ مضحکہ خیز بات تو یہ ہے کہ ابن حزم قیاس کے قائل ہی نہیں ہیں اور اس مقام پر خود قیاس کر رہے ہیں اور وہ بھی قیاس فاسد۔ دیکھیے [اعلام بنقد کتاب الحلال والحرام ص نمبر ۱۰۸]

Marfat.com
Marfat.com

لیے وقت کا حرج ہو جاتا ہے، اس لیے بجا طور پر کہا گیا ہے: ''میں نے اسراف کو اس حال میں دیکھا کہ اس کے پاس حق ضائع ہو رہا تھا۔''

۴۔ بعض گانے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ سننے والا خود اپنے نفس سے فتویٰ پوچھ سکتا ہے۔ اگر گانا ایسا ہو کہ جس سے اس کے جذبات برانگیختہ ہو رہے ہوں اور اس کو فتنہ پر ابھارا جا رہا ہو نیز روحانیت کے مقابلہ میں حیوانیت کا غلبہ ہو رہا ہو تو ایسی صورت میں اس سے اجتناب کرنا چاہیے اور اس دروازہ کو بند کرنا چاہیے جس سے فتنہ کی ہوا اس کے دل، دین اور اخلاق کی طرف چلے۔

۵۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ گانے کے ساتھ اگر کوئی حرام چیز شامل ہو جائے مثلاً محفلِ شراب یا عیاشی اور بداخلاقی کے قسم کی کوئی چیز تو ایسی صورت میں گانا حرام ہوگا۔ اس سلسلہ میں نبی ﷺ نے سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔ چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

((لَيَشْرِبَنَّ أُنَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اِسْمِهَا يُعْزَفُ عَلَى رُؤُوْسِهِمْ بِالْمَعَازِفِ وَالْمُغَنِّيَاتِ يَخْسِفُ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ وَيَجْعَلُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ.)) [1]

''میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام تبدیل کر دیں گے اُن کے سروں پر ساز بجائے جائیں گے اور گانے والیاں گانا گائیں گی۔ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعضوں کو بندر اور خنزیر بنائے گا۔''

ضروری نہیں کہ یہ مسخ شکل و صورت ہی کا ہو بلکہ یہ نفس اور روح کا بھی ہو سکتا ہے یعنی انسان کے قالب میں بندر کا نفس اور سُور کی روح ہوگی۔

---

[1] [صحيح] سنن ابن ماجة، كتاب الفتن، بـاب العقوبات، رقم الحديث: ٤٠٢٠؛ سنن ابى داؤد، كتاب الأشربة، باب فى الداذى، رقم الحديث: ٣٦٨٨، ٣٦٨٩ مختصراً؛ السنن الكبرىٰ للبيهقى، ٨/٢٩٥ـ ١٠/٢٢١؛ الدر المنثور للسيوطى، ٣/١٢٥؛ سورة المائده رقم الاية: ٩٠، ٩١۔

Marfat.com
Marfat.com

جُوا شراب کا ساتھی ہے

اسلام نے جہاں مختلف قسم کے کھیل جائز ٹھہرائے ہیں وہاں ہر ایسے کھیل کو حرام قرار دیا ہے جس میں جُوا شامل ہو یعنی کھیل نفع یا نقصان سے خالی نہ ہو۔

جوئے کو جس طرح کسبِ مال کا ذریعہ بنانا جائز نہیں اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ اس کو کھیل اور تفریح اور وقت گزاری کا ذریعہ بنایا جائے۔

اس حرمت کی پشت پر حکمتِ بالغہ اور عظیم مقاصد کارفرما ہیں:۔

۱۔ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان اکتسابِ مال کے سلسلہ میں سننِ الٰہی کا متبع ہو اور نتائج کو اسباب کے ذریعہ حاصل کرے۔

جوا جس کی ایک قسم لاٹری ہے۔ انسان کو بخت و اتفاق اور خالی آرزوؤں پر بھروسہ کرنا سکھاتا ہے۔ عمل، جدوجہد اور ان اسباب پر بھروسہ کرنا نہیں سکھاتا جنہیں اللہ نے پیدا فرمایا ہے اور ان کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

۲۔ اسلام انسان کے مال کو محترم ٹھہراتا ہے اور اس کو لینے کی جائز صورت یہ ہے کہ یا تو جائز طریقہ پر لین دین ہو یا کوئی شخص اپنی رضامندی سے ہبہ یا صدقہ کرے۔ رہا قمار کے ذریعہ مال حاصل کرنا تو وہ باطل طریقہ پر مال کھانے کے مترادف ہے۔

۳۔ اس سے جوا کھیلنے والوں کے درمیان بغض و عداوت پیدا ہوتی ہے اگرچہ کہ وہ زبانی طور سے رضامندی کا اظہار کرتے ہوں، کیونکہ ان کا معاملہ ہمیشہ غالب اور مغلوب کے درمیان رہتا ہے اور جب مغلوب خاموشی اختیار کرتا ہے تو اس کی خاموشی غیظ و غضب لیے ہوئے ہوتی ہے، کیونکہ وہ نقصان اٹھا چکا ہوتا ہے۔

۴۔ بازی ہار جانے کی صورت میں مغلوب دوبارہ جوا کھیلنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اس امید پر کہ شاید اب کی بار نقصان کی تلافی ہو گی۔ اسی طرح غالب کو غلبہ کی لذت دوبارہ بازی لگانے اور مزید نفع بٹورنے پر آمادہ کرتی ہے۔

یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے اور دونوں جُوا کھیلنے والے ایک دوسرے سے الگ

Marfat.com
Marfat.com

نہیں ہو پاتے۔ جوئے بازوں کی دوامی مصیبت کا راز یہی ہے۔

۵۔ بنابریں یہ شوق جس طرح فرد کے لیے خطرہ کا باعث ہے اسی طرح سماج کے لیے بھی شدید خطرہ کا باعث ہے۔ یہ ایسا شوق ہے جس میں وقت اور محنت کی بربادی ہے غرض یہ کھیل جوئے بازوں کو بالکل معطّل کر کے رکھ دیتا ہے۔ وہ زندگی کی نعمت سے فائدہ تو اٹھاتے ہیں لیکن اس کی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کرتے۔ قمار باز ہمیشہ اپنے رب کی عائد کردہ ذمہ داریوں سے غفلت برتتے ہیں، نیز اپنے نفس، اپنے خاندان اور اپنی ملی ذمہ داریوں سے بھی بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔

ایسے لوگوں سے کچھ بعید نہیں کہ وہ اپنے دین، اپنی عزت اور اپنے وطن کو بھی اپنے مفاد کی خاطر بیچ دیں۔

قرآن نے شراب اور جوئے کو ایک حکم میں جمع کر کے کس قدر حقیقت پسندی کا ثبوت دیا ہے کیونکہ دونوں چیزیں فرد، خاندان، وطن اور اخلاق سب کے لیے یکساں طور سے مضر ہیں۔ قمار باز کا معاملہ شرابی سے بہت مشابہ ہوتا ہے بلکہ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ایک کا وجود دوسرے کے بغیر پایا جاتا ہو۔ قرآن کا یہ بیان کتنا حقیقت افروز ہے کہ یہ شیطان کا عمل ہے۔ قرآن نے اس کا ذکر تھانوں اور پانسوں کے ساتھ کیا ہے اور اسے گندگی قرار دے کر اس سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ○﴾ [1]

''اے ایمان والو! شراب، جوا، تھان اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام

[1] ۵/المائدہ: ۹۰۔

Marfat.com
Marfat.com

ہیں۔ ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

شیطان تو بس یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے میں تمہیں مبتلا کر کے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈالے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟''

لاٹری ایک قسم کا جوا ہے

جسے لاٹری کہا جاتا ہے وہ بھی جوئے ہی کی ایک قسم ہے۔ اس کو معمولی خیال کرنا اور ''رفاہی انجمنوں'' اور ''انسانی اغراض'' کے نام پر اسے جائز قرار دینا صحیح نہیں۔ جو لوگ لاٹری کو اس قسم کے مقاصد کے لیے جائز قرار دیتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص حرام رقص اور حرام آرٹ کے ذریعہ مذکورہ مقاصد کے لیے عطیات جمع کرے۔ ہم تو ان لوگوں سے یہی کہیں گے کہ:

((اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا.)) [1]

''اللہ پاک ہے اور پاک چیز ہی کو قبول کرتا ہے۔''

جو لوگ اس قسم کے طریقے اختیار کرتے ہیں وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ معاشرہ میں خیر اور ہمدردی کے محرکات کا خاتمہ ہو گیا ہے اور نیکی کی حقیقت باقی نہیں رہی، لہٰذا مال جمع کرنے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں رہ گئی ہے کہ جوئے اور ممنوع قسم کے کھیل تماشہ کو ذریعہ بنایا جائے۔ لیکن اسلام معاشرہ کے لیے ایسے طریقے تجویز نہیں کرتا بلکہ انسان کے معاملہ میں وہ خیر کا پہلو اختیار کرتا ہے اور پاکیزہ مقصد (Noble Cause) کے لیے وہ ذریعہ بھی پاکیزہ ہی اختیار کرتا ہے۔ وہ نیکی کی دعوت، انسانیت کی ترغیب اور اللہ اور آخرت پر ایمان کے داعیات کا ذریعہ ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب، رقم الحدیث: ۱۰۱۵؛ مسند احمد بن حنبل، ۳۲۸/۲؛ تلخیص الحبیر لابن حجر عسقلانی، ۹۶/۲؛ مصنف عبدالرزاق، ۱۹/۵، رقم الحدیث: ۸۸۳۹۔

Marfat.com
Marfat.com

سینما بینی

بہت سے مسلمان پوچھتے ہیں کہ سینما اور تھیٹر وغیرہ کے بارے میں اسلام کا کیا موقف ہے؟ سینما جانا مسلمان کے لیے جائز ہے یا حرام؟

اس میں شک نہیں کہ سینما اور اس قسم کی دوسری چیزیں تفریح کا نہایت اہم ذریعہ ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ دوسرے ذرائع کی طرح ان کو بھی خیر اور شر دونوں کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ سینما فی نفسہ کوئی حرج کی چیز نہیں ہے بلکہ اس کا حکم اس بات پر موقوف ہے کہ اس کو کس مقصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لیے ہماری رائے میں سینما حلال اور طیب ہے بلکہ درج ذیل شرائط کی تکمیل کی صورت میں پسندیدہ اور مطلوب بھی ہو سکتا ہے۔ [1]

اولاً: وہ مقاصد جن کی نمائش کی جاتی ہے بے حیائی اور فسق سے پاک ہوں نیز یہ مقاصد اسلام کے عقائد، شریعت اور اس کے آداب کے منافی نہ ہوں۔ اگر پیش کی جانے والی کہانیاں سفلی جذبات کو ابھارنے والی یا گناہ کی ترغیب دینے والے یا جرم پر آمادہ کرنے والی یا غلط افکار کی اشاعت کرنے والی یا باطل عقائد کی ترویج کرنے والی ہوں تو ایسی فلمیں حرام ہوں گی۔ کسی مسلمان کے لیے جائز نہ ہوگا کہ ان کو دیکھے یا ان کی ترغیب دے۔

---

[1] مصنف نے بعض شروط کی بنیاد پر سینما بینی کو جائز اور طیب و پاک لکھا ہے۔ ہم اس کے جواب میں عرض کرنا چاہیں گے کہ مصنف کی بیان کردہ شروط پر دنیا کا کوئی سینما پورا نہیں اترتا ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر سینما پر مذکورہ شروط لاگو کر دی جائیں تو کوئی انسان فلم دیکھنے ہی نہ آئے۔ فلم بنانے والے مادی وسائل کی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کے لئے فحاشی بے حیائی اور عریانی کا ہی سہارا لیتے ہیں۔ بالفرض ہم مان بھی لیں کہ سینما والے ان شروط کا لحاظ رکھیں تو پھر بھی سینما بینی حرام ہے۔ کیونکہ متحرک تصاویر کی شکل میں بھی غیر محرم عورتوں کو دیکھنا اسی طرح صحیح نہیں، جس طرح غیر محرم عورت کو عام حالت میں دیکھنا صحیح نہیں ہے، اسی طرح اس کی فوٹو دیکھنا بھی جائز نہیں ہے۔ غور کریں اگر تصاویر کعبۃ اللہ میں ہوں تو نبی ﷺ نے اندر جانا گوارا نہیں کیا بلکہ ان کو پہلے مٹایا گیا اور بیت اللہ کو ان خرافات سے پاک کیا گیا پھر آپ ﷺ نے اس مقدس گھر میں داخل ہونا گوارا کیا جبکہ سینما میں فحش مناظر، عورتوں کے جسم کی نمائش اور بے حیائی کے مناظر پردہ سکرین پر دکھائے جاتے ہیں۔ جب غیر محرم عورتوں کی طرف دیکھنا جائز نہیں تو پردہ سکرین پر ان کی عریاں تصاویر کو ملاحظہ کرنا کیسے جائز ہے؟ پھر عورتیں ان حرکات، سکنات ولہجہ اور لباس کی پیروی کرتی ہیں جو وہ فلم میں دیکھتی ہیں۔ اس لئے سینما بینی کسی بھی لحاظ سے جائز نہیں۔ دیکھئے [اعلام بنقد کتاب الحلال والحرام: ۱۰۸-۱۰۹]

Marfat.com
Marfat.com

ثانیاً: کسی دینی یا دُنیوی ذمہ داری سے غفلت نہ برتی جائے۔ خاص طور سے پنج وقتہ نماز کا خیال رکھا جائے جو ہر مسلمان پر فرض ہے۔ پکچر دیکھنے کی غرض سے کسی فرض کو۔ مثلاً مغرب کی نماز کو۔ ضائع کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ.﴾ 1

''تباہی ہے اُن نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔''

اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ نماز سے غافل ہونا اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنے کے ہم معنی ہے یہاں تک کہ نماز کا وقت نکل جائے۔ قرآن نے شراب اور جوئے کی حرمت کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ چیزیں ذکر اللہ اور نماز سے روکتی ہیں۔

ثالثاً: سینما جانے والے کو چاہیے کہ اجنبی عورتوں کے ساتھ اختلاط سے اجتناب کرے تا کہ فتنہ اور شبہات سے اپنا دامن بچا سکے۔ خاص طور سے ایسی صورت میں جبکہ وہ تاریکی کے پردہ میں پکچر دیکھ رہا ہو۔ اس سے پہلے یہ حدیث گزر چکی ہے کہ:

((لَأَنۡ يُطۡعَنَ فِيۡ رَأۡسِ أَحَدِكُمۡ بِمُخۡيَطٍ مِنۡ حَدِيۡدٍ خَيۡرٌ لَهُ مِنۡ أَنۡ يَمَسَّ امۡرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ.)) 2

''تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی کا چبھویا جانا اس سے بہتر ہے کہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لیے حلال نہیں ہے۔''

❋❋❋

---

1 ١٠٧/الماعون: ٤، ٥۔ 2 [حسن] المعجم الكبير للطبراني، ٢٠/٢١١، ٢١٢، رقم الحديث: ٤٨٦؛ مجمع الزوائد للهيثمي، ٤/٣٢٦، رقم الحديث: ٧٧١٨؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة للألباني، ١/٤٤٧، رقم الحديث: ٢٢٦۔

Marfat.com
Marfat.com

اجتماعی روابط

اسلام نے معاشرہ کے افراد کے درمیان تعلقات کو دو بنیادوں پر قائم کیا ہے۔

ایک باہمی اخوت جو ایک دوسرے کے درمیان مضبوط بندھن کی حیثیت رکھتی ہے اور دوسرے حقوق اور حرمتیں جن کا اسلام تحفظ کرتا ہے یعنی ہر فرد کے خون، آبرو اور مال کا احترام۔ اسلام ہر اُس قول، عمل اور برتاؤ کو حرام قرار دیتا ہے جو ان بنیادی چیزوں کو نقصان پہنچانے والی یا ان کو متاثر کرنے والی ہوں۔ اور نقصان خواہ مادی ہو یا تہذیبی جس درجہ کا ہوگا اسی کی مناسبت سے حرمت کا درجہ بھی متعین ہوگا۔ درج ذیل آیات میں مثلاً ان حرام چیزوں کو بیان کیا گیا ہے جو باہمی اخوت اور انسانی حرمتوں کو نقصان پہنچانے والی ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا، اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ، اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ○﴾ [1]

''مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں، لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اے ایمان والو! نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں اور نہ

[1] ٤٩/الحجرات: ١٠، ١٢۔

Marfat.com
Marfat.com

عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔
نہ ایک دوسرے پر طعن کرو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے لقب سے پکارو۔
ایمان لانے کے بعد بدترین نام فسق ہے اور جو باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں۔
اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کہ بعض گمان گناہ ہیں۔ تجسّس نہ کرو
اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی شخص اپنے مردہ بھائی کا
گوشت کھانا پسند کرے گا؟ تم تو اس سے گھن ہی کرتے ہو۔ اور اللہ کا تقویٰ
اختیار کرو۔ یقین جانو کہ اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا رحم فرمانے والا ہے۔''

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ان کے اندر انسانی اخوت کے ساتھ دینی اخوت بھی جمع ہوگئی ہے۔ اس اخوت کا تقاضا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لیے اجنبی بن کر نہ رہیں بلکہ باہم متعارف ہوں، ایک دوسرے سے کٹیں نہیں بلکہ جڑیں، آپس میں لڑائی جھگڑا نہ کریں بلکہ مل جل کر رہیں باہم بغض وعداوت نہ رکھیں، بلکہ محبت کریں اور اختلاف نہ کریں بلکہ متحد ہوکر رہیں۔ حدیث میں آتا ہے:

((لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا.)) [1]

''باہم حسد نہ کرو، نہ ایک دوسرے سے پیٹھ موڑو، نہ آپس میں بغض رکھو بلکہ اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔''

کسی مسلمان سے ترکِ تعلق جائز نہیں

اسی بنا پر اسلام نے مسلمان بھائی کے ساتھ سنگدلانہ برتاؤ کرنا، اس کا بائیکاٹ کرنا یا

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ماینهی عن التحاسد والتدابر، رقم الحدیث: ٦٠٦٤؛ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظن والتجسس، رقم الحدیث: ٢٥٦٣؛ سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی هجرة الرجل أخاه، رقم الحدیث: ٤٩١٠۔

Marfat.com
Marfat.com

اس سے بے رخی برتنا حرام ٹھہرایا ہے۔ اگر دو مسلمانوں کے درمیان بغض پیدا ہو جائے تو ان کو اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ تین دن کی مہلت دی گئی ہے۔ اس کے بعد ان کو لازماً صلح صفائی کی کوشش کرنا چاہیے۔ چنانچہ قرآن نے مومنین کے جو اوصافِ حمیدہ بیان کیے ہیں ان میں سے ایک وصف یہ ہے:

﴿اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ.﴾ [1]

''جو مومنوں پر نرم ہوں گے۔''

اور نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

((لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَاِنْ مَرَّتْ بِهٖ ثَلَاثٌ فَلْيَلْقَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَاِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِي الْاَجْرِ وَاِنْ لَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِالْاِثْمِ وَخَرَجَ الْمُسْلِمُ مِنَ الْهِجْرَةِ.)) [2]

''مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترکِ تعلق کرے۔ اس کے بعد اسے چاہیے کہ ملاقات کرے اور اسے سلام کرے۔ اگر وہ سلام کا جواب دے تو دونوں اجر میں شریک ہوں گے اور اگر وہ جواب نہ دے تو گناہ کا مستحق ہوگا اور سلام کرنے والا ترکِ تعلق کے گناہ سے بری ہوگا۔''

اگر کسی قرابت دار سے جس کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا اسلام نے حکم دیا ہے قطع رحمی کی جائے تو اس کی حرمت اور زیادہ شدید ہو جاتی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ

---

[1] ٥/المآئدہ: ٥٤۔ [2] [اسنادہ ضعیف] سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی هجرة الرجل أخاه، رقم الحدیث: ٤٩١٢؛ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الهجر فوق ثلاث بلا عذر شرعی، رقم الحدیث: ٢٥٦٠ مختصراً؛ الأدب المفرد للبخاری، باب ان السلام یجزئ من الصرم، ص١٤٩، رقم الحدیث: ٤١٤۔

Marfat.com
Marfat.com

رَقِیبًا﴾ ❶

''اور اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے بچو۔ یقین جانو کہ اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے صلہ رحمی کی تصویر کشی اس طرح کی ہے:

((اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ. مَنْ وَصَلَنِیْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَهُ اللّٰهُ .)) ❷

''رحم عرش میں معلق ہو کر کہتا ہے: جس نے مجھے جوڑا اس کو اللہ جوڑے گا اور جس نے مجھے کاٹا اللہ اس کو کاٹے گا۔''

نیز فرمایا:

((لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ.)) ❸

''قاطع (قطع رحمی کرنے والا) جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

بعض علماء نے قاطع سے قطع رحمی کرنے والا اور دیگر علماء نے قاطع الطریق (رہزن) مراد لیا ہے اور دونوں تقریباً یکساں ہیں۔

صلہ رحمی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک قرابت دار دوسرے قرابت دار کے ساتھ برابری کا معاملہ کرے وہ جُڑے تو جُڑے اور وہ اچھا سلوک کرے تو یہ اچھا سلوک کرے۔ یہ تو امر طبعی ہے بلکہ جو چیز واجب ہے وہ یہ کہ رشتہ داروں کو وہ جوڑے اگرچہ کہ وہ اس سے ترکِ تعلق کریں۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

❶ ٤/النساء:١۔ ❷ صحیح البخاری، کتاب الأدب باب من وصل وصله الله، رقم الحدیث: ٥٩٨٨، ٥٩٨٩؛ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم، رقم الحدیث: ٢٥٥٥؛ الأدب المفرد للبخاری، رقم الحدیث: ٥٥۔

❸ صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب اثم القاطع، رقم الحدیث: ٥٩٨٤؛ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم، رقم الحدیث: ٢٥٥٦؛ جامع ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی صلة الرحم، رقم الحدیث: ١٩٠٩۔

Marfat.com
Marfat.com

((لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِیْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا.)) 1

''صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں ہے جو برابری کا معاملہ کرتا ہے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو قطع رحمی کرنے والے کو جوڑتا ہے۔''

یہ اس صورت میں ہے جب کہ ترکِ تعلق اور بائیکاٹ اللہ کے لیے، اس کی راہ میں اور حق کی خاطر نہ ہو۔ ورنہ ایمان کی مضبوطی کا سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ محبت بھی اللہ ہی کے لیے ہو اور بغض بھی اللہ ہی کے لیے۔

چنانچہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے تین ساتھیوں سے جنہوں نے غزوۂ تبوک میں شرکت نہیں کی تھی پچاس دنوں تک ترکِ تعلق کیا۔ ان سے سلام کلام کا سلسلہ بند رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرما کر ان کی توبہ کو شرفِ قبولیت بخشا۔ 2

اسی طرح نبی ﷺ نے اپنی بعض ازواج مطہرات سے چالیس دن تک علیحدگی اختیار فرمائی۔ 3

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے ترکِ تعلق کیا یہاں تک کہ انتقال ہو گیا، کیونکہ وہ ایک حدیثِ رسول ﷺ کو خاطر میں نہیں لایا جس میں مردوں کو اس بات سے منع کر دیا گیا ہے کہ وہ عورتوں کو مسجد جانے سے روکیں۔ 4

---

1 صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ليس الواصل بالمكافى، رقم الحديث:٥٩٩١؛ الأدب المفرد للبخاری، رقم الحديث:٦٣؛ جامع ترمذی، كتاب البر والصلة، باب ماجاء فی صلة الرحم، رقم الحديث: ١٩٠٨؛ سنن ابی داؤد، كتاب الزكاة، باب فی صلة الرحم، رقم الحديث:١٦٩٧۔

2 صحیح البخاری، كتاب المغازی، باب حديث كعب بن مالك، رقم الحديث:٤٤١٨؛ صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب حديث توبة كعب بن مالك، رقم الحديث:٢٧٦٩۔

3 صحیح البخاری، كتاب النكاح، باب هجرة النبی ﷺ نساء ه، رقم الحديث:٥٢٠٢؛ صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب الشهر يكون تسعا وعشرين، رقم الحديث:١٠٨٣، ١٠٨٥؛ مسند احمد بن حنبل، ٣/٣٢٩، رقم الحديث: ٤٩٩٣٢۔ 4 مسند احمد بن حنبل، ٢/٣٦، رقم الحديث: ٤٩٣٢؛ صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد، رقم الحديث٤٤٢؛ سنن ابی داؤد، كتاب الصلاة، باب ماجاء فی خروج النساء الى المسجد، رقم الحديث:٥٦٦۔

Marfat.com
Marfat.com

لیکن اگر ترک تعلق اور بغض دنیوی اغراض کے لیے ہو تو یہ نہایت حقیر چیز ہے۔ ایک مسلمان کس طرح اپنے مسلمان بھائی سے بغض رکھ سکتا ہے، جبکہ اس کے نتیجہ میں اسے اللہ کی مغفرت اور اس کی رحمت سے محروم ہونا پڑے۔ صحیح حدیث میں ہے:

((تُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَيَغْفِرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا رَجُلًا كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ فَيَقُوْلُ: اَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا اَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا، اَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا.)) [1]

"جنت کے دروازے پیر اور جمعرات کے دن کھول دیے جاتے ہیں اور اللہ عزوجل ہر ایسے بندے کی مغفرت فرماتا ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو سوائے اس شخص کے جس کے اور اس کے بھائی کے درمیان بغض و عداوت ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ صلح کر لیں، انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ صلح کر لیں، انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ صلح کر لیں۔"

اور جس کا حق ہو اس کے پاس اس کے بھائی کا معذرت کرنا کافی ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنے بھائی کی معذرت قبول کر لے اور جھگڑا ختم کر دے۔ معذرت قبول نہ کرنا اور اسے رد کر دینا حرام ہے۔ نبی ﷺ نے متنبہ فرمایا ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا وہ قیامت کے دن آپ ﷺ کے پاس حوض پر نہ پہنچ سکے گا۔ [2]

باہم صلح صفائی

جن کے درمیان ناچاقی ہو ان کو آپس میں صلح صفائی کر لینی چاہیے کہ یہ اخوت کا

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهی عن الشحناء، رقم الحدیث:٢٥٦٥؛ سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی هجرة الرجل أخاه، رقم الحدیث:٤٩١٦؛ مسند احمد بن حنبل، ٤٦٥/٢، رقم الحدیث: ١٠٠٠٦۔ [2] [اسناده ضعیف] مجمع الزوائد للهیثمی، ٨١/٨، رقم الحدیث: ١٣٠٦١؛ المعجم الأوسط للطبرانی، ٢١/٢، رقم الحدیث: ١٠٣٣؛ سنن ابن ماجة، کتاب الأدب، باب من قام عن مجلس فرجع فهو أحق به، رقم الحدیث: ٣٧١٨۔

Marfat.com
Marfat.com

تقاضا ہے۔ اس کی ذمہ داری معاشرہ پر عائد ہوتی ہے، کیونکہ اسلامی معاشرہ ایک دوسرے کا کفیل اور معاون ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے لیے یہ روا نہیں کہ وہ تماش بین بن کر اپنے بعض فرزندوں کو اس حال میں چھوڑ دے کہ وہ باہم لڑتے جھگڑتے رہیں اور ان کے درمیان دشمنی کی آگ بھڑکتی رہے یا عداوت کی خلیج وسیع ہوتی رہے۔ معاشرہ کے اصحاب الرائے اور اہل لوگوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خالصۃً حق کے لیے اور خواہشاتِ نفس سے بچتے ہوئے اس معاملہ میں مداخلت کریں اور تعلقات کو درست کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ [1]

''لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

نبی ﷺ نے حدیث میں اس طرح اصلاح کرنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور بغض وخصومت کے خطرناک ہونے سے آگاہ فرمایا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

((اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَفْضَلِ مِنْ دَرَجَةِ الصَّلٰوةِ وَالصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ؟ قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ فَاِنَّ فَسَادَ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ، لَا اَقُوْلُ اِنَّهَا تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ.)) [2]

''کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ نماز، روزہ اور صدقہ سے بڑھ کر فضیلت والا کام کون سا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ضرور بتایئے یا رسول اللہ! فرمایا: لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرنا، کیونکہ تعلقات کا بگاڑ مونڈنے والی چیز ہے۔ بالوں کو مونڈنے والی نہیں بلکہ دین کو مونڈنے والی ہے۔''

---

[1] ٤٩/الحجرات: ١٠۔ [2] [صحيح] سنن ابى داؤد، كتاب الأدب، باب فى اصلاح ذات البين، رقم الحديث: ٤٩١٩؛ جامع ترمذى، كتاب صفة القيامة، باب: ٥٦، رقم الحديث ٢٥٠٩؛ مسند احمد بن حنبل، ٦/٤٤٤، رقم الحديث: ٢٧٥٠٨۔

Marfat.com
Marfat.com

دوسروں کا مذاق نہ اڑایا جائے

سورۂ حجرات کی مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان تمام باتوں کو حرام قرار دیا ہے جو برادرانہ تعلقات اور انسانی حرمت پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

ا۔ اس سلسلہ کی پہلی چیز لوگوں کا مذاق اڑانا ہے۔ کسی مومن کے لیے جو اللہ اور آخرت کا امیدوار ہو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کا مذاق اڑائے یا اس کی تضحیک کرے یا اسے ہدفِ ملامت بنالے۔ اس میں کبرِ خفی، غرور اور لوگوں کی تحقیر کا جذبہ شامل ہوتا ہے اور یہ حرکت اس معیارِ خیر سے جو اللہ کے پاس ہے جہالت برتنے کے مترادف ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ.﴾ [1]

''نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔''

اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کی خوبی ایمان واخلاص اور تعلق باللہ میں ہے نہ کہ شکل و صورت اور جاہ ومال میں۔ حدیث میں آیا ہے۔

((اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلَا اِلٰى اَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ.)) [2]

''اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔''

لہٰذا کسی مرد یا عورت کا اس بنا پر مذاق اڑانا کس طرح جائز ہوسکتا ہے کہ وہ جسم یا خِلقت کی کسی خرابی میں یا مالی اِفلاس میں مبتلا ہے؟

---

[1] ٤٩/الحجرات: ١١۔ [2] صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم المسلم، رقم الحديث: ٢٥٦٤؛ سنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب القناعة، رقم الحديث: ٤١٤٣؛ مسند احمد بن حنبل، ٢/٢٨٥، رقم الحديث: ٧٨٢٧۔

Marfat.com
Marfat.com

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پنڈلی کھل گئی۔ اُن کی پنڈلیاں بہت دبلی پتلی تھیں۔ بعض لوگ دیکھ کر ہنس پڑے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَتَضحَکُونَ مِنۡ دِقَّةِ سَاقَیۡهِ؟ وَالَّذِیۡ نَفۡسِیۡ بِیَدِهٖ لَهُمَا اَثۡقَلُ فِی الۡمِیۡزَانِ مِنۡ جَبَلِ اُحُدٍ.)) [1]

"کیا تم ان پنڈلیوں کے دبلا ہونے پر ہنستے ہو؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ میزان میں اُحد پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی ہوں گی۔"

قرآن نے بیان کیا ہے کہ کس طرح مجرم مشرکین صالح مومنین کا اور خاص طور سے کمزور مسلمانوں مثلاً بلال رضی اللہ عنہ، عمار رضی اللہ عنہ وغیرہ کا مذاق اڑاتے تھے اور قرآن نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ کس طرح حساب کے دن معیار بدل جائیں گے۔ جو لوگ مذاق اڑاتے ہیں اُن ہی کا مذاق اڑایا جائے گا۔

آیت میں صراحت کے ساتھ عورتوں کو مذاق اڑانے کی ممانعت کی گئی ہے، کیونکہ عام طور سے عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑانے کی عادی ہوتی ہیں۔

طعن و تشنیع کرنا

۲۔ اس سلسلہ کی دوسری حرام چیز طعن و تشنیع ہے۔ جو شخص لوگوں میں عیب نکالتا ہے وہ گویا نیزہ سے انہیں زخمی کرتا ہے بلکہ کبھی تو طعن و تشنیع نیزہ کے طعن (زخمی کرنے) سے بھی زیادہ شدید ہوتی ہے، کیونکہ نیزہ کے زخم تو مندمل ہو جاتے ہیں لیکن زبان کے زخم مندمل نہیں ہوتے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے: ﴿وَلَا تَلۡمِزُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ﴾ "یعنی ایک دوسرے کو طعن نہ کرو۔" لیکن قرآن نے اَنۡفُسَكُمۡ کہہ کر مومنوں کی جماعت کو نفسِ واحد سے تعبیر کیا ہے، کیونکہ سب ایک دوسرے کے کفیل اور معاون ہیں لہٰذا جس نے اپنے بھائی کو طعن

---

[1] [صحیح لغیرہ] مسند احمد بن حنبل، ۱/ ۴۲۰، ۴۲۱، رقم الحدیث: ۳۹۹۱؛ مسند الطیالسی، رقم الحدیث: ۳۵۵؛ المعجم الکبیر للطبرانی، ۹/ ۷۸، رقم الحدیث: ۸۴۵۲، ۸۴۵۳؛ طبقات ابن سعد، ۳/ ۱۵۵۔

Marfat.com
Marfat.com

کیا اس نے درحقیقت اپنے ہی نفس کو طعن کیا۔

بُرے لقب سے پکارنا

۳۔ بُرے لقب سے پکارنا بھی طعن و تشنیع ہی کی ایک قسم ہے جو حرام ہے یعنی کسی شخص کو ایسے نام سے پکارنا جو اسے ناپسند ہو اور جس کے ذریعہ اس کا مذاق اڑایا جائے اور اس پر طعن کیا جائے۔ انسان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے بھائی کو ایسے لقب سے پکارے جو اس کے لیے باعثِ اذیت ہو۔ یہ سراسر زیادتی ہے اور آداب اور ذوقِ سلیم کے خلاف ہے۔

بدگمانی

۴۔ اسلام چاہتا ہے کہ معاشرہ کے اندر قلوب کی صفائی اور باہمی اعتماد ہو۔ شکوک و شبہات اور وہم وگمان کی فضا نہ ہو۔ اسی لیے مذکورہ آیت میں جو چوتھی حرام چیز بیان کی گئی ہے۔ وہ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ، إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ.﴾ [1]

''اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کہ بعض گمان گناہ ہیں۔''

یہ ظن جو باعث گناہ ہے بدگمانی ہے۔ اور مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے کسی وجہِ جواز اور کسی واضح دلیل کے بغیر بدگمان ہو جائے۔ لوگوں کو اصلاً بے قصور سمجھنا چاہیے اور بدگمانی کے وسوسوں میں پڑ کر ان پر تہمت لگانے کا موقع نہیں پیدا کرنا چاہیے۔ ارشاد نبوی ہے:

((إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ.)) [2]

---

[1] ٤٩/الحجرات:١٢۔ [2] صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب يايها الذين امنوا اجتنبوا كثيراً من الظن، رقم الحديث:٦٠٦٦؛ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظن والتجسّس، رقم الحديث:٢٥٦٣؛ جامع ترمذی، كتاب البر والصلة، باب ماجاء فی ظن السوء، رقم الحديث:١٩٨٨۔

Marfat.com
Marfat.com

''بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے''۔

انسان بشری کمزوری کے باعث لوگوں کے سلسلہ میں شک وگمان سے اپنے کو بالکل بچا نہیں سکتا خاص طور سے ان لوگوں کے بارے میں جن سے تعلقات کشیدہ ہوں لیکن اسے ان خیالات کے آگے سپر نہیں ڈالنا چاہیے اور نہ ان کے پیچھے چلنا چاہیے۔ یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ:

((اِذَا ظَنَنْتَ فَلَا تُحَقِّقْ.)) [1]

''جب بدگمانی پیدا ہو تو اسے صحیح خیال نہ کرو۔''

تجسّس

۵۔ دوسروں کے بارے میں بداعتمادی کے نتیجہ میں باطنی طور پر آدمی بدگمانی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ظاہری طور پر تجسّس کرنے لگتا ہے لیکن اسلام معاشرہ کے ظاہر اور باطن دونوں کو پاک صاف رکھنا چاہتا ہے اس لیے بدگمانی کی ممانعت کے ساتھ تجسّس کی بھی ممانعت کر دی گئی ہے۔ اکثر ایک چیز دوسری چیز کا سبب بنتی ہے۔

لوگوں کی حرمت کو تجسّس کے ذریعہ زائل کرنا اور ان کی مخفی باتوں کے پیچھے پڑنا ہرگز جائز نہیں اگرچہ کہ وہ ذاتی طور پر گناہ کے مرتکب ہو رہے ہوں جب تک کہ وہ اسے چھپاتے رہیں اور کھلے بندوں گناہ کا ارتکاب نہ کریں۔

ابو ہیثم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمارے پڑوسی شراب پیتے ہیں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ پولیس کو بلا کر انہیں گرفتار کراؤں۔ انہوں نے کہا: ایسا نہ کرو بلکہ انہیں نصیحت اور تنبیہ کرو۔ ابو ہیثم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں نے انہیں منع کیا لیکن وہ باز نہیں آتے اس لیے میں انہیں پولیس کے حوالہ کرنا چاہتا ہوں۔ عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ایسا نہ کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

---

[1] [ضعیف] اتحاف السادة المتقین للزبیدی، ۵۵۲/۷؛ الدر المنثور للسیوطی، ۹۲/۶؛ فتح الباری لا بن حجر عسقلانی، ۲۱۳/۱۰؛ التمهید لا بن عبدالبر، ۱۲۵/۶۔

Marfat.com
Marfat.com

((مَنْ سَتَرَ عَوْرَةً فَكَأَنَّمَا اسْتَحْيَا مَوْءُ وْدَةً فِيْ قَبْرِهَا.)) ❶

"جس نے کسی کی عیب پوشی کی اس نے گویا زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کو زندگی بخشی۔"

نبی ﷺ نے لوگوں کے عیب ٹٹولنے کو منافقین کی خصلت قرار دیا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے منبر پر چڑھ کر آواز بلند فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ مَنْ أَسْلَمَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يُفْضِ الْإِيْمَانُ إِلَى قَلْبِهِ لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَإِنَّهُ مَنْ يَتَّبِعْ عَوْرَةَ أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ وَمَنْ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ يُفْضِحْهُ وَلَوْ فِيْ جَوْفِ رَحْلِهِ.)) ❷

"اے لوگو جو زبان سے اسلام لائے ہو اور ابھی جن کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کو اذیت نہ دو اور ان کے عیوب کے پیچھے نہ پڑو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب کے درپے ہوگا اللہ اس کے عیب کے درپے ہوگا اور اللہ کسی کے عیب کے درپے ہو تو اسے رسوا کر کے رہے گا اگرچہ کہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو۔"

لوگوں کی حرمتوں کے تحفظ ہی کی غرض سے آپ ﷺ نے کسی کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر جھانکنے کی شدت کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے:

((مَنِ اطَّلَعَ فِيْ بَيْتِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ فَقَدْ حَلَّ لَهُمْ أَنْ يَفْقَؤُوْا عَيْنَهُ.)) ❸

---

❶ [اسناده ضعيف] سنن ابی داؤد، كتاب الأدب، باب فی الستر علی المسلم، رقم الحديث: ٤٨٩١، ٤٨٩٢؛ صحيح ابن حبان، ١/٣٦٧؛ مستدرك حاكم، ٤/٣٨٤۔

❷ [حسن] جامع ترمذی، كتاب البر و الصلة، باب ماجاء فی تعظيم المؤمن، رقم الحديث: ٢٠٣٢۔ صحيح ابن حبان، بترتيب ابن بلبيان: ١٣/٧٥، رقم الحديث: ٥٧٦٣؛ مسند احمد بن حنبل، ٤/٤٢١، رقم الحديث: ١٩٧٧٦۔ ❸ صحيح البخاری، كتاب الديات، باب من اطلع فی بيت قوم، رقم الحديث: ٢٩٠٢؛ صحيح مسلم، كتاب الأدب، باب تحريم النظر فی بيت غيره، رقم الحديث: ٢١٥٨؛ مسند احمد بن حنبل: ٢/٣٨٥، رقم الحديث: ٨٩٩٧۔

Marfat.com
Marfat.com

''جس نے کسی کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر جھانکا اس کے گھر والوں کے لیے جائز ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں۔''

اسی طرح لوگوں کی باتیں ان کی مرضی کے بغیر اور ان سے چھپا کر سننا بھی حرام قرار دیا ہے:

((مَنِ اسْتَمَعَ اِلٰی حَدِیْثِ قَوْمٍ وَھُمْ کَارِھُوْنَ صُبَّ فِیْ اُذُنَیْهِ الْاٰنُکُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ.)) [1]

''جس نے لوگوں کی باتیں کان لگا کر سنیں درآنحالیکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں اس کے کانوں میں قیامت کے دن سیسہ انڈیل دیا جائے گا۔''

قرآن نے واجب قرار دیا ہے کہ جو شخص کسی سے ملنا چاہتا ہو وہ اس کے گھر میں داخل نہ ہو جب تک کہ اس سے اجازت نہ لے اور سلام نہ کرے۔

تجسّس کرنے اور پوشیدہ باتوں کے پیچھے پڑنے کی ممانعت کا حکم عام ہے جو حکام اور محکوم دونوں کو شامل ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّکَ اِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ اَفْسَدْتَھُمْ اَوْ کِدْتَّ تُفْسِدُھُمْ.)) [2]

''اگر تم لوگوں کی پوشیدہ باتوں کے پیچھے پڑو گے تو ان میں بگاڑ پیدا کرو گے۔''

اور ابو اُمامہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ الْاَمِیْرَ اِذَا ابْتَغَی الرِّیْبَةَ فِی النَّاسِ اَفْسَدَھُمْ.)) [3]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب من کذب فی حلمه، رقم الحدیث:٧٠٤٢؛ سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الرؤیا، رقم الحدیث: ٥٠٢٤؛ مسند احمد بن حنبل، ١/٢٤٦، رقم الحدیث: ٢٢١٣۔ [2] [صحیح] سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی التجسس، رقم الحدیث: ٤٨٨٨؛ صحیح ابن حبان، بترتیب ابن بلبان:١٢/٧٣، رقم الحدیث: ٥٧٦٠؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ٨/٣٣٣۔ [3] [صحیح] مسند احمد بن حنبل، ٦/٤، رقم الحدیث:٢٣٨١٥؛ سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی التجسّس، رقم الحدیث:٤٨٨٩؛ مستدرک حاکم، ٤/٣٧٨؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ٨/٣٣٣۔

Marfat.com
Marfat.com

''امیر جب لوگوں میں شک وشبہ کی باتیں تلاش کرنے لگتا ہے تو ان کے اندر بگاڑ پیدا کر دیتا ہے۔''

غیبت

۶۔ چھٹی چیز جس کی سورۂ حجرات کی مذکورہ آیت میں ممانعت کر دی گئی ہے، غیبت ہے۔ آپ ﷺ نے غیبت کی تعریف یہ بیان فرمائی ہے:

((اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَةُ؟ قَالُوْا: اَللّٰہُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ. قَالَ: ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا یَكْرَهُ قِیْلَ: اَفَرَاَیْتَ اِنْ كَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ. قَالَ: اِنْ كَانَ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ وَ اِنْ لَمْ یَكُنْ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهُ.)) [1]

''جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ کہ تم اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرو جو اسے ناگوار ہو۔ عرض کیا گیا: اگر اس میں وہ بات موجود ہو تو؟ فرمایا: اگر وہ بات اس میں موجود ہو تو تم نے غیبت کی ورنہ تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔''

انسان کو عام طور سے جو باتیں ناگوار ہوتی ہیں وہ عموماً اس کی خلقت، اخلاق اور نسب وغیرہ سے متعلق ہوتی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: آپ ﷺ کے لیے صفیہ رضی اللہ عنہا کا پستہ قد ہونا کافی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ.)) [2]

''تم نے ایسی بات کہی کہ اگر اس کو سمندر میں ملایا جائے تو اس کا پانی متغیّر ہو

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الغیبة، رقم الحدیث:۲۵۸۹؛ سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی الغیبة، رقم الحدیث:۴۸۷۴؛ جامع ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی الغیبة، رقم الحدیث: ۱۹۳۴۔ [2] [صحیح] سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی الغیبة، رقم الحدیث:۴۸۷۵؛ جامع ترمذی، کتاب صفة القیامة باب ۵۱، رقم الحدیث: ۲۵۰۲؛ مسند احمد بن حنبل، ۱۸۹/۶، رقم الحدیث: ۲۵۵۶۰۔

Marfat.com
Marfat.com

جائے۔"

غیبت دوسروں کو گرانے کی خواہش اور ان کی غیر موجودگی میں ان کی عزت کو مجروح کرنا ہے۔ یہ خِسّت اور بزدلی کی علامت ہے، کیونکہ یہ پیچھے سے حملہ کرنے کے مترادف ہے۔ غیبت ایک منفی نوعیت کا کام ہے، کیونکہ جس کو کوئی کام نہیں ہوتا وہ دوسروں کی غیبت کرتا ہے۔ اس بنا پر قرآن نے غیبت کی جو شناخت بیان کی ہے اور جس بلیغ انداز میں اس سے نفرت دلائی ہے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔

﴿وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ.﴾ [۴۹/الحجرات:۱۲]

"اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی شخص اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ تم تو اس سے گھن ہی کرتے ہو۔"

انسان کسی بھی انسان کا گوشت کھانے سے طبعاً نفرت کرتا ہے لہٰذا جب اپنے بھائی کا گوشت ہو اور وہ بھی مردہ بھائی کا تو اس سے کس قدر گھن آئے گی؟

نبی ﷺ اس قرآنی تصویر کو ذہنوں میں اتارنے کی برابر کوشش کرتے رہے چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص مجلس سے اٹھ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد دوسرے شخص نے اس کے بارے میں توہین آمیز بات کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خلال کرلو۔ اس نے عرض کیا: خلال کس وجہ سے کروں؟ میں نے گوشت تو کھایا نہیں ہے۔ فرمایا:

((إِنَّكَ أَكَلْتَ لَحْمَ أَخِيكَ.)) [1]

"تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے۔"

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ بدبودار ہوا چلی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] [صحیح] المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۰/۱۰۲، رقم الحدیث: ۱۰۰۹۲؛ مجمع الزوائد للهیثمی، ۸/۲۷۷، رقم الحدیث: ۱۳۱۴۵؛ الترغیب للمنذری، ۳/۵۰۶۔

Marfat.com
Marfat.com

((اَتَدْرُوْنَ مَا هٰذِهِ الرِّيْحُ؟ هٰذِهِ رِيْحُ الَّذِيْنَ يَغْتَابُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ.)) [1]

''جانتے ہو یہ کیسی بدبو ہے؟ یہ ان لوگوں کی بدبو ہے جو مومنوں کی غیبت کرتے ہیں۔''

غیبت کے سلسلہ میں رخصت کے حدود

ان نصوص سے ثابت ہے کہ اسلام میں فرد کی ذاتی حرمت نہایت مقدس ہے۔ لیکن بعض صورتیں ایسی ہیں جن کو علمائے اسلام نے حرام غیبت سے مستثنیٰ کیا ہے۔ اس استثناء سے بقدرِ ضرورت ہی فائدہ اٹھانا چاہیے۔

اس سلسلہ کی ایک بات یہ ہے کہ مظلوم کو ظالم کی شکایت کرنے کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا٥﴾ [2]

''اللہ بدگوئی پر زبان کھولنے کو پسند نہیں کرتا اِلّا یہ کہ کوئی شخص مظلوم ہو۔ اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص متعین شخص کے بارے میں کاروبار میں شرکت یا اپنی بیٹی کے نکاح یا کوئی اہم ذمہ داری اس کے سپرد کرنے کی غرض سے سوال کرے۔ ایسے موقع پر دو متعارض باتیں سامنے آجاتی ہیں۔ ایک یہ کہ دین میں خیر خواہی واجب ہے اور دوسرے یہ کہ غیر موجود شخص کی عزت کا تحفظ بھی واجب ہے، لیکن چونکہ پہلی چیز اہم اور مقدس ہے اس لیے اس کو دوسری چیز پر ترجیح دی جانی چاہیے۔ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے

---

[1] [حسن] مسند احمد بن حنبل، ۳/۳۵۱، رقم الحدیث: ۱٤۷۸٤؛ الادب المفرد للبخاری، رقم الحدیث: ۷۳۲ باب ۳۰۵؛ مساوی الأخلاق للخرائطی، رقم الحدیث: ۱۹۱، صفحہ نمبر ۱۰۲؛ شعب الایمان للبیهقی، ۵/۳۰۳، رقم الحدیث: ٦۷۳۲۔

[2] ٤/النساء: ۱٤۸۔

Marfat.com
Marfat.com

نبی ﷺ سے دو پیغام دینے والوں کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے ایک کے بارے میں فرمایا کہ "وہ مفلس ہے اس کے پاس کوئی مال نہیں" اور دوسرے کے بارے میں فرمایا: "وہ عورتوں کو بہت مارتا ہے۔" [1]

اسی طرح استفتا کے لیے اس کا جواز ہے اور منکر کے ازالہ کے لیے کسی کا تعاون حاصل کرنے کی غرض سے بھی۔

اگر کسی شخص کا نام یا لقب یا وصف ایسا ہو جس کو وہ ناپسند کرتا ہو لیکن وہ اسی نام سے مشہور ہو مثلاً اَعرج (لنگڑا)، اعمش (کمزور نگاہ والا) ابن فلانہ وغیرہ تو ایسی صورت میں اسے اس نام سے پکارنا بھی جائز ہے۔ اسی طرح گواہوں اور حدیث کے راویوں پر جرح کرنا بھی جائز ہے۔

ان صورتوں کے جواز کے سلسلہ میں دو باتوں کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ ایک ضرورت اور دوسرے نیت۔

۱۔ جب تک غیر موجود شخص کے سلسلہ میں ناگوار بات کا تذکرہ کرنے کی شدید ضرورت محسوس نہ ہو اس وقت تک اس دائرہ میں قدم رکھنا صحیح نہیں اور جب تک اشارہ کنایہ سے کام چلتا ہو تصریح نہ کی جائے۔ اسی طرح جب تک عمومیت اختیار کی جا سکتی ہو تخصیص نہ کی جائے، اور کوئی ایسی بات ہرگز نہ کی جائے جو فی الواقع اس شخص میں موجود نہ ہو ورنہ بہتان ہوگا جو حرام ہے۔

۲۔ ان تمام باتوں کے سلسلہ میں فیصلہ کن چیز نیت ہے۔ انسان خود دوسروں کے مقابلہ میں محرکات کو بہتر طور پر جانتا ہے۔ نیت ہی کے ذریعہ غیبت وتنقید اور نصیحت و برائی کی تشہیر وغیرہ کے درمیان فرق کیا جا سکتا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مومن اپنے نفس کا نہایت سختی کے ساتھ محاسبہ کرتا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لانفقة لها رقم الحدیث: ۱۴۸۰؛ ارواء الغلیل للألبانی، ۶/ ۲۰۹، ۲۱۰، رقم الحدیث: ۱۸۰۴؛ مسند احمد بن حنبل، ۶/ ۴۱۴، رقم الحدیث: ۲۷۳۳۶؛ مستدرک حاکم، ۴/ ۵۵۔

Marfat.com
Marfat.com

اسلام کے نزدیک غیبت سننے والا بھی گناہ میں شریک ہے۔ اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کی مدد کرے اور اس کی طرف سے مدافعت کرے۔ حدیث میں ہے:

((مَنْ ذَبَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ الْغِيْبَةَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُعْتِقَهُ مِنَ النَّارِ.)) 1

''جو شخص اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کی عزت پر حملہ نہ ہونے دے اللہ پر حق ہے کہ اسے آگ سے نجات بخشے۔''

((مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ فِي الدُّنْيَا رَدَّ اللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.)) 2

''جو شخص دنیا میں اپنے بھائی کی عزت کو بچائے گا اللہ قیامت کے دن اس کے چہرہ کو آگ سے بچائے گا۔''

لیکن جو شخص یہ حوصلہ نہ رکھتا ہو اور اپنے بھائی کی عزت پر حملہ کرنے والی زبانوں کو روک نہ سکتا ہو اسے چاہیے کہ ایسی مجلس سے نکل جائے اور ایسے لوگوں سے اعراض کرے جب تک کہ وہ دوسری باتوں میں لگ نہیں جاتے، ورنہ عجب نہیں کہ اس کا شمار بھی اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ.﴾ ''ورنہ تم بھی ان ہی جیسے ہو۔'' کے مطابق ان غیبت کرنے والوں میں ہو جائے۔

چغل خوری

۷۔ غیبت سے مشابہت رکھنے والی ایک عادت چغل خوری ہے جسے اسلام نے شدید

1 [صحیح] مسند احمد بن حنبل، ٦/٤٦١، رقم الحدیث: ٢٧٦٠٩؛ حلیة الأولیاء لابی نعیم: ٦/٦٨، رقم الحدیث: ٨٧١٢؛ شرح السنة للبغوی، ١٣/١٠٧، رقم الحدیث: ٣٥٢٩؛ مجمع الزوائد للهیثمی، ٨/٩٥۔ 2 [حسن] جامع ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی الذب عن عرض المسلم، رقم الحدیث: ١٩٣١؛ مسند احمد بن حنبل، ٦/٤٤٩، رقم الحدیث: ٢٧٥٣٦؛ شرح السنة للبغوی، ١٣/١٠٦، رقم الحدیث: ٣٥٢٨، کتاب الصمت لابن ابی الدنیا، ص ١٤٨، رقم الحدیث: ٢٤٠۔

Marfat.com
Marfat.com

طور پر حرام ٹھہرایا ہے۔ چغل خوری یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے بارے میں کوئی بات سنے تو باہمی تعلقات کو خراب کرنے اور فساد پیدا کرنے کی غرض سے وہ بات اس شخص تک پہنچادے۔ قرآن نے مکی دور کے اوائل ہی میں اس بُری خصلت کی مذمت کی تھی۔

﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ، هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ.﴾ [1]

''ایسے شخص کی بات نہ مانو جو بہت قسمیں کھانے والا اور بے وقعت ہے جو طعنے دیتا اور چغلیاں کھاتا پھرتا ہے۔''

اور نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ.)) [2]

''جنت میں چغل خور داخل نہ ہوگا۔''

نیز فرمایا:

((شِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الْمَشَّاءُوْنَ بِالنَّمِيمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْاَحِبَّةِ الْبَاغُوْنَ لِلْبُرَاءِ الْعَيْبَ.)) [3]

''اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو چغل خوری کرتے ہیں۔ دوستوں کے درمیان تفرقہ ڈالتے ہیں اور بے قصوروں میں عیب کے خواہاں ہوتے ہیں۔''

اسلام جھگڑوں کے تصفیہ اور باہم صلح صفائی کی غرض سے اس بات کو جائز قرار دیتا ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کے بارے میں بدگوئی کی ہو تو اصلاح کرنے والا شخص اسے چھپائے اور اپنی طرف سے اچھی بات کا اضافہ کرے۔ حدیث میں ہے:

((لَيْسَ بِكَذَّابٍ مَنْ اَصْلَحَ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَقَالَ خَيْرًا اَوْ نَمىٰ

---

[1] ٦٨/القلم: ١٠، ١١۔ [2] صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب مايكره من النميمة، رقم الحديث: ٦٠٥٦؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان غلظ تحريم النميمة، رقم الحديث: ١٠٥ سنن ابى داؤد، كتاب الادب، باب فى القتات، رقم الحديث: ٤٨٧١۔

[3] [حسن بشواهده] مسند احمد بن حنبل، ٤/٢٢٧، رقم الحديث: ١٧٩٩٨؛ مساوى الأخلاق للخرائطى، ص ١١٩، رقم الحديث: ٢٣٥؛ مسند بزار، ٧/١٥٨، رقم الحديث: ٢٧١٩۔

Marfat.com
Marfat.com

خَیرًا.)) ❶

''وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو دو شخصوں کے درمیان صلح کرانے کی غرض سے اچھی بات کہے یا اچھی بات (ان میں سے کسی کی طرف) منسوب کرے۔''

اسلام ان لوگوں پر سخت ناراضگی کا اظہار کرتا ہے جو بُری بات سن کر مکر و فساد کی غرض سے فوراً اسے ادھر سے ادھر پہنچا دیتے ہیں۔ ایسے لوگ اس بات پر اکتفا نہیں کرتے کہ انہوں نے جو کچھ سنا ہے اسے بیان کر دیں بلکہ اسے نمک مرچ لگا کر پیش کرتے ہیں اور اپنی طرف سے مزید باتیں گھڑ کر بھی پیش کرنے لگتے ہیں۔

ایک شخص عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دوسرے شخص کی برائی کرنے لگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم چاہو تو ہم تمہارے معاملہ میں غور کریں گے۔ اگر تم جھوٹے ہو تو آیت ﴿اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا.﴾ (اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے آئے تو تحقیق کرو) میں جن لوگوں کا ذکر ہے ان میں سے ہو اور اگر سچے ہو تو آیت ﴿هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ۝﴾ (جو طعنے دیتا ہے اور چغل خوری کرتا ہے) میں جن لوگوں کا ذکر ہے ان میں سے ہو اور اگر تم چاہو تو ہم تم سے درگزر کریں گے۔ اس شخص نے کہا اے امیر المومنین! آپ درگزر ہی کیجیے۔ میں اب دوبارہ ایسی حرکت نہیں کروں گا۔

عزت کی حرمت

۸۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ اسلام نے اپنی تعلیمات کے ذریعہ کس طرح لوگوں کی عزت و آبرو کا تحفظ کیا ہے بلکہ کس طرح اس کو درجۂ تقدیس تک پہنچایا ہے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خانۂ کعبہ کی طرف دیکھ کر کہا: ''تیری عظمت اور تیری حرمت

---

❶ صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب لیس الکاذب الذی یصلح بین الناس، رقم الحدیث:۲۶۹۲؛ صحیح مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الکذب و بیان ما یباح منه، رقم الحدیث: ۲۶۰۵؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۱۰/۱۹۷؛ فتح الباری لابن حجر عسقلانی، ۵/۲۹۹۔

Marfat.com
Marfat.com

کا کیا کہنا لیکن مومن کی حرمت تجھ سے بھی بڑھ کر ہے۔" 1

حجۃ الوداع کے موقع پر نبی ﷺ نے مسلمانوں کے جم غفیر میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ أَمْوَالَكُمْ وَ أَعْرَاضَكُمْ وَدِمَاءَ كُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا.)) 2

"تمہارے مال، تمہاری عزت اور تمہارے خون تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارا یہ دن تمہارے اس مہینہ اور تمہارے اس شہر میں حرام ہے۔"

اسلام کی نظر میں فرد کی عزت اس قدر عزیز ہے کہ جو بات اس کو ناگوار ہو سکتی ہو اس کا ذکر اس کی غیر موجودگی میں کرنے کی اجازت نہیں دیتا اگرچہ کہ وہ بات اپنی جگہ بالکل صحیح ہو۔ اور جب وہ ایسی بات کو گوارا نہیں کرتا تو بے بنیاد باتوں اور افتراء پردازیوں کو کیونکر گوارا کرے گا؟ ایسی صورت میں تو وہ گناہ کبیرہ بن جائے گا۔ حدیث میں ہے:

((مَنْ ذَكَرَ امْرَأً بِشَيْئٍ لَيْسَ فِيْهِ لِيُعِيْبَهُ بِهِ حَبَسَهُ اللّٰهُ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ حَتّٰى يَأْتِيَ بِنِفَاذِ مَا قَالَ فِيْهِ.)) 3

"جس نے کسی شخص کے بارے میں ایسی بات کہی جو اس میں نہیں ہے تاکہ اس میں عیب نکالا جائے تو اللہ سے جہنم کی آگ میں روکے گا یہاں تک کہ وہ اپنی بات صحیح ثابت کر دکھائے۔"

---

1 [اسناده ضعيف] جامع ترمذي، كتاب البر والصلة، باب ماء جاء في تعظيم المؤمن، رقم الحديث: ٢٠٣٢؛ سنن ابن ماجة، كتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وماله، رقم الحديث: ٣٩٣٢؛ اتحاف السادة المتقين للزبيدي، ١٧٩/٩۔ 2 صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب حجة الوداع، رقم الحديث: ٤٤٠٦؛ صحيح مسلم، كتاب القيامة باب تغليظ تحريم الدماء والأعراض والأموال، رقم الحديث: ١٦٧٩؛ مسند احمد بن حنبل، ٤١/٥، رقم الحديث: ٢٠٤١٩۔ 3 [اسناد ضعيف] المعجم الصغير للطبرالي، ٤٣٢/٩، رقم الحديث: ٨٩٣١؛ مجمع الزوائد للهيثمي، ١٧٨/٨، رقم الحديث: ١٣١٤٧، كتاب الزهد لا بن المبارك، رقم الحديث: ٦٨٨٦۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

((أَتَدْرُوْنَ اَرْبَى الرِّبَا عِنْدَ اللّٰهِ؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ. قَالَ: فَإِنَّ اَرْبَى الرِّبَا عِنْدَ اللّٰهِ اسْتِحْلَالُ عِرْضِ امْرِءٍ مُسْلِمٍ.)) [1]

''جانتے ہو اللہ کے نزدیک سب سے بڑا سود کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: سب سے بڑا سود اللہ کے نزدیک مسلمان کی عزت کو حلال کر لینا ہے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا.﴾ [2]

''جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو جبکہ وہ بے قصور ہوں اذیت دیتے ہیں وہ بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے سر لیتے ہیں۔''

عزت پر حملہ کرنے کی بدترین صورت یہ ہے کہ عفت مآب مومن عورتوں پر بے حیائی کے ارتکاب کی تہمت لگائی جائے جس سے ان کو اور ان کے خاندان والوں کو سخت تکلیف پہنچتی ہے اور ان کا مستقبل خطرہ میں پڑ جاتا ہے نیز اس سے مسلمانوں کے معاشرہ میں بے حیائی کی اشاعت ہوتی ہے۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا شمار سات مہلک کبیرہ گناہوں میں کیا ہے اور قرآن نے اس پر سخت وعید سنائی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ. يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ.﴾ [3]

---

[1] [صحیح] مسند أبی یعلی الموصلی، ۱۸۹/٤، رقم الحدیث: ٤٦٧٠؛ الدر المنثور للسیوطی، ۲۲۱/٥؛ شعب الایمان للبیهقی، ۲۹۸/٥، رقم الحدیث: ٦٧١١؛ مجمع الزوائد للهیثمی، ۱۷٤۸، رقم الحدیث: ۱۳۱۳۲؛ وله شاهد من سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی الغیبة، رقم الحدیث: ٤٧٨٦، [2] ۳۳/الاحزاب: ٥٨۔ [3] ۲٤/النور: ۲۳، ۲٤۔

Marfat.com
Marfat.com

''جو لوگ پاکدامن، غافل، مومن، عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ وہ دن جبکہ ان کی اپنی زبانیں اور ان کے اپنے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں۔''

خون کی حرمت

۹۔ اسلام نے انسانی زندگی کو مقدس اور انسانی جانوں کو محترم ٹھہرایا ہے۔ انسانی جان پر زیادتی کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ کفر کے بعد اسی کا درجہ ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

﴿اَنَّـهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا.﴾ [1]

''کہ جس نے کسی کو قتل کیا بغیر اس کے کہ اُس نے کسی کو قتل کیا ہو یا زمین میں فساد برپا کیا ہو اس نے گویا پوری انسانیت کو قتل کر دیا۔''

یہ اس لیے کہ پوری نوعِ انسانی ایک خاندان کی حیثیت رکھتی ہے اور ایک شخص پر زیادتی درحقیقت نوع انسانی پر زیادتی ہے۔ یہ حرمت اس صورت میں شدید ہو جاتی ہے جبکہ مقتول مومن ہو۔

﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا.﴾ [2]

''اور جو کوئی کسی مومن کو عمداً قتل کرے گا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اس نے اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

---

[1] ٥/المائدہ: ٣٢۔

[2] ٤/النساء: ٩٣۔

Marfat.com
Marfat.com

((لَزَوَالُ الدُّنیَا اَهْوَنُ عَلَی اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ.)) [1]

''دنیا کا زوال اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل کے مقابلہ میں کمتر درجہ کا ہے۔''

اور فرمایا:

((لَایَزَالُ الْمُؤْمِنُ فِیْ فُسْحَةٍ مِّنْ دِیْنِهٖ مَالَمْ یُصِبْ دَمًا حَرَامًا.)) [2]

''مومن دین کی گنجائشوں کے اندر رہتا ہے جب تک کہ قتلِ حرام کا مرتکب نہیں ہوتا۔''

نیز فرمایا:

((کُلُّ ذَنْبٍ عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَغْفِرَهُ اِلَّا الرَّجُلَ یَمُوْتُ مُشْرِکًا اَوِ الرَّجُلَ یَقْتُلُ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا.)) [3]

''ہر گناہ کے بارے میں اللہ سے مغفرت کی توقع کی جاسکتی ہے سوائے اس شخص کے جس کی موت شرک پر ہو یا وہ شخص جس نے مومن کو عمداً قتل کیا ہو۔''

مذکورہ آیات واحادیث کے پیشِ نظر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ قاتل کی توبہ قبول نہیں ہوتی، غالباً ان کے نزدیک توبہ کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ متعلقہ افراد کے حقوق لوٹائے جائیں، یا انہیں راضی کرلیا جائے۔ لیکن مقتول کے حق کو لوٹانے یا اس کو راضی کرنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

اور دیگر علما کا کہنا ہے کہ سچی توبہ مقبول ہے اور وہ شرک تک کو مٹا دیتی ہے، لہٰذا جو گناہ

---

[1] [صحیح] جامع ترمذی، کتاب الدیات، باب ماجاء فی تشدید قتل المؤمن، رقم الحدیث:١٣٩٥؛ سنن النسائی، کتاب تحریم الدم، باب تعظیم الدم، رقم الحدیث:٣٩٩٢؛ سنن ابن ماجة، کتاب الدیات، باب التغلیظ فی قتل مسلم ظلما، رقم الحدیث:٢٦١٩۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الدیات، باب نمبر١، رقم الحدیث:٦٧٦٢؛ مسند احمد بن حنبل، ٩٤/٢، رقم الحدیث:٥٦٨١؛ مستدرک حاکم، ٣٥١/٤۔ [3] [صحیح] سنن ابی داؤد، کتاب الفتن، باب فی تعظیم قتل المؤمن، رقم الحدیث:٤٢٧٠؛ صحیح ابن حبان، ٣١٨/١٣، رقم الحدیث:٥٩٨٠؛ مستدرک حاکم، ٣٥١/٤۔

Marfat.com
Marfat.com

شرک سے کم درجہ کا ہو اس سے توبہ کر لی جائے تو وہ کیونکر قبول نہ ہو گی؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا. يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا. اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا.﴾ [1]

"جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو الٰہ نہیں پکارتے اور نہ کسی نفس کو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے قتل کرتے ہیں اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جو کوئی یہ کام کرے گا وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا۔ قیامت کے دن اس کو دوگنا عذاب دیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ذلت کے ساتھ پڑا رہے گا۔ بجز اس کے جس نے توبہ کی اور ایمان لا کر عمل صالح کیا تو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بڑا مغفرت فرمانے والا رحم فرمانے والا ہے۔"

قاتل اور مقتول دونوں آگ میں ہوں گے

نبی ﷺ نے مسلمان کے قتال کو ایک قسم کا کفر اور جاہلیت کا کام قرار دیا ہے۔ اہلِ جاہلیت ایک اونٹنی یا ایک گھوڑے کی خاطر جنگ اور خونریزی کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَ قِتَالُهُ كُفْرٌ.)) [2]

"مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔"

---

[1] ۲۵/الفرقان: ۶۸، ۷۰۔ [2] صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ماینھی عن السباب واللعن، رقم الحدیث: ۶۰۴۴؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان قول النبی ﷺ سباب المسلم فسوق، رقم الحدیث: ۶۴؛ جامع ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی سباب المسلم فسوق، رقم الحدیث: ۲۶۳۵۔

Marfat.com
Marfat.com

((لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ کُفَّارًا یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.)) 1

''میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔''

نیز فرمایا:

''جب دو مسلمان ایک دوسرے پر ہتھیار اٹھاتے ہیں تو وہ جہنم کے کنارے پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب ایک شخص دوسرے کو قتل کرتا ہے تو دونوں جہنم میں داخل ہوتے ہیں۔ کسی نے کہا: یا رسول اللہ! قاتل کا معاملہ تو سمجھ میں آ جاتا ہے لیکن مقتول کیوں جہنم میں داخل ہوگا؟ فرمایا: وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔'' 2

اسی لیے نبی ﷺ نے ہر ایسے کام سے منع فرمایا ہے جو موجبِ قتل یا باعثِ جنگ ہو خواہ یہ صورت ہتھیار کے ذریعہ اشارہ کرنے سے کیوں نہ پیدا ہوتی ہو:

((لَا یُشِرْ اَحَدُکُمْ اِلٰی اَخِیْهِ بِالسِّلَاحِ فَاِنَّهٗ لَا یَدْرِیْ لَعَلَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزِعُ فِیْ یَدِهٖ فَیَقَعُ فِیْ حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ.)) 3

''تم میں سے کوئی شخص ہتھیار سے اپنے بھائی کی طرف اشارہ نہ کرے۔ کیا معلوم شیطان اس کے ہاتھ سے ہتھیار کھینچ لے اور وہ جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔''

نیز فرمایا:

''جس نے اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کیا اس پر فرشتے لعنت

---

1 صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب (ومن أحیاها)، رقم الحدیث:٦٨٦٨، ٦٨٦٩؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معنی قول النبی ﷺ لاترجعوابعدی کفاراً، رقم الحدیث:٦٥، ٦٦؛ مسند احمد بن حنبل، ١/ ٢٣٠، رقم الحدیث:٢٠٣٦۔

2 صحیح بخاری، کتاب الدیات باب (ومن أحیاها)، رقم الحدیث:٦٨٧٥؛ سنن ابن ماجة، کتاب الفتن، باب إذا التقی المسلمان بسیفهما، رقم الحدیث:٣٩٦٥۔ 3 صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ من حمل علینا السلاح، رقم الحدیث:٧٠٧٢؛ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهی عن الاشارة بالسلاح، رقم الحدیث:٢٦١٧؛ مسند احمد بن حنبل، ٥/ ٤١، رقم الحدیث: ٢٠٦٢٤۔ [بلفظ مختلف]

Marfat.com
Marfat.com

بھیجتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس سے باز آ جائے خواہ وہ اس کا سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔'' (1)

بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو خوفزدہ کرے۔'' (2)

گناہ کا مستحق صرف قاتل ہی نہیں ہوگا بلکہ وہ شخص بھی ہوگا جو قول یا فعل سے اس میں شریک ہو۔ وہ اپنی شرکت کے بقدر اللہ کے غضب کا مستحق ہوگا حتیٰ کہ جو شخص قتل کے موقع پر موجود ہو وہ بھی گناہ میں شریک ہوگا۔ حدیث میں ہے: ''کوئی شخص ایسی جگہ موجود نہ رہے جہاں کسی شخص کو قتل کیا جا رہا ہو، کیونکہ جو لوگ اس موقع پر موجود ہوں اور اس کو بچانے کی کوشش نہ کریں ان پر لعنت نازل ہوتی ہے۔'' (3)

معاہد اور ذِمی کے خون کی حرمت

جن نصوص میں مسلمان کے قتل و قتال کی حرمت بیان کی گئی ہے وہ ایک اسلامی معاشرہ میں مسلمانوں کے لیے قانون اور ہدایت کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ غیر مسلم کا خون حلال ہے۔

درحقیقت ہر انسانی جان محترم ہے اور انسان ہونے کی حیثیت سے اس کا تحفظ ضروری ہے، بشرطیکہ غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ برسرِ جنگ نہ ہوں۔ اور اگر وہ معاہد یا ذِمّی ہوں تو ان کی جان کا تحفظ بھی ضروری ہے اور کسی مسلمان کے لیے روا نہیں کہ وہ ان پر زیادتی

---

(1) صحیح البخاری، کتاب البر والصلة، باب لا ینهی عن الاشارة بالسلاح، رقم الحدیث: ۲۶۱۶؛ الدر المنثور للسیوطی، ۳/۴۸۵؛ کنز العمال للمتقی الهندی، رقم الحدیث: ۳۹۸۸۴؛ مسند احمد بن حنبل، ۲/۲۵۶، رقم الحدیث: ۷۴۷۶۔ (2) [صحیح] سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب من یأخذ الشیء من مزاح، رقم الحدیث: ۵۰۰۴؛ مسند احمد بن حنبل، ۵/۳۶۲، رقم الحدیث: ۷۴۷۶۔ (3) المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۱/۲۰۷، رقم الحدیث: ۱۱۶۷۵؛ حلیة الأولیا لابی نعیم الأصبهانی، ۳/۳۹۵، رقم الحدیث: ۴۳۹۴؛ مجمع الزوائد للهیثمی، ۶/۴۴۳، رقم الحدیث: ۱۰۷۱۰۔

Marfat.com
Marfat.com

کرے۔ چنانچہ پیغمبرِ اسلام ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا يُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا.)) [1]

''جس نے کسی معاہد (جس سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت تک پھیلی ہوئی ہوگی۔''

دوسری روایت میں ہے:

((مَنْ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَجِدْ رِيحَ الْجَنَّةِ.)) [2]

''جس نے کسی ذمی کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔''

خون کی حرمت کب زائل ہوتی ہے؟

ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ [3]

''اور کسی نفس کو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔''

یہ حق درج ذیل جرائم میں سے کسی جرم کے ارتکاب کی صورت میں قائم ہوتا ہے:

۱۔ ظلماً قتل کرنے کی صورت میں جس شخص کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ وہ قتل کے جرم کا مرتکب ہوا ہے اس سے قصاص لینا واجب ہے یعنی جان کے بدلہ جان ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ﴾ [4] (تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔)

---

[1] صحيح البخاری، كتاب الجزية، باب اثم من قتل معاهداً، رقم الحديث:٣١٦٦؛ سنن ابن ماجة، كتاب الديات، باب من قتل معاهداً، رقم الحديث:٢٦٨٦؛ سنن نسائی، كتاب القيامة، باب تعظيم قتل المعاهد، رقم الحديث:٤٧٥١،٤٧٥٢ [2] [صحيح] [سنن النسائی، كتاب القيامة، باب تعظيم قتل المعاهد، رقم الحديث:٤٧٥٣؛ مسند احمد بن حنبل، ٤/٢٣٧، رقم الحديث:١٨٠٧٢؛ الجامع الأحكام القرآن للقرطبی، ٧/١٣٤؛ كنزل العمال للمتقی هندی، رقم الحديث:١٠٩٢٨۔ [3] ٦/الانعام:١٥١۔ [4] ٢/البقرة:١٧٩۔

Marfat.com
Marfat.com

۲۔ کھلے بندوں زنا کا ارتکاب اس طور سے کہ چار صالح اشخاص عیاناً ارتکاب کرتے ہوئے دیکھ لیں اور اس کی گواہی دیں، بشرطیکہ وہ نکاح کے جائز طریقہ سے واقف ہو۔ اگر وہ خود حاکم کے سامنے چار مرتبہ اس کا اقرار کرلے تو وہ گواہی کے قائم مقام ہوگا۔

۳۔ دینِ اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد اس سے نکل جانا اور اس خروج کے ذریعہ علانیہ اسلامی جماعت کو چیلنج کرنا۔ اسلام کسی کو اس دین میں داخل ہونے کے لیے مجبور نہیں کرتا لیکن وہ اس بات کو بھی برداشت نہیں کرتا کہ آدمی دین کے ساتھ کھیلنے لگے۔

حدیث میں ہے:

((لَا یَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِاِحْدٰی ثَلَاثٍ: اَلنَّفْسِ بِالنَّفْسِ وَالثَّیِّبِ الزَّانِیْ وَالتَّارِکِ لِدِیْنِهٖ الْمُفَارِقِ لِلْجَمَاعَةِ.)) [1]

''مسلمان کا خون حلال نہیں بجز تین صورتوں کے: جان کے بدلہ جان، شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کا مرتکب اور دین کو ترک کر کے جماعت سے الگ ہونے والا۔''

لیکن ان صورتوں میں اس حق کے نفاذ کی ذمہ داری صاحبِ امر کی ہے۔ افراد کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ خود اس حق کو نافذ کریں تاکہ امن کو خطرہ لاحق نہ ہو اور لاقانونیت پیدا نہ ہو جائے نیز ہر شخص اپنے کو قاضی اور قانون کے نفاذ کا ذمہ دار نہ سمجھ لے۔ البتہ قتل عمد کی صورت میں جبکہ قصاص لینا واجب ہے اسلام نے مقتول کے وارثوں کو اختیار دیا ہے کہ وہ حاکم کی موجودگی میں اپنے ہاتھ سے قصاص لے سکتے ہیں تاکہ ان کے دل ٹھنڈے ہوں اور

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ ان النفس بالنفس، رقم الحدیث:٦٨٧٨؛ صحیح مسلم، کتاب القیامة، باب مایباح به دم المسلم، رقم الحدیث:١٦٧٦؛ سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن ارتد، رقم الحدیث:٤٣٥٢؛ سنن ابن ماجة، کتاب الحدود، باب لایحل دم امرئ مسلم إلا فی ثلاث، رقم الحدیث:٢٥٣٤؛ ارواء الغلیل للألبانی، ٢٥٣/٧، رقم الحدیث:٢١٩٦۔

Marfat.com
Marfat.com

انتقام کی آگ بجھ جائے اور اس ارشادِ الٰہی کی تعمیل ہو:

﴿وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا.﴾ 1

''جو شخص ظلماً قتل کیا گیا ہو اس کے ولی کو ہم نے اختیار دیا ہے لہٰذا وہ قتل میں حد سے تجاوز نہ کرے اس کی مدد کی گئی ہے۔''

خودکشی

قتل کے سلسلہ میں جو نصوص وارد ہوئی ہیں اُن کے پیشِ نظر اس جرم میں خودکشی بھی شامل ہے۔ لہٰذا جس نے خودکشی کی خواہ کسی ذریعہ سے کی ہو اس نے ایک نفس کو قتل کر دیا جس کا ناحق قتل اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے۔

انسان اپنی زندگی کا آپ مالک نہیں ہے، کیونکہ وہ زندگی کے ایک خلیہ کا بھی خالق نہیں ہے۔ زندگی تو اللہ کی امانت ہے لہٰذا اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس معاملہ میں کسی زیادتی کا مرتکب ہو کجا کہ وہ اس کا خاتمہ کر دے۔ فرمانِ خداوندی ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوٓا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا.﴾ 2

''اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ اللہ تم پر بڑا مہربان ہے۔''

اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان شدائد کا مقابلہ مضبوط قوتِ ارادی کے ساتھ کرے۔ کسی مصیبت سے گھبرا کر یا کسی امید کے بر نہ آنے کی صورت میں زندگی سے فرار کی راہ اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ مومن مجاہدہ کے لیے پیدا ہوا ہے بیٹھ رہنے کے لیے نہیں اور اس کی تخلیق کشمکش کے لیے ہوئی ہے فرار کے لیے نہیں۔ اس کا ایمان اور اس کا اخلاق کارگاہِ حیات سے فرار اختیار کرنے سے اِبا (انکار) کرتے ہیں۔ اس کے پاس ایسا ہتھیار ہے جو کبھی خراب نہیں ہوتا اور ایسا ذخیرہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ وہ ہتھیار ایمانِ محکم ہے اور وہ ذخیرہ اخلاق کی پختگی کا ہے۔

---

1 ١٧/الاسراء:٣٣۔ 2 ٤/النساء:٢٩۔

Marfat.com
Marfat.com

جو شخص اس جرمِ شنیع کا مرتکب ہو اس کو رسول اللہ ﷺ نے وعید سنائی ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے محروم اور اس کے غضب کا مستحق ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں اُن میں ایک شخص تھا جو زخمی ہو گیا اور جزع فزع کرنے لگا۔ اسی حالت میں اس نے چھری لی اور اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا جس سے اس قدر خون بہہ پڑا کہ اس کی موت واقع ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے اپنے نفس کے معاملہ میں جلد بازی کی لہٰذا میں نے اس پر جنت حرام کردی۔'' [1]

یہ مثال ہے ایسے شخص کی جو زخم کی تاب نہ لاکر خودکشی کر بیٹھا اور جنت کو اپنے اوپر حرام کرلیا تو جو لوگ کاروبار میں تھوڑے بہت نقصان یا امتحان میں ناکام ہوجانے کی بناء پر خودکشی کر بیٹھتے ہیں ان کا معاملہ کس قدر شدید ہوگا؟ کمزور ارادہ کے لوگوں کو یہ وعید سن لینی چاہیے جو حدیثِ نبوی میں بیان ہوئی ہے:

((مَنْ تَرَدّٰی مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِیْهَا اَبَدًا وَمَنْ تَحَسّٰی سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فِیْ یَدِهٖ یَتَحَسَّاهُ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِیْهَا اَبَدًا ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِیْدَةٍ فَحَدِیْدَتُهُ فِیْ یَدِهٖ یَتَوَجَّأُ بِهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِیْهَا اَبَدًا.)) [2]

''جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر خودکشی کرلی وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گرتا رہے گا، اور جس نے زہر کھا کر خودکشی کرلی وہ جہنم

---

[1] صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، رقم الحدیث:٣٤٦٣؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم قتل الانسان نفسه، رقم الحدیث:١١٣؛ مسند احمد بن حنبل :٣١٢/٤، رقم الحدیث:١٨٨٠٠؛ المعجم الکبیر للطبرانی، ١٦١/٢، رقم الحدیث:١٦٦٤۔ [2] صحیح البخاری، کتاب الطب باب شرب السم والدواء به، رقم الحدیث:٥٧٧٨؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم قتل الأنسان نفسه، رقم الحدیث: ١٠٩؛ مسند احمد بن حنبل، ٢٥٤/٢، رقم الحدیث:٧٤٤٨۔

Marfat.com
Marfat.com

کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے ہاتھ سے زہر کھاتا رہے گا۔ اور جس نے لوہے کی کسی چیز سے خودکشی کی وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لوہے کی اس چیز سے اپنے آپ کو زخمی کرتا رہے گا۔''

مال کی حُرمت

۱۰۔ اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ مسلمان جس قدر چاہے مال جمع کرے، بشرطیکہ یہ جمع کرنا جائز طریقہ پر ہو اور آمدنی میں اضافہ کے ذرائع بھی جائز ہی اختیار کیے جائیں۔

بعض مذاہب میں یہ جو کہا گیا ہے کہ:

''دولت مند آسمان کی بادشاہی میں داخل نہیں ہوگا جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے گزر جائے۔''

تو اس کے مقابلہ میں اسلام کہتا ہے:

((نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ.)) [1]

''صالح مال، صالح آدمی کے لیے بہترین چیز ہے۔''

اسلام جہاں فرد کے لیے جائز ملکیت کا قائل ہے وہاں وہ بذریعۂ قانون اس کی حفاظت کا سامان بھی کرتا ہے، نیز اخلاقی ہدایات کے ذریعہ بھی غصب، چوری اور مکر و فریب کے ذریعہ دوسروں کے مال میں زیادتی کرنے سے روکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان، مال اور آبرو کی حرمت ایک ہی سیاق میں بیان فرمائی ہے اور چوری کو ایمان کے منافی قرار دیا ہے۔ فرمایا: ''چور مومن ہونے کی حالت میں چوری نہیں کرتا۔'' [2]

---

[1] [صحیح] مسند احمد بن حنبل، ٤/١٩٧، رقم الحدیث: ١٧٧٦٣؛ المعجم الأوسط للطبرانی، ٤/١٣٠، رقم الحدیث:٣٢١٣؛ مستدرک حاکم، ٢/٢، رقم الحدیث:٢١٧٥؛ شرح السنة للبغوی، ١٠/٩١، رقم الحدیث:٢٤٩٥۔ [2] صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حجة الوداع، رقم الحدیث:٤٤٠٦؛ صحیح مسلم، کتاب القیامة باب تغلیظ تحریم الدماء والاعراض والاموال، رقم الحدیث: ١٦٧٩؛ مسند احمد بن حنبل، ٢/٣١٧، رقم الحدیث:٨٢٠٢۔

Marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً ۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ.﴾ [1]

”اور چور مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ ان کے کیے کا بدلہ اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے۔“

اور نبی ﷺ نے فرمایا: ”مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی کی رضا کے بغیر اس کا ایک عصا بھی لے لے۔“ [2]

اور ارشاد خداوندی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ.﴾ [3]

”اے ایمان والو! ایک دوسرے کے مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ لین دین ہو آپس کی رضامندی سے۔“

رشوت حرام ہے

رشوت بھی لوگوں کا مال باطل طریقہ سے کھانے کی ایک صورت ہے۔ رشوت یہ ہے کہ مال صاحبِ اقتدار یا سرکاری ملازم کو پیش کیا جائے تاکہ وہ اس کے حق میں یا اس کے حریف کے خلاف فیصلہ کرے یا اس کا کام کر دے یا اس کے حریف کے کام کو مؤخر کر دے وغیرہ۔

اسلام نے حکّام اور ان کے معاونین کے لیے رشوت ستانی کو حرام ٹھہرایا ہے۔ نہ رشوت دینا جائز ہے اور نہ اس کا قبول کرنا۔ اسی طرح دونوں کے درمیان واسطہ بننا بھی

---

[1] ٥/المائدہ:٣٨۔ [2] صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب مایحذر من الحدود، رقم الحدیث:٦٧٧٢؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی، رقم الحدیث:٥٧؛ صحیح ابن حبان، ١٢/٣١٦، رقم الحدیث:٥٩٧٨؛ مسند احمد بن حنبل، ٥/٤٢٥، رقم الحدیث:٥٠٦٢٣٦۔ [3] ٤/النساء:٢٩۔

Marfat.com
Marfat.com

ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ.﴾ 1

''آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ اور نہ ان کو حاکموں کے آگے اس غرض سے پیش کرو کہ تمہیں دوسروں کے مال کا کوئی حصہ قصداً حق تلفی کر کے کھانے کا موقع مل جائے۔''

اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ فِي الْحُكْمِ)) 2

''اللہ کی لعنت ہے حکومت کے معاملات میں رشوت دینے والے پر بھی اور رشوت لینے والے پر بھی۔''

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ وَالرَّائِشَ.)) 3

''رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے، رشوت لینے والے اور دونوں کے درمیان واسطہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے۔''

رشوت لینے والا اگر ظلم کرنے کی غرض سے رشوت لیتا ہے تو اس کے جرم کی سنگینی ظاہر ہی ہے۔ اور اگر عدل کرنے کی غرض سے لیتا ہے تو عدل کرنا اس کی ذمہ داری ہے اس کے عوض مال قبول کرنے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو یہود کی طرف بھیجا تا کہ وہ خراج کی مقدار مقرر کریں۔ یہود نے کچھ مال کی ان کے لیے بھی پیش کش کر دی لیکن انہوں

---

1 ۲/البقرة:۱۸۸۔ 2 [حسن] مسند احمد بن حنبل، ۲/۳۸۷، رقم الحديث:۹۰۲۳؛ جامع ترمذی، كتاب الاحكام، باب ماجاء في الراشي والمرتشي في الحكم، رقم الحديث: ۱۳۳۶؛ مستدرک حاکم، ۴/۱۰۳؛ صحيح ابن حبان، ۱۱/۴۶۷، رقم الحديث:۵۰۷۶۔

3 [ضعيف] مسند احمد بن حنبل، ۵/۲۷۹، رقم الحديث:۲۲۳۹۹؛ مستدرک حاکم، ۴/۱۰۳؛ كشف الاستار [مسند البزار]: ۲/۱۲۴، رقم الحديث:۱۳۵۳۔

Marfat.com
Marfat.com

نے کہا: ''تم نے رشوت کی جو پیشکش کی ہے وہ حرام ہے۔ ہم رشوت نہیں کھاتے۔'' 1

رشوت ستانی کی یہ حرمت اور اس گناہ میں شریک ہونے والوں کے بارے میں اسلام کے سخت احکام قابلِ تعجب نہیں ہیں، کیونکہ کسی بھی سماج میں رشوت کا عام ہونا ظلم و فساد کے عام ہونے کے مترادف ہے۔ رشوت لے کر خلافِ حق فیصلے کیے جاتے ہیں اور جس کا کام بعد میں ہونا چاہیے اس کا پہلے اور جس کا پہلے ہونا چاہیے اس کا بعد میں کر دیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ سماج میں فرائض کی انجام دہی کی اسپرٹ پیدا ہونے کے بجائے مفاد پرستی کی اسپرٹ (روح) پیدا ہو جاتی ہے۔

حُکّام کے آگے ہدیۓ پیش کرنا

اسلام رشوت کو حرام قرار دیتا ہے خواہ اس کی کوئی صورت اور کوئی نام ہو۔ رشوت کو ہدیہ کے نام سے پیش کرنے سے اس کی حرمت حِلّت میں تبدیل نہیں ہو جاتی حدیث میں ہے:

((مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰی عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا فَمَا اَخَذَهُ بَعْدَ ذٰلِکَ فَهُوَ غُلُوْلٌ.)) 2

''جس کو ہم نے کسی کام پر مقرر کر دیا اور اس کے معاش کا بھی انتظام کر دیا اس کے بعد وہ جو کچھ لے گا وہ خیانت ہوگی۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے واپس کر دیا۔ آپ سے کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے تو انہوں نے جواب دیا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہدیہ تھا اور ہمارے لیے رشوت ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک والی کو قبیلۂ ازد کے صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا۔

---

1 [اسنادہ مرسل صحیح] مؤطا امام مالک، کتاب المساقاۃ، باب ماجاء فی المساقاۃ، رقم الحدیث:۲؛ مسند احمد بن حنبل، ۳/۳۶۷، رقم الحدیث:۱۴۹۵۳؛ سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی الخرص، رقم الحدیث: ۳۴۱۳، ۳۴۱۴۔ 2 [صحیح] سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب فی أرزاق العمال، رقم الحدیث: ۲۹۴۳؛ مستدرک حاکم، ۱/۴۰۶؛ السنن الکبریٰ للبیھقی، ۶/۳۵۵۔

Marfat.com
Marfat.com

جب وہ واپس آیا تو اس نے کچھ مال اپنے لیے روک رکھا اور کہا: یہ آپ لوگوں کا ہے اور یہ میرے لیے ہدیہ ہے۔ نبی ﷺ اس پر برہم ہوئے اور فرمایا: ''اگر تم سچے ہو تو اپنے باپ یا ماں کے گھر میں بیٹھے رہتے اور پھر دیکھ لیتے کہ ہدیہ تمہارے پاس آتا ہے یا نہیں'' پھر فرمایا:

((مَالِیْ اَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنْکُمْ فَیَقُوْلُ: هٰذَا لَکُمْ وَهٰذَا لِیْ هَدِیَّةٌ. اَلَا جَلَسَ فِیْ بَیْتِ اُمِّهٖ لِیُهْدیٰ لَهٗ. وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَایَأْخُذُ اَحَدٌ مِنْکُمْ شَیْئًا بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّا اَتَی اللّٰهَ یَحْمِلُهٗ، فَلَایَأْتِیَنَّ اَحَدُکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِبَعِیْرٍ لَهٗ رِغَاءٌ اَوْ بَقَرَةٍ لَهَا خُوَارٌ اَوْ شَاةٍ تَیْعَرُ. ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی رُئِیَ بَیَاضُ اِبِطَیْهِ ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ.)) [1]

''کیا بات ہے کہ جس شخص کو میں عامل مقرر کرتا ہوں وہ کہتا ہے: یہ تمہارے لیے ہے اور یہ میرے لیے ہدیہ ہے۔ وہ اپنی ماں کے گھر میں نہ بیٹھا رہا کہ ہدیہ اس کے پاس آجاتا! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے جو شخص بھی کوئی چیز بغیر حق کے لے گا وہ اللہ کے ہاں اس مال کو اپنے اوپر لادے ہوئے آئے گا تو دیکھو تم میں سے کوئی شخص قیامت کے دن اپنی گردن پر اونٹ، گائے یا بکری کو اٹھائے ہوئے نہ آئے اس حال میں کہ یہ جانور چیخ رہے ہوں گے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے بغل کی سفیدی دکھائی دینے لگی اور فرمایا: اے اللہ! میں پہنچا چکا۔''

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الأحکام، باب هدایا العمال، رقم الحدیث: ٧١٧٤؛ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب تحریم هدایا العمال، رقم الحدیث: ١٨٣٢؛ سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب فی هدایا العمال، رقم الحدیث: ٢٩٣٦؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ٤/١٥٨، ١٥٩۔

Marfat.com
Marfat.com

''ان شدید احکام کے پیشِ نظر قاضی اور والی کو چاہیے کہ وہ خود کو اپنے ماں باپ کے گھر میں فرض کر لے۔ منصب سے معزولی کی صورت میں اسے اپنی ماں کے گھر میں رہتے ہوئے جو کچھ ملتا اس کو منصب پر رہتے ہوئے حاصل کرنا جائز ہوگا اور جس کے بارے میں اسے یہ معلوم ہو کہ یہ منصب کی بناء پر مل رہا ہے تو اس کا لینا حرام ہوگا۔ رہے احباب کے وہ ہدیے جن کے بارے میں اشکال محسوس ہو کہ معزولی کی صورت میں اسے ملتے یا نہیں تو وہ مشتبہ ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔'' [احیاء علوم الدین، کتاب الحلال، ص ۱۳۷]

رفعِ ظلم کے لیے رشوت

جس شخص کی حق تلفی ہو رہی ہو اور بجز رشوت کے کوئی صورت اس کے حصول کی نہ ہو یا اس پر ظلم کیا جا رہا ہو اور سوائے رشوت کے اس کا دفعیہ ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں افضل یہ ہے کہ صبر سے کام لیا جائے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے رفعِ ظلم اور حصولِ حق کی بہتر صورت پیدا فرمائے، لیکن اگر اس مجبوری کی بناء پر اسے رشوت دینا پڑے تو گناہ رشوت لینے والے کے سر ہوگا، دینے والے پر نہیں ہوگا، بشرطیکہ اس نے دوسرے تمام ذرائع سے کام لیا ہو اور وہ بے سود رہے ہوں نیز وہ رشوت دے کر ظلم کو دور کرنا یا اپنا حق وصول کرنا چاہتا ہو نہ کہ دوسروں کی حق تلفی کرنا۔

بعض علما اس سلسلہ میں ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی شخص میرے پاس سے اپنے بغل میں صدقہ کا مال دبائے نکل جاتا ہے حالانکہ وہ اس کے لیے آگ ہے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ جب اس کے لیے آگ ہے تو آپ اسے کس طرح دیتے ہیں؟ فرمایا: ''کیا کروں، وہ اس طرح مانگتے ہیں کہ پیچھا ہی نہیں چھوڑتے اور اللہ عزوجل کو یہ بات پسند نہیں کہ میں بخل

Marfat.com
Marfat.com

سے کام لوں۔'' [1]

جب اصرار کے دباؤ کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ سائل کو مال دیا کرتے تھے اور یہ جانتے ہوئے دیا کرتے تھے کہ یہ لینے والے کے حق میں آگ ہے تو ظلم کو دفع کرنے اور اپنا تلف شدہ حق وصول کرنے کی ضرورت کا دباؤ قبول کرنا کیونکر جائز نہ ہوگا؟

اپنے مال میں اِسراف کرنا حرام ہے

جس طرح دوسروں کے مال کی حرمت ہے اسی طرح انسان کے اپنے مال کی بھی حرمت ہے۔ اسے نہ ضائع کرنا چاہیے اور نہ اسراف سے کام لے کر ادھر ادھر بکھیر دینا چاہیے افراد کے مال میں امت کا حق ہے اور تمام مالکوں کے بعد وہی اس کی مالک ہے۔ اسی لیے اسلام نے امت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ نادان لوگوں کے مال کو روکے۔ قرآن میں ہے:

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا.﴾ [2]

''اور اپنے مال جنہیں اللہ نے تمہارے لیے قیام کا ذریعہ بنایا ہے نادانوں کے حوالہ نہ کرنا البتہ اس سے انہیں کھلاؤ، پہناؤ اور ان سے بھلے طریقہ پر بات کرتے رہو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے امت سے مخاطب ہو کر کہا ہے اَمْوَالَكُمْ (تمہارے مال) حالانکہ بظاہر یہ ان کے مال نہیں ہیں لیکن چونکہ حقیقتاً افراد کا مال مجموعی طور پر امت کا مال ہے اس لیے اَمْوَالَكُمْ فرمایا۔

اسلام انصاف اور اعتدال کا دین ہے اور امتِ مسلمہ امتِ وسط ہے اور مسلمان ہر معاملہ میں اعتدال کی راہ اختیار کرتا ہے، اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اسراف اور تبذیر سے منع فرمایا ہے۔ نیز بخل اور تنگی کی بھی ممانعت کردی گئی ہے۔ فرمایا:

---

[1] [صحیح] مسند احمد بن حنبل، ۳/ ۴۔۱۶۶، رقم الحدیث: ۱۱۱۲۳، ۱۱۱۰۴؛ مستدرک حاکم، ۱/ ۴۶؛ صحیح ابن حبان، ۸/ ۲۰۲، رقم الحدیث: ۳۴۱۴؛ مجمع الزوائد للهیثمی، ۳/ ۹۴۔ [2] ۴/النساء: ۵۔

Marfat.com
Marfat.com

﴿یٰبَنِیٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّکُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ.﴾ 1

''اے بنی آدم! ہر مسجد کی حاضری کے وقت اپنی زینت اختیار کرو اور کھاؤ پیو البتہ اسراف نہ کرو۔ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

اِسراف یہ ہے کہ جو چیزیں اللہ نے حرام ٹھہرائی ہیں ان میں خرچ کیا جائے خواہ کم خرچ کیا جائے یا زیادہ۔ مثلاً شراب، مخدّراتِ عقل، سونے چاندی کے برتن وغیرہ۔ یا اپنے نفس اور دیگر لوگوں پر مال اڑایا جائے حالانکہ نبی ﷺ نے مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یا جس چیز کی ضرورت نہ ہو اس میں بے دریغ اتنا خرچ کیا جائے کہ ہاتھ خالی ہو جائے۔ 2

امام رازی رحمہ اللہ آیت ﴿یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ.﴾ 3 کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو خرچ کرنے کا سلیقہ سکھایا ہے چنانچہ نبی ﷺ سے خطاب کر کے فرمایا: ''رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی اور فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہوتے ہیں۔'' 4 اور فرمایا: ''نہ تو اپنے ہاتھ اپنی گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو۔'' 5 نیز فرمایا: جو خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف سے کام لیتے ہیں اور نہ تنگی سے۔'' 6

اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

''جب تم میں سے کسی شخص کے پاس مال ہو تو وہ اپنے نفس سے ابتداء کرے

---

1 ٧/الاعراف: ٣١۔ 2 صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب مایکره من قیل وقال، رقم الحدیث: ٦٤٧٣؛ صحیح مسلم، کتاب الأقضیة، باب النهی عن کثرة المسائل، رقم الحدیث: ٥٩٣۔ 3 ٢/البقرة: ٢١٩۔ 4 ١٧/اسراء: ٢٥۔
5 ١٧/اسراء: ٢٩۔ 6 ٢٥/فرقان: ٦٧۔

Marfat.com
Marfat.com

پھر جو اس کے زیر کفالت ہوں ان پر اور ان کے بعد دوسرے لوگوں پر خرچ کرے۔" 1

نیز فرمایا:

"بہترین صدقہ وہ ہے جو آدمی کو غنی رہنے دے۔" 2

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک شخص انڈے کے بقدر سونا لے آیا۔ اور عرض کیا: اسے صدقہ میں قبول فرمائیے۔ قسم بخدا! میرے پاس اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض فرمایا، لیکن وہ شخص پھر سامنے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاؤ اور اس کو غصہ کی حالت میں لے کر اسکی طرف اس طرح پھینک دیا کہ اگر کسی کے لگ جاتا تو اس کے چوٹ آ جاتی۔ پھر فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص اپنا سارا مال لے کر آ جاتا ہے اور پھر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے بیٹھ جاتا ہے۔ صدقہ وہ ہے جو غنی کی حالت کو برقرار رکھتے ہوئے کیا جائے۔ اسے لے لو ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔" 3

---

1 صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الابتداء فی النفقة با لنفس ثم أهله، رقم الحدیث:۹۹۷؛ سنن ابی داؤد، کتاب العتق، باب فی بیع لمدبر، رقم الحدیث:۳۹۵۷؛ مسند احمد بن حنبل:۳/۳۰۵؛ سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب الرجل یخرج من ماله، رقم الحدیث:۱۶۷۶۔

2 مسند احمد بن حنبل، ۳/۴۳۴، رقم الحدیث:۱۵۵۷۷؛ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی، رقم الحدیث:۱۰۳۴؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۴/۱۸۰؛ سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب الرجل یخرج من ماله، رقم الحدیث:۱۶۷۶۔

3 [اسناد ضعیف] سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب الرجل یخرج من ماله، رقم الحدیث: ۱۶۷۳؛ مستدرک حاکم: ۱/۴۱۳؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۴/۱۸۱؛ ارواء الغلیل للألبانی، ۳/۴۱۶، رقم الحدیث:۸۹۸]

Marfat.com
Marfat.com

''نبی ﷺ اپنے گھر والوں کے لیے ایک سال کی خوراک ذخیرہ کر کے رکھتے تھے۔'' [1]

دانشور کہتے ہیں:

''فضیلت افراط وتفریط کے درمیان ہے۔ ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا فضول خرچی ہے اور بہت کم خرچ کرنا بخل ہے اور بہترین صورت اعتدال کی ہے اور یہی مطلب ہے قُلِ الْعَفْوَ کا۔ اس دقیق نکتہ کو ملحوظ رکھنے پر شریعت محمدیہ کا دارومدار ہے، کیونکہ یہود کی شریعت پوری طرح سخت گیری پر مبنی ہے اور نصاریٰ کی شریعت پوری طرح سہل انگاری پر۔ شریعتِ محمدیہ ہی ان تمام امور میں متوسط ہے۔ اسی لیے وہ ان سب کے مقابلہ میں کامل ترین شریعت ہے۔'' [2]

---

[1] صحیح البخاري، کتاب النفقات، باب حبس الرجل قوت سنة علی أهله، رقم الحدیث: ٥٦٥٧؛ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب حکم الفئ، رقم الحدیث: ١٧٥٧۔

[2] تفسیر رازی، ج ٦، ص ٥١۔

Marfat.com
Marfat.com

غیر مسلمین سے تعلقات

دین کے مخالفین کے ساتھ معاملہ کرنے کے سلسلہ میں اگر ہم اسلام کی تعلیمات کو اجمالاً بیان کرنا چاہیں تو قرآنِ کریم کی دو آیتیں ہی کافی ہیں جو اس معاملہ میں ایک جامع دستور کی حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ آیتیں یہ ہیں:

﴿لَا یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَلَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡهُمۡ وَتُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡهِمۡ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ. اِنَّمَا یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیۡنَ قٰتَلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَاَخۡرَجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ وَظٰهَرُوۡا عَلٰۤی اِخۡرَاجِکُمۡ اَنۡ تَوَلَّوۡهُمۡ وَمَنۡ یَّتَوَلَّهُمۡ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ﴾ [1]

''اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ وہ تمہیں جس بات سے روکتا ہے وہ تو یہ ہے کہ تم ان لوگوں سے دوستی کرو جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے اخراج میں ایک دوسرے کی مدد کی۔ ایسے لوگوں سے جو دوستی کریں گے وہی ظالم ہوں گے۔''

پہلی آیت میں اُن غیر مسلمین کے ساتھ جو مسلمانوں کے دشمن یا ان سے برسرِ جنگ نہیں ہیں نہ صرف عدل وانصاف کی بلکہ حسنِ سلوک اور ''بِرّ'' کی بھی ترغیب دی گئی ہے۔ ''بِرّ'' ایک جامع لفظ ہے جو ہر قسم کے خیر اور بھلائی کو شامل ہے۔ گویا 'بِرّ' عدل سے زائد چیز ہے۔

آیت کے الفاظ ﴿لَا یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ﴾ (اللہ تمہیں نہیں روکتا) سے حسنِ سلوک کے

---

[1] ٦٠/الممتحنہ: ٨،٩۔

Marfat.com
Marfat.com

مطلوب ہونے کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ یہ اسلوب اس بنا پر اختیار کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات آ سکتی تھی کہ دین کے مخالفین حسنِ سلوک اور عدل وغیرہ کے مستحق نہیں ہیں۔ اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لیے واضح کر دیا گیا کہ اللہ مخالفین کے ساتھ حسنِ سلوک، دوستی اور عدل کرنے سے نہیں روکتا بلکہ صرف ان لوگوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات سے روکتا ہے جو مسلمانوں کے خلاف برسرِ جنگ ہوں اور ان کے خلاف جارحیت اختیار کریں۔

اہلِ کتاب کے ساتھ خصوصی رعایت

اسلام جہاں اپنے مخالفین کے ساتھ عدل اور حسنِ سلوک کرنے سے نہیں روکتا خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں یہاں تک کہ وہ بت پرست مشرک ہی کیوں نہ ہوں وہاں وہ اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے ساتھ خصوصی رعایت برتتا ہے خواہ وہ دارالاسلام میں رہتے ہوں یا اس سے باہر۔ چنانچہ قرآن یَآ اَھْلَ الْکِتَابِ (اے اہل کتاب!) اور یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ (اے وہ لوگو جنہیں کتاب دی گئی تھی) کہہ کر ان سے خطاب کرتا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اصلاً آسمانی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں لہٰذا ان کے اور مسلمانوں کے درمیان رشتہ اور قرابت ہے یعنی اس دینِ واحد کے اصولوں میں اتفاق ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کا دین رہا ہے۔

﴿شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ وَمَا وَصَّیْنَا بِهٖٓ اِبْرَاهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ.﴾ [1]

”اس نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جس کو تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعہ بھیجا ہے اور جس کی ہدایت ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو کی تھی کہ اس دین کو قائم کرو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ۔“

[1] ۴۲/الشوریٰ:۱۳۔

Marfat.com
Marfat.com

اور مسلمانوں سے اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ اللہ کی تمام کتابوں اور تمام رسولوں پر ایمان لائیں۔ اس کے بغیر ایمان معتبر نہیں ہے۔ اہلِ کتاب جب قرآن پڑھتے ہیں تو انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کی کتابوں اور ان کے پیغمبروں کی اس میں کس قدر تعریف کی گئی ہے۔

مسلمان جب اہل کتاب سے بحث کریں تو انہیں ایسی باتوں سے احتراز کرنا چاہیے جن سے نفرت و عداوت کے جذبات پیدا ہوتے ہوں:

﴿وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ.﴾ [1]

"اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر احسن طریقہ سے سوائے ان لوگوں کے جو اُن میں سے ظالم ہوں۔ اور کہو ہم ایمان لائے اُس چیز پر جو ہماری طرف نازل کی گئی اور اس چیز پر بھی جو تمہاری طرف نازل کی گئی۔ ہمارا الٰہ اور تمہارا الٰہ ایک ہی ہے اور ہم اُسی کے مسلم ہیں۔"

اس سے پہلے ہم دیکھ چکے ہیں کہ اسلام نے اہلِ کتاب کے ساتھ کھانے میں شرکت اور ان کا ذبیحہ کھانے کی اجازت دی ہے اور ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیا ہے حالانکہ زوجیت کا رشتہ سکون و مودّت کا باعث ہوتا ہے۔ یہ ہے عام اہلِ کتاب کے ساتھ اسلام کا روادارانہ سلوک اور خاص طور سے نصاریٰ کو تو اسلام نے مسلمانوں کے دلوں میں قریبی جگہ دی ہے:

﴿وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى. ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ.﴾ [2]

"تم ایمان لانے والوں کی دوستی میں قریب تر اُن لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے کہا: ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ ان میں عالم اور راہب ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔"

---

[1] ۲۹/العنکبوت:۴۶۔ [2] ۵/المائدہ:۸۲۔

Marfat.com
Marfat.com

ذِمّی (اسلامی حکومت کے غیر مسلم شہری)

مذکورہ ہدایات تمام اہلِ کتاب کے سلسلہ میں ہیں خواہ وہ کہیں رہتے ہوں لیکن جو اہل کتاب اسلامی حکومت کے زیر سایہ مقیم ہوں ان کا ایک خاص مقام ہے۔ اصطلاحاً ان کو ''ذِمّی'' کہا جاتا ہے۔ ذِمہ یعنی عہد۔ یہ لفظ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ان کے ساتھ اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں کی جماعت کا یہ عہد ہے کہ وہ اسلام کے زیرِ سایہ امن واطمینان کی زندگی بسر کرسکتے ہیں۔ یہ لوگ جدید اصطلاح میں اسلامی حکومت کے ''شہری'' ہیں اور قرنِ اوّل سے لے کر آج تک مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان کے حقوق و فرائض وہی ہیں جو مسلمانوں کے ہیں بجز اُن امور کے جو عقیدہ و مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، کیونکہ اسلام ان کو ان کے مذہب پر قائم رہنے کی آزادی دیتا ہے۔ ذمیوں کے حقوق کا خیال رکھنے کی نبی ﷺ نے بڑی تاکید فرمائی ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والے کو سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔ چنانچہ احادیث میں آیا ہے:

((مَنْ اٰذیٰ ذِمِّیًّا فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ.)) [1]

''جس نے ذمی کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی۔''

((مَنْ اٰذیٰ ذِمِّیًّا فَاَنَا خَصْمُہٗ وَ مَنْ کُنْتُ خَصْمُہٗ خَصَمْتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ.)) [2]

''جس نے ذمی کو اذیت دی اس کے خلاف میں مقدمہ لڑوں گا اور جس کے

---

[1] (قال الالبانی: لَا أَصْلَ لَهُ بِهٰذَا لِلَّفْظِ) المعجم الصغير للطبرانی، ص۲۰۳، رقم الحدیث: ٤٦٩؛ المعجم الأوسط للطبرانی، ٣٧٣/٤، رقم الحدیث: ٣٦٣٢؛ مجمع الزوائد للهیثمی، ١٧٩/٢، رقم الحدیث: ٣٠٩٢۔ [2] [اسناده منكر] تاريخ بغداد للخطيب البغدادی، ٣٧٠/٨، رقم الحدیث: ٤٤٧٢؛ تنزيه الشريعة المرفوعة لابن عراق الكنانی، ١٨٢/٢، رقم الحدیث: ٢٠؛ كتاب الموضوعات لابن الجوزی، ٢٣٣/٢، رقم الحدیث: ١٢٠٧؛ وله شاهد من سنن ابی داؤد، كتاب الخراج، باب فی تعشير اهل الذمة، رقم الحدیث: ٣٠٥٤۔

Marfat.com
Marfat.com

خلاف میں مقدمہ لڑوں گا وہ قیامت کے دن ضرور مغلوب ہوگا۔"

((مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا اَوِ انْتَقَصَهُ حَقًّا اَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ اَوْ اَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ فَاَنَا حَجِيْجُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.)) [1]

"جس نے معاہد (جس کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو) پر ظلم کیا یا اس کی حق تلفی کی یا اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ اس پر ڈال دیا یا اس کی مرضی کے بغیر اس کی کوئی چیز لے لی تو قیامت کے دن میں اس کی طرف سے مقدمہ لڑوں گا۔"

ان غیر مسلم شہریوں کے حقوق اور حرمتوں کا لحاظ رسول اللہ ﷺ کے خلفا برابر کرتے رہے اور فقہائے اسلام نے فقہی اختلافات کے باوجود ان حقوق اور حرمتوں سے پورا پورا اتفاق کیا ہے۔

مالکی فقہ کے عالم شہاب الدین قرافی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"ذمیوں کے عہد نے ہم پر کچھ حقوق عائد کیے ہیں، کیونکہ وہ ہماری ہمسائیگی حفاظت اور امان میں آگئے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور دینِ اسلام نے امان عطا کی ہے لہٰذا جو شخص ان پر کسی قسم کی زیادتی کرے گا خواہ وہ معمولی حد تک ہو، مثلاً ان سے بُری بات کہنا یا ان میں سے کسی کی غیبت کرنا یا انہیں کسی قسم کی اذیت پہنچانا یا اس طرح کی باتوں میں تعاون کرنا تو وہ اللہ، اس کے رسول اور دینِ اسلام کے عطا کردہ امان کو تلف کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔" [2]

ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"جو ذمّی ہو اور اہلِ حرب ہمارے ملک میں داخل ہو کر اس پر حملہ کرنا چاہیں تو ہم پر واجب ہے کہ مسلح ہو کر ان کا مقابلہ کریں اور جو شخص اللہ اور اس کے

---

[1] [حسن] سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب فی تعشیر أهل الذمة، رقم الحديث: ۳۰۵۲؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي، ۹/۲۰۵؛ تنزیه السريعة المرفوعة: ۲/۱۸۲ بحواله ابوداؤد۔

[2] كتاب الفروق للقرافي۔

Marfat.com
Marfat.com

رسول کی امان میں ہے اس کی حفاظت کرتے ہوئے مرجانا پسند کریں لیکن اس کو دشمنوں کے حوالہ نہ کریں کہ یہ ذمی بنا لینے کے معاہدہ سے بے اعتنائی برتنے کے مترادف ہے۔'' 1

غیر مسلمین سے موالات کے تعلّقات اور اس کا مطلب

ممکن ہے بعض ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو کہ غیر مسلمین کے ساتھ نیکی، دوستی اور حسنِ معاشرت کے تعلقات کس طرح پیدا کیے جاسکتے ہیں جبکہ قرآن خود کفار کے ساتھ دوستی کا تعلق پیدا کرنے اور انہیں اپنا حلیف اور دوست بنانے کی ممانعت کرتا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ﴾ 2

''اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور تم میں سے جو ان کو اپنا دوست بنائے گا تو اس کا شمار بھی ان ہی میں ہے اللہ ظالموں کو راہ یاب نہیں کرتا۔ تم دیکھتے ہو کہ جن لوگوں کے دلوں میں روگ ہے وہ ان ہی میں دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔''

اس کا جواب یہ ہے کہ ان آیتوں کا حکم علی الاطلاق نہیں ہے کہ ہر یہودی، نصرانی یا کافر پر اس کا اطلاق ہو، ورنہ یہ بات ان آیتوں اور نصوص کے متناقض ہوگی جن میں خیر پسند لوگوں کے ساتھ خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں دوستانہ تعلقات کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور اہلِ کتاب کے ساتھ مصاہرت کا رشتہ اور کتابیہ کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دی گئی ہے جبکہ زوجیت کا تعلق قرآن کے نزدیک باعث مودّت ورحمت ہے۔ اور نصاریٰ

1 مراتب الاجماع لابن حزم۔ 2 ٥/المائدہ: ٥١، ٥٢۔

Marfat.com
Marfat.com

کے بارے میں قرآن کا بیان ہے کہ تم انہیں اپنا قریبی دوست پاؤ گے۔

جن آیتوں میں موالات سے منع کیا گیا ہے ان کا تعلق دراصل ایسے لوگوں سے ہے جو اسلام کے دشمن اور مسلمانوں سے برسرِ جنگ ہوں۔ ان کی مدد اور پشت پناہی کرنا، انہیں راز دار بنانا اور ملّی مفاد کے خلاف انہیں اپنا حلیف بنا کر ان کی قربت حاصل کرنا کسی مسلمان کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے۔ اس کی صراحت دوسری آیتوں میں کی گئی ہے۔ [1]

مثلاً سورۂ آلِ عمران میں فرمایا گیا ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَأْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ط وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ج قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ج وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ط قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ o هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ.﴾ [2]

''اے ایمان والو! اہلِ ایمان کے سوا دوسروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ۔ وہ تمہیں

---

[1] مصنف نے یہاں اس بات کا دعویٰ کیا ہے اہلِ کتاب کے ساتھ نیکی اور حسن معاشرت کا مظاہرہ کیا جائے بشرطیکہ وہ اسلام کے خلاف جدوجہد میں شریک نہ ہوں۔ ہم عرض کرنا چاہیں گے کہ۔ سورۂ ممتحنہ کی وہ آیات جن میں اہلِ کتاب کے ساتھ حسن معاشرت کا حکم دیا گیا ہے وہ کئی مفسرین کے ہاں منسوخ ہیں۔ تفسیر قرطبی میں ہے کہ ابن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ اس آیت میں جو کفار کے ساتھ محبت وحسن وسلوک اور ان سے نہ لڑنے کا حکم ہے، اسلام کے شروع میں تھا پھر اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس کو اس آیت نے منسوخ قرار دے دیا ہے۔ ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ﴾ کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ ان سے لڑائی کرو۔ اور یہ کہا کہ یہ حکم (دوستی) صلح حدیبیہ کے لئے تھا جب مکہ فتح ہو گیا تو حکم بھی منسوخ ہو گیا۔

اس سے پتہ چلا کہ یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سورۂ ممتحنہ کی اس آیت کا مطلب کفار کے ساتھ حسن سلوک نتیجتاً ہوگا۔ اس سے دلی دوستی کا ثبوت ہرگز نہیں ملتا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ نیکی حسن سلوک اور احسان سے یہ بات قطعاً ثابت نہیں ہوتی کہ ان کے لئے دوستی کے جذبات رکھے جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ آپ کو کوئی قوم ایسی نہیں ملے گی جو اللہ، یوم آخرت پر ایمان رکھنے والی ہو اور پھر ان سے دوستی رکھے جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں۔ یہ آیت لڑنے والوں اور نہ لڑنے والوں سب کے لئے عام ہے۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی موقف ہے۔ دیکھئے [اعلام بنقد كتاب الحلال والحرام، ص ١٦] یہ بحث [فتح الباری، ٥/٢٣٣] اور نیل الأوطار، ٦/٤ میں ہے۔

[2] ٣/آل عمران: ١١٨، ١١٩۔

Marfat.com
Marfat.com

نقصان پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے ۔ جو بات تمہارے لیے باعثِ زحمت ہو وہ ان کو محبوب ہے۔ان کا بُغض ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے۔ہم نے اپنے احکام واضح کر دیئے ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔یہ تم ہو کہ ان سے محبت رکھتے ہو مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے۔''

اس آیت میں ایسے لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے جو مسلمانوں سے نفرت وعداوت کو دل میں چھپاتے ہیں لیکن ان کی گفتگو سے اس کا اندازہ ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ.﴾ [1]

''جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان کو تم ان لوگوں سے محبت کرتے ہوئے کبھی نہ پاؤ گے جو اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے،ان کے بھائی ہوں یا اہلِ خاندان۔''

اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کا مطلب محض کفر کرنا نہیں ہے بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جارحانہ کارروائی کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ.﴾ [2]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔تم ان سے دوستی کا اظہار کرتے ہو حالانکہ جو حق تمہارے پاس آچکا ہے اس سے وہ انکار کر چکے ہیں۔وہ رسول کو اور تم کو اس بناء پر جلاوطن کرتے ہیں کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے ہو۔''

---

[1] ۵۸/المجادلة:۲۲۔ [2] ۶۰/الممتحنة:۱۔

Marfat.com
Marfat.com

یہ آیت مشرکینِ مکہ کے ساتھ موالات کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھی جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کی تھی اور مسلمانوں کو ناحق ان کے گھروں سے نکال دیا تھا محض اس بنا پر کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ موالات کے تعلقات کسی حال میں جائز نہ تھے۔ اس کے باوجود قرآن نے ان لوگوں سے دوستی کی امید منقطع کرنے کے لیے نہیں کہا اور نہ ان سے قطعی طور پر مایوسی کا اعلان کیا، بلکہ مسلمانوں سے کہا کہ وہ حالات کی تبدیلی اور دلوں کی صفائی کے لیے پر امید رہیں۔ چنانچہ اسی سورہ میں چند آیتوں کے بعد فرمایا ہے:

﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ط وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ٥﴾ [1]

''عجب نہیں کہ اللہ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان محبت ڈال دے جن سے تمہاری دشمنی ہے۔ اللہ بڑی قدرت والا ہے اور وہ غفور ورحیم ہے۔''

قرآن کی اس تنبیہ کے نتیجہ میں دشمنی کی حِدت کم ہو جاتی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

((اَبْغِضْ عَدُوَّكَ هَوْنًا مَّا عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ حَبِيْبَكَ يَوْمًا مَّا.)) [2]

''اپنے دشمن سے بغض کسی قدر کم رکھو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی دن تمہارا دوست بن جائے۔''

البتہ دشمنوں سے موالات کی حرمت اس صورت میں مؤکد ہو جاتی ہے جبکہ وہ ایسے قوی ہوں کہ اُن سے لوگ تعلقات رکھتے ہوں اور ڈرتے بھی ہوں۔ منافق اور دل کے مریض ایسے لوگوں سے دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں اور ان کے کام آتے ہیں اس امید پر کہ کل کو یہ بات ان کے حق میں سُودمند ثابت ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ط فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ

---

[1] ٦٠/الممتحنة:٧۔ [2] [صحیح] جامع ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی الاقتصاد فی الحب والبغض، رقم الحدیث: ١٩٩٧؛ شعب الایمان للبیهقی، ٥/٢٦٠، رقم الحدیث: ٢٥٩٣؛ الکامل لا بن عدی: ٢/٥٩٣۔

Marfat.com
Marfat.com

عِنۡدِهٖ فَیُصۡبِحُوۡا عَلٰی مَاۤ اَسَرُّوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ نٰدِمِیۡنَ﴾ 1

’’تم دیکھتے ہو کہ جن لوگوں کے دلوں میں روگ ہے وہ ان ہی لوگوں میں دوڑ دھوپ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ کسی مصیبت کے چکر میں نہ پھنس جائیں۔ مگر بہت ممکن ہے کہ اللہ تمہیں فتح بخشے یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کرے تو یہ جو کچھ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اس پر نادم ہوں گے۔‘‘

﴿بَشِّرِ الۡمُنٰفِقِیۡنَ بِاَنَّ لَهُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمَا الَّذِیۡنَ یَتَّخِذُوۡنَ الۡکٰفِرِیۡنَ اَوۡلِیَآءَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ، اَیَبۡتَغُوۡنَ عِنۡدَهُمُ الۡعِزَّةَ فَاِنَّ الۡعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیۡعًا.﴾ 2

’’منافقوں کو یہ خوشخبری سنا دو کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ جو اہلِ ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ کیا یہ ان کے نزدیک عزت کے خواہاں ہیں؟ عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لیے ہے۔‘‘

مسلمان حکّام ہوں یا رعایا۔ فنی امور میں جو دین سے متعلق نہیں ہیں مثلاً طب، صنعت، زراعت وغیرہ میں غیر مسلموں سے تعاون حاصل کر سکتے ہیں اگرچہ کہ ان کے حق میں بہتر یہ ہے کہ وہ ان تمام امور میں خود کفیل ہوں۔

سیرتِ نبوی میں ہمیں یہ واقعہ ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مشرک عبداللہ بن اُریقط کی خدمات ہجرت کے موقع پر رہبری کے لیے حاصل کی تھیں۔ 3 علما کہتے ہیں: رہبری سے زیادہ خطرناک بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ خاص طور سے مدینہ کی ہجرت کا معاملہ تو بڑا ہی خطرناک تھا لیکن جب آپ ﷺ نے اس سلسلہ میں ایک کافر کی خدمات حاصل کر لیں تو اس سے واضح ہوا کہ کسی کے کافر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس پر کسی معاملہ میں بھی

---

1 ٥/المائدة: ٥٢۔ 2 ٤/النساء: ١٣٨، ١٣٩۔ 3 [سندہ حسن] سیرة ابن هشام، ١١٢/٢؛ مستدرک حاکم، ٨/٣، رقم الحدیث: ٤٣٣١؛ البدایة والنهایة لابن کثیر، ١٨٩/٣؛ بدون تعیین اسم الهادی فی صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی ﷺ إلی المدینة، رقم الحدیث: ٣٩٠٥۔

Marfat.com
Marfat.com

بھروسہ نہ کیا جائے۔ جو علما اس کے قائل ہیں ان میں سے اکثر کی رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کا امام غیر مسلمین اور خاص طور سے اہلِ کتاب کا تعاون جنگی معاملات میں حاصل کرسکتا ہے اور ایسی صورت میں مسلمانوں کی طرح ان کا حصہ بھی مالِ غنیمت میں مقرر کرسکتا ہے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض یہودیوں سے جنگ کے موقع پر تعاون حاصل کیا تھا اور ان کے لیے مالِ غنیمت میں حصہ مقرر کیا تھا اور صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین میں شریک ہوئے تھے حالانکہ اس وقت وہ مشرک تھے۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ جس کا تعاون حاصل کیا جائے اس کے بارے میں مسلمانوں کی رائے اچھی ہو۔ اگر مسلمانوں کو اس پر بھروسہ نہ ہو تو ایسے شخص کا تعاون حاصل کرنا جائز نہ ہوگا کیونکہ جب ہم کسی ایسے مسلمان کا تعاون حاصل کرنے سے احتراز کرتے ہیں جو لوگوں کو خوفزدہ کرتا ہو یا افواہیں پھیلاتا ہو تو کافر سے بدرجہ اولیٰ احتراز کرنا چاہیے۔ [1]

مسلمان کا غیر مسلم کو ہدیہ دینا، اس کا ہدیہ قبول کرنا اور اس کے بدلہ میں ہدیہ دینا جائز ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلم بادشاہوں کے ہدیے قبول فرمائے تھے۔ [2]

حدیث کے حفاظ کہتے ہیں: ایسی حدیثیں بہ کثرت ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار کا ہدیہ قبول فرماتے تھے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''نجاشی نے مجھے کپڑے کا جوڑا اور ریشم بھیجا ہے۔'' [3]

اسلام انسان کا انسان ہونے کی حیثیت سے احترام کرتا ہے اور اگر وہ اہلِ کتاب میں سے ہو نیز معاہد یا ذِمّی بھی ہو تو ایسا شخص اسلام کی نظر میں کہیں زیادہ لائقِ احترام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک جنازہ جانے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے

---

[1] مغنی' ج ۸، ص ۴۱۔ [2] [صحیح] مسند احمد بن حنبل، ۱/۹۲، ۱۴۵؛ جامع ترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی قبول هدایا المشرکین، رقم الحدیث: ۱۵۷۶؛ مسند بزار، رقم الحدیث: ۷۷۸؛ وله شواهد عند البخاری فی کتاب الهبة، باب قبول الهدیة من المشرکین، رقم الحدیث: ۲۲۱۵، ۲۶۱۶۔ [3] [اسناد ضعیف] مسند احمد بن حنبل، ۶/۴۰۴، رقم الحدیث: ۲۷۲۷۶؛ الطبقات الکبریٰ لا بن سعد، ۸/۹۵؛ ارواء الغلیل للألبانی، ۶/۶۲؛ المعجم الکبیر للطبرانی، ۲۵/۸۱، رقم الحدیث: ۲۰۵؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۶/۲۶۔

Marfat.com
Marfat.com

کھڑے ہوگئے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ یہ یہودی کا جنازہ ہے۔ فرمایا: ''کیا وہ انسان نہیں ہے؟'' [1]

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی نظر میں ہر انسان لائقِ احترام ہے اور ہر ایک کا ایک مقام ہے۔

اسلام کی رحمتِ عامہ جانوروں کو بھی شامل ہے

غیر مسلموں کے ساتھ بدسلوکی اوراذیت دہی کس طرح جائز ہوسکتی ہے جبکہ اسلام ہر ذی روح پر رحم کرنے کی ہدایت کرتا ہے یہاں تک کہ بے زبان جانور کے ساتھ بھی سنگدلانہ برتاؤ اسے ناپسند ہے۔

اسلام نے تیرہ سوسال پہلے جانوروں کے ساتھ نرمی برتنے کی تعلیم دی تھی۔ اس کے نزدیک جانوروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ایمان کی ایک شاخ ہے اوران کو اذیت پہنچانا اور سنگدلی برتنا آدمی کو دوزخ کا مستحق بناتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک واقعہ سنایا کہ ایک شخص نے ایک کتے کو دیکھا جو پیاس کی شدت سے بے دم ہورہا تھا۔ وہ کنویں میں اتر گیا اور اپنے موزے میں پانی بھر کر لایا اوراس کتے کو پلا دیا یہاں تک کہ وہ سیراب ہوگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے اس کی اس خدمت کی قدر کی اور اسکی مغفرت فرمائی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہمارے لیے جانوروں کے ساتھ سلوک کرنے میں بھی اجر ہے؟ فرمایا:

((فِىْ كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ.)) [2]

''ہر تر جگر (جاندار) کے ساتھ سلوک کرنا باعثِ اجر ہے۔''

اس روشن پہلو کے ساتھ جو مغفرت اور رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب من قام لجنازة يهودي، رقم الحديث: ١٣١٢؛ صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب القيام للجنازة، رقم الحديث: ٩٦١؛ سنن النسائي، كتاب الجنائز، باب القيام الجنازة أهل الشرك، رقم الحديث: ١٩٢٢۔ [2] صحيح البخاري، كتاب المساقاة، باب فضل سقي الماء، رقم الحديث: ٢٣٦٣؛ صحيح مسلم، كتاب السلام، باب فضل سقي البهائم المحترمة، رقم الحديث: ٢٢٤٤۔

Marfat.com
Marfat.com

نبی ﷺ نے دوسرے پہلو کی بھی نشاندہی فرمائی ہے جو اللہ کے غضب اور اس کے عذاب کا موجب ہے۔ فرمایا:

((دَخَلَتِ امْرَأَةٌ النَّارَ فِیْ هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا فَلَاهِیَ اَطْعَمَتْهَا وَلَا هِیَ تَرَكَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ.)) [1]

''ایک عورت کو اس وجہ سے آگ میں داخل کر دیا گیا کہ اس نے ایک بلی کو بند کر رکھا تھا۔ نہ اسے کچھ کھلاتی تھی اور نہ چھوڑتی تھی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھالے۔''

حیوان کی حیوانیت کا احترام بھی آپ ﷺ اس درجہ فرماتے تھے کہ گدھے کے چہرہ پر داغ دینا بھی آپ ﷺ نے گوارا نہیں فرمایا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ایک گدھے کو دیکھا جس کے چہرہ پر داغ دیا گیا تھا تو بڑی ناگواری کا اظہار کیا اور فرمایا:

((وَاللّٰهِ لَا اَسِمُهُ اِلَّا فِیْ اَقْصٰی شَیْءٍ مِنَ الْوَجْهِ.)) [2]

''اللہ کی قسم! میں تو چہرہ کو چھوڑ کر بہت دور داغ دیتا ہوں۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک گدھا آپ ﷺ کے سامنے سے گزرا جس کے چہرہ پر داغ دیا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَمَا بَلَغَكُمْ اَنِّیْ لَعَنْتُ مَنْ وَسَمَ الْبَهِیْمَةَ فِیْ وَجْهِهَا اَوْ ضَرَبَهَا فِیْ وَجْهِهَا.)) [3]

''تمہیں نہیں معلوم کہ میں نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو جانور کے چہرہ پر داغ دے یا اس کے چہرہ پر مارے۔''

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المساقاة، باب فضل سقی الماء رقم الحدیث:۲۳٦٥؛ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم قتل الهرة، رقم الحدیث:۲۲٤۲؛ مسند احمد بن حنبل: ۲/۲٦۱، رقم الحدیث:۷٥٤۷۔ [2] صحیح مسلم، کتاب الآداب، باب النهی عن ضرب الحیوان فی وجهه، رقم الحدیث:۲۱۱۸۔ [3] [صحیح] سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب النهی عین الوسم فی الوجه، رقم الحدیث:۲٥٦٤؛ صحیح مسلم، کتاب الآداب، باب النهی عن ضرب الحیوان فی وجهه، رقم الحدیث:۲۱۱۷؛موارد الظمآن للهیثمی، ٦/۳۱٦، رقم الحدیث:۲۰۰۳۔

Marfat.com
Marfat.com

اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے تیر اندازی سیکھنے کے لیے مرغی کو ہدف بنالیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

((اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَیْئًا فِیْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا.)) [1]

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو کسی ذی روح کو ہدف بنائے۔"

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((نَهَی النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ التَّحْرِیْشِ بَیْنَ الْبَهَائِمِ.)) [2]

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو لڑانے سے منع فرمایا ہے۔"

((اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَهٰی عَنْ اِخْصَاءِ الْبَهَائِمِ نَهْیًا شَدِیْدًا.)) [3]

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو خصی کرنے کی سختی کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے۔"

اہل جاہلیت جانوروں کے کان چیرا کرتے تھے۔ قرآن نے اس کی مذمت کی اور اسے وحی شیطانی سے تعبیر کیا۔

ذبیحہ کی بحث میں ہم واضح کر چکے ہیں کہ اسلام اس بات کا کس قدر خواہش مند ہے کہ ذبح کرنے کا سب سے زیادہ راحت رساں طریقہ اختیار کر کے ذبیحہ کو آرام پہنچایا جائے، چنانچہ اس سلسلہ میں اس نے تیز چھری کو استعمال کرنے، اس کو جانور کی نظر سے چھپانے اور دوسرے جانوروں کے سامنے اس کو ذبح نہ کرنے کی ہدایت کی ہے۔

جانور پر اسلام کی اس درجہ عنایت جو تصور سے بالاتر ہے، ایک ایسی روشن حقیقت ہے کہ دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الذبائح، باب مایکره من المثلة والمصبورة، رقم الحدیث: ٥٥١٥؛ صحیح مسلم، کتاب الصید، باب النهی عن صبر البهائم، رقم الحدیث ٢٥٦٢ واللفظ لهٗ۔

[2] [اسناده ضعیف] سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی التحریش بین البهائم، رقم الحدیث: ٢٥٦٢؛ جامع ترمذی، کتاب الجهاد، باب ماجاء فی کراهیة التحریش بین البهائم، رقم الحدیث: ١٧٠٨؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ٢٢/١٠؛ المعجم الکبیر للطبرانی، ١١٠٧، رقم الحدیث: ١١١٢٣۔

[3] مجمع الزوائد للهیثمی، ٢٦٥/٥؛ السنن الکبریٰ للبیهقی، ٢٤/١٠؛ مسند بزار، رقم الحدیث: ١٦٩٠۔

Marfat.com
Marfat.com

اسلام میں
حلال و حرام